حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابوداؤد شریف

کا ترجمہ، شرح و تخریج

نعمۃ الودود

فی شرح

سُنن ابی داؤد

(جلد دوم)

تصنیف

امام ابوداؤد بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شرح مع تخریج

علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

نظر ثانی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی

جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ

پسند فرمودہ و مصدقہ

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیك یا سیدی یا رسول اللّٰہ
وعلٰی اٰلك واصحابك یا حبیب اللّٰہ

نام کتاب	....	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد (جلد دوم)
مصنف	....	حضرت امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح	....	علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
نظر ثانی	....	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
پسند فرمودہ	....	علامہ مفتی غلام حسن قادری۔حزب الاحناف لاہور
صفحات	....	840
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	جولائی 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	900 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو اپنے دادا محترم کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی اور ہم سب کی بے حساب دائمی مغفرت فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ نصیب فرما کر جلوۂ مصطفیٰ کریم ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ۔

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد وشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ، اعانت ونصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہیے، تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد جلد دوم'' متلاشیانِ علم وعرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش

محمد اکبر قادری

ترتیب

شرف انتساب ۳
عرضِ ناشر ۴
مغرب کی نماز کا وقت ۱۵
تشریح ۱۶
آخری عشاء کی نماز کا وقت ۲۳
تشریح ۲۵
سوال ۲۵
مسئلہ ۲۶
صبح کی نماز کا وقت ۶۲
تشریح ۶۲
ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور احناف کی طرف سے جواب ۶۳
باب! نمازوں کی حفاظت کے متعلق ۷۸
تشریح ۸۱
سوال ۸۴
جواب ۸۴
پہلی بحث: خشوع کے معانی ۸۶
دوسری بحث: قرآن مجید میں خشوع کا ذکر ۸۷
تیسری بحث: الخشوع کے متعلق لفظاً اور معناً احادیث مبارکہ ۸۸
چوتھی بحث: الخشوع کے متعلق آثار صحابہ کرام اور اقوال تابعین
عظام ۸۹
پانچویں بحث: مفسرین کے اقوال سے خشوع کے معانی ۹۲
چھٹی بحث: خشوع کے درجات ۹۳
ساتویں بحث: خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم ۹۴
آٹھویں بحث: نماز میں خشوع کا وجوب ۹۵
☆ نماز میں خشوع کے وجوب پر احادیث مبارکہ سے دلائل ۹۶
نویں بحث: نماز میں خشوع کرنے والوں کی امثال ۹۸
پہلا گروہ ۱۰۲
دوسرا گروہ ۱۰۲
باب! جب امام نماز کو وقت سے مؤخر کرے ۱۰۴
تشریح ۱۰۶
باب! جو سو جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے ۱۰۹
تشریح ۱۱۵
سوال ۱۱۶
جواب ۱۱۶
سوال ۱۲۰
جواب ۱۲۱
احناف کی دلیل ۱۲۱
جمہور کی دلیل ۱۲۱
باب! مساجد تعمیر کرنے کے متعلق ۱۲۵
پہلی بحث: مسجد کی تعریف ۱۲۵
دوسری بحث: مسجد کا قرآن مجید کی آیات کریمہ سے ثبوت ۱۲۵
تیسری بحث: احادیث مبارک میں مسجد بنانے اور مسجد کے

فضائل ـــــــ ۱۲۶
سوال ـــــــ ۱۲۷
جواب ـــــــ ۱۲۸
مسجد قباء کے فضائل ـــــــ ۱۳۳
تشریح ـــــــ ۱۵۴
سوال ـــــــ ۱۵۷
جواب ـــــــ ۱۵۷
سوال ـــــــ ۱۵۸
جواب ـــــــ ۱۵۸
سوال ـــــــ ۱۵۸
جواب ـــــــ ۱۵۸
شعر کب سے مشروع ہوئے؟ ـــــــ ۱۶۲
جواب ـــــــ ۱۶۳
باب! گھروں میں مساجد بنانا ـــــــ ۱۷۶
تشریح ـــــــ ۱۷۶
باب! مساجد میں چراغ جلانا ـــــــ ۱۸۱
تشریح ـــــــ ۱۸۲
باب! مسجد کی کنکریوں کے متعلق ـــــــ ۱۸۲
تشریح ـــــــ ۱۸۳
کنکریوں کی تسبیح کرنے پر صراحت ـــــــ ۱۸۷
باب! مسجد میں جھاڑو دینے کے متعلق ـــــــ ۱۹۲
تشریح ـــــــ ۱۹۲
سوال ـــــــ ۱۹۸
جواب ـــــــ ۱۹۹
باب! مساجد میں عورتوں کا مردوں سے الگ رہنے کے متعلق ـــــــ ۲۰۱
تشریح ـــــــ ۲۰۲
باب! دخول مسجد کے وقت کیا کہے؟ ـــــــ ۲۰۳
تشریح ـــــــ ۲۰۴
باب! دخول مسجد کے وقت نماز کے متعلق ـــــــ ۲۱۱
تشریح ـــــــ ۲۱۱
پہلی بحث: تحیۃ المسجد کا حکم ـــــــ ۲۱۱
دوسری بحث: خطبہ جمعہ کے وقت تحیۃ المسجد پڑھنا ـــــــ ۲۱۳
باب! مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت کے متعلق ـــــــ ۲۱۴
تشریح ـــــــ ۲۱۵
سوال ـــــــ ۲۱۵
جواب ـــــــ ۲۱۶
سوال ـــــــ ۲۱۷
جواب ـــــــ ۲۲۲
فائدہ ـــــــ ۲۲۳
باب! مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے کی کراہیت ـــــــ ۲۲۳
تشریح ـــــــ ۲۲۳
باب! مسجد میں تھوکنے کی کراہیت کے متعلق ـــــــ ۲۲۴
تشریح ـــــــ ۲۲۸
سوال ـــــــ ۲۲۹
جواب ـــــــ ۲۲۹
باب تخلیق المساجد ـــــــ ۲۳۰
باب تطیب المساجد ـــــــ ۲۳۰
باب! مشرک کا مسجد میں داخل ہونے کے متعلق ـــــــ ۲۳۲
تشریح ـــــــ ۲۳۳
باب! وہ مقامات جہاں پر نماز پڑھنا جائز نہیں ـــــــ ۲۴۸
اشکال ـــــــ ۲۴۹

جواب ____ ۲۴۹
باب! اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کی نہی ____ ۲۵۳
تشریح ____ ۲۵۴
باب! لڑکے کو نماز پڑھنے کا حکم کب دیا جائے ____ ۲۵۴
تشریح ____ ۲۵۶
سوال ____ ۲۵۶
جواب ____ ۲۵۶
حنابلہ کا نظریہ ____ ۲۵۸
مالکیہ کا نظریہ ____ ۲۵۹
شافعیہ کا نظریہ ____ ۲۶۰
شافعیہ کے دلائل کے جوابات ____ ۲۶۱
احناف کا نظریہ ____ ۲۶۲
تارک نماز کے متعلق حرف آخر ____ ۲۶۳
بچوں کو علیحدہ سلانا ____ ۲۶۵
خادم، غلام یا نوکر کا نکاح کر دینے کے بعد ناف سے نیچے اور گھٹنے
سے اوپر دیکھنے کی ممانعت ____ ۲۶۵
دائیں بائیں کی پہچان سے مراد ____ ۲۶۶
تعارض ____ ۲۶۶
جواب ____ ۲۶۶
باب! اذان کی ابتداء ____ ۲۶۶
پہلی بحث: اذان کا قرآن مجید سے ثبوت ____ ۲۶۶
دوسری بحث: اذان کا احادیث مبارکہ سے ثبوت ____ ۲۶۷
تیسری بحث: اذان کا جواب دینا ____ ۲۷۲
چوتھی بحث: اذان کے فضائل ____ ۲۷۳
پانچویں بحث: اذان کے بعد دعا کی فضیلت ____ ۲۷۵
تشریح ____ ۲۷۷
پہلی بحث: اذان کا لغوی اور شرعی معنی ____ ۲۷۷
دوسری بحث: اذان کی ابتدائی حالت ____ ۲۷۷
تیسری بحث: اذان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خواب دیکھنا اور
مشورے ہونا ____ ۲۷۷
چوتھی بحث: کیا اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید
یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر ہے؟ ____ ۲۷۹
پانچویں بحث: اذان کا حکم ____ ۲۸۳
چھٹی بحث: حکمت اذان میں چار چیزیں ____ ۲۸۳
ساتویں بحث: سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت ____ ۲۸۳
باب! اذان کیسے دی جائے؟ ____ ۲۸۵
تشریح: بحث اول! اللہ اکبر کہنے میں اختلاف ____ ۲۹۴
بحث ثانی! ترجیع میں اختلاف ____ ۲۹۵
تیسری بحث! صبح کی اذان میں الفاظ کی زیادتی پر مذاہب ____ ۲۹۹
نماز کی تین حالتیں ____ ۲۹۹
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنی مدت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز
پڑھتے رہے اور تحویل قبلہ کا حکم کہاں اور کس وقت میں نازل
ہوا ____ ۳۰۱
روزہ کی تبدیلی کی تین حالتیں ____ ۳۰۳
باب! اقامت کے متعلق ____ ۳۰۶
تشریح! کلمات اقامت کی تعداد میں اختلاف ____ ۳۰۷
سوال ____ ۳۱۲
جواب ____ ۳۱۲
باب! ایک کے اذان دینے اور دوسرے کے اقامت کہنے کے
متعلق ____ ۳۱۵
تشریح ____ ۳۱۶
مسئلہ ____ ۳۱۳۱۷

باب! آذان بلند آواز سے کہنا ___ ۳۱۷
تشریح ___ ۳۱۸
اذان کی آواز پہنچنے پر مغفرت ہونے کے متعدد معانی ___ ۳۱۸
خشک اور تر کی گواہی کا مطلب ___ ۳۱۹
شیطان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا ___ ۳۱۹
شیطان کا وساوس دلانا ___ ۳۲۰
سوال ___ ۳۲۰
جواب ___ ۳۲۰
سوال ___ ۳۲۱
جواب ___ ۳۲۱
باب! موذن پر وقت کا خیال رکھنا ضروری ہے ___ ۳۲۸
تشریح ___ ۳۲۸
سوال ___ ۳۲۹
جواب ___ ۳۲۹
باب! منارہ کے اوپر اذان دینا ___ ۳۲۹
تشریح ___ ۳۳۰
سوال ___ ۳۳۰
جواب ___ ۳۳۰
اشکال ___ ۳۳۲
اشکال ___ ۳۳۲
اشکال ___ ۳۳۳
اشکال ___ ۳۳۳
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان دینے کا اہتمام ___ ۳۳۳
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بروز حشر اذان دینا ___ ۳۳۴
باب! موذن کا اذان میں گھومنا ___ ۳۳۵
تشریح ___ ۳۳۵
باب! اذان اور اقامت کے مابین دعا مانگنا ___ ۳۳۶
تشریح ___ ۳۳۷
سوال ___ ۳۳۷
جواب ___ ۳۳۷
باب! اذان سنے تو کیا کہے ___ ۳۴۸
تشریح ___ ۳۵۰
سوال ___ ۳۵۰
جواب ___ ۳۵۱
مسائل ___ ۳۵۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا ___ ۳۵۸
اشکال ___ ۳۵۸
سوال ___ ۳۵۸
جواب ___ ۳۵۸
الجواب ___ ۳۶۶
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عظمیٰ کی بشارت ___ ۳۶۸
باب! جب اقامت سنے تو کیا کہے؟ ___ ۴۰۳
تشریح ___ ۴۰۳
باب! اذان کے بعد کی دعا کا بیان ___ ۴۰۴
تشریح ___ ۴۰۴
باب! اذان مغرب کے وقت کیا کہے؟ ___ ۴۰۶
تشریح ___ ۴۰۶
باب! اذان پر اجرت لینا ___ ۴۰۹
تشریح: اذان دینے پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ___ ۴۰۹
باب! دخول وقت سے قبل اذان کا بیان ___ ۴۱۴
تشریح ___ ۴۱۵

باب! نابینا کا اذان دینا ۴۲۱
تشریح ۴۲۱
باب! اذان ہونے کے بعد مسجد سے خروج کرنا ۴۲۲
تشریح ۴۲۲
باب! مؤذن کا امام کا انتظار کرنے کے متعلق ۴۲۴
تشریح ۴۲۴
باب! تثویب کا بیان ۴۲۴
تشریح ۴۲۵
باب! اقامت نماز ہو جائے اور امام نہ آئے تو مقتدی بیٹھ کر امام کا انتظار کریں ۴۲۷
تشریح ۴۳۰
اشکال ۴۳۰
جواب ۴۳۰
باب! ترک جماعت پر تشدید ۴۳۱
تشریح ۴۳۴
پہلی بحث ۴۳۴
جماعت میں آئمہ کرام کے نظریات ۴۳۴
حنابلہ کا نظریہ ۴۳۴
دلیل ۴۳۵
جواب ۴۳۵
شوافع کا نظریہ ۴۳۶
دلیل ۴۳۶
جواب ۴۳۶
احناف و مالکیہ کا نظریہ ۴۳۷
دلیل ۴۳۷
فقہاء کرام کے نظریات ۴۳۷
دوسری بحث ۴۴۰
تارک جماعت کا حکم ۴۴۰
تیسری بحث ۴۴۱
جماعت کا سنن ہدیٰ ہونا ۴۴۱
اشکال ۴۴۶
جواب ۴۴۶
مسئلہ ۴۴۷
فائدہ ۴۵۵
باب! جماعت کے ساتھ نماز کی فضیلت کا بیان ۴۶۹
پہلی بحث! جماعت کی اہمیت ۴۷۰
دوسری بحث! جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل ۴۷۱
زیادتی ثواب ۴۷۶
جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد ۴۷۷
باب! نماز کی طرف چلنے کی فضیلت کا بیان ۵۳۵
تشریح ۵۳۸
اشکال ۵۳۹
جواب ۵۳۹
باب! اندھیرے میں نماز کی طرف چل کر جانے کا بیان ۵۴۱
تشریح ۵۴۲
باب! نماز کو جاتے وقت کے انداز کا بیان ۵۴۲
تشریح ۵۴۳
باب! جو نماز کے ارادے سے نکلا تو جماعت ہو چکی ۵۶۴
تشریح ۵۶۵
باب! عورتوں کا مسجد کی طرف جانے کا بیان ۵۶۵
تشریح ۵۶۶
باب! اس بارے میں تشدید ۵۶۶

تشریح ۵۶۷
فقہاء مالکیہ کا مؤقف ۵۶۷
فقہاء شافعیہ کا مؤقف ۵۶۹
فقہاء حنابلہ کا مؤقف ۵۷۰
احناف کا مؤقف ۵۷۲
باب! نماز کی طرف دوڑنا ۵۷۸
تشریح ۵۷۹
اختلاف آئمہ کرام ۵۸۰
مسئلہ ۵۸۰
مسئلہ ۵۸۰
باب! مسجد میں دوبار جماعت ہونے کا بیان ۵۸۱
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۵۸۱
مسئلہ ۵۸۱
باب! جس نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی پھر جماعت میسر ہوئی
توان کے ساتھ پڑھ لے ۵۸۲
تشریح ۵۸۴
احناف کی دلیل ۵۸۴
شوافع کی دلیل ۵۸۵
باب! جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے پھر دوسری جماعت
میسر ہوتو کیا اعادہ کرے؟ ۵۸۶
تشریح ۵۸۶
باب! لوگوں کی امامت اور اس کی فضیلت ۵۸۷
تشریح ۵۸۷
باب! امامت پر مدافعت کرنے کی کراہیت ۵۸۸
تشریح ۵۸۸
باب! امامت کا مستحق کون؟ ۵۸۹
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۵۹۲
اشکال ۵۹۳
اشکال ۵۹۳
اشکال ۵۹۴
مسئلہ ۵۹۴
مسئلہ ۵۹۴
مسئلہ ۵۹۵
مسئلہ ۵۹۵
مسئلہ ۵۹۵
مسئلہ ۵۹۵
مسئلہ ۵۹۵
اختلاف آئمہ کرام ۵۹۶
سوال ۵۹۶
جواب ۵۹۶
سوال! فاسق کی امامت کا کیا حکم ہے ۵۹۶
شوافع کا نظریہ ۵۹۹
حنبلہ کا نظریہ ۶۰۱
مالکیہ کا نظریہ ۶۰۱
احناف کا مؤقف ۶۰۲
سوال! نابینا کی امامت کرنا کیسا؟ ۶۰۵
جواب ۶۰۵
باب! عورتوں کی امامت کا بیان ۶۰۶
تشریح: عورتوں کی امامت میں اختلاف فقہاء کرام ۶۰۷
فقہاء مالکیہ کا مؤقف ۶۰۸
فقہاء شافعیہ کا مؤقف ۶۰۸
فقہاء حنبلیہ کا مؤقف ۶۰۹

فقہاء احناف کا مؤقف ۶۰۹
باب! اس شخص کا امامت کرانا جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں ۶۸۳
تشریح ۶۸۳
باب! نیک اور فاجر کی امامت ۶۸۴
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۶۸۴
شوافع کا مؤقف ۶۸۴
حنابلہ کا مؤقف ۶۸۵
مالکیہ کا مؤقف ۶۸۶
احناف کا مؤقف ۶۸۶
نابینا کی امامت ۶۹۰
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۶۹۱
فائدہ ۶۹۲
باب! زائر کی امامت ۶۹۳
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۶۹۴
مسئلہ ۶۹۴
باب! امام کا لوگوں کی جگہ سے اونچا کھڑا ہونا ۶۹۵
تشریح: مذاہب آئمہ کرام ۶۹۶
باب! اس شخص کا امامت کرانا جو کہ اس نماز کو لوگوں کے ساتھ پڑھ چکا ۶۹۷
تشریح ۶۹۷
اختلاف آئمہ کرام ۶۹۷
مسئلہ ۷۰۱
مسئلہ ۷۰۱
باب! امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانے کا بیان ۷۰۲
شرح: اختلاف آئمہ کرام ۷۰۵
امام اور مقتدی کا رکوع سے کھڑے ہوتے وقت تسبیح کرنا ۷۰۶
اختلاف آئمہ کرام ۷۰۶
امام کے پیچھے خاموش رہنا ۷۰۶
اختلاف فقہاء کرام ۷۰۶
فقہاء مالکیہ کا مؤقف ۷۰۶
فقہاء حنابلہ کا مؤقف ۷۰۸
فقہاء شافعیہ کا مؤقف ۷۱۰
احناف کا مؤقف ۷۱۱
حدیث: 1 ۷۲۵
حدیث مبارکہ: 2 ۷۲۵
حدیث مبارکہ: 3 ۷۲۵
حدیث مبارکہ: 4 ۷۲۵
حدیث مبارکہ: 5 ۷۲۶
حدیث مبارکہ: 6 ۷۲۶
حدیث مبارکہ: 7 ۷۲۷
حدیث مبارکہ: 8 ۷۲۷
اثر: 1 ۷۲۷
اثر: 2 ۷۲۷
اثر: 3 ۷۲۷
حدیث مبارکہ: 9 ۷۲۷
حدیث مبارکہ: 10 ۷۲۸
حدیث مبارکہ: 11 ۷۲۸
حدیث مبارکہ: 12 ۷۲۸
حدیث مبارکہ: 13 ۷۲۸
حدیث مبارکہ: 14 ۷۲۸
حدیث مبارکہ: 15 ۷۲۹
حدیث مبارکہ: 16 ۷۲۹

دوسری دلیل ۷۲۹
تیسری دلیل ۷۲۹
باب! دو اشخاص میں سے ایک امامت کروائے تو دونوں کس طرح کھڑے ہوں؟ ۷۳۳
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۷۳۵
مسئلہ ۷۳۵
مسئلہ ۷۳۵
مسئلہ ۷۳۵
امام کے ساتھ دو مقتدی کس طرح کھڑے ہوں؟ ۷۳۵
تعارض ۷۳۶
مسئلہ ۷۳۷
مسئلہ ۷۳۷
مسئلہ ۷۴۰
مسئلہ ۷۴۰
مسئلہ ۷۴۰
مسئلہ ۷۴۱
سوال ۷۴۱
جواب ۷۴۱
باب! امام سلام کے بعد پھر جائے ۷۴۵
تشریح: اختلاف آئمہ کرام ۷۴۶
تعارض ۷۴۶
جواب ۷۴۶
باب! اپنی جگہ پر امام کا نفل ادا کرنا ۷۴۷
تشریح ۷۴۷
باب! امام کو آخری رکعت میں سجدے سے سر اٹھاتے وقت حدث لاحق ہو جانا ۷۴۹
تشریح ۷۴۹
اختلاف آئمہ کرام ۷۵۲
سوال ۷۵۵
جواب ۷۵۵
مذاہب فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم ۷۵۵
مالکیہ کا مذہب ۷۵۵
شافعیہ کا مذہب ۷۵۶
حنابلہ کا مذہب ۷۵۶
حنفیہ کا مذہب ۷۵۶
اختلاف آئمہ کرام ۷۶۶
آئمہ ثلاثہ کا مذہب ۷۶۶
احناف کا مذہب ۷۶۶
باب! مقتدیوں کو امام کی اتباع کرنے کا حکم ۷۶۸
تشریح: اقتداء کی شرائط ۷۷۰
امام سے مقدم ہونے میں آئمہ کرام کا اختلاف ۷۷۱
مسئلہ ۷۷۱
مسئلہ ۷۷۱
چار چیزوں میں مقتدی امام کا ساتھ نہ دے ۷۷۱
پانچ چیزیں اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے ۷۷۲
نو چیزوں میں مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے ۷۷۲
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ۷۷۳
الجواب ۷۸۳
تنبیہ ۷۸۴
اعتراض ۷۸۴
جواب ۷۸۴

اعتراض ۷۸۸
جواب ۷۸۹
اعتراض ۷۸۹
جواب ۷۸۹
اعتراض ۷۹۳
جواب ۷۹۳
اعتراض ۷۹۵
جواب ۷۹۵
اعتراض ۷۹۵
جواب ۷۹۵
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ۷۹۶
باب! امام سے قبل سر اٹھانے اور رکھنے پر تشدید کا بیان ۷۹۶
تشریح ۷۹۷
مسئلہ ۷۹۷
مسئلہ ۷۹۷
باب! امام سے قبل واپس لوٹنے کا بیان ۷۹۸
تشریح ۷۹۸
باب! کتنے کپڑوں میں نماز ادا کی جائے؟ ۷۹۹
تشریح ۸۰۰
ستر عورت کا حکم اور کہاں کہاں تک ستر عورت ہے ۸۰۱
باب! مرد کا اپنی گردن میں کپڑا باندھنا پھر نماز پڑھنا ۸۰۵
تشریح ۸۰۵
1-ضیق ۸۰۵
2-وسیع ۸۰۵
3-اوسع ۸۰۶
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ۸۰۶
باب! آدمی کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کا بعض حصہ دوسرے پر ہو ۸۰۶
تشریح ۸۰۷
باب! مرد کا ایک ہی قمیض میں نماز پڑھنا ۸۰۷
تشریح ۸۰۷
حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ۸۰۸
باب! جب کپڑا تنگ ہو تو اس کے ساتھ اتزار کرنا ۸۰۸
تشریح ۸۱۰
باب! نماز میں کپڑا لٹکانا ۸۱۰
تشریح: اسبال ازار کا حکم ۸۱۱
سوال ۸۱۲
جواب ۸۱۲
ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا ۸۱۲
فقہاء کرام کی آراء ۸۱۳
فقہاء مالکیہ کی آراء ۸۱۳
فقہاء حنبلیہ کی آراء ۸۱۴
فقہاء شافعیہ کی آراء ۸۱۴
فقہاء حنفیہ کی آراء ۸۱۵
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آراء ۸۱۶
علماء دیوبندیوں کی آراء ۸۱۷
شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کی آراء ۸۲۰
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۸۲۳
باب! عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے ۸۲۶
تشریح ۸۲۷
حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا ۸۲۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ۸۲۸

1-حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۳
2-حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۳
3-حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۴
4-حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۴
5-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۵
6-حضرت اُمّ سلمہ عاتکہ بنت عامر رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۵
7-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۵
8-حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۶
9-حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۷
10-حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۸
11-حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ____ ۸۳۹
اختتامیہ ____ ۸۴۰

بَاب فِيْ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز کا وقت

یہ باب نماز کے اوقات کے احکام میں ہے۔

352 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَرْمِي فَيَرٰى اَحَدُنَا مَوْضِعَ نَبْلِهِ

ثابت بنانی سے روایت ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مغرب کی نماز ادا فرماتے پھر ہم تیر اندازی کرتے پس ہم تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:212، مسند ابی یعلی: جز:6،ص:62، مسند احمد: جز:20،ص:388)

353 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عِيسٰى عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ اِذَا غَابَ حَاجِبُهَا

یزید بن عبید سے روایت ہے کہ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز تب ادا فرماتے جب سورج اوپری کنارہ غائب ہونے لگتا۔

(سنن الدارمی: جز:1،ص:297، مسند ابی عوانۃ: جز:1،ص:301، مسند احمد: جز:33،ص:296)

354 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا اَبُو اَيُّوبَ غَازِيًا وَّعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلٰى مِصْرَ فَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ فَقَامَ اِلَيْهِ اَبُو اَيُّوبَ فَقَالَ لَهُ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ يَا عُقْبَةُ فَقَالَ شُغِلْنَا قَالَ اَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ اُمَّتِي بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ

عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰى اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ

یزید بن ابوحبیب سے روایت ہے کہ مرثد بن عبداللہ نے فرمایا کہ جب ابوایوب رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مغازی کی وجہ سے تشریف لائے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ان ایام میں مصر پر والی تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز کو مؤخر فرما دیا۔تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔تو آپ رضی اللہ عنہ کو کہا: اے عقبہ (رضی اللہ عنہ) یہ کس طرح کی نماز ہے۔تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم مشغولیت کی حالت میں تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ میری امت ہمیشہ بھلائی پر قائم رہے گی۔یا ارشاد فرمایا: فطرت پر قائم رہے گی جب تک نماز کو تارے چمکنے تک مؤخر نہیں کرے گی۔

(معجم الکبیر: جز:4،ص:183، سنن اللبیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:370، صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:174، مسند احمد: جز:48،ص:74)

تشریح:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔

ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے۔اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

(المغنی: ج:1،ص:231)

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شفق سرخی ہے۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اٰخر وقت المغرب اذا اسود الافق

مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے۔(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:196)

علامہ ابن قدامہ راقم ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز ادا فرماتے تھے۔(المغنی: ج:1،ص:231)

ایک اور دلیل یہ ہے کہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت ادا فرماتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:355)

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث مبارکہ سے ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔

کیونکہ ارشاد فرمایا گیا: میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا ارشاد فرمایا فطرت پر قائم رہے گی جب تک نماز کو تارے دیکھنے تک مؤخر نہیں کرے گی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:354)

ہاں! بعض تابعین تاخیر کے بھی قائل ہیں۔

جس طرح کہ

حضرت طاؤس حضرت عطاء حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہم۔

اور روافض یعنی شیعہ حضرات کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا جب تک ستارے نہ نظر آنے لگ جائیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

ولاصلوۃ بعد العصر حتی یطلع الشاھد و الشاھد النجم

ہم کہتے ہیں کہ

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ روایت کثیرہ مشہورہ کے سراسر خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے پر ادا فرماتے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں طلوع شاہد سے مراد دخول اللیل ہے اس لیے کہ لیل محل نجوم ہے اور دخول لیل کا شرعاً وقت سورج کا غروب ہے لہٰذا مغرب کی نماز میں تعجیل ہی مستحب ہے۔ اور فقہاء کرام نے اسی کی ہی تصریح فرمائی ہے۔

☆ قولہ عبداللہ بن عمر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے ساتھ ہی اسلام لائے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قبل ہجرت فرمائی آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات

نقل کی گئی ہیں آپ رضی اللہ عنہ فقہ کے بہت زیادہ ماہر نہ تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری کچھ اس طرح ہے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: عبداللہ بن عمر کا نسب کچھ اس طرح ہے۔

عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی۔

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب جمحیہ ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اس وقت وہ کم سن اور نابالغ تھے۔انہوں نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی۔

اس پر اتفاق ہے کہ

وہ غزوۂ بدر میں نہیں تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا غزوۂ احد میں ان کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں بھی شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہوحتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے اترتے تھے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اور فقہ میں اتنے ماہر نہ تھے دینی معاملات میں بہت احتیاط کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے۔وہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کی طرف بہت میلان تھا۔انہوں نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حبیب بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں کہا۔

مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوااور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔
رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے بکثرت حج کیے اور صدقہ وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے بسا اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وصال فرما گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھودے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔

حجاج نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں! تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھودے اسی زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وصال فرما گئے۔ ان کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی۔ اس وقت ان کی عمر مبارک چھیاسی سال کی تھی۔ (اسد الغابہ: ج:3،ص:227 تا 230)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت کے سلسلہ میں یہ مؤقف تھا۔

پہلے حدیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد اور اپنے اقارب کو جمع کیا۔

اور کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یزید بن معاویہ) سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑھ کر کوئی اور بدعہدی اور عہد شکنی نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی بیعت پر بیعت کی جائے اور پھر اس کے خلاف جنگ شروع کی جائے اور مجھے جس شخص کے متعلق بھی یہ علم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا اس معاملہ میں کسی کا ساتھ دیا ہے تو میرا اور اس کا تعلق منقطع ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ج:2،ص:1053)

نافع سے روایت ہے کہ

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں جب واقعہ حرا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے۔

ابن مطیع نے کہا: حضرت ابو عبدالرحمٰن (کنیت ابن عمر رضی اللہ عنہما) کے لئے غالیچہ بچھاؤ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے نہیں آیا، میں تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ تم کو

ایک حدیث مبارکہ سناؤں جس کو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے امام کی) اطاعت سے ہاتھ نکال لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تھی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 4678)

اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ تھا کہ

اگر امام کی بیعت کے بعد اس میں فسق ظاہر ہو جائے تو اس کی بیعت توڑنا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اکثر بلکہ تمام فقہاء کرام کا مسلک یہی ہے کہ جس طرح ابن مجاہد نے ذکر کیا ہے اور جو فقہاء فاسق امام کے خلاف اٹھنے اور خروج کو جائز سمجھتے ہیں وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خروج سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور فقہاء کرام ان احادیث مبارکہ کی وجہ سے اس کو منع کرتے ہیں نیز کبھی یہ قیام اور خروج زبردست فتنہ وفساد اور خون ریزی پر منتج ہوتا ہے جس طرح کہ واقعہ حرا میں ہوا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ اختلاف ابتداء میں تھا بعد میں سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ فاسق امام کے خلاف قیام اور خروج جائز نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ

اختلاف تو اس صورت میں ہے جب امام پہلے عادل ہو اور پھر فاسق ہو جائے مگر جو شخص انعقاد امامت سے قبل ہی فاسق ہو اور اس کی بیعت کر لی جائے تو اس کے متعلق اتفاق ہے کہ اس کی امامت منعقد نہیں ہوتی اور یزید امامت کے منعقد ہونے سے قبل ہی فاسق تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر کوئی شخص ابتداءً فاسق ہو تو اس کی امامت منعقد نہیں ہوتی مگر اس کی بیعت کر لی جائے تو پھر اس کی امامت منعقد ہو جاتی ہے اور وہ امام اس امام کے حکم میں ہو جاتا ہے جو پہلے عادل ہو اور بعد میں فاسق ہو جائے اور اس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ابن مطیع کو یزید کی بیعت توڑنے سے باز رکھنے کی کوشش کرنا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:5،ص:202)

قوله قال لما قدم علينا ابو ايوب غازياً و عقبة بن عامر يومئذ على مصر

جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مصر میں فاتحانہ داخل ہوئے تو وہ دور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا تھا اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے امیر تھے۔

قوله ثم نرمي

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیراندازی مہارت حاصل کرنے کی وجہ سے پھینکتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں یہ دشمن کے خلاف بہت بڑا اور بہت مؤثر ہتھیار تھا اور یہ ایک سکھلائی ہوتی تھی جس طرح کہ آج ہماری فوج میں بھی اسی طرح سکھلائی کی جاتی ہے اس زمانہ میں تیراندازی کی جدید صورت میزائل ہے جس طرح کہ تیر کمان میں رکھ کر ہدف پر مارتے ہیں اسی طرح میزائل کے وار ہیڈ میں ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نیوٹران بم رکھے جاتے ہیں اور لانچنگ پیڈ سے میزائل کو ہدف پر داغا جاتا ہے سو جس طرح اس زمانہ میں تیراندازی کا علم حاصل کرنا اور اس کی مشق کرنا ضروری تھا اسی طرح اس زمانہ میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تیاری کا علم حاصل کرنا اور میزائل بنانے کا علم حاصل کرنا بھی ہمارے فوجیوں کو ضروری ہے اور یہ وہ علم ہے جو حقائق پر مبنی ہے اور اپنی ذات کی حفاظت کے لئے ضروری عمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازی سیکھنے کے لئے خود حکم ارشاد فرمایا۔ جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

سنو یقیناً قوت تیراندازی ہے

سنو یقیناً قوت تیراندازی ہے

سنو یقیناً قوت تیراندازی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 2813)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب تمہارے لیے زمینیں فتح کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہیں کافی ہوگا اور تم میں سے کوئی شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 4864)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تیراندازی کو سیکھ کر پھر اس کو ترک کر دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 4866)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے پاس سے گزرے وہ آپس میں تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو! کیونکہ تمہارے باپ تیرانداز تھے تم تیر مارو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں تو ان میں سے ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ہوا تم کیوں نہیں تیر مارتے؟

انہوں نے کہا: ہم کیسے تیر ماریں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم تیر مارو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 2899)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

بے شک اللہ عزوجل ایک تیر کے سبب سے تین اشخاص کو جنت میں داخل فرمائے گا تیر کا بنانے والا جو تیر بنانے میں ثواب کی نیت کرتا ہو اور تیر کو حاصل کرنے والا اور تیر اندازی کرنے والا، تم تیر اندازی کرو تو وہ میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ پسندیدہ ہے، کھیل میں صرف تین چیزیں پسندیدہ ہیں۔

1- کسی شخص کا اپنے گھوڑے کو سدھانا 2- کسی شخص کا اپنی زوجہ سے دل لگی کرنا

3- اور کمان سے تیر مارنا اور پکڑنا۔

اور جس شخص نے تیر اندازی کو سیکھ کر اس کو ناپسند کر کے اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کو اس نے ترک کیا یا اس نے کفران نعمت کیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 2979)

اس حدیث مبارکہ میں گھوڑے کو سدھانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کو سدھا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے کیونکہ جو شخص گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ کے لئے باندھے اور اس کو سدھائے تو اس کے لئے حدیث مبارکہ میں فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔

1- ایک گھوڑا آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔

2- ایک گھوڑا آدمی کے لئے اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے۔

3- اور ایک گھوڑا آدمی کے لئے گناہ کا سبب ہے۔

جو گھوڑا آدمی کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو آدمی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھ رکھا ہو اور چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی دراز کر دی ہو وہ اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک جا کر چرے گا وہ سب اس کی نیکیاں شمار ہوں گی اور اگر وہ اس کی رسی کو کاٹ دے اور وہ کسی ایک یا دو جگہوں کے چکر لگائے تو جتنے قدم وہ چلے گا یا جتنی لید کرے گا وہ سب اس کی نیکیاں شمار ہوں گی اور اگر وہ گھوڑا دریا کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پئے خواہ اس کا مالک اس کو پانی پلانا نہ چاہتا ہو پھر بھی وہ اس کی نیکیاں شمار ہوں گی اور جو شخص سوال سے بچنے کے لئے گھوڑا باندھے اور اس کی سواری میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق فراموش نہ کرے وہ اس کے لئے ستر کا باعث ہے۔

اور جو گھوڑا آدمی کے لئے گناہ ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو آدمی نے فخر اور دکھاوے اور مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے رکھا ہو وہ اس کے لئے باعث گناہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 2860)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے تیراندازی سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے اور اسی طرح گھوڑے کو جہاد کے لئے سدھانا بھی اجر کا باعث ہے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وجہ سے تیراندازی کرتے تھے تا کہ مہارت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جائے۔

قوله يصلى المغرب ساعة تغرب الشمس اذا غاب حاجبها

مغرب کی نماز میں بادلوں کے ایام کے علاوہ ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اگر دو رکعت سے زیادہ تاخیر کی تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بغیر عذر سفر اور مرض کے لحاظ سے اس قدر تاخیر کی ستارے نظر آنے لگیں تو مکروہ تحریمی ہے۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے: بادلوں کے دنوں کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زیادہ کی تاخیر مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بغیر عذر و سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے نظر آنے لگ گئے تو مکروہ تحریمی ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:52)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب فِيْ وَقْتِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ

آخری عشاء کی نماز کا وقت

یہ باب عشاء کی نماز کے وقت کے احکام کے متعلق ہے۔

355 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا لِسُقُوْطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ

حبیب بن سالم سے روایت ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں لوگوں سے اس نماز آخری نماز عشاء کو زیادہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس کو تیسری رات کے ڈوبنے کے وقت ادا فرماتے تھے۔
(سنن الکبریٰ للنسائی: جز:1،ص:471، مستدرک: جز:1،ص:308، سنن ترمذی: جز:1،ص:278، سنن دار قطنی: جز:3،ص:168)

356 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَخَرَجَ اِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِيْ اَشَيْءٌ شَغَلَهُ اَمْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِيْنَ

خَرَجَ اَتَنْتَظِرُوْنَ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَوْلَا اَنْ تَثْقُلَ عَلٰى اُمَّتِىْ لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

نافع نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کا ایک شب عشاء کی نماز کے منتظر رہے تو آپ ﷺ رات کے تہائی حصہ یا اس کے بعد میں ہمارے پاس تشریف لے آئے ہم نہیں جانتے کہ آپ ﷺ کسی مصروفیت میں رہے یا اس کے علاوہ کچھ ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس کے منتظر رہے ہو؟ اگر میں اپنی امت پر مشقت کو نہ دیکھتا تو آپ لوگوں کو اس گھڑی میں نماز پڑھایا کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے موذن کو حکم ارشاد فرمایا تو اقامت ہوئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 356)

357 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ عَنْ رَّاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدِ السَّكُوْنِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ يَقُوْلُ اَبْقَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ صَلٰوةِ الْعَتَمَةِ فَاَخَّرَ حَتّٰى ظَنَّ الظَّانُّ اَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مِنَّا يَقُوْلُ صَلّٰى فَاِنَّا لَكَذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لَهٗ كَمَا قَالُوْا فَقَالَ لَهُمْ اَعْتِمُوْا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا اُمَّةٌ قَبْلَكُمْ

عاصم بن حمید سکونی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے انتظار میں عشاء کی نماز کے لئے بیٹھے ہوئے تھے پس آپ ﷺ نے موخر فرمایا حتیٰ کہ گمان کرنے والوں نے کیا ہوگا کہ آپ ﷺ آئیں گے ہی نہیں اور ہم میں سے کہنے والوں نے کہا کہ آپ ﷺ ادا فرما چکے ہوں گے ہم اسی کشمکش میں تھے کہ نبی کریم ﷺ کا جلوہ والضحیٰ نظر آیا تو آپ ﷺ کو لوگوں کی کی ہوئی باتیں بتائی گئیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس نماز کو تاخیر سے ادا کیا کرو کیونکہ تم ساری امتوں پر اسی نماز کی وجہ سے فضیلت یافتہ ہو اور تم سے قبل کسی امت نے بھی اس کو نہیں پڑھا۔

(معجم الکبیر: ج: 20، ص: 120، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 451، مشکل الآثار للطحاوی: ج: 2، ص: 482)

358 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى مَضٰى نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَاَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِىْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيْفِ وَسَقَمُ السَّقِيْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ

ابونضرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے کا ارادہ تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف ہی نہ لائے حتیٰ کہ نصف شب کی طرح گزر گئی۔ (پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) تو ارشاد فرمایا: اپنی جگہ پر بیٹھو تو ہم بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک لوگ نماز پڑھ کر اپنے بستروں میں چلے گئے ہیں اور تم اس وقت تک نماز کی حالت میں ہو جب تک نماز کے منتظر رہو گے اگر کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کر دیتا۔

(سنن النسائی: جز:2،ص:361، صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:177، مسند احمد: جز:22،ص:137)

تشریح:

عشاء کی نماز کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول اسی طرح ہے۔ اور مشہور قول شوافع کا افضلیت تعجیل ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:196،200' اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:315، شرح للنووی: ج:1،ص:228)

قولہ صلوٰۃ العشاء الآخرہ

بعض اعراب عشاء پر عتمہ اور مغرب پر عشاء کا اطلاق کرتے تھے جس کی وجہ سے حدیث مبارکہ میں نہی وارد ہوئی ہے جس طرح کہ صحیح بخاری میں ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے سلسلہ میں باب قائم کیے ہیں کہ مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ نہ کہا جائے۔ لہٰذا بعض لوگ مغرب پر عشاء کا اطلاق کرتے تھے جس کی وجہ سے عشاء کو عشاء آخرہ کہنے کی حاجت ہوئی تا کہ وہ مغرب سے ممتاز ہو جائے۔

اصمعی نے کہا کہ

عشاء کو عشاء آخرہ کہنا مکروہ ہے کیونکہ وہ مشعر ہے اس بات کو کہ مغرب عشاء اول ہے حالانکہ حدیث میں مغرب کو عشاء کہنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے مگر حدیث میں عشاء کی صفت آخرہ لائی گئی ہے یا تو اعراب کے اطلاق کے اعتبار سے یا یہ کہا جائے کہ ممانعت اس سے ہے کہ ہمیشہ عشاء کو عتمہ اور مغرب کو عشاء کہا جائے گا کبھی کبھار کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں اسی لحاظ سے عشاء کی صفت آخرہ لائی گئی ہے۔

سوال

احادیث صحیحہ میں عشاء کو عتمہ فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کاش یہ لوگ جانتے کہ عتمہ اور فجر میں کتنا اجر ہے۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:80)

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ اطلاق بیان جواز کے لئے ہے تا کہ معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ نہی تنزیہی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

خطاب ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جو عشاء کو عتمہ کے نام سے جانتے تھے۔

قوله یصلیها لسقوط القمر لثالثة

یہاں پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تیسری تاریخ کو چاند عام طور پر شفق احمر کے ساتھ غائب ہوتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھنے کا تھا جس طرح کہ یہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

مگر ملاء علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات خلاف تحقیق ہے کیونکہ چاند کا غائب ہونا شفق کے ساتھ ساتھ دوسری شب میں ہوتی ہے نہ کہ تیسری شب اور امر شاہد ہے جو چاہے تجربہ کر لے۔

مسئلہ

عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے کہ باعث تقلیل جماعت ہے۔ (درمختار: ج:2،ص:32)

ابر کے دن عصر و عشاء میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر۔ (ہدایہ: ج:1،ص:41)

قوله لولا ان تثقل علیٰ امتی

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی وقت نماز پڑھایا کرتا۔

اور ایک روایت میں یہ ارشاد فرمایا: اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:128)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے تین راتیں تراویح پڑھائیں چوتھی رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے کلمہ شہادت پڑھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: تراویح کے لئے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں ہے مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:269)

ایک روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شب معراج میں نبی کریم ﷺ پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے بار بار اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں درخواست کی کہ میری امت ان کی طاقت نہیں رکھتی کچھ تخفیف فرمائیں حتیٰ کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں فرض ہو گئیں۔

اور ارشاد فرمایا: یہ تعداد میں پانچ نمازیں ہیں اور اجر میں پچاس نمازیں ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 349)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وصال کے روزے نہ رکھو۔

مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں بے شک مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3574)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب یہ آیت نازل ہوئی لوگوں میں سے جو شخص حج کو جانے کی استطاعت رکھے اس پر حج کرنا فرض ہے۔

مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہر سال۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کر دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 814)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا۔

یا ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 690)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر دیتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 23)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر دوسری رات کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو بہت زیادہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔

پھر صبح کو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم ہے تم نے جو کچھ کیا تھا مگر میں صرف اسی وجہ سے باہر نہیں آیا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر نماز فرض کر دی جائے گی پھر تم اس کو پڑھ نہیں سکو گے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث 2206)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر امت کے سخت اور مشکل احکام دشوار تھے اور آپ ﷺ ان کی آسانی پر بہت حریص تھے۔ اسی طرح امت کی دنیاوی اور اخروی فلاح پر بھی آپ ﷺ حریص تھے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے بہت لمبی نماز پڑھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے اتنی لمبی نماز پڑھی ہے جتنی آپ ﷺ عام طور پر نہیں پڑھا کرتے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے نماز پڑھی تھی۔ میں نے اس نماز میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں مجھے عطا فرما دیں اور ایک چیز کے سوال سے مجھے روک دیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرما دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ میری (پوری) امت پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے جو ان کا غیر ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز بھی عطا فرما دی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ میری امت کے لوگ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 2175)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کی ایک (خصوصی) مقبول دعا ہوتی ہے سو ہر نبی نے دنیا میں وہ دعا کر لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے اس فرد کو حاصل ہوگی جس نے شرک نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4307)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث 2435)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا وہ اسی حال میں ہوں گے پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑ لیں گے پس اس وقت اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور تحسین کریں گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1475)

ایک اور روایت میں ہے: عبدالملک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت میں پہلے اہل مدینہ منورہ، اہل مکہ مکرمہ اور اہل طائف کی شفاعت فرماؤں گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3470)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں جس کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر قریش اور انصار میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوں، پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی پھر باقی عرب، پھر عجم اور جو اولوالفضل ہیں میں ان کی پہلے شفاعت فرماؤں گا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13550)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے شفاعت کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کرنے والا ہوں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں تلاش کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔

میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کرسکوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس طلب کرنا۔

میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کرسکوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم مجھے حوض کے پاس طلب کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2433)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے اور یہ انشاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6304)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے رب عزوجل کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے شفاعت کے درمیان اور اس میں اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل کر دی جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2441)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4315)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب عزوجل نے یہ وعدہ کیا ہے میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے کوئی حساب نہ ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین بار دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر جنت میں ڈال دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4286)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رہے دوزخ والے تو یہ وہ لوگ ہیں جو دوزخ کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا پس اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دے گا حتیٰ کہ جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی پھر ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا پھر ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے اہل جنت ان پر پانی ڈالو۔ پھر جس کیچڑ میں پڑے ہوئے بیج سے سبزہ اگتا ہے وہ اس طرح اگنے لگیں گے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: گویا رسول اللہ ﷺ کھیتی باڑی کرتے رہے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4309)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مجھے گوروں اور کالوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے صرف ایک قوم کی طرف نبی مبعوث کیا جاتا تھا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا گیا اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں تھیں اور مجھے شفاعت دی گئی تو میں نے اس کو اپنی امت کے لئے مؤخر کر دیا سو وہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 3460)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب عزوجل مجھے ندا کرے گا اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہو گئے۔

میں کہوں گا: اے رب عزوجل! بے شک میں راضی ہو گیا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3466)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارکہ پھول کی طرح چمک رہا تھا۔

ہم نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے اس قدر خوش ہو رہے ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے۔ انہوں نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے شفاعت عطا فرمائی ہے۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا وہ صرف بنو ہاشم کے لئے ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! ہم نے عرض کیا، کیا وہ صرف قریش کے لئے ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں!

ہم نے عرض کیا: کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (پوری) امت کے لئے ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ میری امت کے گناہ گاروں کے لئے ہے جو گناہوں سے بوجھل ہوں۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5378)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا ہی خوب ہے وہ شخص! میں اپنی امت کے بدکار لوگوں کے لئے ہوں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے نیک لوگوں کے لئے کس طرح ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے جو بدکار لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور میری امت کے نیک لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7483)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمل کرو اور اعتماد نہ کرو میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو گناہوں

میں ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ (معجم الکبیر: ج:23،ص:369)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں روئے زمین کے تمام درختوں اور پتھروں کی تعداد کے برابر شفاعت کروں گا۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث:18525)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں پر عذاب دیا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ دوزخ میں رہیں گے پھر مشرکین ان کو عار دلائیں گے۔

اور کہیں گے: تم نے جو نبی کی تصدیق کی تھی اور ایمان لائے تھے اس نے تم کو نفع نہیں دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں کسی موحد کو نہیں چھوڑے گا سب کو دوزخ سے نکال دے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ (الحجر:2)

بسا اوقات کافر یہ تمنا کریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (صحیح الکبیر: رقم الحدیث:10509)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ایسے نور کے منبر بچھائے جائیں گے جن پر وہ بیٹھیں گے میں ان پر نہیں بیٹھوں گا، میں اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور میری امت رہ جائے گی۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ کیا کروں۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! ان کا حساب لے لے۔ پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا۔

پس ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے میں ان کی مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ جن لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا ہو گا ان کو بھی رہائی کا پروانہ لکھ دیا جائے گا۔

اور دوزخ کا داروغہ مالک یہ کہے گا کہ

یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کے غضب کا نشانہ بننے کے لئے اپنی امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:10771)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا ہے کہ میری امت کو میرے بعد کیا حالات پیش آئیں گے اور وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں گے سو اس نے مجھے غم زدہ کر دیا اور یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں بھی مقدر کر دیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کا والی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث:5318)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد الرحمان بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ہم میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل سے سلیمان علیہ السلام کے ملک کی طرح کسی ملک کا سوال کیوں نہیں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر ارشاد فرمایا: تمہارے پیغمبر کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے افضل چیز ہے اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا اس کو ایک دعا عطا فرمائی بعض انبیاء کرام علیہم السلام نے اس دعا سے دنیا مانگ لی تو وہ ان کو دے دی گئی اور بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی امت نے جب ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اس دعا کو خرچ کر کے ان کے لئے ہلاکت کی دعا کی تو ان کی امت کو ہلاک کر دیا گیا اور مجھے وہ دعا دی گئی تو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لئے اس دعا کو چھپا کر رکھا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:3459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس قبلہ کے اہل سے بے شمار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور جنہوں نے اس کی نافرمانی کی جرأت کی اور اس کی اطاعت کی مخالفت کی، ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پس مجھے شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ میں جس طرح کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اسی طرح سجدہ میں اس کی حمد و ثناء کروں گا۔

مجھ سے کہا جائے گا کہ

اپنا سر اٹھایئے اور سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (معجم الصغیر: رقم الحدیث:103)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(سنن دار قطنی: رقم الحدیث:2269)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں گا۔ (کنزالعمال: رقم الحدیث: 12371)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رب عزوجل نے مجھے آج رات کس چیز کا اختیار دیا ہے۔

ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی زیادہ علم ہے۔

ارشاد فرمایا: اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت کا اہل کر دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہر مسلمان کو حاصل ہو گی۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4317)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں۔ اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں۔ اور اس دن ہر نبی خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے فرمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں۔

ارشاد فرمایا: اس دن لوگ تین بار خوف زدہ ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: آپ علیہ السلام ہمارے باپ آدم علیہ السلام ہیں آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔

وہ فرمائیں گے: میں نے ایک بھول کی ہے اس کی وجہ سے زمین پر اتار دیا گیا لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

پس وہ فرمائیں گے: میں نے زمین والوں کے خلاف ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: بے شک میں نے تین (ظاہراً) جھوٹ بولے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ہر جھوٹ ایسا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین کی کسی رخصت کو حلال کیا لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: بے شک میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا مگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: بے شک میری اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے مگر تم (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جاؤ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پس میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا۔

پس کہا جائے گا: یہ کون ہے؟

پھر کہا جائے گا: یہ (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) ہیں۔

وہ مجھے مرحبا مرحبا کہیں گے پھر میں سجدہ میں گر جاؤں گا پس اللہ تعالیٰ مجھے حمد اور ثناء الہام فرمائے گا۔

مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے۔ آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ ﷺ فرمایئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا○ (بنی اسرائیل:79)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3148)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا ان کے دل میں ایک خیال ڈالا جائے گا پس وہ کہیں گے کاش ہم اپنے رب عزوجل کے پاس کسی کی شفاعت طلب کرتے حتیٰ کہ وہ ہمیں اس جگہ سے رہائی دلاتا پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے کہ

آپ آدم علیہ السلام ہیں اور تمام مخلوق کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ علیہ السلام میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو اس جگہ سے رہائی دے۔

پس وہ کہیں گے کہ

میں اس کام کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے اور اپنے رب عزوجل سے حیا کریں گے۔

وہ فرمائیں گے کہ

لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا پھر لوگ یاد کریں گے۔

(امام بخاری نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی)

اے میرے رب عزوجل! بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ برحق ہے۔
اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا: اے نوح (علیہ السلام)! وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے اس کے عمل نیک نہیں ہیں سو تم اس چیز کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4476)
اور امام بخاری نے کتاب التوحید میں روایت کیا ہے کہ
حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کے خلاف انہیں ہلاک کرنے کی دعا کی تھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4712)
وہ دعا یہ تھی: اے میرے رب عزوجل! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ اگر تو نے انہیں چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار کافر ہو گی۔ (نوح 26،27)
حضرت نوح علیہ السلام نے ان دو باتوں کی وجہ سے ان سے شفاعت نہ کرنے کا عذر کیا۔
اور ارشاد فرمایا: مجھے اپنے رب عزوجل سے حیا آتی ہے لیکن تم ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا۔
پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔
تو وہ کہیں گے کہ
میں اس کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے۔
وہ اپنے رب عزوجل سے حیا کریں گے۔
اور کہیں گے کہ
لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک شخص کو (تادیبا) قتل کر دیا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4476)
اور وہ اپنے رب عزوجل سے حیا کریں گے۔
اور فرمائیں گے: لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جاؤ۔
پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جائیں گے۔
وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں مگر تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ ان کے اگلے پچھلے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں ہوں پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا۔
پھر کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں اپنا سر

اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو مجھے میرا رب عزوجل اسی وقت سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ

یعنی میرے لیے ہر بار کی شفاعت کے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی جس سے میں تجاوز نہ کروں مثلاً اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہیں ان کے لئے شفیع بنایا ہے جن کی نمازوں کی جماعت میں کوتاہی ہو پھر ان کے لئے شفیع بنایا جن کی نمازوں میں کوتاہی ہو پھر ان کے لئے شفیع بنایا جنہوں نے شراب نوشی کی ہو پھر ان کے لئے شفیع بنایا جنہوں نے زنا کیا ہو اسی اسلوب پر باقی گناہوں کے لئے شفیع بنایا)۔(فتح الباری: ج:13،ص:262)

پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا۔

پھر فرمایا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھائیے آپ ﷺ فرمائیے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھ کو اسی وقت تعلیم فرمائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ آپ ﷺ تیسری یا چوتھی بار فرمائیں گے۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! اب دوزخ میں صرف وہ رہ گئے جن کو قرآن نے دوزخ میں بند کر دیا ہے یعنی ان پر خلود اور دوام واجب ہو گیا ہے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6565، صحیح مسلم: رقم الحدیث:193)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے ہمارے والد محترم صاحب! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوائیے۔

وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطا نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے۔

میں اس کا اہل نہیں ہوں، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقام شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی پسندیدہ روح ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی اس کے علاوہ امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے تم میں سے پہلا شخص صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔

(راوی نے کہا:) میرے ماں اور باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں بجلی کی طرح کون سی چیز گزرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا وہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ صراط سے گزر جائیں گے جو آندھی کی طرح گزر جائیں گے اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے گزر جائیں گے پھر آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے گزریں گے ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہو گی اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صراط پر کھڑے ہوئے یہ دعا کر رہے ہوں گے۔

اے میرے رب عزوجل! ان کو سلامتی سے گزار دے۔

ان کو سلامتی سے گزار دے۔

پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ گزرنے والوں کے اعمال ان کو عاجز کر دیں گے اور ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہو گی اور وہ اپنے آپ کو گھسٹتے ہوئے صراط سے گزریں گے اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس شخص کے متعلق حکم ہو گا وہ اس کو پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی ہونے کے باوجود نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں (سیّدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے دوزخ کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 195)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی دستی دی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ گوشت کھایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

پھر ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع

فرمائے گا پھر ان کو منادی کی آواز سنائے گا وہ سب لوگ دکھائی دیں گے سورج قریب ہوگا اور لوگوں کو نا قابل برداشت پریشانی اور گھبراہٹ کا سامنا ہوگا اس وقت لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہو، آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرے پس لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں۔

اور ان سے عرض کریں کہ

اے آدم! علیک السلام! آپ علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ علیہ السلام میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ علیہ السلام کی تعظیم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔

آج میرا رب عزوجل بہت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا میں نے اس کی (بہ ظاہر) نافرمانی کی مجھے صرف اپنی فکر ہے مجھے صرف اپنی فکر ہے تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ، نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے کہ

اے نوح علیہ السلام! آپ علیہ السلام زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عبد الشکور فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ

میرا رب عزوجل آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے کہ

آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور زمین کے لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل کے پاس شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ

میرا رب عزوجل آج بہت غصہ میں ہے اور اس سے پہلے اتنے غصہ میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں ہوگا اور وہ اپنے (ظاہری) جھوٹ یاد کریں گے۔

اور فرمائیں گے۔

مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو رسالت اور کلام سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

پس ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میرا رب عزوجل آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے کہ

اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔

میرا رب عزوجل! آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور وہ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ میرے پاس آکر کہیں گے۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی نوید سنا دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ پھر میں عرش کے نیچے اپنے رب عزوجل کے لئے سجدہ کروں گا

پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد وثناء کے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں القاء نہیں فرمائے تھے۔

پھر فرمایا جائے گا۔

یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھایئے سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت!

کہا جائے گا۔

یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ کی امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ہے ان کو جنت کے دائیں دروازہ سے داخل کردو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور مقام ہجر میں یا مکہ مکرمہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 194، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4712)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے کہ: آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجئے۔

وہ فرمائیں گے کہ: میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح اور اس کا کلمہ ہیں پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے کہ: میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم پر لازم ہے کہ تم سیّدنا محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جاؤ پھر وہ میرے پاس آئیں گے۔

پس میں کہوں گا کہ: میں اس کے لئے ہوں پھر میں اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کروں گا تو میرے لیے اجازت

دے دی جائے گی اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پھر کہا جائے گا کہ: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھائیے۔ آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

آپ ﷺ سے کہا جائے گا: آپ ﷺ جائیے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا پھر میں واپس آکر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پھر کہا جائے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت

پھر کہا جائے گا: آپ ﷺ جائیے اور جس کے دل میں ایک جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے پھر میں سہ بارہ آکر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ پھر اس کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پھر کہا جائے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو دیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت

پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: آپ ﷺ جائیے جس کے دل میں ادنیٰ، ادنیٰ، ادنیٰ رائی کے درجہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا پھر اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پس کہا جائے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھائیے اور کہئے سنا جائے گا اور سوال کیجئے آپ ﷺ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو۔

پس وہ فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو دوزخ سے نکال لوں گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7510، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4312)

علامہ ابو داؤد نے کہا: گویا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کے راوی نے ان احادیث کی اصل کو ملحوظ نہیں کیونکہ ان احادیث کا ابتدائی حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت میدان محشر میں پریشان لوگوں کو محشر سے رہائی

دلانے اوران کے حساب میں تعجیل کے لئے ہے اور یہ شفاعت بالوجاہت ہے اوران احادیث کا آخری حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے ہے اور یہ شفاعت اس وقت ہو گی جب لوگ میدان محشر سے صراط کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور گناہ گار اس سے گزرتے ہوئے دوزخ میں گر جائیں گے شفاعت بالوجاہت موقف (محشر) میں ہوگی اور دوزخ سے نکالنے کے لئے شفاعت صراط پر ہوگی اور اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں شفاعتوں کو ملا دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ بہت قوی اشکال ہے۔ (التوشیح: ج:5،ص:139، 140)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے رب عزوجل سے اذن طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

میں اس شفاعت کا اذن طلب کروں گا جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور وہی مقام محمود ہے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذخیرہ کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر فائز کیا جائے گا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمد کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

میری امت! میری امت۔

اور اس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے پھر لوگ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن دیا جائے گا اور امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا اور وہ صراط کی دائیں بائیں جانب کھڑے ہو جائیں۔ پھر پہلا شخص صراط پر سے بجلی کی طرح سے گزرے گا پھر آندھی کی طرح گزرے گا پھر پرندوں کی طرح پھر دوڑنے والے لوگوں کی طرح، لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے گزریں گے اور تمہارے نبی صراط پر کھڑے ہوں گے۔

اور وہ کہہ رہے ہوں گے۔

رب سلم، رب سلم

اے رب عزوجل! سلامتی سے گزار۔

اے رب عزوجل! سلامتی سے گزار۔

حتیٰ کہ بندوں کے اعمال کم ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک شخص گھسٹتا ہوا گزرے گا اور صراط کے دونوں کنارے پر لوہے کے کنڈے (ہک) لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس کے متعلق حکم ہو گا اس کو پکڑ لیں گے۔ پس بعض چھلے ہوئے نجات پائیں گے اور بعض دوزخ میں گر جائیں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 195)

اس توجیہ سے حدیث متصل ہو جاتی ہے (گویا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راوی نے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے سے قبل والا حدیث مبارکہ کا حصہ ساقط کر دیا جس میں تعجیل حساب کی شفاعت اور اس کے قبول ہونے کا ذکر تھا) کیونکہ یہی وہ شفاعت ہے جس کی خاطر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور یہ محشر سے راحت پہنچانے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کے لئے تھی پھر اسی شفاعت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور گناہ گاروں کے لئے شفاعت شروع ہو گی اور انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہم اور فرشتوں کی شفاعت ہو گی جس طرح کہ دوسری احادیث میں ہے اور رویت باری اور لوگوں کے حشر کی حدیث مبارکہ میں یہ آیا ہے کہ ہر امت اس چیز کی اتباع کرے گی جس کی وہ پرستش کرتی تھی پھر مومنوں کو منافقوں سے ممتاز اور متمیز کیا جائے گا پھر شفاعت شروع ہو گی اور صراط کو رکھا جائے گا۔

پس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

پہلے مومنوں کو منافقوں سے متمیز کیا جائے اور محشر کے خوف سے رہائی دلائی جائے اور یہی مقام محمود ہے اور جس شفاعت کا احادیث میں ذکر ہے یہ صراط پر گناہ گاروں کی شفاعت ہے اور یہی احادیث کا ظاہری معنیٰ ہے اور یہ شفاعت ہمارے نبی کریم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کے لئے ہو گی اس کے بعد ان لوگوں کے لئے شفاعت ہو گی جو دوزخ میں داخل ہوں گے اور اس طریقہ سے احادیث کے متون مجتمع ہو گئے اور ان کے معانی مترتب ہو گئے اور مختلف نہیں ہوئے۔

(اکمال المعلم وفوائد مسلم: ج:1،ص:578)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی ان اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں: گویا بعض راویوں نے اس چیز کو محفوظ رکھا جس کو دوسروں نے محفوظ نہیں رکھا اس سے متصل باب میں یہ حدیث مبارکہ آئے گی کہ بعض لوگ صراط سے گھسٹتے ہوئے گزریں گے اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے ہوں گے جن سے بعض لوگ چھل جائیں گے اور بعض لوگ آگ میں گر جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اس لیے شفاعت کریں گے تا کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے اس کے بعد ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے شفاعت کی جائے گی جو صراط سے دوزخ میں گر جائیں گے۔

ایک حدیث مبارکہ میں اس کی تصریح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن سورج قریب ہو گا حتیٰ کہ نصف کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا وہ اسی حال میں ہوں گے پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تا کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑ لیں گے اس دن اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر مدح کریں گے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1475)

اور امام ابویعلیٰ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مدح کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے گا پھر مجھے کلام کرنے کی اجازت دی جائے گی پھر میری امت صراط سے گزرے گی جو جہنم کی پشتوں پر نصب کیا ہوا ہوگا سو وہ گزریں گے۔

اور مسند احمد میں ہے: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے معاملے میں کیا کروں؟

میں کہوں گا: اے رب عزوجل! ان کا حساب جلد لے لے۔ (فتح الباری: ج:13، ص:263)

میں کہتا ہوں کہ

ان احادیث مبارکہ میں جامع حدیث مبارکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ میدان محشر میں تمام لوگ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے تعجیل حساب کی شفاعت طلب کریں گے اور ان کی معذرت کے بعد سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شفاعت کو طلب کریں گے پھر میدان محشر میں اس شفاعت کو کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صراط پر جائیں گے اور لوگوں کو دوزخ سے نکالنے اور جنت میں داخل کرنے کی شفاعت کریں گے تو یہ وہ حدیث مبارکہ ہے جس پر کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ حدیث مبارکہ طوالت کے ساتھ یوں ہے۔

ابونضرہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کے پاس ایک دعا تھی جس کو اس نے دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہے اور میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور فخر نہیں۔ قیامت کا دن لوگوں پر بہت طویل ہوگا۔

پس بعض بعض سے کہیں گے۔

چلو آدم علیہ السلام کے پاس جو ہر بشر کے باپ ہیں وہ ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا فیصلہ کرے۔

پس وہ کہیں گے کہ

میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں اپنی (اجتہادی) خطا کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا اور آج کے بعد مجھے صرف اپنے نفس کی فکر ہے مگر تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اوران سے عرض کریں گے کہ

اے نوح علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔

وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں، میں نے یہ دعا کی تھی کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کو غرق کر دیا جائے اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے: اے ابراہیم (علیہ السلام)! اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔

سو وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے اسلام میں تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدافعت اور حفاظت کی تھی۔

وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔

اِنِّیْ سَقِیْمٌ O (الصافات:89) میں بیمار ہوں۔

اور ان کا یہ قول ہے:

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ O (الانبیاء:63)

''بلکہ ان میں سب سے بڑا یہ ہے سو اس سے پوچھ لو اگر یہ بات کر سکتے ہوں۔''

اور جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری (دینی) بہن ہے اور آج کے دن مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے سو وہ ان کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے کہ

اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کی فضیلت دی ہے آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

پس وہ کہیں گے کہ

میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کر دیا تھا اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم عیسیٰ روح اور کلمۃ اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے کہ

اے عیسیٰ (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لیا گیا تھا اور مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم یہ

بتاؤ کہ اگر کسی برتن کے اندر کوئی قیمتی چیز رکھی ہوئی ہو اور اس پر مہر لگی ہوئی ہو تو کیا کوئی شخص اس برتن کی مہر توڑے بغیر اس قیمتی چیز کو حاصل کر سکتا ہے۔

لوگوں نے کہا: نہیں!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) خاتم النبیین ہیں اور آج وہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے۔

یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

پس میں کہوں گا کہ

میں ہی اس شفاعت کے لئے ہوں حتیٰ کہ اللہ عزوجل اجازت دے جس کے لئے وہ چاہے اور جس سے وہ راضی ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ مخلوق میں اعلان کرنے کا ارادہ فرمائے گا۔

تو ایک منادی ندا کرے گا۔

احمد اور ان کی امت کہاں ہے۔

پس ہم ہی آخر اور اول ہیں ہم آخری امت ہیں اور ہم ہی پہلے وہ ہیں جن کا حساب لیا جائے گا پھر ہمارے راستے سے تمام امتوں کو ایک طرف کر دیا جائے گا اور ہم اس کیفیت کے ساتھ گزریں گے کہ ہمارے چہرے اور ہمارے ہاتھ اور پیر وضو کے آثار سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور ہمیں دیکھ کر تمام امتیں یہ کہیں گی لگتا ہے اس ساری امت میں نبی ہیں (حتیٰ کہ یہ ذکر ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے تعجیل حساب کی شفاعت کی اور سب سے پہلے آپ ﷺ کی امت کا حساب لیا گیا اور اس کے بعد دوسری شفاعت کا ذکر ہے جو آپ ﷺ گناہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے کریں گے)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازہ کی کنڈی کو پکڑوں گا پس دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

سو پوچھا جائے گا: آپ ﷺ کون ہیں؟

میں کہوں گا: (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ)

سو میرے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا پھر میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا وہ کرسی یا عرش پر ہو گا میں اس کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور ایسے کلمات کے ساتھ حمد کروں گا اس ذات باری تعالیٰ کی جن کلمات حمد کے ساتھ مجھ سے پہلے کسی نے اس کی حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔

مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا لیا جائے گا

اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔

پس میں کہوں گا!

اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت!

پس مجھ سے کہا جائے گا۔ آپ ﷺ دوزخ سے ان تمام (مسلمانوں) کو نکال دیجئے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس ذات باری تعالیٰ کی ان کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کلمات حمد سے مجھ سے پہلے کسی نے حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔

پھر مجھ سے کہا جائے گا۔

اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل۔ میری امت، میری امت۔

پس کہا جائے گا۔

ان تمام کو دوزخ سے نکال لیجئے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو، سو میں ان کو نکالوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تیسری بار بھی اسی طرح ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 2692)

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی دنیاوی فلاح پر حریص تھے کہ ان پر آسان سے آسان احکام نافذ کروں اور یہ بجالا کر کامیاب ہو کر آخرت میں جنت میں چلے جائیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی اخروی فلاح پر بھی حریص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ اگر بالفرض اس امت سے کوئی دوزخی ہوا تو آپ ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کو جنت کا ٹکٹ عطا فرمائیں گے۔

سبحان اللہ عزوجل!

کیا ہی اپنی امت پر شفقت و رحمت ہے کہ سخت احکام کو اپنی امت پر برداشت نہ کیا اور نہ ہی نافذ کیا بلکہ آسان سے آسان احکام و شریعت کو نافذ کیا تا کہ میری امت ان آسان احکام و شریعت پر عمل کر کے دنیا و آخرت کو کامیاب بنا سکے۔

اب اس بحث کے ضمن میں نبی کریم ﷺ کی شریعت کو ظاہر کرنا ضروری ہو گیا کہ آپ ﷺ نے امت کے لئے کس قدر آسان احکام نافذ کیے اور کس قدر آسان شریعت پیش کی جبکہ پہلی قوموں پر سخت سے سخت احکام نافذ تھے جیسے کہ بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت، گائے، بکری کی کچھ چربیاں ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں اور شراب جیسی گندی چیز عیسائیوں پر

حلال تھی، نجس کپڑے یا نجس عضو کو کاٹ ڈالنا، مال غنیمت کو جلا دینا، ہفتہ کے دن شکار حرام ہونا، گناہ گار عضو کو کاٹ ڈالنا، بدنظری ہونے پر آنکھ پھوڑ دینا، عمدہ وظاہر قسم کے قتل میں صرف قصاص واجب ہونا۔ جب بنی اسرائیل نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے تو ٹاٹ پہنتے تھے اور ہاتھ گردن سے باندھتے تھے اور خود کو ستون سے بندھواتے تھے، مسجد کے علاوہ ان کو کسی اور جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔

حدیث مبارکہ میں ہے: حذیفہ سے روایت ہے کہ

ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ ابوموسیٰ ایک بوتل میں پیشاب کررہے تھے۔

انہوں نے کہا: بنواسرائیل کو جب پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 23308)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ

ان میں سے جب کوئی گناہ کرتا تو اس کے گھر کے دروازے پر لکھ دیا جاتا تھا کہ تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے اہل اور مال کے ساتھ گھر سے نکل کر دشمن کے مقابلہ کو جاؤ حتیٰ کہ تم سب پر موت آجائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:5،ص:1583)

مذکورہ بالا وہ احکام ہیں جو بنی اسرائیل اور نصاریٰ پر نافذ تھے جو سخت سے سخت احکام تھے مگر قربان جایئے اس عظیم ہستی پر جو دو جہانوں کی سردار ہے، تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے ان تمام سخت احکام کو ختم کر کے نہ صرف ہمارے لیے آسانی فرمائی بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے بھی آسانی فرما دی۔

اسلام میں ہمیں کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا جس سے امت حرج اور دشواری میں مبتلا ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے: مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ (المائدہ:6)

اللہ تعالیٰ یہ ارادہ نہیں کرتا کہ تم پر تنگی کی جائے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط (الحج:78)

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ج وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا O (النساء:28)

اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ط (البقرہ:178)

یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔

قصاص کے ساتھ دیت کی گنجائش، پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کی سہولت، بیمار اور مسافر کے لئے روزہ قضا کرنے کی رخصت، بوڑھے اور دائمی مریض کے لئے روزے کے فدیہ کی اجازت، جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اس کے لئے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی وسعت، اگر سواری سے اتر نہ سکے تو سواری پر نماز پڑھنے کی اجازت، جو شخص خود حج نہ کر سکے اس

کے لئے حج بدل کی وسعت، سفر میں نماز کو قصر کرنا اور بہت سے احکام شرعیہ میں مشقت کی صورت میں رخصت پر عمل کرنے کی اجازت عطا فرمائی گئی ہے۔ وصال کے روزوں، صیام دہر، عمر بھر شادی نہ کرنے اور ساری رات قیام کرنے سے منع کیا ہے اسی طرح مشکل عبادات کی نذر ماننے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ تمام مال کو صدقہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور اضطرار کی حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ قربان جائیے اس رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ پر کہ اپنی امت کے لئے آسانیاں ہی آسانیاں پیدا فرمائیں اور آسان سے آسان احکام نافذ فرمائے اور آسان سے آسان احکام اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے آسان احکام اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے جو شخص بھی دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا (بایں طور کہ آسان طریقہ کو چھوڑ کر مشکل طریقہ کو اختیار کرے) دین اس پر غالب آ جائے گا۔ (صحیح البخاری: ج:1، ص:10)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو اور ان کو مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح البخاری: ج:1، ص:35)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعید بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد محترم سے، نبی کریم ﷺ نے میرے والد محترم کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا۔

اور ارشاد فرمایا: آسانی کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا، خوش خبری دینا متنفر نہ کرنا اور آپس میں موافقت کرنا۔

(صحیح البخاری: ج:2، ص:1063)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجتے تو یہ ارشاد فرماتے: خوش خبری دینا، متنفر نہ کرنا، آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا۔ (صحیح مسلم: ج:2، ص:82)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان ہوتا بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ ﷺ سب سے زیادہ اس سے بچنے والے ہوتے۔

(صحیح البخاری: ج:1، ص:503)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل ادیان سے الگ ہو اور آسان اور سہل ہو۔ (صحیح البخاری: ج:1، ص:10)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔ (مسند احمد: ج:4،ص:338)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص فیصلہ کرنے اور تقاضہ کرنے میں آسانی کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا۔ (مسند احمد: ج:2،ص:110)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لگتا ہے کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکوں گا کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھتا ہے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرتے ہوئے کبھی اس قدر زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم (جماعت سے) متنفر کرتے ہو سو جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف سے نماز پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضروری کام پر جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:90)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسان احکام بیان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو اور پرسکون رکھو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:2125)

ایک اور روایت میں ہے: ارزق بن قیس فرماتے ہیں کہ

ہم (مقام) اہواز میں دریا کے کنارے نماز پڑھ رہے تھے اس کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ گھوڑی پر آئے اور گھوڑی کو چھوڑ کر نماز پڑھنے لگے وہ گھوڑی چل پڑی تو انہوں نے نماز کو چھوڑ کر گھوڑی کا پیچھا کیا اور گھوڑی کو واپس لا کر باندھ دیا پھر آ کر نماز پڑھی۔

ایک شخص نے ان کو دیکھ کر کہا۔

اس بڈھے کو دیکھو نماز کو چھوڑ کر گھوڑی کو پکڑنے کے لئے چل دیا تھا۔ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے مڑ کر اس کا جواب دیا۔

اور ارشاد فرمایا: جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں مجھے کسی نے ملامت نہیں کی اور میرا گھر متراخ (ایک جگہ کا نام) میں ہے اور اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑی کو چھوڑ دیتا تو میں اپنے اہل کے پاس رات تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اور انہوں نے بتایا کہ

وہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اور انہوں نے دیکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ (عبادات اور احکام کو) آسان کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6127)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی نے آکر مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کو مارنے کے لئے دوڑے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول یا دو ڈول پانی بہا دو کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6128)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ ذات السلاسل میں ایک سردی کی رات میں ان کو احتلام ہو گیا۔

انہوں نے کہا: مجھ کو خطرہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کیا اور اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! کیا تم نے جنبی ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی۔

تب میں نے بتایا کہ

میں نے کسی وجہ سے غسل نہیں کیا تھا۔

اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء: 29)

اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 334)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک سفر میں گئے ہم میں سے ایک شخص کے سر پر پتھر آ کر لگا جس سے اس کا سر پھٹ گیا پھر اس کو احتلام ہو گیا۔

اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تم میرے لیے تیمم کی رخصت پاتے ہو۔

اس کے اصحاب نے کہا: ہم تمہارے لیے تیمم کی رخصت نہیں پاتے تم پانی کے استعمال پر قادر ہو اس نے غسل کیا جس سے وہ مر گیا۔ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ مار ڈالے انہوں نے تو اس کو قتل کر دیا۔ جب ان کو اس صورت حال کے حکم کا علم نہیں تھا انہوں نے کسی (اہل علم سے) پوچھا کیوں نہیں۔ جہالت کی شفاء سوال کرنے میں ہے اس کے لئے تیمم کرنا کافی تھا یا وہ اپنے زخم پر کپڑا باندھ کر اس پر مسح کر لیتا پھر باقی جسم کو دھو لیتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 572)

ایک اور روایت میں ہے: ابوعروہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم ﷺ کا انتظار کررہے تھے آپ ﷺ نے ایک پاؤں اقدس کو باہر نکالا اور وضو یا غسل کی وجہ سے آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ لوگ آپ ﷺ سے پوچھ رہے تھے یارسول اللہ (ﷺ)! ہم پر کوئی حرج ہے اگر ہم فلاں کام کرلیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اے لوگو۔

پھر آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کا دین آسان ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 20945)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک یہ دین متین ہے اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد: رقم الحدیث 13083)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام نرم دین ہے اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہونا چاہیے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث 21617)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے اوپر سختی نہ کرو۔ تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ انہوں نے اپنے اوپر سخت اور مشکل کاموں کو لازم کرلیا تھا۔

(مثلاً رہبانیت) ان کے باقی ماندہ لوگوں کو تم کلیساؤں اور گرجوں میں دیکھو گے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث 3884)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تین شخص (حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن مظعون) نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجروں طیبوں میں گئے اور نبی کریم ﷺ کی عبادت (کی مقدار) کے متعلق پوچھ گچھ کی جب ان کو آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اتنی عبادت کو کم سمجھا۔

اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ! آپ ﷺ کے تو اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کردی گئی ہے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: رہا میں تو میں ہمیشہ پوری رات نماز پڑھوں گا۔

اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی دن میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔

اور تیسرے نے کہا: اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور عورتوں سے الگ رہوں گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں نے اس طرح کہا ہے، سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم۔ بے شک میں ضرور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور دن میں کھاتا بھی ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5063)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرائض کو ادا کرو اور رخصتوں کو قبول کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو تم ان سے کفایت کر چکے ہو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 5337)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے سب سے افضل لوگ وہ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔

(الجامع الصغیر: رقم الحدیث 1300)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ایک اعرابی سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دین میں سب سے بہتر وہ عبادت ہے جو سب سے آسان ہو تمہارے دین میں سب سے بہتر وہ عبادت ہے جو سب سے آسان ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 16032)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1115)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فتح مکہ مکرمہ کے سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھ لیا جب آپ کراع الغمیم میں پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اس کو اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو دیکھ لیا پھر آپ نے وہ پانی پی لیا آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے روزے پر برقرار ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ نافرمان ہیں۔

وہ نافرمان ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 710)

ابوطعمہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

تو ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں سفر میں روزے رکھنے کی قوت رکھتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول نہیں کرتا اس کو عرفہ کے پہاڑوں جتنا گناہ ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 5392)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنے کو اس طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 5873)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصت پر عمل کیا جائے جس طرح اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے عزائم (فرائض) پر عمل کیا جائے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 354)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول کیا جائے جس طرح اس کو پسند کرتا ہے اس کے عزائم پر عمل کیا جائے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 10030)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے یہ ہم نے سخت گرمی میں سفر کیا تھا ہم ایک راستہ میں ایک جگہ ٹھہر گئے ہم میں سے ایک شخص درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا وہ بیمار لگتا تھا اور اس کے ساتھی اس کی تیمارداری کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو پوچھا اس کو کیا ہوا ہے۔

لوگوں نے کہا: یہ روزہ دار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو رخصتیں دی ہیں ان کو لازم کرلو اور ان کو قبول کرلو۔ (مجمع الزوائد: ج: 3، ص: 161)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بتلانے کی خاطر ارشاد فرمایا:

ہمارے دین میں وسعت اور کشادگی ہے اور میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو باطل ادیان سے الگ ہے اور سہل اور آسان ہے۔ (مسند احمد: ج: 6، ص: 166)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نہ یہودیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں نہ نصرانیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں مگر میں ایسے

دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو باطل ادیان سے الگ ہے اور سہل ہے۔(مسند احمد: ج:5،ص:266)

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ہم جیسے کاہل لوگوں کے لئے آسان شریعت و دین نافذ فرمایا تاکہ میری امت اس آسان دین و شریعت و احکام پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو راضی کر سکے مگر افسوس تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو امت کو آسان شریعت فرمائیں اور امت اس آسان شریعت پر بھی عمل نہ کر سکی۔ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جو نماز پڑھتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو روزہ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو حج کرتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو حقوق اللہ کی پاسداری کرتے ہیں یہ بات ہر شخص جانتا ہے یا گھر کا بڑا شخص جانتا ہے۔ بہرحال نبی کریم ﷺ نے آسان شریعت عطا فرمائی ہے ہمیں اس پر عمل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو راضی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت مصطفیٰ ﷺ پر کماحقہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

قوله لولا ان تثقل علٰی امتی لصلیت بهم هذه الساعة

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو تم لوگوں کو اسی وقت نماز پڑھایا کرتا۔

اس فرمان سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شارع بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو اختیار کل عطا فرما دیا ہے کہ آپ ﷺ جس چیز کو فرض فرما دیں تو وہ فرض ہو جاتی ہے اور جس چیز کو چاہیں حرام فرما دیں تو وہ حرام ہو جاتی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اختیار کل عطا فرمایا ہے جو چاہیں حکم فرما دیں امت کے لئے فرض و واجب بن جاتی ہے۔ قرآن مجید کی بکثرت آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام کی مشروعیت آپ ﷺ کو سپرد فرمائی جو چاہیں حکم فرما دیں۔

قرآن مجید میں ہے: يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف:157)

(میرے محبوب) مسلمانوں کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

☆ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مختار کل بنایا ہے۔ جو چاہیں مسلمانوں کے لئے حلال فرما دیں جو چاہیں حرام فرما دیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7)

رسول جو حکم تم کو عطا فرمائیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

علامہ الماوردی متوفی 450ھ نے کہا ہے: یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے تمام اوامر اور نواہی پر محمول ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ہر حکم صرف نیک کام کے لئے ہوتا ہے اور نہی اور ممانعت برائی کے لئے ہوتی ہے۔

(النکت والعیون: ج:5،ص:504)

اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (الاحزاب:36)

کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اللہ اور رسول کے حکم دینے کے بعد اس حکم پر عمل (کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار نہیں ہے۔

☆ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے عدولی کرے اور اپنی من مانی کرے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دے۔ لہٰذا ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم فرما دیں امت کے لئے فرض و واجب ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اس پر عمل کریں۔

اب رسول اللہ ﷺ کے شارع ہونے پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو۔

ایک شخص نے کہا: کیا ہر سال یا رسول اللہ (ﷺ)!

آپ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار کہا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کر دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔

پھر ارشاد فرمایا: جس چیز کو چھوڑ دوں اس کے بارے میں مت پوچھو تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ وہ بکثرت سوال کیا کرتی تھیں اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرتی تھیں جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور جب کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے رک جاؤ۔ (صحیح مسلم: ج:1، ص:432)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی ایک مثل دی گئی ہے۔

سنو! عنقریب ایک شخص اپنے تخت پر سیر ہو کر بیٹھا ہوگا۔

وہ یہ کہے گا کہ

اس قرآن کو لازم رکھو اور اس میں جو تم حلال پاؤ اس کو حلال قرار دو اور اس میں جو حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو اور بے شک جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے وہ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔ سنو تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہر کچلیوں سے شکار کرنے والا درندہ اور نہ راستہ میں پڑی ہوئی ذمی کی چیز سوا اس کے کہ اس کا مالک سے مستغنی ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2674)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اختیار کل حاصل ہے جو چاہیں حلال فرما دیں اور جو چاہیں حرام فرما

دیں امت پر بلا چون و چرا اس کی بجا آوری لازم ہے۔قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ایسے بے شمار احکام ہیں جو صرف زبان رسالت سے مشروع ہوئے ہیں نماز کی ہیئت کذائی اور اس کی ترتیب و تفصیل، زکوۃ، عشر اور قربانی کے تمام احکام اور آداب، حج وعمرہ کے تمام ارکان اور سنن جہاد کے تمام احکام قرآن مجید نے بیان نہیں کیے ہیں بلکہ یہ تمام آپ ﷺ نے مشروع فرمائے ہیں۔اس کے علاوہ بھی جو اللہ تعالیٰ نے احکام بیان فرمائے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تخصیص اور استثناء کا اختیار عطا فرمایا۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے دو گواہوں کا قاعدہ بیان فرمایا مگر آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام فرمایا۔قرآن مجید نے حالت جنگ میں نماز کو چار کی جگہ دو رکعات کرنے کی رخصت عطا فرمائی مگر آپ ﷺ نے اس کو حالت امن کے سفر میں بھی عام کر دیا۔قرآن مجید نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا مگر آپ ﷺ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں مشروع کر دیا۔قرآن مجید نے ہر مسلمان کو چار نکاح کی اجازت دی۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء:3)

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں اور دو دو اور تین تین اور چار چار۔

مگر نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حیات فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح حرام فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ دوسرا نکاح کر لیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو اس کی اجازت نہیں کہ دوسرا نکاح کریں اگر وہ چاہتے ہیں تو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں پھر دوسری شادی کر لیں۔

غور فرمایئے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو، تین تین اور چار چار۔

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح حرام فرمایا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو میرے رسول تمہیں دیں تو اس کو لے لو اور جس سے میرے رسول تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔(الحشر:59)

پس جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

میں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرے نکاح کی اجازت نہیں دیتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح جائز نہ رہا مگر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت فرمائیں۔

(مرقاۃ المفاتیح: رقم الحدیث: 6139)

اللہ تعالیٰ نے ہر بیٹی کو اس کے باپ کے ترکہ سے نصف میراث عطا فرمائی ہے ازواج کو اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ دیا ہے چچا کو عصبہ بنایا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی وارث نے حصہ نہیں پایا۔ اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع بنا کر بھیجا ہے اور مختار کل بنایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الٰہی عزوجل کا مظہر تھا یونہی تو نہیں فرمادیا تھا۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء: 80)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول کی اطاعت حجت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الرسالہ میں ذکر کیا ہے کہ

ہر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرض کیا ہے مثلاً حج، نماز اور زکوٰۃ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بیان نہ فرماتے تو ہم ان کو کیسے ادا کرتے اور کسی بھی عبادت کو انجام دینا ہمارے لیے کس طرح ممکن ہوتا اور جب احکام شرعیہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بغیر ادا کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ (الوسیط: ج: 2، ص: 84)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری معصیت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی معصیت کی اس نے میری معصیت کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7137)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کا حکم دینا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا اللہ تعالیٰ کا منع کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید اللہ تعالیٰ کی وعید ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا غضب اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔
رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے۔
رسول اللہ ﷺ سے روگردانی اللہ تعالیٰ سے روگردانی ہے۔
شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے امر اور نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔ (الصارم المسلول: ج:1ص:41)
مدینہ منورہ کے منافقین رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ (بقرہ:9)
یہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں۔
یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا کس طرح صحیح ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور نہ وہ خود اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کا قصد کرتے تھے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہاں لفظ اللہ تعالیٰ سے پہلے لفظ رسول بہ طور مضاف محذوف ہے اور یہ مجاز بالحذف ہے۔
اور معنیٰ یہ ہے کہ
وہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
چونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے آخرت کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (انفال:67)
اللہ آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔
آپ ﷺ نے اصحاب عقبہ سے جنت کے عوض ان کے مالوں اور جانوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (توبہ:111)
"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے جنت کے بدلہ میں ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا۔"
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (فتح:10)

جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کا ہاتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح:10)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں جو چاہیں حکم فرمادیں۔

کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آپ ﷺ کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔

آپ ﷺ کو ایذاء دینا اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینا ہے۔

آپ ﷺ کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا وہ اس سے زیادہ اہم ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا۔

(میزان الشریعت الکبریٰ: ج:1، ص:124)

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے کی وضاحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

احکام رسول اللہ ﷺ کی طرف مفوض ہیں جو چاہیں حکم دیں جو چاہیں نہ دیں اور جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرما لیں۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4، ص:123)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

آپ ﷺ مختار کل ہیں جس چیز کو چاہیں حلال فرمادیں اور جس چیز کو چاہیں حرام فرمادیں۔ جو چاہیں حکم فرمادیں امتی پر لازم ہے کہ بجا آوری کریں اور سر خم تسلیم کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللّٰہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللّٰہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ وَقْتِ الصُّبْحِ

صبح کی نماز کا وقت

یہ باب فجر کی نماز کے اوقات کے احکام کے متعلق ہے۔

359 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت میں ادا فرماتے جب عورتیں اپنی چادریں لپیٹ کر واپس لوٹ جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج:1،ص:478، الموطا: ج:1،ص:5، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:454، سنن ترمذی: ج:1،ص:361)

360 حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کو خوب روشن ہونے دیا کرو کیونکہ اس میں تمہارے واسطے زیادہ اجر ہے یا اجر عظیم ہے۔

(معجم الکبیر: ج:4،ص:250، سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:356، صحیح ابن حبان: ج:4،ص:355، مسند احمد: ج:31،ص:458)

تشریح:

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:218، المغنی: ج:1،ص:237، ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:197)

سفیان ثوری کے نزدیک بھی فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اندھیرے کے اواخر میں نماز کی ابتداء ہو کر فجر روشن ہونے میں انتہاء ہونی چاہئے تاکہ دونوں طرح کی روایتوں پر عمل ہو جائے اور اسی کو حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور احناف کی طرف سے جواب

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی ہے جس میں ذکر ہے کہ
رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز اس وقت میں ادا فرماتے جب عورتیں اپنی چادریں لپیٹ کر واپس لوٹ جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔
ہم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ
اندھیرے سے اندھیرا مسجد مراد ہے یعنی مسجد کے اندرونی حصہ میں تاریکی ہوتی تھی اس لیے کہ مسجد کی چھت نیچی تھی دراصل وہ ایک چھپر کی شکل میں تھی۔
جس طرح کہ روایت میں آتا ہے۔
انما هو عريش
اور یہاں عورتوں کے لوٹنے سے مراد گھر کی طرف لوٹنا مراد نہیں بلکہ نماز سے فارغ ہونا مراد ہے۔ غرضیکہ اس حدیث مبارکہ میں جو بھی بیان فرمایا گیا ہے وہ داخل مسجد سے تعلق ہے صحن مسجد اور خارج مسجد کا حال بیان نہیں فرمایا جا رہا۔
اور دوسرا جواب یہ ہے کہ
صحیح مسلم کی روایت میں ہے: حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر فرماتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور صبح کی نماز میں سو سے لے کر ساٹھ آیتوں تک پڑھتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے تھے کہ (اجالے کی وجہ سے) ہم میں سے ایک شخص دوسرے کو پہچان لیتا تھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1363)
اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز اس وقت ادا فرماتے تھے جب نمازی روشنی کی وجہ سے ایک دوسرے کو پہچان لیتے تھے اور یہ راجح ہے۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ
قرآن مجید میں ہے: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور ابتدائی رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے۔ (ھود: 114)
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں: دن کی دو طرفوں کے متعلق متعدد اقوال ہیں اور ان میں زیادہ قریب اور (اصح) قول یہ ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں کیونکہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری طرف غروب شمس ہے پس طرف اول فجر کی نماز ہے اور طرف ثانی سے مغرب کی نماز لینا جائز نہیں کیونکہ وہ زلفا من اللیل (ابتدائی رات کے کچھ حصے) میں داخل ہے پس واجب ہے کہ طرف ثانی سے مراد عصر کی نماز ہو اور جب یہ واضح ہو گئی تو یہ آیت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر دلیل ہے فجر کو روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور یہ آیت اس پر بھی دلیل ہے کہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا

افضل ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز کو دن کی دو طرفوں میں پڑھنا واجب ہے اور دن کی دو طرفیں طلوع شمس کا اول وقت ہے اور اسی طرح غروب شمس کا اول وقت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ ان وقتوں میں بغیر ضرورت شرعیہ کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس آیت کے ظاہر پر عمل کرنا دشوار ہے لہٰذا اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اس لیے اب اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہوا کہ نماز کو اس وقت قائم کیجئے جو دن کی دو طرفوں کے قریب ہے کیونکہ کسی چیز کے قریب پر بھی اس چیز کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لہٰذا صبح کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو طلوع شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سفیدی اور روشنی ہوتی ہے کیونکہ اندھیرے وقت کی بہ نسبت سفیدی کا وقت طلوع شمس کے زیادہ قریب ہے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو غروب شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو چکا ہوتا ہے اور ایک مثل سایہ کی بہ نسبت دو مثل سایہ کا وقت غروب شمس کے زیادہ قریب ہے اور مجاز حقیقت کے جتنا زیادہ قریب ہو اس پر لفظ کو محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا ظاہر ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تقویت اور تائید کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:6، ص:408)

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اسی باب کی حدیث رافع بن خدیج فجر کو روشن کرنے پر صراحتاً دلیل ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

(سنن ابو داود: رقم الحدیث:360)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

اسفار کا معنیٰ یہ ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اسفار کا معنیٰ فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملے گا اور یہ بداہۃً باطل ہے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:198)

پانچواں جواب یہ ہے کہ

حدیث محمود بن لبید فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنے میں صراحت ہے۔

محمود بن لبید اپنی قوم کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے۔ (سنن نسائی: ج:1، ص:85)

چھٹا جواب یہ ہے کہ

حدیث ابوطریف فجر کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں زیادہ صراحت کرتی

حضرت ابوطریف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز اس وقت پڑھائی کہ اگر کوئی انسان تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔(شرح معانی الآثار:ج:1،ص:105)

ساتواں جواب یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فجر کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں اتفاق کیا۔کسی مسئلہ میں اتنا نہیں کیا۔

چنانچہ ابراہیم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جتنا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں اتفاق کیا ہے اتنا کسی مسئلہ میں نہیں (بھی قدر اس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے) کیا۔(شرح معانی الآثار:ج:1،ص:109)

الحمدللہ عزوجل ان جوابات سے مسلک احناف روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

قولہ متلفعات

یہ لفظ دو طرح سے روایت کیا گیا ہے:

1-متلفعات تلفف سے

2-متلفعات تلفع سے جو ماخوذ ہے لفاع سے۔

قولہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

اس باب کی حدیث اول کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری زوجہ مطہرہ تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبوب تھیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال قبل آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ایک قول تین سال پہلے کا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کا حق مہر 40 درہم، 122.472 گرام چاندی، 10.5 تولہ تھا۔

امام طبرانی اور احمد نے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔

اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کیوں نہیں فرما لیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

اس نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے نکاح فرما لیں اور چاہیں تو بیوہ سے نکاح فرما لیں۔

کنواری عائشہ بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہا) ہیں۔

اور بیوہ سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔ (مجمع الزوائد: ج:9، ص:231)

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھ سال کی عمر میں نکاح فرمایا یہ ہجرت کے دو سال پہلے ہوا اور ہجرت کے ایک سال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عادت اور فطرت کے مطابق نکاح ہوا اور جب نکاح ہوا تو تعدد ازواج کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ معتمد صحابی تھے ان کو رشتہ کی فضیلت حاصل کرنی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر ہو گئے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دامادی کی فضیلت عطا فرمائی اور کم سن اور کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا نمونہ قائم کرنا تھا اور یہ بتلانا تھا کہ دوست اور ایمانی بھائی حقیقی بھائی نہیں ہوتا اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا متقیہ مفسرہ، محدثہ، فصحا و بلغاء اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھیں۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے ان سے نکاح کیا۔ ایک قول تین سال کا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں واحد کنواری خاتون تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔

ایک قول سات سال کا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

خولہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بیوہ سے کر لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنواری کون ہے؟

خولہ نے کہا: آپ ﷺ کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیوہ کون ہے؟
انہوں نے کہا: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکی ہیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ! ان دونوں سے میرا ذکر خیر کرو۔
حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں۔
اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام رومان! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے؟
انہوں نے کہا: وہ کس طرح؟
انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔
انہوں نے کہا: اس کا حضور انور ﷺ سے کس طرح نکاح ہوسکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا۔
وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔
پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ عرض کیا:
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے۔
وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔
انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔
حضور انور ﷺ تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی۔
حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں۔
اور کہا: اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں۔
اور ہم بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں

جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوبارہ ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار عرض کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔

میں نے واپسی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا والد محترم۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا: میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں۔ جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ ایک قول 58ھ کا بھی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج:5،ص:501تا504)

یہ تو تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوانح عمری اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل مبارکہ ملحوظ ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ
عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3770)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی آسیہ رضی اللہ عنہا کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3769)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مجھ سے)
تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا۔
وہ یہ کہتا تھا: یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں۔
پھر میں یہ کہتا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5125)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔
میں نے کہا: و علیہ السلام و رحمة اللہ و برکاتہ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3768)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔
مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3772)
ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بستر پر آرام فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کی ازواج نے مجھے آپ ﷺ کی جانب بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابو قحافہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں میں خاموش رہی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تو ان سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس سے محبت کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا: پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان سے پھر کہا: آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں۔

اور ان سے عرض کریں کہ

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کو ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب آپ ﷺ سے بالکل بات نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کی زوجہ مطہر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیز گاری میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی صلہ رحمی کرنے والی صدقہ وخیرات کرنے والی تواضع اور انکساری کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! بے شک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ ﷺ سے ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آیا آپ ﷺ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے بدلہ لینے کو

ناپسند نہیں فرمائیں گے پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2442)
ایک اور روایت میں ہے: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں نے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کیسے پتا چلتا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو۔
رب محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم)
اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو۔
رب ابراہیم کی قسم (عزوجل و علیہ السلام)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ (صحیح البخاری: 5228)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عرض کیا گیا کہ
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)
پوچھا: مردوں میں کون؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے باپ (یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3890)
ایک اور روایت میں ہے: مسروق بیان کرتے ہیں کہ
مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنے اس حجرہ میں کھڑے ہوئے دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ طیبہ میں داخل ہوئے۔
تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کون تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے ان کو کس کے مشابہ پایا؟
میں نے کہا: دحیہ کلبی کے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے خیر کثیر کو دیکھا ہے۔ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے وہ بہت تھوڑی دیر ٹھہرے تھے۔
حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔
میں نے کہا: وعلیہ السلام داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے۔ (معجم الکبیر: ص:95، ج:6)
ایک اور روایت میں ہے: عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا۔
تو انہوں نے ان سے کہا۔
تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں۔ تم رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3858)

ایک اور روایت میں ہے: عبدالرحمٰن بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عبداللہ بن صفوان اور ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک کو کہا:
اے فلاں! کیا حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ تم کو معلوم ہے؟
اس نے کہا: ہاں! ام المومنین رضی اللہ عنہا!
عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ کیا ہے؟
آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مریم بنت عمران کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف نہیں دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی۔
عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ نو اوصاف کیا ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: 1-فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔
2-رسول اللہ ﷺ نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔
3-نو سال کی عمر میں میری طرف آپ ﷺ کی طرف رخصت کی گئی۔
4-آپ ﷺ کے نکاح میں صرف میں کنواری خاتون تھی۔
5-میں اور رسول اللہ ﷺ ایک لحاف میں ہوتے تھے پھر بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔
6-میرے متعلق قرآن مجید کی ایسی آیات نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی مثلاً تیمم اور حد قذف کی مشروعیت۔
7-میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اور کسی نے حضرت

جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

8-میرے حجرے میں آپ ﷺ کی روح قبض کی گئی۔

9-جس وقت آپ ﷺ کی روح قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

(المستدرک: ج:2،ص:191)

ایک اور روایت میں ہے: ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجوں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہا ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہا کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کی تعریف وتوصیف کو چھوڑ و وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی جب وہ آ گئے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام المومنین ہے تو آپ رضی اللہ عنہا مجھ پر شفقت فرمائیں آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نام یہی تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم ﷺ اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ رضی اللہ عنہا کی حیات حجاب اور مانع ہے لیلۃ الابواء میں آپ رضی اللہ عنہا کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے اور مسلمانوں کے لئے خبر رکھی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمادی اور آپ رضی اللہ عنہا کی برات میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! میری تعریف اور توصیف کو چھوڑو میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔ (مسند احمد: ج:1،ص:220)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے والدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کیا: ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا فرمائیں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم ﷺ کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے وحدہ

لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7111)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3883)

ایک اور روایت میں ہے: عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا پھر نماز کا وقت آ گیا اور (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کو جزاء خیر دے آپ رضی اللہ عنہا پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت دی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3737)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ حضور انور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی۔

(الطبقات الکبریٰ: ج: 8، ص: 50)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

اور ارشاد فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا حالانکہ آپ ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے عرض کیا: وہ کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔

ترجمہ: ''اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ ﷺ کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ

میں اللہ عزوجل اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 4885)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حجرے میں وصال فرمایا اور میری باری میں وصال فرمایا اور میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے وصال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو جمع فرما دیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔
میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو پسند فرما رہے ہیں۔
میں نے پوچھا کہ آیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک لوں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا: میں نے ان سے مسواک لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سخت لگی۔
میں نے پوچھا: آیا میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نرم کر دوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا۔
پھر میں نے اس کو (اپنے منہ میں چبا کر) نرم کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے۔
اور ارشاد فرماتے: لا الہ الا اللہ
بے شک موت کی سختیاں ہیں۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے ارشاد فرمایا:
الرفیق الاعلیٰ میں
حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ قبض کر لی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جھک گیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 4449)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
وصال سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔
میں نے کان لگا کر سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔
اے اللہ عزوجل! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4440)

ایک اور روایت میں ہے: منقول ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر تم چاہتی ہو کہ جنت میں میرے ساتھ رہو تو تمہیں چاہئے کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کہ راہ چلتا مسافر ہوتا ہے کہ وہ کسی کپڑے کو پرانا نہیں سمجھتا جب تک کہ وہ پیوند کے قابل ہے اور وہ اس میں پیوند لگاتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے رکھے۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اس مرتبہ کو چاہتی ہو تو کل کے لئے کھانا بچا کے نہ رکھو اور کسی کپڑے کو جب تک کہ اس میں پیوند لگ سکتا ہے بیکار نہ کرو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور انور ﷺ کی اس وصیت و نصیحت پر جو فقر کی تونگری پر ایثار کرنے میں ہے اتنی کاربند رہیں کہ کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کے نہ رکھا۔ (مدارج النبوت: ج:2، ص:547)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں اور حضور انور ﷺ ایک برتن میں غسل کرتے تھے اور آپ ﷺ کسی اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسا نہ کرتے تھے۔

مشکوٰۃ میں معادہ عدویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو صرف میرے اور حضور انور ﷺ کے درمیان تھا۔ حضور انور ﷺ مجھ سے سبقت و جلدی فرماتے حتیٰ کہ میں عرض کرتی کہ میرے لیے تو پانی یا برتن چھوڑیئے تاکہ میں بھی پانی لوں حالانکہ حضور اکرم ﷺ اور وہ دونوں جنبی ہوتے۔

یہ روایت بھی کمال اتحاد و اختلاط اور الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔ (مدارج النبوت: ج:2، ص:545)

ایک اور روایت میں ہے: عروہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچا لیا۔

میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

ارشاد فرمایا: اگر تم پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:2، ص:47)

ایک اور روایت میں ہے: زہری سے روایت ہے کہ

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:9، ص:243)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال وحرام، علم وشعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

(المستدرک: رقم الحدیث:6793)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے بھی خطبات سنے ہیں میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (المستدرک: رقم الحدیث:6792)

ایک اور روایت میں ہے: مسلم نے بیان کیا ہے کہ

مسروق سے پوچھا گیا کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا؟

انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض علم ووراثت کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الدارمی:2859)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں اپنی موانست وفضل کے اظہار میں فرماتی ہیں:

حضور انور ﷺ نماز ادا فرماتے تو میں حضور انور ﷺ کے آگے سیدھی لیٹی رہتی تھی اور یہ سلوک میرے ساتھ ہی خاص تھا اور رات کی نماز میں جب رسول اللہ ﷺ قیام فرماتے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی جگہ سوئی ہوئی تھیں تو سجدہ کے وقت پائے اقدس ان کے سر شریف سے بہ بدن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہنچتا تھا۔ یہ بات اس کو مستلزم نہیں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مواجر اور متصل نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کی جانب کہ حضور انور ﷺ داہنی جانب سوئی ہوئی ہوتی تھیں۔

آخر حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ

حضور انور ﷺ اپنے دست اقدس کو میرے پاؤں سے چھوتے تو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی تھی گویا کہ سجدہ کرنے کی جگہ پاؤں کے قریب تھی۔ جب جب نبی کریم ﷺ سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پاؤں اقدس کو دراز کر لیتی تھیں۔ (مدارج النبوت: ج:2، ص:545)

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ

جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہا کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی کو بھیجا کہ خبر لائیں۔ باندی نے آ کر وفات کی خبر پہنچائی تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ سب سے زیادہ محبوبہ تھیں اپنے والد ماجد کے بعد۔

(مدارج النبوت: ج:2، ص:548)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (17) سترہ رمضان المبارک 58ھ کو منگل کے دن وتر پڑھنے کے بعد وصال فرما گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

سالم نے کہا: جتنے مسلمان آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں تھے اس سے قبل اتنے مسلمان کسی کی نماز جنازہ میں نہ تھے آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھیاسٹھ (66) سال تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: ج:3، ص:111)

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا متقیہ، مفسرہ، محدثہ، فصحاء، فقہاء، بلغاء اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا حلال و حرام کو بہت زیادہ جاننے والی تھیں اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے بکثرت احادیث مبارکہ روایت ہیں جو آج تک بلکہ قیامت تک آپ رضی اللہ عنہا کی یاد دلاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ رضی اللہ عنہا کے صدقے ہم سب کی حتمی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْمُحَافَظَةِ عَلٰى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ

باب! نمازوں کی حفاظت کے متعلق

361 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ زَعَمَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ اَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ فَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ اَشْهَدُ اَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ

وُضُوئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهُ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُ

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ عبداللہ بن صنابحی نے فرمایا کہ حضرت ابومحمد وتر کو واجب فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابومحمد نے غلط کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کو فرض فرمایا ہے جس نے ان کی خاطر اچھا وضو کیا ان کو وقت پر پڑھا اور ان میں رکوع وخشوع احسن طریقے سے کیا تو اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرمائے گا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے اگر چاہے تو اس کو معاف فرمادے اور چاہے تو عذاب میں مبتلا فرمائے۔

(معجم الاوسط: جز:5،ص:56، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:215، صحیح ابن حبان، جز:5،ص:23، مسند احمد: جز:46،ص:192)

362 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ عَنْ بَعْضِ اُمَّهَاتِهِ عَنْ اُمِّ فَرْوَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ فِي اَوَّلِ وَقْتِهَا قَالَ الْخُزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ عَنْ عَمَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا اُمُّ فَرْوَةَ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا گیا کہ افضل عمل کیا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا۔
خزاعی نے اپنی حدیث مبارکہ میں اپنی عم زادہ سے روایت کیا جن کو ام فروہ کہا جاتا ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔

(معجم الکبیر: جز:25،ص:81، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:232، سنن ترمذی: جز:1،ص:299، مسند احمد: جز:55،ص:65)

363 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَاَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ اَخْبِرْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ قَالَ اَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي فَقَالَ الرَّجُلُ وَاَنَا سَمِعْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ

ابوبکر بن عمارہ بن رویبہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے اہل بصرہ کے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے وہ خبر دیں جو کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت کی ہو۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص دوزخ میں کبھی نہ جائے گا جو سورج طلوع ہونے سے قبل نماز ادا کرلے اور سورج غروب سے قبل نماز ادا کرلے۔ کہا کہ کیا آپ نے اس کو نبی کریم ﷺ سے تین بار سماعت کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اس کو ہر بار میرے دونوں کانوں نے سماعت کیا اور میرے قلب نے اس کو حفاظت میں لیے رکھا۔ اسی آدمی نے کہا کہ میں نے بھی اسی طرح فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے۔

(معجم الاوسط: ج:2، ص:230، سنن ترمذی: ج:2، ص:284، شرح السنۃ للبغوی: ج:1، ص:290، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:34)

364 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ اَبِیْ حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيْمَا عَلَّمَنِیْ وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ اِنَّ هٰذِهٖ سَاعَاتٌ لِیْ فِيْهَا اَشْغَالٌ فَمُرْنِیْ بِاَمْرٍ جَامِعٍ اِذَا اَنَا فَعَلْتُهٗ اَجْزَاَ عَنِّیْ فَقَالَ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا فَقُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ فَقَالَ صَلٰوةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلٰوةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا

حضرت عبداللہ بن فضالہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی مجھے تعلیم عطا فرمائی اس میں یہ بھی تعلیم عطا فرمائی کہ پانچ نمازوں کی حفاظت کرنا۔ میں نے عرض کیا: ان اوقات میں مشغول بہت ہوتا ہوں آپ ﷺ مجھے وہ جامع امر فرما دیجئے کہ جس پر میں عمل کروں تو کافی ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عصرین کی حفاظت کرنا۔ ہماری لغت میں عصرین نہیں تھا تو میں نے عرض کیا: عصرین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ نماز جو سورج طلوع ہونے سے قبل کی ہے اور وہ نماز جو سورج غروب ہونے سے قبل کی ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:315، معجم الکبیر: ج:18، ص:319، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:466)

365 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَلِیٍّ الْحَنَفِیُّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ وَاَبَانُ كِلَاهُمَا عَنْ خُلَيْدٍ الْعَصَرِیِّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ اِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلٰى وُضُوْئِهِنَّ وَرُكُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ وَصَامَ رَمَضَانَ وَحَجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَّاَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا

نَفْسُهُ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ قَالُوْا يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ وَمَا اَدَاءُ الْاَمَانَةِ قَالَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ان پانچ مع ایمان کے ساتھ آیا وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے پانچ نمازوں کی حفاظت کی وضو، رکوع اور سجود پر اور ان کے اوقات کی اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کیا اگر اس کی استطاعت رکھے اور زکوۃ دی تو اس نے خود کو طیب کرلیا اور امانت ادا کی۔ کہنے لگے کہ اے ابو درداء امانت کی ادائیگی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: غسل جنابت کرنا۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث: 365)

366 حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى سُلَيْكٍ الْاَلْهَانِيِّ اَخْبَرَنِى ابْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ اِنَّ اَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ اَخْبَرَهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّىْ فَرَضْتُ عَلٰى اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهِدْتُ عِنْدِى عَهْدًا اَنَّهُ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِى

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ بے شک قتادہ بن ربعی نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میرا عہد ہے کہ جو ان کی اوقات پر محافظت کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو ان پر محافظت نہیں کرے گا تو اس کے لئے میرا کوئی عہد نہیں ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 7، ص: 46، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 319)

تشریح

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ نمازوں کے لئے ہر ہر نماز کا ایک علیحدہ باب قائم فرمایا مگر یہ باب ایسا جامع قائم فرمایا جس کا تعلق تمام نمازوں سے ہے۔ یہاں ہر نماز کی حفاظت یا تو نماز کے سنن و مستحباب اور خشوع و خضوع کے اعتبار سے ہے یا اوقات مستحبہ کے اعتبار سے ہے کہ تمام نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں پڑھنا چاہئے۔

☆ قولہ ان الوتر واجب

وتر کے وجوب میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں جبکہ مالکیہ حنابلہ کے نزدیک وتر واجب نہیں ہیں۔

حنابلہ کی دلیل یہ ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: وتر ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص نے عمداً وتر کو ترک کیا وہ برا شخص ہے اس کی شہادت قبول نہیں کرنی چاہئے۔
علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث مبارکہ وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔
(المغنی: ج:1، ص:453)

مالکیہ کا مؤقف یوں ہے کہ
علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔
(اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:379)

شوافع کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے۔
علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
(شرح المہذب مع المجموع: ج:4، ص:12)

احناف کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے۔
علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضاء پڑھنے سے ابتداء کی تھی اور اسی روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ
صبح کی نماز تک وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضا سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے قبل بھی وتر کی قضا پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ وتر کے لئے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔
حماد بن زید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ
وتر فرض ہے۔
اور یوسف بن خالد سمتی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ
وتر واجب ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ کا یہی ظاہر مذہب ہے۔

اور اسد بن عمر نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

وتر سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حدیث اعرابی میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تعلیم دی کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔

اعرابی نے پوچھا۔

کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز ہے۔

ارشاد فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھو۔

اور روایت ہے کہ

ابو محمد نام کے ایک شخص نے کہا: وتر فرض ہیں۔

جب یہ بات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اس کا رد کیا۔

اور ارشاد فرمایا: ابو محمد نے جھوٹ بولا ہے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وتر سنت ہیں لازم نہیں اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

اور وسطیٰ (نماز) اسی وقت متحقق ہوگی جب فرائض کا عدد پانچ ہو۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ

حضرت ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاریب اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کر دی ہے سنو! وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر طلوع فجر تک پڑھا کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ کی ہے اور زیادہ کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات میں ہوتا ہے کیونکہ

واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہاء نہیں ہوتی۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے: رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔ اور دن کے وتر واجب ہیں لہٰذا رات کے وتر بھی واجب قرار پائیں گے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ

تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس رکعات ہیں اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعات تبھی ہوگی جب وتر کو واجب قرار دے کر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے گا البتہ وتر کا وجوب چونکہ ظنی دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لیے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہوگا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہوگا بہر حال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں جیسا کہ سابقہ روایات میں مذکور ہے اور فرائض اور واجبات میں ہمارے نزدیک فرق ظاہر ہے۔ (المبسوط: جز:1، ص:156)

وتر کے وجوب پر احناف کے مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وتر حق واجب ہے۔ (سنن دار قطنی: جز:2، ص:22)

علامہ ابوطیب اسی حدیث مبارکہ کی سند کے متعلق فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کو ابوداؤد، نسائی اور دار قطنی نے علل میں بیان فرمایا ہے اور بیہقی اور دیگر محدثین نے اس کو موقوف قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ (التعلیق المغنی علی دار قطنی: جز:2، ص:23)

سوال

وتر کی رکعات کتنی ہیں۔

جواب

اس میں آئمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

شوافع کا موقف یوں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف شافعی نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے اور کم از کم درجہ کمال تین رکعات ہیں پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعات ہیں اور شہرت کی بناء

پر سب سے زیادہ رکعات ہیں۔ (شرح المہذب مع الشروح: جز:4،ص:12)

حنابلہ کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (المغنی: جز:1،ص:447)

مالکیہ کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے کہ

قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعات وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے جب بھی کسی دوگانہ کے بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو جائیں گے۔ (بدایۃ المجتہد: جز:1،ص:14506)

احناف کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے۔

علامہ احمد شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: وتر میں تین رکعات ہیں جن میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس کو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں۔

اس میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے بھیجا تو انہوں نے آ کر بتایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر ادا فرمائے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی دوسری میں قل یایھا الکافرون تیسری میں قل ھواللہ احد اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

تو ارشاد فرمایا: یہ تم کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وجہ سے فرمائی تھی کہ

یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔ (المبسوط: جز:1،ص:164)

☆ قولہ واتم رکوعھن و خشوعھن

یہاں پر چند ابحاث ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث: خشوع کے معانی

ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خشوع کا صرف ایک معنیٰ ہے جھکنا اور پست ہونا۔

جب کوئی شخص جھک جائے اور سر کو جھکا لے تو کہا جاتا ہے۔

"خشع فلان"

اور یہ لفظ خضوع کے قریب المعنیٰ ہے مگر بدن کے ساتھ عاجزی اور ذلت کے ساتھ اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کو خضوع کہتے ہیں اور خشوع بدن آواز اور بصر سب میں عام ہے بدن کو جھکانا، پست آواز سے بات کرنا، نظریں جھکانا یہ سب خشوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ"

درآں حالیکہ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے: وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

رحمٰن کے لئے آوازیں پست ہوگئیں۔

ابن درید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رکوع کرنے والے کو الخاشع کہتے ہیں۔

علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: الخشوع کا معنیٰ ہے عاجزی اور انکسار کرنا۔

اس کا اطلاق زیادہ تر ظاہری اعضاء سے عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے اور ضراعت کا اطلاق دل کی عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ

جب دل میں عاجزی ہو تو ظاہری اعضاء میں خشوع ہوتا ہے۔

زجاج نے کہا: جو بستی اجڑی ہوئی ہو اور اس میں کوئی ٹھہرتا نہ ہو اس کو الخاشعہ کہتے ہیں اور جو زمین خشک ہو اور اس میں بارش نہ ہو اس کو بھی خاشعہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

(حم السجدہ:39)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم زمین کو سوکھا ہوا اور خشک دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر بڑھنے لگتی ہے۔ (یعنی سرسبز ہوتی ہے) (مقائیس اللغۃ لابن فارس: ج:2، ص:182)

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
الخشوع کا معنیٰ ہے حق کی اطاعت کرنا اور التواضع کا معنیٰ ہے حق کو ماننا اور اس کو تسلیم کرنا اور کسی حکم پر اعتراض نہ کرنا۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے دین سے جو چیز سب سے پہلے گم ہوگی وہ خشوع ہے۔
محمد بن علی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: الخاشع وہ شخص ہے جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو اور اس کے سینہ میں غضب کا دھواں ٹھنڈا ہو چکا ہو۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا نور روشن ہو اور اس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: الخشوع اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں ہمیشہ لازم ہے۔
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے خشوع کا معنیٰ یہ کیا کہ علام الغیوب کے لئے دلوں کا نرم اور ذلیل ہونا۔

روایت میں ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔
ایک قول یہ ہے کہ
نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس کو نماز میں پتہ نہ چلے کہ اس کے دائیں جانب کون ہے اور بائیں جانب کون ہے۔
(الرسالۃ القشیریہ: ص 181 تا 182)

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: حق یہ ہے الخشوع ایسا معنیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کی محبت اور اس کی جناب اعلیٰ میں ذلت اور انکسار کے مجموعے سے مرکب ہے۔ (مدارج السالکین: ج: 1 ص 558 تا 559)

دوسری بحث: قرآن مجید میں خشوع کا ذکر

قرآن مجید میں الخشوع کا ذکر درج ذیل معانی پر ہے۔
1- خشوع بمعنی ذلت، عاجزی اور انکسار ہے۔
اس کی مثال یہ ہے: وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ: 108)
اور رحمان کے ساتھ تمام آوازیں پست ہو جائیں گی۔
2- اعضاء کا پرسکون اور مؤدب رہنا۔
اس کی مثال یہ ہے: الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المومنون: 2)
اور جو لوگ سکون اور ادب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں (یعنی نماز میں اعضاء کو فضول ادھر ادھر حرکت نہیں دیتے)
اپنے اعضاء سے صرف افعال نماز سرانجام دیتے ہیں۔

3-خشوع بہ معنیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○ (الانبیاء:90)

وہ رغبت اور خوف کے ساتھ ہماری عبادت کرتے ہیں اور وہ ہم سے ڈرنے والے ہیں۔

تیسری بحث: الخشوع کے متعلق لفظاً اور معناً احادیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح ہے اور اللہ تعالیٰ خوب ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے جس طرح روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا، خشوع کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدے کرنے والا ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث:3127)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2564)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری توجہ صرف سامنے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا خشوع مخفی ہوتا ہے اور بے شک میں تم کو ضرور اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:741)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو۔

میں نے عرض کیا: میں آپ ﷺ کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ ﷺ پر تو خود قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سنوں۔ میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا ○

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رک جاؤ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:4582)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے وہ اس نماز کا اچھی طرح

وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دھر تک رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 228)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1312)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب رات کو ہوتا ہے اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتے ہو تو کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 182)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر زینت کے عام لباس میں باہر تشریف لائے، عاجزی کرتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے حتی کہ عید گاہ پہنچے پھر تمہارے خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرنے، آہ و زاری کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح نماز پڑھی جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 1505)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی اچھے طریقہ سے وضو کرتا ہے پھر اس طرح کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے کہ وہ ان دو رکعتوں کی طرف اپنے دل اور چہرہ سے متوجہ ہوتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 151)

چوتھی بحث: الخشوع کے متعلق آثار صحابہ کرام اور اقوال تابعین عظام رضی اللہ عنہم

خشوع کے متعلق آثار صحابہ کرام اور اقوال تابعین عظام رضی اللہ عنہم کثیر ہیں مگر حصول رضا الٰہی عزوجل کی خاطر چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دل میں جب خشوع ہو تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور نماز میں نظریں نیچے ہوتی ہیں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 19239)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دل میں خشوع یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے لئے نرم ہو اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 19236)

حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما جب وضو فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارکہ زرد پڑ جاتا اور متغیر ہو جاتا۔

ان سے پوچھا جاتا: آپ رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

(مختصر منہاج القاصدین لابن قدامہ: ص:273)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے اپنے ایام مرض میں فرمایا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ میں تم تک پہنچا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو فرائض کے غیر میں کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4544)

امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے عطا کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب عزوجل تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔

اور عطاء نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔

اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لیے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4538)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر التفات کے بارے میں پوچھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے۔ بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 751)

امام حکیم ترمذی نے حضرت ام رومان والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے نماز میں آگے پیچھے جھولتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے مجھے اس قدر سختی کے ساتھ ڈانٹا کہ قریب تھا میری نماز ٹوٹ جاتی۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے تمام اعضاء کو ساکن رکھے اور نماز میں یہودیوں کی طرح آگے پیچھے ہلے نہیں کیونکہ تمام اعضاء کو ساکن رکھنا نماز کی تکمیل سے ہے۔ (نوادر الاصول: ج:2، ص:171)

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔

(نوادر الاصول: ج:2، ص:172)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

تم نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے خود کو بچاؤ کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز (کامل) نہیں ہوتی اور اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہو تو نوافل میں کرو فرائض میں نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4535)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

بے شک اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضو نہ توڑے یا جب تک ادھر ادھر التفات نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4534)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن منقذ سے روایت کیا ہے کہ

جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4540)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بہت سختی فرمائی ہے۔

اور ارشاد فرمایا: وہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 750)

امام ابن سعد، امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی لکڑی کا ستون کھڑا ہو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (الدر المنثور: ج: 6، ص: 87)

امام عبدالرزاق، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

نماز کو سکون سے پڑھنا خشوع ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 3262)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرتے ہوئے عاجزی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سربلند کرے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سرنگوں کرے گا۔ (کتاب الزہد لاحمد بن حنبل: رقم الحدیث: 142)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ
ایک شخص گردن جھکا کر نماز پڑھ رہا تھا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گردن والے اپنی گردن اوپر اٹھا؛ خشوع گردنوں میں نہیں ہوتا خشوع دل میں ہوتا ہے۔
(مدارج السالکین: جز:1،ص:559)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے الذین هم فی صلوتهم خاشعون کی تفسیر میں فرمایا: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھتے تھے تو اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے اپنی نظریں جھکا کر سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور ان کو یہ یقین ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہے اور وہ دائیں بائیں التفات نہیں کرتے تھے۔ (الدر المنثور: جز:6،ص:84)

حافظ جلال الدین سیوطی نے الخشوع کی تفسیر میں حسب ذیل احادیث اور آثار نقل کیے ہیں۔ حکیم ترمذی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفاق کا خشوع کیسا ہوتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدن میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (نوادر الاصول: ج:2،ص:172)

امام ابن المبارک، امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے کہا: نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ان سے پوچھا: نفاق کا خشوع کس طرح ہوتا ہے؟
انہوں نے کہا: جسم خوف خدا عزوجل سے کانپ رہا ہو اور دل میں خوف خدا عزوجل نہ ہو۔ (کتاب الزہد: ص:182)

پانچویں بحث: مفسرین کے اقوال سے خشوع کے معانی

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: خشوع کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کرام نے خشوع کو افعال قلوب سے قرار دیا ہے جیسے خوف اور ڈر۔ بعض نے خشوع کو اعضاء ظاہرہ سے قرار دیا ہے مثلاً جسم کو ساکن رکھنا اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا۔

اور بعض نے کہا: خشوع ان دونوں چیزوں کو شامل ہے اور یہی تعریف راجح اور اولیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:8،ص:259)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: نفس کی وہ حالت جس کا اثر ظاہری اعضاء میں سکون اور تواضع سے ظاہر ہوتا ہے اس کو خشوع کہتے ہیں۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دل میں خوف اور نماز میں نظر نیچی رکھنے کو خشوع کہتے ہیں۔
زجاج نے کہا: جس پر ذلت کے آثار دکھائی دیں وہ خشوع کرنے والا ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا: سوکھی روٹی کھانے، سخت اور موٹے کپڑے پہننے اور سر جھکانے سے خشوع نہیں ہوتا۔
خشوع یہ ہے کہ
حق بات میں تمہارے نزدیک معزز اور حقیر برابر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تم پر فرض فرمائی ہے اس کی اطاعت میں
تھک جاؤ۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سر جھکائے دیکھا۔
تو ارشاد فرمایا: سر اٹھاؤ، خشوع صرف تمہارے دل میں ہے۔
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے لئے تمہارے ہاتھ ملائم ہوں اور
نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو جس نے اپنے دل سے زیادہ خشوع کو ظاہر کیا اس نے نفاق کو ظاہر کیا۔
سہل بن عبداللہ نے کہا: خشوع اس وقت ہوگا جب خوف خدا عزوجل سے تمہارے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو جائے۔
قرآن مجید میں ہے: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر:23)
(قرآن سننے سے) ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتے ہیں۔
سنو صالحین اپنے خشوع کے اثرات کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے ایسا خشوع محمود ہے اور خشوع مذموم یہ ہے جیسے جاہل
لوگ تکلف سے روتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں تا کہ لوگ ان کو نیک اور بزرگ جانیں۔ یہ نفس کا فریب اور شیطان کا گمراہ کرنا
ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:1، ص:375)

چھٹی بحث: خشوع کے درجات

خشوع کے کثیر درجات ہیں مگر حصول رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے تین درجات عرض کرتا ہوں۔
علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: الخشوع کے حسب ذیل تین درجات ہیں:
1- حکم کے سامنے سرنگوں ہونا، حکم کو تسلیم کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنا حکم کے سامنے سرنگوں ہونے کا معنیٰ ہے
عاجزی کے ساتھ حکم کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا اور اپنے ضعف اور ہدایت کی احتیاج کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے ظاہر اور
باطن کے ساتھ حکم کی موافقت کرنا اور حکم کو تسلیم کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ حکم شرعی کے بالمقابل اپنی رائے اور خواہش کا اظہار نہ کرنا
اور اس پر غضب اور کراہت کا اظہار نہ کرنا اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ
دل کو اور اعضاء کو نظر حق کے لئے جھکا دینا۔
2- نفس اور عمل کی آفات کا انتظار کرنا اور ہر صاحب فضل کی فضیلت کو دیکھنا اور یہ اس وقت ہوگا جب تم اپنے نفس اور عمل
کے نقائص اور عیوب کے ظہور کا انتظار کرو اور جب تم اپنے نفس کے نقائص اور عیوب کے ظہور کا انتظار کرو گے اور اپنے فخر اور تکبر
اور صدق کے ضعف اور یقین کی کمی اور نیت کے پختہ نہ ہونے کا مطالعہ کرو گے تو لامحالہ اس سے تمہارا دل خشوع کرنے والا ہو

جائے گا اور رہا ہر صاحب فضل کی فضیلت میں غور وفکر کرنا تو اس کی وجہ سے تم لوگوں کے حقوق کی رعایت کرو گے اور ان کو ادا کرو گے اور اگر کوئی شخص تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرتا ہے تو تم اس سے بدلہ نہ لینا کیونکہ یہ نفس کی رعونت اور اس کی حماقت ہے۔

3- جب کسی چیز کا کشف ہو جائے تو اس کی حفاظت کرنا اور دل کو مخلوق کے دکھاوے سے صاف رکھنا اور عاجزی اور انکسار کے ساتھ دل کو منضبط رکھنا۔ (مدارج السالکین: جز: 1 ص 559 تا 560)

ساتویں بحث: خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن خزیمہ، امام طحاوی، امام ابن حبان، امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔ ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے شخص سے باتیں کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۝ (البقرہ: 238)

پھر ان کو کلام سے روک دیا گیا۔ قنوت کا معنیٰ سکوت ہے اور قنوت کا معنیٰ طاعت ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نماز میں اپنے ساتھی سے سرگوشی کرتا ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے اور جواب دیتے حتیٰ کہ میں ایک دن نماز میں شامل ہوا اور میں نے سلام کیا تو میرے سلام کا کسی نے جواب نہیں دیا مجھے اس سے بہت رنج ہوا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی سوا اس کے کہ تمہیں نماز میں خاموش کھڑے رہنے اور باتیں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قنوت سکوت ہے۔

امام سعید بن منصور، امام ابن جریر، امام اصبہانی اور امام بیہقی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رکوع خشوع اور لمبا رکوع بھی قنوت کا معنیٰ ہے یعنی طویل قیام کرنا، نظر نیچی رکھنا، بازو جھکائے رکھنا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے فقہاء جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ادھر ادھر التفات کرنے، کنکریاں ہٹانے، آنکھیں بند کرنے، کسی چیز کے ساتھ کھیلنے یا دنیاوی کاموں کے متعلق غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، امام مسلم، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں طویل قنوت (قیام) ہو۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم نماز میں رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے تھے اور آپ ﷺ ہمیں جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں جواب نہ دیا۔

ہم نے (نماز کے بعد) عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے اور آپ ﷺ جواب دیتے تھے (اب آپ ﷺ نے جواب ہی نہ عطا فرمایا)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے۔ (درمنثور: جز: 1، ص: 306)

آٹھویں بحث: نماز میں خشوع کا وجوب

نماز میں خشوع و خضوع واجب ہے یا نہیں؟

تو جواب یہ ہے کہ

ہمارے نزدیک نماز میں خشوع کرنا واجب ہے اور اس کے دلائل قرآن و حدیث و آثار سے ثابت ہیں۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات کریمہ سے نماز میں خشوع و خضوع کے وجوب پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ (محمد: 24)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں تدبر اسی وقت متصور ہوگا جب نماز میں قرآن مجید کے معانی پر غور کرے گا اور نماز میں قرآن مجید کے معانی پر غور کرنا ہی خشوع ہے۔

2- ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (طٰہٰ: 14)

اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم رکھو۔

نماز غفلت سے پڑھنا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے منافی ہے اور یاد رکھنے کا امر ہے اور امر حقیقتاً وجوب کے لئے آتا ہے پس نماز میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونا واجب ہے اور یہی خشوع ہے۔

3- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (الاعراف: 205)

اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنا حرام ہے اور یہی خشوع کا معنیٰ ہے۔

4- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: 43)

(تم اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ) حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم نماز میں کیا پڑھ رہے ہو۔

☆اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا کے افکار میں ڈوبا ہوا ہو اور نماز میں قرآن مجید کے معانی کی طرف متوجہ نہ ہو وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک دنیا کی مہمات اور افکار سے فارغ نہ ہو اور نماز کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ نماز خشوع کرنا واجب ہے۔

☆نماز میں خشوع کے وجوب پر احادیث مبارکہ سے دلائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہ منع کرے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی ہوتا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 11025)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی ہوتا ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث 8543)

اور جو شخص بغیر خشوع کے غفلت سے نماز پڑھتا ہے اس کو نماز نیکی کا حکم نہیں دیتی اور برائی سے نہیں روکتی اس سے معلوم ہوا کہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 505ھ نے یہ احادیث ذکر کی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو نماز پڑھنے سے سوائے تھکاوٹ اور درد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد غافل کی نماز ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں سے بندہ کا اتنا ہی حصہ ہے جو اس نے سمجھ پر پڑھا ہے۔

(احیاء العلوم: ج: 1، ص: 153)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ احادیث معنیً روایت کی ہیں ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ رکھنے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو قیام سے سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1690)

علامہ زین العابدین عراقی متوفی 806ھ نے احیاء العلوم کی تخریج میں لکھا ہے۔

لیس للغید من صلاتہ الا ماعقل

اس حدیث مرفوع کو میں نے نہیں پایا۔

اور محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث مرسل لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا وہ عمل قبول نہیں کرتا جس میں بدن کے ساتھ اس کا قلب حاضر نہ ہو۔

اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابی بن کعب سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص غفلت سے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں لکھی جاتی۔ (المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار مع احیاء العلوم: ج1، ص: 153)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 7935)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز کی اطاعت نہ کرے اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے منع کرے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 7928)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب میں بلغم پڑا ہوا دیکھا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار دکھائی دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھوں سے اس کو کھرچ کر صاف فرما دیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہے اس کا رب عزوجل اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے مگر بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکے ورنہ اپنی چادر میں اس تھوک کو مل دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 405)

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نمازی نماز میں اپنے رب عزوجل سے چپکے باتیں کرتا ہے یعنی اس کی حمد اور ثناء کرتا ہے اس سے صراط مستقیم کا سوال کرتا ہے اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے اس کی بارگاہ میں اپنی عبادات کے تحائف پیش کرتا ہے اس کے نبی پر سلام عرض کرتا ہے صلاۃ پڑھتا ہے اور اپنے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور آخر میں دائیں اور بائیں فرشتوں کو سلام کرتا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور جو کچھ زبان سے کہے دل اس کی طرف متوجہ ہو اور دل و دماغ حاضر ہو اگر وہ غفلت بے توجہی اور غائب دماغی کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ مناجات اور رب عزوجل کے ساتھ کلام حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے ہم نے کہا کہ غفلت اور بے توجہی سے نماز پڑھنا منع ہے اور حضور قلب اور خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ نماز خشوع کے ساتھ پڑھنا واجب ہے یہ نماز کے ظاہری اجزاء کے اعتبار سے واجب نہیں ہے لہٰذا اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا یہ نماز کی صورت اور ظاہر کا متمم نہیں ہے بلکہ یہ نماز کے

باطن کا متمم ہے خشوع کو ترک کرنے سے نماز کے ظاہر میں نقص نہیں ہوگا بلکہ نماز کے باطن اور اس کی حقیقت میں نقص ہوگا اور جس طرح نماز کی قبولیت میں کمال ظاہر ضروری ہے اسی طرح اس کا کمال باطن بھی ضروری ہے، خشوع نہ کرنے سے نماز کی فرضیت ساقط ہو جائے گی، سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا لیکن اس نماز پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا اور نماز پڑھنے سے جو نورانیت، للہیت، تقویٰ اور طہارت اور صالحیت پیدا ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی۔

امام غزالی اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہما نے نماز میں خشوع کو واجب کہا ہے۔

(احیاء العلوم: ج:1، ص:153، تفسیر کبیر: ج:8، ص:259)

نویں بحث: نماز میں خشوع کرنے والوں کی امثال

نماز میں خشوع کرنے والوں کی چند امثال رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے۔ مسلمانوں میں سے کسی شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا۔ اس مشرک نے قسم کھائی وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا خون نہیں بہائے گا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پر قیام کیا۔

آپ نے پوچھا: رات کو کون شخص ہمارا پہرہ دے گا۔ ایک شخص مہاجرین میں سے اور ایک شخص انصار میں سے اٹھا اور انہوں نے رات کو پہرہ دینے کی ذمہ داری قبول کی۔

آپ نے فرمایا: تم دونوں گھاٹی کے منہ پر پہرہ دینا جب وہ دونوں گھاٹی کے منہ پر پہنچے تو مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پیچھا کر رہا تھا وہ بھی پہنچ گیا۔ جب اس نے انصاری کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ قوم کا پہرہ دار ہے اس نے انصاری کو تاک کر تیر مارا اور لگاتار تین تیر مارے وہ اسی طرح رکوع اور سجدہ کرتے رہے پھر ان کا مہاجر ساتھی بیدار ہو گیا۔ جب اس مشرک نے دیکھا کہ یہ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہ اٹھایا۔

اس نے کہا: میں نماز میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا اس کو منقطع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:198)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر بن منیر بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن امام محمد بن اسماعیل بخاری نے نماز پڑھی زنبور (بھڑ) نے ان کی پیٹھ پر سترہ جگہ ڈنک لگائے اور انہوں نے اپنی نماز منقطع نہیں کی۔ نماز پوری کرنے کے بعد انہوں نے شاگردوں سے کہا۔

ذرا دیکھو تو سہی کیا چیز ہے جو نماز میں مجھے اذیت پہنچا رہی تھی۔

انہوں نے دیکھا تو ان کی پیٹھ سترہ جگہ سے سوجھی ہوئی تھی اور انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔

محمد بن ابی حاتم وراق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

انہوں نے اس واقعہ کے آخر میں کہا۔

امام بخاری نے نماز نہ توڑنے کے متعلق بتایا میں جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا میں چاہتا تھا کہ میں اس آیت کو پورا کر لوں۔ (ہدیٰ الساری: ص:667)

علامہ محمد بن یحییٰ اھصی متوفی 963ھ لکھتے ہیں: احمد بن صالح الجیلی بیان کرتے ہیں کہ

میں سیدنا الشیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فقراء اور فقہاء بیٹھے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے قضاء اور قدر کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے اچانک ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب بھاگ گئے اور سوائے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی بیٹھا نہ رہا وہ سانپ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑوں کے نیچے داخل ہو گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم میں پھرتا رہا پھر وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گردن میں لپٹ گیا اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خطاب منقطع نہیں کیا اور نہ اپنی نشست میں کوئی تغیر و تبدل فرمایا وہ سانپ پھر زمین پر اترا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کچھ کلام کیا جس کو ہم سمجھ نہیں سکے پھر وہ سانپ چلا گیا اور پھر لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حجرہ میں آ گئے۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ

سانپ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا کہا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کیا جواب عنایت فرمایا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سانپ نے مجھ سے کہا۔

میں نے بہت سے اولیاء کو آزمایا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسا استقامت والا اور عالی ہمت کسی کو نہیں پایا۔

میں نے اس سانپ سے کہا: جس وقت تم چھت سے مجھ پر گرے تھے میں اس وقت قضاء و قدر کے مسئلہ پر خطاب کر رہا تھا اور تم صرف ایک سانپ ہو اور تم کو حرکت دینے والی اور ٹھہرانے والی چیز تو تقدیر ہے اور تقدیر سے کوئی شخص بھاگ نہیں سکتا تو میں نے یہ چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہ ہو۔

اور سیدی عبدالرزاق ابن سیدنا الشیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ

میں نے اپنے والد محترم سے سنا۔

انہوں نے فرمایا: میں ایک رات جامع المنصوری میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کسی چیز کے چلنے کی آہٹ سنی پس اچانک ایک بہت زہریلا سانپ آیا وہ میرے سجدہ کی جگہ پر اپنا پھن کھول کر بیٹھ گیا جب میں نے سجدہ کا ارادہ کیا تو اس کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور سجدہ کر لیا۔ جب میں تشہد میں بیٹھا تو وہ میرے زانو پر سے چلتا ہوا میری گردن تک پہنچا پھر گردن میں لپٹ گیا۔ جب میں نے سلام پھیرا تو وہ نظر نہیں آیا دوسرے روز میں ظاہر الجامع کے کھنڈر میں گیا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں

طول میں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے جان لیا کہ وہ جن ہے۔

اس نے مجھ سے کہا: میں ہی وہ زہریلا سانپ ہوں جس کو تم نے گزشتہ کل دیکھا تھا اور میں نے جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آزمایا ہے اس طرح میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا سوان میں سے کوئی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ثابت قدم نہیں رہا۔ بعض وہ تھے جن کا ظاہر اور باطن دونوں مضطرب ہو گئے اور بعض وہ تھے جن کا ظاہر ثابت قدم رہا اور ان کا باطن مضطرب رہا اور میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ میری وجہ سے نماز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر مضطرب ہوا نہ باطن پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے کی درخواست کی اور میں نے اس کو توبہ کرائی۔ (قلائد الجواہر: ص:34)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: عبادت میں مشغول ہونا جہان غرور سے جہان سرور کی طرف منتقل ہونا ہے اور مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے دربار میں پہنچنا ہے اور اس سے لذت اور خوشی کا کمال پیدا ہوتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے ایک سانپ چھت سے گر گیا لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول تھے انہیں کچھ پتا نہیں چلا۔ اور حضرت عروہ بن الزبیر کے کسی عضو میں زخم ہو گیا اس زخم کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اس عضو کو کاٹ دیا اور عروہ کو اس عضو کے کٹنے کا مطلقاً پتا نہیں چلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے اور جو شخص ان مثالوں کو مستبعد سمجھتا ہو اسے اس آیت کی تلاوت کرنی چاہئے۔

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (یوسف:31)

جب مصر کی عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور (پھل کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا غلبہ ہوا اور یہ غلبہ اس حد کو پہنچا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو پتا نہ چلا تو جب بشر کے حق میں یہ بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور اس کی عظمتوں کا غلبہ ہو اس کا اس طرح بے خود، سرشار اور مستغرق ہونا تو بہ درجہ اولیٰ ممکن ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:1، ص:214)

☆ قوله الصلوة فى اول وقتها

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے متعلق عرض کیا گیا کہ وہ افضل عمل کون سا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرض نماز کو اس کے اول میں پڑھنا۔

اس حدیث مبارکہ سے شوافع نے استدلال کر کے کہا تمام نمازوں کو ان کے اول وقت میں پڑھنا اولیٰ ہے۔

احناف نے اس کا یہ جواب دیا کہ

اول وقت سے مراد اول وقت جواز نہیں بلکہ اول وقت استحباب ہے یعنی جس نماز کا جو وقت مستحب ہے اس نماز کو اسی میں

پڑھنا۔

یا یہ کہا جائے کہ

یہ عام مخصوص عند البعض ہے لہٰذا جن نمازوں کے تاخیر کی ترغیب وارد ہوئی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

☆ **قوله فقال عبادہ بن الصامت كذب ابو محمد**

اس مقام پر اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کذب ابو محمد کس طرح فرما دیا کذب تو عام باتوں میں بھی حرام ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ امر دین میں۔ اور ایک صحابی نے دوسرے صحابی کے متعلق اس طرح کی سخت بات کس طرح فرمائی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

کذب کی دو اقسام ہیں:

1-عمداً 2-بلا عمد

اصل کذب تو وہی ہے جو عمداً ہو اور وہ یہاں پر مراد ہی نہیں کذب بلا عمد جس کی مشہور تعبیر خطا ہے وہ یہاں مراد ہے اور عرب کے محاورات میں اس طرح بہت ہوتا ہے کہ کذب کو خطا کے معنیٰ میں استعمال کر دیتے ہیں۔

يقال كذب سمعی و كذب بصری

یعنی مجھ سے سننے میں اور دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

☆ **قوله فمرنی بامر جامع اذا انا فعلته اجزا عنی فقال حافظ على العصرين**

اس مقام پر قوی اشکال وارد ہوتا ہے کہ دو نمازیں پانچ سے کس طرح کافی ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ نمازیں تو پانچ ہی فرض ہیں۔

اس کے کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر یہ تاویل اختیار فرمائی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس امتی کے حق میں جو چاہیں اس کے فرائض میں تخفیف فرما سکتے ہیں اسی وجہ سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی مشہور تصنیف الخصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں مسند احمد کی ایک صریح روایت ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں پر اس شرط پر اسلام لایا کہ دو نمازوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو قبول فرما لیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے اس صحابی کو ارشاد فرمایا تھا کہ پانچ نمازوں کو ان کے اوقات مستحبہ کی رعایت کر کے پڑھا کریں تو اس نے عذر بیان کر دیا کہ میرے یہ اوقات تو خالی ہی نہیں تو بعد میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چلو کم از کم دو نمازوں کو ان کے خاص وقت میں پڑھ لیا کرنا باقی نمازوں کو جب وقت ملے تو پڑھ لیا کرنا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف دو نمازیں ہی پڑھنا کافی ہیں۔

☆ قوله عن عبدالله بن صنابحی

اس مقام پر عبداللہ اور صنابحی کے درمیان بن کا لفظ غلط ہے صحیح نسخوں میں عن عبداللہ الصنابحی ہے۔
اس عبداللہ الصنابحی کے متعلق محدثین کے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ

اس گروہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاد محترم علی بن مدینی ہیں۔
یہ فرماتے ہیں کہ
صحیح ابو عبداللہ الصنابحی ہے جو کہ کنیت ہے عبدالرحمٰن بن عسیلہ کی اور وہ تابعی ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں موجود تھے اور آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں زیارت عظمیٰ کے ارادہ سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے مگر ابھی راستہ میں تھے کہ آپ ﷺ کا دنیا سے ظاہری پردہ ہو گیا۔

اور عبداللہ الصنابحی جس طرح کہ متن میں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک یہ وہم راوی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نام کے کسی صحابی کا وجود نہیں ہے۔ ان کا یہ گمان ہوا کہ یہ وہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا ہے انہوں نے اس کو اولاً مؤطا میں اس راوی کا نام اسی طرح ذکر کیا ہے اور پھر اسی طرح یہ غلط نقل ہوتا چلا گیا۔

دوسرا گروہ

اس میں ابن السکن امام ترمذی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ ہیں جو یہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ الصنابحی صحیح ہے اور یہ صحابی ہی ہیں اور ابو عبداللہ الصنابحی راوی الگ ہیں جو کہ تابعی ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس رائے کو جامع ترمذی کے شروع میں پہلے ہی صفحہ پر بیان فرمایا ہے۔

☆ قوله عن بعض امهاته عن ام فروه

بعض امہات یہاں پر مجہولہ ہیں کچھ نہیں معلوم کہ کون ہیں اور کیا نام ہے مگر ام فروہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
کہا گیا ہے کہ

یہ ام فروہ قاسم کی پھوپھی ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

یہ ام فروہ انصاریہ ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

یہ بنت ابی قحافہ ہیں جو کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

☆ **قولہ قال الخزاعی فی حدیثہ عن عمۃ لہ یقال لھا ام فروۃ**

یہاں پر دو احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

سند میں صرف لفظ عمہ کے اضافہ کو بیان کرنا مقصود ہے کہ خزاعی کی سند میں ام فروہ کی صفت عمہ ہونا ذکر کی گئی ہے نیز ایک اور صفت بھی قد بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام فروہ کی یہ دو صفتیں عبداللہ بن مسلمہ نے ذکر نہیں کیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

خزاعی کی روایت میں قاسم بن غنام کے بعد عن بعض امھاتہ مذکور نہیں بلکہ قاسم براہ راست ام فروہ سے روایت کرتے ہیں۔ دونوں سندوں میں ذکر واسطہ وعدم ذکر واسطہ کا فرق ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی ایک تیسری سند بھی ہے جو کہ مسند احمد میں ہے:

وہ اس طرح ہے: **عن القاسم بن غنام عن جدتہ الدنیا عن ام فروۃ**

یعنی قاسم اور ام فروہ کے درمیان واسطہ بجائے **عن بعض امھاتہ** کے **عن جدتہ الدنیا** ہے۔

اب تین اسناد اس طرح ہوئیں۔

1– عن القاسم بن غنام عن بعض امھاتہ عن ام فروۃ

2– عن القاسم بن غنام عن ام فروۃ

3– عن القاسم ابن غنام عن جدتہ الدنیا عن ام فروۃ ۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب اِذَا اَخَّرَ الْاِمَامُ الصَّلٰوۃَ عَنِ الْوَقْتِ

باب! جب امام نماز کو وقت سے مؤخر کرے

اس باب میں امام کا نماز کو وقت سے مؤخر کرنے پر احادیث مبارکہ ہیں۔

367 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِی عِمْرَانَ يَعْنِی الْجَوْنِیَّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُمِيتُوْنَ الصَّلٰوةَ اَوْ قَالَ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنِی قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّهَا فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) تو اس وقت کیسا ہوگا جب تمہارے حاکم نمازوں کو ماردیں گے۔ یا ارشاد فرمایا: نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا اگر ان کے ساتھ پالے تو اس کو پڑھ لینا کیونکہ یہ تمہارے لئے نفل ہوگی۔

(معجم الکبیر: جز:2، ص:151، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:124، صحیح مسلم: جز:3، ص:365، مسند ابی عوانہ: جز:1، ص:287)

368 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ الدِّمَشْقِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ حَدَّثَنِی حَسَّانُ يَعْنِی ابْنَ عَطِيَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْيَمَنَ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا قَالَ فَسَمِعْتُ تَكْبِيرَهُ مَعَ الْفَجْرِ رَجُلٌ اَجَشُّ الصَّوْتِ قَالَ فَاُلْقِيَتْ عَلَيْهِ مَحَبَّتِی فَمَا فَارَقْتُهُ حَتّٰی دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَيِّتًا ثُمَّ نَظَرْتُ اِلٰی اَفْقَهِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَاَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَلَزِمْتُهُ حَتّٰی مَاتَ فَقَالَ قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا اَتَتْ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِی اِنْ اَدْرَكَنِی ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً

عمرو بن میمون الاودی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے فجر کی نماز میں آپ رضی اللہ عنہ کی تکبیر سماعت کی جو کہ بھاری آواز والے تھے مجھے ان سے محبت پیدا ہوئی تو میں ان سے الگ نہ رہتا حتیٰ کہ شام میں ان کی میت کو میں نے ہی دفن کیا پھر میں نے نظر

دوڑائی کہ ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ کون ہے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو میں نے آنا اپنے اوپر لازم ٹھہرالیا حتیٰ کہ وہ وصال فرما گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: تم اس وقت کیسے ہو گے جب تمہارے امراء بغیر وقت کے نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں جب میں ان کو اس طرح کرتا پاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو وقت کے اندر پڑھتے رہنا اور بطور نفل ان کے ساتھ پڑھ لینا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:124، صحیح ابن حبان: جز:4، ص:354، مسند احمد: جز:45، ص:5)

369 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ اَبِى الْمُثَنّٰى عَنِ ابْنِ اُخْتِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ الْمَعْنٰى عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ اَبِى الْمُثَنّٰى الْحِمْصِيِّ عَنْ اَبِىْ اُبَيٍّ ابْنِ امْرَاَةِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ بَعْدِىْ اُمَرَاءُ تَشْغَلُهُمْ اَشْيَاءُ عَنِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا حَتّٰى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُصَلِّى مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ وَقَالَ سُفْيَانُ اِنْ اَدْرَكْتُهَا مَعَهُمْ اُصَلِّى مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر جلد ہی وہ امراء مقرر ہوں گے کہ وہ اس قدر مشغول ہوں گے کہ وہ مشغولیت وقت پر نماز پڑھنے سے روکے گی حتیٰ کہ وہ نماز اس وقت پڑھیں گے جب نماز کا وقت نکل چکا ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم ان کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو!

اور سفیان نے کہا کہ

اگر میں ان کو پاؤں تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اگر تم چاہو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:369)

370 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ هَاشِمٍ يَعْنِى الزَّعْفَرَانِيَّ حَدَّثَنِىْ صَالِحُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِىْ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ فَهِىَ لَكُمْ وَهِىَ عَلَيْهِمْ فَصَلُّوْا مَعَهُمْ مَا صَلَّوْا الْقِبْلَةَ

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر میرے بعد وہ امراء ہوں گے جو نمازوں کو مؤخر کر کے پڑھیں گے تو تمہارے لئے کیا ہوا اور ان کے لئے کیا ہوا تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لینا جب تک وہ قبلہ کو رخ کر کے نماز پڑھیں۔ (معجم الکبیر: جز:18، ص:375)

تشریح:

☆ قولہ یمیتون الصلوٰۃ

یمیتون الصلوٰۃ کے ظاہری معنیٰ نماز قضا کر دینے کے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد قضا کر دینا نہیں بلکہ غیر مستحب وقت میں پڑھنا مراد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا حاکموں سے نماز کا قضا کرنا منقول نہیں ہے مگر حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ امامت نماز کے ظاہر معنیٰ نماز قضا کرنے کے ہیں چنانچہ بنوامیہ کے حاکموں سے نماز کا قضا کرنا بلکہ ترک کرنا ثابت ہے۔ جس طرح حجاج بن یوسف اور اس کا امیر ولید بن عبدالملک نماز کو قضا کر دیتے تھے۔

☆ قولہ فانھا لک نافلۃ

یعنی دوسری نماز جو جماعت سے ادا ہوگی وہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

اگر کسی نے منفرداً فرض پڑھے اس کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھے تو جماعت کے ساتھ پڑھی نماز آیا فرض ہوگی یا نفل؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس میں اختلاف ہے، امام ہادی، امام اوزاعی اور بعض شوافع نے کہا کہ

وہ انفرادی نفل اور جماعت والی فرض ہوگی جبکہ جمہور کے نزدیک پہلی انفرادی فرض اور دوسری جماعت والی نماز نفل ہو گی۔

امام ہادی، امام اوزاعی اور بعض شوافع کی دلیل یہ ہے کہ

دار قطنی میں یزید بن عامر کی مرفوع روایت ہے جس میں ہے:

ولیجعل التی صل فی بیتہ نافلۃ

ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

اس کو دار قطنی، علامہ نووی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے ضعیف قرار دیا ہے جو کہ قابل استدلال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر نافلۃ بمعنی فاضلہ سے زیادہ ثواب والی نماز ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے: فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً

اور یہ بمعنی فاضلہ ہے تو زیادہ ثواب فرض نماز کا ہوتا ہے تو پتہ چلا کہ پہلی فرض ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

اس باب کی تین روایتیں ہیں۔

پہلی روایت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں ہے کہ نماز اس کے وقت میں پڑھ لیا کرو پھر اگر ان کے ساتھ بھی مل جائے تو پڑھ لو فانها لك نافلة۔

دوسری روایت عمرو بن میمون کی ہے جس میں ہے:

واجعل صلوتك معهم سبحة

تیسری حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی ہے جس میں ہے:

ایک شخص نے پوچھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان کے ساتھ پڑھ لوں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نعم ان شئت ۔

☆ **قوله عن ابی ذر رضی الله عنه**

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ) ہیں آپ رضی اللہ عنہ اسلام لانے والوں میں سے ایک قول کے مطابق چوتھے اور دوسرے قول کے مطابق پانچویں مقدس صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جذری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

جندب جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوذر (رضی اللہ عنہ) اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے۔جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے۔اسلام لانے والوں میں آپ رضی اللہ عنہ چوتھے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پانچویں تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا۔اسلام لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں

ہجرت کر کے گئے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد اور خندق گزر گئے اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے خواہ وہ بات کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

زمین و آسمان میں ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں درآں حالیکہ وہ زہد میں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہیں۔ حضرت ابوذر صلی اللہ علیہ وسلم نے 31ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان فرماتی ہیں کہ

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟

میں نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ ایک صحرا میں سفر آخرت پر جا رہے ہیں یہاں پر تو کفن دینے کے لئے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشخاص کے سامنے ارشاد فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ ان اشخاص میں سے میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مر چکے ہیں اور اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اس لئے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں۔

اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ

میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی۔

میں نے کہا: اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے۔

ارشاد فرمایا: نہیں جا کر دیکھو!

وہ کہتی ہیں کہ

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تیمارداری بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: یہ کون ہیں؟

میں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔

انہوں نے کہا: صحابی رسول؟ (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا: ہاں وہ لوگ ''ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں'' کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت فرمائی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفن دینا اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھ کو کفن نہ دے۔ اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا۔

اس نوجوان نے کہا: چچا میرے پاس ایک چادر ہے اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جن کو میری والدہ نے کات کر بنایا ہے۔ میں آپ کو ان میں کفن دوں گا سو اسی جوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دیا ان سواروں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحرا کے ایک گوشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کر دیا۔

(اسد الغابہ: جز: 1، ص: 303)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب فِیْ مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْ نَسِیَھَا

باب! جو سو جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے

یہ باب نماز کے وقت سو جانے یا نماز پڑھنا بھول جانے کے حکم میں ہے۔

371 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَیْبَرَ فَسَارَ لَیْلَةً حَتّٰی اِذَا اَدْرَکَنَا الْکَرٰی عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اکْلَاْ لَنَا اللَّیْلَ قَالَ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَیْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَلَمْ یَسْتَیْقِظِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَّلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ حَتّٰی اِذَا ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمْ اسْتِیْقَاظًا فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا بِلَالُ فَقَالَ اَخَذَ بِنَفْسِی الَّذِیْ

اَخَذَ بِنَفْسِكَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَهُمْ شَیْئًا ثُمَّ تَوَضَّاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰی بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوةً فَلْیُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِلذِّكْرٰی قَالَ یُوْنُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ یَقْرَؤُهَا كَذٰلِكَ قَالَ اَحْمَدُ قَالَ عَنْبَسَةُ یَعْنِیْ عَنْ یُوْنُسَ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ لِلذِّكْرٰی قَالَ اَحْمَدُ الْكَرٰی النُّعَاسُ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحَوَّلُوْا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِیْ اَصَابَتْكُمْ فِیْهِ الْغَفْلَةُ قَالَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰی قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّسُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ وَالْاَوْزَاعِیُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ وَابْنِ اِسْحٰقَ لَمْ یَذْكُرْ اَحَدٌ مِّنْهُمُ الْاَذَانَ فِیْ حَدِیْثِ الزُّهْرِیِّ هٰذَا وَلَمْ یُسْنِدْهُ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا الْاَوْزَاعِیُّ وَاَبَانُ الْعَطَّارُ عَنْ مَعْمَرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خیبر سے واپس تشریف لانے لگے تو رات کو سفر جاری فرما رہے تھے جب پچھلی رات ہوئی تو نیند کا غلبہ ہوا جس کی وجہ سے اتر آئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: رات کو خیال کرنا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر بھی نیند غالب ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ سواری کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ جاگ سکے اور نہ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور نہ ہی کوئی بھی صحابی حتیٰ کہ ان مقدس نفوس پر جب دھوپ پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جاگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھبراتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اسی چیز نے مجھے پکڑ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ پس سواریوں کو کچھ دور لے کر چلے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا تو ان کے لئے نماز کی اقامت کہی گئی اور ان کو صبح کی نماز پڑھائی پس جب نماز سے فراغت پالی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو نماز پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری یاد کی خاطر نماز قائم کرو۔ یونس نے کہا: ابن شہاب اس کو ایسے ہی تلاوت فرماتے تھے۔ احمد، عنبسہ یونس نے اس حدیث مبارکہ میں لذکری کہا ہے۔ احمد نے فرمایا: الکری نیند کو کہا جاتا ہے۔ سعید بن مسیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس خبر کو روایت کر کے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مقام پر تمہیں غفلت غالب ہو تو اس کو ترک کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان واقامت کا حکم ارشاد فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مالک اور سفیان بن عیینہ اور اوزاعی اور عبدالرزاق نے معمر اور ابن اسحاق سے اس کو

روایت کیا مگر ان میں سے کسی نے بھی اذان کا تذکرہ نہ کیا مگر اس حدیث زہری کے جو اوزاعی اور ابان عطار نے معمر سے روایت کی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:389،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:217،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:422،صحیح مسلم: جز:3،ص:449)

372 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْتُ مَعَهُ فَقَالَ انْظُرْ فَقُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ هٰذَانِ رَاكِبَانِ هٰؤُلَاءِ ثَلَاثَةٌ حَتّٰى صِرْنَا سَبْعَةً فَقَالَ احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا يَعْنِيْ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَضُرِبَ عَلٰى اٰذَانِهِمْ فَمَا اَيْقَظَهُمْ اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوْا فَسَارُوْا هُنَيَّةً ثُمَّ نَزَلُوْا فَتَوَضَّئُوْا وَاَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلَّوُا الْفَجْرَ وَرَكِبُوْا فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ قَدْ فَرَّطْنَا فِيْ صَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ لَا تَفْرِيطَ فِي النَّوْمِ اِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقْظَةِ فَاِذَا سَهَا اَحَدُكُمْ عَنْ صَلٰوةٍ فَلْيُصَلِّهَا حِيْنَ يَذْكُرُهَا وَمِنَ الْغَدِ لِلْوَقْتِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيُّ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ تُفَقِّهُهُ فَحَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيُّ فَارِسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْاُمَرَاءِ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَلَمْ تُوْقِظْنَا اِلَّا الشَّمْسُ طَالِعَةً فَقُمْنَا وَهِلِيْنَ لِصَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُوَيْدًا رُوَيْدًا حَتّٰى اِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَرْكَعْهُمَا فَقَامَ مَنْ كَانَ يَرْكَعُهُمَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَرْكَعُهُمَا فَرَكَعَهُمَا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُنَادَى بِالصَّلٰوةِ فَنُوْدِيَ بِهَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَلَا اِنَّا نَحْمَدُ اللّٰهَ اَنَّا لَمْ نَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلٰكِنَّ اَرْوَاحَنَا كَانَتْ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَرْسَلَهَا اَنّٰى شَآءَ فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ صَلٰوةَ الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحًا فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حَيْثُ شَآءَ وَرَدَّهَا حَيْثُ شَآءَ قُمْ فَاَذِّنْ بِالصَّلٰوةِ فَقَامُوْا فَتَطَهَّرُوْا حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ النَّبِيُّ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ حَدَّثَنَا ھَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاہُ قَالَ فَتَوَضَّاَ حِیْنَ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰی بِھِمْ

عبداللہ بن رباح انصاری نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف مائل ہوئے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مائل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نظر کرو؟ میں نے عرض کیا: یہ ایک سوار یہ دوسوار یہ تین سوار حتیٰ کہ ہم سات ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم پر نماز فجر کا خیال کرنا۔ تو ان کے کان بند ہو گئے اور ان کو نہ بیدار کیا مگر دھوپ کی حرارت نے تو وہ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ دور چل دیئے پھر ایک مقام پر نزول کیا پس وہاں وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو فجر کی دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر فجر کی نماز ادا فرمائی اور سوار ہو گئے۔ ہم میں ایک بعض بعض سے کہنے لگے کہ ہم سے نماز میں کچھ کوتاہی ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک نیند کی حالت میں کوتاہی نہیں ہوا کرتی کوتاہی تو جاگنے کی صورت میں ہوا کرتی ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو اس کو پڑھ لے اور کل کو وقت پر ادا کرے۔ خالد بن سمیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن رباح انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے اور انصار ان کو فقیہ سمجھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو روانہ فرمایا اسی قصہ کو بیان کر کے فرمایا: ہمیں سوائے سورج کے طلوع ہونے کے کسی نے بیدار نہیں کیا تو ہم گھبرا کر جلدی سے نماز کے لئے اٹھے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ سورج چڑھ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم میں سے فجر کی دو رکعتیں پڑھتا تھا اس کو چاہیے کہ وہ پڑھ لے پس جو رکعتیں پڑھتا یا نہیں پڑھتا انہوں نے پڑھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے واسطے اذان کہنے کا حکم ارشاد فرمایا تو اذان دی گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور ہمارے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت حاصل کر لی تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ کسی دنیا کے کام نے ہمیں نماز سے نہیں روکا مگر ہماری ارواح اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں تھیں۔ جب چاہا ان کو واپس بھیج دیا۔ پس جو تم میں سے کل کی نماز صحیح وقت پر پائے تو اسی کے ساتھ ویسی ہی نماز پڑھے۔ حصین نے ابن ابی قتادہ انہوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری ارواح کو قبض کر لیا جس وقت چاہا لوٹا دیا نماز کے واسطے اذان کہو تمام نے قیام کیا اور طہارت فرمائی حتیٰ کہ جب سورج بلند ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد محترم سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو معناً

روایت کیا ہے۔ارشادفرمایا: جب سورج بلند ہو گیا تو وضو فرمایا اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:272)

373 حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنبَرِیُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَهُوَ الطَّيَالِسِیُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِی ابْنَ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِی قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِيطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِی الْيَقْظَةِ اَنْ تُؤَخِّرَ صَلٰوةً حَتّٰى يَدْخُلَ وَقْتُ اُخْرٰى

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: سونے کی حالت میں کوئی کوتاہی نہیں کوتاہی تو صرف جاگنے کی حالت میں ہے کہ نماز کو اس قدر مؤخر کیا جائے کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:2،ص:367، الموطا: جز:1،ص:42، سنن دارقطنی: جز:4،ص:107، سنن نسائی: جز:2،ص:470)

374 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جو نماز کو بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:2،ص:366، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:388، سنن البیہقی الکبری: جز:2،ص:330، سنن ترمذی: جز:1،ص:289)

375 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِی مَسِيرٍ لَهُ فَنَامُوا عَنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاسْتَيْقَظُوا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَارْتَفَعُوا قَلِيلًا حَتّٰى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَ مُؤَذِّنًا فَاَذَّنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی حالت میں تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سوتے رہ گئے تو سورج کی حرارت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا۔ تھوڑی دور چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم ارشادفرمایا تو انہوں نے اذان کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا فرمائیں فجر سے پہلے پھر قیام فرمایا پھر فجر کی نماز ادا فرمائی۔

(المستدرک: جز:1،ص:408، معجم الکبیر: جز:18،ص:152، سنن دارقطنی: جز:4،ص:102)

376 حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنبَرِیُّ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَهٰذَا لَفْظُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُمْ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِی الْقِتْبَانِیَّ اَنَّ كُلَيْبَ بْنَ صُبْحٍ

حَدَّثَهُمْ اَنَّ الزِّبْرِقَانَ حَدَّثَهُ عَنْ عَمِّهِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ فَنَامَ عَنِ الصُّبْحِ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَنَحَّوْا عَنْ هٰذَا الْمَكَانِ قَالَ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ تَوَضَّئُوْا وَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِيْ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ ح و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَبِي الْوَزِيْرِ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ يَعْنِي الْحَلَبِيَّ حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ يَعْنِيْ ابْنَ عُثْمَانَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ذِيْ مِخْبَرٍ الْحَبَشِيِّ وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَتَوَضَّاَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوْءًا لَمْ يَلُثَّ مِنْهُ التُّرَابُ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ عَجِلٍ ثُمَّ قَالَ لِبِلَالٍ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ صَلَّى الْفَرْضَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ قَالَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ صُلَيْحٍ حَدَّثَنِيْ ذُوْ مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِّنَ الْحَبَشَةِ و قَالَ عُبَيْدٌ يَزِيْدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنْ حَرِيْزٍ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ ذِيْ مِخْبَرٍ ابْنِ اَخِي النَّجَاشِيِّ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَاَذَّنَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کسی سفر پر تھے تو ہم فجر کی نماز میں سوتے رہ گئے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا: اس مکان کو ترک کر دو۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا انہوں نے اذان کہی پھر وضو فرمایا اور دو رکعت فجر پڑھے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی پس ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ حضرت ذی مخبر حبشی رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سرانجام دیتے تھے اسی خبر کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر پانی سے وضو فرمایا کہ زمین بھی نہ تر ہو سکی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان کہی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور بغیر جلدی کے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ حجاج نے یزید بن صلیح سے روایت کر کے کہا۔ حبشہ کے رہائشی ذو مخبر اور عبید نے یزید بن صالح سے کہا۔ یزید بن صالح سے روایت ہے کہ حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ نجاشی کے بھتیجے نے اس خبر کو بیان کر کے فرمایا: بغیر جلدی کے اذان کہی گئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 367)

377 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ عَلْقَمَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَکْلَؤُنَا فَقَالَ بِلَالٌ اَنَا فَنَامُوْا حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ افْعَلُوْا کَمَا کُنْتُمْ تَفْعَلُوْنَ قَالَ فَفَعَلْنَا قَالَ فَکَذٰلِکَ فَافْعَلُوْا لِمَنْ نَامَ اَوْ نَسِیَ

جامع بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی علقمہ سے سنا انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم حدیبیہ کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں آرہے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم کو کون بیدار کرے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! پس تمام سوتے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ویسے ہی نماز ادا کرو جس طرح کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ویسے ہی کیا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سو جائے یا بھول جائے تو ایسے ہی پڑھا کرے۔

(معجم الکبیر: ج:10،ص:226، مسند احمد: ج:9، ص:224)

تشریح

یہ وہ احادیث مبارکہ کے الفاظ ہیں جو سنن ابوداؤد میں ہیں مگر اسی واقعہ کا اشارہ صحیح البخاری میں بھی ہے جو کہ روایت یہ ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک رات کو سفر کر رہے تھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم رات کے آخری حصہ میں یہاں قیام کرلیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سوتے رہو گے اور فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھ سکو گے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سب کو بیدار کردوں گا۔ پس وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری سے ٹیک لگالی۔ ان پہ نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج کی بھول طلوع ہو چکی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم نے جو کہا تھا اس کا کیا ہوا؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: آج سے پہلے مجھے کبھی اتنی گہری نیند نہیں آئی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہیں وہ روحیں لوٹا دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو کر سفید ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر نماز پڑھائی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے تو اس کو جب یاد آ جائے تو وہ نماز پڑھ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے یاد کرنے کے لئے نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 595، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 680)

یہ واقعہ سونے کا جو ہوا وہ لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف طریق سے بیان ہوا ہے۔ محدثین کے درمیان اختلاف ہے یہ واقعہ ایک دفعہ پیش آیا یا کئی بار پیش آیا۔

علامہ اصیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ایک بار پیش آیا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کیا اور فرمایا: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ واقعہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ واقعہ سے مغائر ہے کیونکہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ واقعہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نیند کے وقت ساتھ نہیں تھے۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیدار کیا۔ پہلا واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے اور دوسرا واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے اس کی تصریح مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

یہ تین واقعات ہیں پہلا واقعہ وہ ہے جس میں آپ ﷺ کی نیند کے وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نہ تھے۔

دوسرا واقعہ وہ ہے جس میں یہ دونوں حضرات تھے۔

اور تیسرا واقعہ وہ ہے جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ (عمدۃ القاری: جز: 4، ص: 28)

سوال

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے!

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 738)

اس حدیث مبارکہ کی بنیاد پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ کا دل بیدار رہتا ہے تو غزوہ خیبر سے واپسی کے موقع پر رات کے آخری حصہ میں سونے کے بعد آپ ﷺ کی آنکھ کیوں نہیں کھلی حتیٰ کہ آپ ﷺ کی آنکھ اس وقت کھلی جب فجر کی نماز قضا ہو چکی تھی اور سورج طلوع ہو چکا تھا۔

جواب

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

آپ ﷺ کا دل یادالٰہی میں بیدار تھا مگر فجر کے وقت دیکھنے کا تعلق آنکھوں سے ہے اور آنکھیں نیند میں تھیں یعنی قلب جو معقولات اور انوار وتجلیات کا منبع اور مرکز ہے وہ بیدار تھا اور محسوسات اور مبصرات کے ادراک کا تعلق آنکھوں سے ہے وہ محو خواب تھیں۔

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

غالب احوال میں دل جاگتا رہتا تھا لیکن کبھی کبھی آپ ﷺ پر عام انسانوں کی طرح ایسی نیند وارد ہوتی تھی جس میں دل بھی محوخواب ہوتا تھا اور یہ واقعہ ایسے ہی احوال میں سے ہے کیونکہ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کرلی تھیں۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کردیتا۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 26)

تیسرا جواب یہ ہے کہ

دل جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں تو نیند قلب پر مستغرق نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ وضوٹوٹ جائے کیونکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ

آپ ﷺ سوجاتے تھے لوگ آپ ﷺ کے خراٹے سنتے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر بغیر وضو کے نماز پڑھانے چلے جاتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 117)

چوتھا جواب یہ ہے کہ

دل اس لیے جاگتا ہے کہ نیند میں بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں لہٰذا دل کی بیداری کا معاملہ صرف وحی ربانی سے رابطہ ہے۔ فجر کے طلوع اور عدم طلوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں نبی کریم ﷺ سے اس موقع پر جونماز قضا ہوئی وہ ظاہر کے اعتبار سے ادا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا کوئی فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور اس موقع پر آپ ﷺ کو اسی وقت میں فجر کی نماز پڑھنے کا حکم تھا تا کہ امت کے لئے آپ ﷺ کی زندگی میں قضا نماز پڑھنے کا اسوہ اور نمونہ قائم ہو۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ

جب ہم ادا نماز پڑھتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی اس وقت بھی آپ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر اور مستغرق تھا سو جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا عالم کیا ہوگا۔

☆ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحولوا عن مکانکم الذی اصابتکم فیہ الغفلۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ سے نکلو جس میں تم کو غفلت لاحق ہوئی اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخیر شب میں قیام پذیر ہوئے اور ہم میں سے کوئی شخص بیدار نہیں ہوا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنی سواری کی لگام پکڑ کر یہاں سے روانہ ہو جائے کیونکہ جس جگہ ہم ٹھہرے تھے وہاں شیطان ہے ہم نے ایسا ہی کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1459)

ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس جگہ سے کوچ کرنے کا حکم دیا جس جگہ ان کی نماز قضاء ہو گئی تھی اس کی وجہ شیطان کا اثر تھا جس طرح کہ صحیح مسلم کی گزشتہ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس جگہ شیطان کا اثر ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔

اسی پر قیاس کر کے احناف نے کہا ہے کہ

جس وقت میں شیطان کا اثر ہو جس طرح کہ طلوع، استوا اور غروب کے اوقات ثلاثہ ہیں اس وقت بھی کوئی عبادت نہیں کرنی چاہیے حتیٰ کہ قضاء نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔ (المبسوط: جز: 1، ص: 151)

اس کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں فرض نماز پڑھنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا۔

1- طلوع آفتاب کے وقت حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے

2- اور جب سورج استواء پر ہو حتیٰ کہ اس سے زائل ہو جائے

3- اور جب سورج ڈوبنے لگتا ہے حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔ (سنن نسائی: جز: 1، ص: 59)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ

ان اوقات میں ثلاثہ میں صرف فرض ادا کرنا منع ہے نوافل اور قضاء نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (المغنی: ج: 1، ص: 424)

اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل، قضاء ہو یا ادا مکہ مکرمہ میں ہو یا مدینہ منورہ میں ہو۔

آئمہ ثلاثہ کی ان اوقات میں قضاء نماز پڑھنے پر یہ دلیل ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیند میں کوئی قصور نہیں ہے قصور بیداری میں ہے۔ تم میں سے جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو جب نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔ (جامع ترمذی: ص:52)

اس حدیث مبارکہ کے پیش نظر آئمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ

اگر کسی شخص کو قضا نماز ان اوقات ثلاثہ میں یاد آئے تو اس حدیث مبارکہ کے مطابق پڑھ لینا چاہئے۔

علامہ شمس الدین سرخسی متوفی 483ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر ایسا ہوتا تو لیلۃ التعریس میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ فجر کی نماز قضاء ہو گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ادا فرما لیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا کہ وہ جگہ شیطان کا ٹھکانہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جس وقت قضاء نماز یاد آئے اسی وقت نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ

جس جگہ آثار شیطان ہوں وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں تو جس وقت میں آثار شیطان ہوں وہاں بھی نماز پڑھنا ناجائز ہوگا۔

(المبسوط: جز:1، ص:151)

☆ قولہ ثم امر بلالاً فاذن

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے وقت سوتے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کو چھوڑ دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم ارشاد فرمایا۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

قضا نمازوں کے لئے اذان دینے کا حکم کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

قضا نمازوں کی اذان میں آئمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قضاء نمازوں کے لئے اذان دینے کے قائل ہیں۔ (المبسوط: جز:1، ص:136)

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ قضاء نمازوں کے لئے اذان کے قائل ہیں۔ (المغنی: جز:1، ص:356)

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قول جدید میں قضاء نمازوں کے لئے اذان کے قائل نہیں ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:2، ص:339) (المنہاج مع المغنی: جز:1، ص:135)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اس باب کی حدیث مبارکہ ہے کہ جس میں ہے:
حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے کہ ہم نماز فجر کے وقت سوئے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جگہ کو چھوڑ دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم ارشاد فرمایا اور وضو کر کے فجر کی دو رکعات ادا فرمائیں پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کی اقامت کا حکم ارشاد فرمایا اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 376)

جو آئمہ کرام قضاء نمازوں میں اذان کے قائل نہیں ہیں وہ اقامت کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخیر شب میں قیام پذیر ہوئے اور ہم میں سے کوئی شخص بیدار نہیں ہوا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنی سواری کی لگام پکڑ کر یہاں سے روانہ ہو جائے کیونکہ جس جگہ ہم ٹھہرے تھے وہاں شیطان (کا اثر) ہے۔ ہم نے ایسا ہی کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1459)

ہم نے اس حدیث مبارکہ کا جواب یہ دیا ہے کہ
اصل یہی ہے کہ قضاء نماز کے لئے بھی اذان مسنون ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو اذان کا ذکر نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان نہیں دی گئی تھی ہو سکتا ہے کہ راوی اذان کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس کو اذان کا علم نہ ہو۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ الگ الگ واقعات ہیں۔
ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جس واقعہ کو بیان کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لئے اذان نہ دلوائی ہو یا یہ بتلانے کے لئے کہ اذان سفر میں حضر کی طرح مسنون نہیں ہے یا اس لئے کہ کسی شخص کو سفر میں اذان کے وجوب کا وہم نہ ہو۔

سوال

قضا نماز مکروہ وقت میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں مثلاً کسی شخص کو نماز بھول گئی یا سویا رہا، نماز کا وقت نکل گیا جب نماز یاد آئی یا بیدار ہوا تو مکروہ وقت تھا اس میں قضا کرے یا نہیں؟

جواب

اس میں اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک مکروہ وقت میں نماز جائز نہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے صرف فرض نماز ادا کرنا منع ہے۔

احناف کی دلیل

احناف کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے جو یہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین اوقات میں فرض نماز پڑھنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا۔

1-طلوع آفتاب کے وقت حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے

2-اور جب سورج استواء پر ہو حتیٰ کہ اس سے زائل ہو جائے

3-اور جب سورج ڈوبنے لگتا ہے حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔ (سنن نسائی: جز:1،ص:59)

جمہور کی دلیل

جمہور کی دلیل حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث مبارکہ ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیند میں کوئی قصور نہیں ہے قصور بیداری میں ہے۔تم میں سے جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو جب نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔ (جامع ترمذی: ص:52)

اس حدیث مبارکہ کی رو سے جمہور آئمہ کرام یہ فرماتے ہیں کہ

اگر کسی شخص کو قضا نماز ان اوقات ثلاثہ میں یاد آئے تو اس حدیث کے مطابق پڑھ لینا چاہئے۔

علامہ شمس الدین سرخسی متوفی 483ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر ایسا ہوتا تو لیلۃ التعریس میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ فجر کی نماز قضاء ہو گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ادا فرما لیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہ کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (المبسوط: جز:1،ص:151)

☆ **قوله قال ابو داؤد رواه مالك**

یہاں پر امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اذان و اقامت کے اختلاف کو بیان فرما رہے ہیں کہ زہری کے اکثر شاگرد حضرات نے اس روایت میں زہری سے صرف اقامت کو ذکر کیا ہے جس طرح کہ

(۱) مالک (۲) سفیان بن عیینہ (۳) اوزاعی (۴) معمر اور (۵) ابن اسحاق ہیں۔

☆ قولہ عن ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال وسوانح پہلی جلد میں بھی عرض کر دیئے گئے اور یہاں بھی حصول رضا الٰہی عزوجل کی خاطر عرض کیے دیتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ رسول (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

یہ نام ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد فرمانے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں اور روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو (800) سے زیادہ ہے۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جذری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب

دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد سے متعلق ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بھی اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں ہے جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں اختلاف ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں حسب ذیل اقوال ہیں:

1-عبداللہ بن عامر
2-بریر بن عشرقہ
3-سکین بن دومۃ
4-عبداللہ بن عبدشمس
5-عبدشمس
6-عبدنہم
7-عبدغنم
8-عبدعمر بن عبدغنم
9-عمرو بن علی القلاس

بہرحال اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر دیا تھا۔

اس میں بھی دو قول ہیں:

1-عبداللہ
2-اور عبدالرحمٰن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہلیت میں میرا نام عبدشمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا۔

اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ

ایک دن مجھے ایک بلی ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آستین میں بلی دیکھ کر ارشاد

فرمایا:

اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔

میں نے اپنی چادر بچھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مبارکہ بیان فرمائیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے۔ جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

1-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

2-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

3-حضرت جابر رضی اللہ عنہ

4-حضرت انس رضی اللہ عنہ

5-اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا۔ پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رہے اور وہیں پر وصال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 57ھ میں وصال فرما گئے۔

ہیثم بن عدی نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ستر سال (70) کی عمر مبارک میں وصال فرما گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: جز:5، ص315 تا 317)

قولہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی رسول (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور خود کو خادم

رسول ﷺ کہلوانے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جذری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی۔

یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول ہے کہ

مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ایک قول ہے کہ

ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔

ایک قول نو سال کا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عصا مبارک تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

موت کے بعد اس عصا کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی لڑکے (80) اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ 91ھ میں وصال فرما گئے۔

ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 92ھ کا ہے۔

اور ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 93ھ کا ہے۔

اور ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 90ھ کا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ایک سو تین سال (103) تھی۔

ایک قول یہ ہے: ایک سو دس سال تھی۔

ایک قول یہ ہے: ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:1،ص:128)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

باب! مساجد تعمیر کرنے کے متعلق

مساجد کے باب کی احادیث مبارکہ بیان کرنے سے قبل چند ابحاث رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: مسجد کی تعریف

مسجد کا لغوی معنیٰ ہے

سجدہ کی جگہ۔

فقہی اصطلاح میں مسجد اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس کو کسی مسلمان نے اپنی ملک سے الگ کر کے مسلمانوں کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہو اور عبادت کے لئے اذن عام کر دیا ہو۔

دوسری بحث: مسجد کا قرآن مجید کی آیات کریمہ سے ثبوت

قرآن مجید میں ہے:

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًاo (الجن:18)

اور بے شک مساجد اللہ کی (عبادت کے لئے) ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِo (النور:36)

جن گھروں کے بلند کیئے جانے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیئے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان میں صبح اور شام

اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ قف (التوبہ:18)

اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ (التوبہ:17)

مشرکین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط (التوبہ:108)

آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں جس مسجد کی بنیاد پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے آپ اس میں کھڑے ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ط (البقرہ:114)

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔

تیسری بحث: احادیث مبارک میں مسجد بنانے اور مسجد کے فضائل

احادیث مبارکہ میں مسجد بنانے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے کثیر فضائل و برکات ہیں سب سے پہلے مسجد نبوی کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1413)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بیت اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1888)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اس منبر کے پائے جنت میں نصب ہیں۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث 695)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور ان میں سے کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو اس کے لئے آگ سے نجات لکھ دی جائے گی اور عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی اور نفاق سے برأت لکھ دی جائے گی۔

(مسند احمد: رقم الحدیث 1521)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1190)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے سو گنا افضل ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 16216)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی بہ نسبت ہزار گنا افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا افضل ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1406)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوسری مساجد کی بہ نسبت مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 422)

سوال

مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے۔

جواب

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت مسجد نبوی میں نماز پڑھنا لاکھوں نمازوں سے افضل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں مسجد حرام کے استثناء کا بیان کرتے ہوئے علامہ سمہودی فرماتے ہیں۔

اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ باقی مساجد سے مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار درجہ افضل ہے اور مسجد حرام سے بھی افضل ہے مگر ایک ہزار درجہ افضل نہیں ہے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

مسجد حرام کی نماز باقی مساجد سے سو گنا افضل ہے لہٰذا مسجد نبوی کی نماز باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہوئی اور مسجد حرام سے نو سو درجہ زیادہ ہوئی۔ (وفاء الوفاء: جز: 1، ص: 417)

اس بحث میں علامہ سمہودی نے مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس سے یعنی مسجد مدینہ سے ایک سو نمازوں سے افضل ہے۔

اور ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ زیادہ افضل ہے اور شیخ ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن عبداللہ مالکی کا یہی رجحان ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے۔ (وفاء الوفاء: جز: 1، ص: 419)

علامہ سمہودی نے مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کے بارے میں احادیث مبارکہ نقل کر دی ہیں اور یہ دونوں احادیث مبارکہ بظاہر متعارض ہیں اور کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے اس بارے میں آسان بات یہ ہے کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ماجہ کے حوالے سے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں

سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مسجدوں کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:7،ص:256)

اس بارے میں فقہاء کرام کی رائے درج ذیل ہیں۔

حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے یا مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

امام مالک اور مدینہ منورہ کے اکثر علماء نے کہا ہے کہ

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تمام روئے زمین میں سب سے افضل مکہ مکرمہ ہے۔

عطاء بن ابی رباح اور تمام اہل مکہ مکرمہ اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

اہل بصرہ کا اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے مکہ مکرمہ کو فضیلت دی اور بعض نے مدینہ منورہ کو فضیلت دی۔

اور جمہور فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ

مسجد حرام میں نماز پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ درجہ افضل ہے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنا باقی مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

سفیان بن عیینہ کا بھی یہی قول ہے۔ (الاستذکار: جز:7،ص:226)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: سید فاسی نے شفاء الغرام میں لکھا ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے تین روایات حاصل ہوتی ہیں۔

1- مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے۔

2- ہزار درجہ افضل ہے۔

3- ایک لاکھ درجہ افضل ہے۔

سو جو شخص مسجد حرام میں ایک نماز پڑھ لے تو اس کی وہ نماز اس کی عمر کی دو سو پچاس سال چھ ماہ بیس دن کی نمازوں کے برابر ہے اور اگر وہ ایک دن میں پانچ نمازیں پڑھے تو اس کو پانچ سے ضرب دے دیں یہ تو تنہا پڑھی ہوئی نمازوں کی مقدار ہے اور اگر اس نے جماعت کے ساتھ ایک دن نماز پڑھی ہو تو اس کا عدد حضرت نوح علیہ السلام کی دگنی عمر کو پہنچ جائے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ

یہ اجر فرض نمازوں کے ساتھ مختص ہے۔

اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ
فرض ہو یا نفل سب کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوگا۔
پھر اس میں اختلاف ہے کہ
خصوصاً مسجد حرام مراد ہے یا پورے حرم کا یہ حکم ہے۔
محب طبری کا مذہب یہ ہے کہ
خصوصاً مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
پورے حرم میں نماز پڑھنے کا یہی ثواب ہے۔
اور ایسی بھی احادیث مبارکہ ہیں کہ روزہ اور دیگر عبادات کا ثواب بھی حرم میں ایک لاکھ درجہ زیادہ ہوتا ہے مگر ان کا ثواب اس پائے کا نہیں ہے جس طرح نماز کی احادیث کا ثبوت ہے۔
علامہ بیری نے شرح الاشباہ والنظائر میں احکام المسجد کے تحت لکھا ہے کہ
ہمارے اصحاب (احناف) کا مذہب یہ ہے کہ
ایک لاکھ گنا اضافہ تمام مکہ مکرمہ کو شامل ہے بلکہ تمام حرم مکہ کو شامل ہے جس طرح کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔ (ردالمحتار: ج:2،ص187تا188)
علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1087ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک مدینہ منورہ (فقہی) حرم نہیں ہے۔
اور راجح قول یہ ہے کہ
مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے ماسوا اس جگہ کے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر ہے کیونکہ وہ جگہ مطلقاً افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ، عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔
علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کعبہ معظمہ سے افضل ہے اور اس پر اجماع ہے اور قبر مبارک کے ماسوا مدینہ منورہ میں اختلاف ہے۔
ابن عقیل حنبلی نے کہا ہے کہ
یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔
اور تابعی خاکہی نے کہا ہے کہ
زمین آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ زمین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:257)
علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن رشد اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ کا مسلک یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ افضل ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو نماز کا قبلہ بنایا ہے اور کعبہ معظمہ کی زیارت کو حج قرار دیا ہے اور مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا۔

اور فقہاء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ

جو حرم مکہ مکرمہ میں شکار کرے اس پر تاوان واجب ہے اور حرم مدینہ منورہ میں شکار کرنے والے پر تاوان واجب نہیں ہے۔

اور فقہاء کرام کا مذہب یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ کی حرمت کی وجہ سے اس میں حدود قائم کرنی جائز نہیں ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (آل عمران:97)

جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا۔

اور حرم مدینہ منورہ کے متعلق کسی کا یہ قول نہیں ہے کہ اس میں حد قائم نہ کی جائے اور کسی جگہ کی فضیلت اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں نیکیوں اور گناہوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے۔ حرم مدینہ منورہ کی بہ نسبت حرم مکہ مکرمہ میں گناہ کرنا زیادہ سخت ہے اور یہ مکہ مکرمہ کی مدینہ منورہ پر فضیلت کی دلیل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہنے کی جو ترغیب دی ہے اس سے مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا فرمائی کہ

اے اللہ عزوجل! مدینہ منورہ کے صاع اور مد میں برکت فرما۔

اس دعا سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہو۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مدینہ منورہ کے مصائب پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے جو تمام شہروں کو کھا جائے گا۔ اس سے بھی مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ پر فضیلت لازم نہیں آتی بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دوسرے شہروں کے لوگ مدینہ منورہ میں آ کر رہنے لگیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم، جز:4، ص:508)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: اس پر سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام روئے

زمین میں سب سے افضل ہے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ روئے زمین میں سب سے افضل ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی قبر کی جگہ کے علاوہ میں اختلاف ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اہل مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں ہے کہ

میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار درجہ افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ

مسجد نبوی میں نماز پڑھنا، مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے نوسو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہے۔

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک سو درجہ افضل ہے اور اہل مکہ مکرمہ اور اہل کوفہ کا یہ قول ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک سو درجہ افضل ہے جس طرح کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور باقی مساجد پر اس کی فضیلت ایک لاکھ درجہ ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم: جز:4،ص:511)

میں کہتا ہوں کہ

خصوصیت سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور درمیان میں کوئی نماز قضا نہیں ہوئی اس کے لئے دوزخ کے عذاب سے نجات، عذاب سے نجات اور نفاق سے نجات لکھ دی جائے گی۔

(مسند احمد: رقم الحدیث:12611)

اور سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے۔

اس قول کی تصدیق اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما کیونکہ انہوں نے ہمیں ہمارے وطن سے وبا کی زمین کی طرف نکال دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ہمیں مدینہ منورہ ایسا محبوب بنادے جیسے ہمیں مکہ مکرمہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اے اللہ عزوجل! ہمارے صاع اور مد میں برکت فرمادے۔ ہمیں صحت دے اور مدینہ منورہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔ ہم مدینہ منورہ میں آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر سب سے زیادہ وباوالی زمین تھی اور بطحان نالہ آہستہ آہستہ بہتا رہتا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1889)

بہر حال! اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مسجد قباء کے فضائل

مسجد قباء کے فضائل کے متعلق کثیر روایت ہیں چند حصول رضا الٰہی عزوجل کی خاطر نقل کرتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد قباء کی زیارت کے لئے کبھی پیدل جاتے اور کبھی سواری پر۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:3285)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اہل قباء نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ ان کے لئے مسجد بنائی جائے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو اور اونٹنی پر سوار ہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر سوار ہو کر اس کو اٹھانا چاہا وہ نہیں اٹھی پھر وہ آکر بیٹھ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سوار ہو کر اس کو چلانا چاہا وہ نہیں چلی وہ بھی واپس آکر بیٹھ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے پھر اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ کھڑے ہوں اور اس اونٹنی پر سوار ہوں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس کی رکاب میں پائے اقدس رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو اور اس کے گھومنے کے گرد مسجد بناؤ کیونکہ یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:2033)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء جاتے تھے خواہ پیدل یا سوار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1193)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 324)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: مطالع میں ہے کہ

قباء مدینہ منورہ سے تین میل ہے۔

یاقوت نے کہا کہ

مدینہ منورہ سے بائیں جانب مکہ جاتے ہوئے قباء دو میل پر واقع ہے یہ مدینہ منورہ کا بالائی علاقہ ہے۔ یہاں قباء نام کا ایک کنواں ہے اسی وجہ سے اس کو مسجد قباء کہتے ہیں جس مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بنایا تھا یہ وہی مسجد ہے۔

اور اول مسجد اسس علی التقوی کا مصداق یہ مسجد ہے یا مسجد نبوی؟

اس میں اختلاف ہے۔

عمرو بن شیبہ نے اسناد صحیح کے ساتھ اخبار مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ مجھے مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس میں دو بار جا کر نماز پڑھوں اور اگر یہ لوگ جان لیں کہ قباء میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہوتا ہے تو وہ اونٹوں کا جگر پگھلاتے ہوئے سفر کر کے قباء آئیں۔ (فتح الباری، جز: 3، ص: 69)

حافظ بدر الدین عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسجد قباء میں نماز پڑھنے سے عمرہ کے برابر اجر ہوتا ہے۔

اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عفیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مسجد قباء جا کر نماز پڑھی اس کو عمرہ کے برابر اجر ہوگا۔

اور امام طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر صرف مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے ارادے سے مسجد قباء گیا اور وہاں چار رکعات نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو اس کو بیت اللہ میں عمرے کا اجر ملے گا۔

(عمدۃ القاری، جز: 7، ص: 259)

اب تک جو احادیث مبارکہ اور احکام بیان کیے ہیں وہ مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد قباء کے متعلق تھے اب ان کے علاوہ مساجد بنانے اور ان کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے اس لیے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1635)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو مسجد میں جائے یا شام کو مسجد میں جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر صبح اور شام کو جنت سے مہمانی تیار کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 662)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔

1- امام عادل

2- جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا

3- جس شخص کا دل مسجد سے نکلنے کے بعد بھی مسجد میں معلق رہا حتیٰ کہ وہ دوبارہ مسجد میں آیا

4- وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں جمع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں الگ الگ ہوئے۔

5- جس شخص نے تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں نے آنسو بہائے۔

6- جس شخص کو خوبصورت اور مقتدر عورت نے گناہ کی دعوت دی

اور اس نے کہا

میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

7- جس شخص نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلا کہ دائیں نے کیا دیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 660)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اجر ملتا ہے اور قباء کی مسجد میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1413)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسجد نبوی کے گرد جگہ خالی ہوئی تو بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟

انہوں نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا یہ ارادہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنوسلمہ (رضی اللہ عنہم)! اپنے گھروں میں ہی رہو تم جس قدر چلتے ہو تمہاری اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اپنے گھروں میں ہی رہو تم جس قدر قدم چلتے ہو تمہاری اتنی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 365)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اندھیروں میں چل کر مسجدوں تک جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن نور تام کی بشارت دے دو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 223)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو سحر کے وقت اٹھ کر مجھ سے استغفار کرتے ہیں تو میں ان سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: ج: 2، ص: 383)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم کسی شخص کو مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 18)

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 802)

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم جنت کے باغات سے گزرو تو اس میں چرا کرو۔

کہا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کے باغات کون سے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مساجد

پوچھا گیا۔

ان میں چرنا کس طرح ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر (کہنا)

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3509)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی جگہ بنو نجار کی ملکیت تھی جس میں کچھ کھجور کے درخت اور مشرکین کی چند قبریں تھیں! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نجار سے ارشاد فرمایا: اس قطعہ زمین کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ ([illegible]) [illegible] آپ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم یہ قطعہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش خدمت کرتے ہیں مگر) اس کی قیمت کبھی بھی

نہیں لیں گے۔

نبی کریم ﷺ (اس جگہ) مسجد بنا رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو اینٹیں وغیرہ پکڑا رہے تھے۔

حضور انور ﷺ فرما رہے تھے۔

سن لیجئے! حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

اے اللہ عزوجل! انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس مسجد کی تعمیر سے قبل نبی کریم ﷺ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں نماز ادا فرما لیتے تھے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 742)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے سنا کہ حضور انور ﷺ ارشاد فرما رہے تھے جس نے مسجد بنائی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 735)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اگرچہ قطاہ کے گھونسلے کے برابر ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1610)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے پرندے کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 738)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے پانی کا کنواں کھدوایا تو اس سے جن وانس اور پرندہ کے کسی گرم جگر نے پانی پیا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اجر عطا فرمائے گا جس نے مسجد بنائی قطاہ کے گھونسلے جتنی یا اس سے بھی چھوٹی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 738)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی مسجد مبارک کو وسعت دے کر از سر نو تعمیر کیا تو جب لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے کچھ زیادہ ہی باتیں کر لی ہیں میں نے سنا نبی کریم ﷺ ارشاد فرما رہے تھے جس نے کوئی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 533)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ گھروں میں مساجد بنائی جائیں اورانہیں پاک وصاف رکھا جائے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:594)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کولکھ کر بھیجا۔
امابعد!
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اپنی اپنی آبادیوں میں مسجدیں تعمیر کریں اوران تعمیر شدہ مساجد کی اصلاح کرتے رہیں اورانہیں پاک وصاف رکھیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:456)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ جب ان کی بینائی بالکل ختم ہوگئی اوروہ نابینا ہو گئے توانہوں نے حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ایک شخص کے ذریعے عرض پیش کی۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیے میرے گھر میں مسجد کی جگہ نشاندہی فرمادیجئے کہ میں اس میں نماز ادا کیا کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اوران کی خواہش کے مطابق جگہ کی نشاندہی فرمادی۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:618)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن اعمال اورجن حسنات (نیکیوں کا ثواب مؤمن کو) اس کے مرنے کے بعد پہنچتا ہے ان میں سے

1-علم جس کی اس نے کسی اورکوتعلیم دی اوراس کو پھیلایا۔
2-نیک اولاد کوچھوڑا۔
3-قرآن مجید جس کا اس نے کسی کووارث بنایا۔
4-مسجد جواس نے تعمیر کی۔
5-مسافروں کے لئے کوئی رہائش گاہ تعمیر کی۔
6-نہر جاری کی یا
7-صدقہ جسے اس نے اپنی زندگی میں زمانہ صحت میں اپنے مال سے نکال دیا ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:242)

ایک اورروایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب تر جگہ مساجد ہیں اور مبغوض تر جگہ اسواق ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 671)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ذریعے خطاؤں کو مٹاتا ہے اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ضرور خبر دیجئے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نفس پر شاق گزرنے والے لمحات میں خوش دلی سے مکمل وضو کرنا۔

مساجد کی طرف زیادہ قدم چل کر جانا۔

اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

یاد رکھیے!

یہی رباط ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 51)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس مسجد کی جانب چلا جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو تو اس کا قدم گناہ مٹاتا ہے اور اس کا قدم اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے یہ سعادت جاتے اور آتے دونوں مرتبہ ملتی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 6599)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کی ادائیگی کے لئے وضو کرے اور احسن طریقہ سے وضو کرے پھر مسجد کو آئے اس کے مسجد آنے کا قصد صرف نماز کی ادائیگی ہو تو مسجد میں داخل ہونے تک وہ جتنے قدم اٹھائے گا اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے اس کا درجہ بلند فرمائے گا اور ہر قدم کے بدلے اس کا گناہ مٹا دے گا پس جب وہ مسجد میں داخل ہو گا تو وہ نماز میں جب تک نماز کی ادائیگی اسے مسجد میں روکے رکھے۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 4966)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کی ادائیگی میں لوگوں میں زیادہ اجر والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور اس سے زیادہ اجر والا وہ ہے جو اس سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور وہ شخص جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کو امام کے ساتھ ادا کرے وہ اس شخص سے اجر میں زیادہ ہے جو نماز ادا کرنے کے بعد سو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 651)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن اوقات میں طبیعت پر بوجھ بنے ان اوقات میں وضو کرنا نماز کی ادائیگی کے لئے مساجد

کی طرف چل کر آنا، نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ چیزیں گناہوں کو بالکل دھو دیتی ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 251)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دے اور جس کے ذریعے نیکیوں میں اضافہ فرما دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن اوقات و حالات میں طبیعت پر وضو کرنا گراں گزرے ان اوقات میں مکمل خوش دلی سے وضو کرنا، مساجد کی طرف زیادہ چل کر جانا، نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 776)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج رات قیام میں میرے پاس میرا اللہ تعالیٰ احسن صورت میں تشریف لایا۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم جانتے ہو ملاءِ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی یا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے گلے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے اس کا مجھے علم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے سراپا حمد و خوبی! کیا تم جانتے ہو کہ ملاءِ اعلیٰ کس چیز میں جھگڑا کر رہے ہیں؟

تو میں نے عرض کیا: ہاں! کفارات میں جھگڑ رہے ہیں۔

کفارات صلوات (نمازوں) کے بعد مساجد میں ٹھہرنا اور چل کر با جماعت نمازوں میں شریک ہونے اور جن اوقات میں طبیعت پر گراں گزرے خوش دلی سے وضو مکمل کرنا ہے اور جس نے ایسا کیا وہ خیر سے زندہ رہے گا اور خیر سے دنیا سے رخصت ہو گا اور گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے سراپا حمد و خوبی! جب تم نماز ادا کرو تو میری بارگاہ میں یہ دعا مانگا کرو۔

اللهم انی اسئالك فعل الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين واذا اردت بعبادك فتنة فاقبضني اليك غير مفتون ۔

اور ارشاد فرمایا: اور درجات، السلام علیکم کی اشاعت کرنا، کھانا کھلانا اور رات کو نماز ادا کرنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3233)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ [illegible]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا گھر مسجد سے دور ہے جس کا گھر مسجد سے دور ہے اس کا (نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی طرف آنے اور جانے کا) بہت بڑا ثواب والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 641)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی وضو کرے پھر مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لئے آئے تو اس کے دونوں لکھنے والے فرشتے یا ایک لکھنے والا فرشتہ ہر قدم کے بدلے جو وہ مسجد کی طرف چل کر آتا ہے دس نیکیاں لکھتا ہے۔ نماز کے انتظار میں بیٹھنے والا ایسے ہے جیسے عبادت کرنے والا ہے۔ گھر سے نکلنے کے وقت سے لے کر گھر لوٹ جانے تک وہ نماز ادا کرنے والوں (نمازیوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 17371)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز ادا کرنے کے لئے نکلا تو اسے اتنا اجر ملتا ہے جتنا احرام باندھے ہوئے حاجی کو ملتا ہے۔ جو اپنے گھر سے چاشت کے نوافل ادا کرنے کے لئے نکلا اس کے مسجد جانے کی غرض صرف یہی ہو تو اسے اتنا اجر ملتا ہے جتنا عمرہ ادا کرنے والے کو ملتا ہے۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح ادا کرنا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی لغویات نہ ہو علیین میں نام لکھوانا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 558)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے۔

مسجد ہر متقی کا گھر ہے، مسجد جس کا گھر ہو جائے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو راحت، رحمت اور پل صراط سے گزار کر اللہ تعالیٰ کی رضا جنت تک لے جانے کا کفیل ہے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث 2026)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھ (6) مجلسیں ہیں ان میں اللہ تعالیٰ مومن کا ضامن ہے ان مجالس میں اس کا جتنا بھی حصہ ہو، مسجد جماعت میں، مریض کے پاس، جنازہ میں، اپنے گھر میں، عادل حکمران کے پاس جو اس کی تعظیم و توقیر کرے مشہد جہاد میں۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث 2034)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے فی سبیل اللہ جہاد کیا اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے۔ جس نے کسی مریض کی عیادت کی اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے جو امام وقت کے ہاں گیا اس کی عزت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے اور جو اپنے گھر میں بیٹھا کسی انسان کی غیبت نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 21992)

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ (نماز کے بعد) جس

نے اپنے گھر جانا تھا وہ چلا گیا اور جس کی قسمت میں مسجد میں رہ جانا تھا وہ رہ گیا تو اچانک حضور انور ﷺ جلدی جلدی تشریف لائے کہ آپ تیز سانس لے رہے تھے اور اپنا تہہ بند اٹھایا ہوا تھا اور (ہم جو مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ان سے) فرمایا تمہیں مبارک ہو! یہ تمہارا رب عزوجل ہے اس نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہے تمہارے سبب فرشتوں سے فخر فرما رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: (اے فرشتو) دیکھو میرے بندوں کو دیکھو انہوں نے ایک فریضہ (نماز مغرب) ادا کر لی ہے اور دوسرے فریضہ (نماز عشاء) کا انتظار کر رہے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 801)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا اور احسن طریقے سے وضو کیا پھر وہ مسجد میں گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے تو جس کی زیارت کے لئے آیا جائے اس پر حق بنتا ہے کہ زیارت کرنے والے کی عزت کرے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3161)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خوش قسمت آدمی مساجد کو نماز اور ذکر کے لئے اپنا وطن بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے یوں خوش ہوتا ہے جیسے کافی عرصہ سے غائب شدہ کے آنے والے سے اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 800)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سیاہ فام کی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ایک دن نبی کریم ﷺ نے اس کو مفقود پایا تو اس کے بارے میں حاضرین سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ خبر دی؟

راوی بیان کرتے ہیں کہ

گویا انہوں نے اس کے معاملہ کو بالکل معمولی سمجھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بتاؤ اس کی قبر کہاں ہے؟

انہوں نے اس کی قبر کی نشاندہی کی تو نبی کریم ﷺ نے اس کی قبر پر (ہی) نماز جنازہ ادا فرمائی۔

پھر ارشاد فرمایا: بے شک یہ قبور سمیت ظلمتوں سے بھری ہوئی تھی ان پر میرے نماز ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان قبور کو ان کے لئے منور فرما دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1527)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بھی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں داخل ہو تو نماز کی ادائیگی جب تک اسے مسجد میں روکے رکھے وہ نماز میں ہی ہے۔ تم میں سے جس نے جہاں نماز ادا کی وہ جہاں نماز ادا کی اور وہاں بیٹھا رہا تو جب تک وہ وہاں بیٹھا رہا ملائکہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

اور کہتے ہیں:

اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما۔

اے اللہ عزوجل! اس پر رحم و کرم فرما۔

اے اللہ عزوجل! اس کی توبہ قبول فرما۔

یہ دعائیں جاری رہتی ہیں جب تک کہ وہ نماز ادا کرنے والا بے وضو نہ ہو جائے یا جب تک کسی کو اذیت نہ دے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 330)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک کچھ لوگ اوتاد المساجد ہیں۔ ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ اگر وہ کہیں چلے جائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت، تیمارداری کرتے ہیں اگر وہ کسی حاجت میں ہوں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: جیس المسجد تین خصال پر ہے۔

1- ایسا بھائی جس سے استفادہ کیا جاتا ہے

2- کلمہ محکمہ

3- رحمة منتظرة (مسند احمد: رقم الحدیث: 9688)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

جس نے چالیس راتیں مسجد میں باجماعت نماز ادا کی (اس اہتمام کے ساتھ) کہ اس کی نماز عشاء کی پہلی رکعت بھی فوت نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے لکھ دیتا ہے کہ یہ آگ سے آزاد ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 241)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوش خبری سنا دیجئے ان افراد کے لئے جو رات کے اندھیروں میں (نماز کی ادائیگی کے لئے) کثرت سے مساجد کی طرف چل کر آتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن مکمل نور ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 781)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کے اندھیروں میں (نماز کی ادائیگی کے لئے) کثرت سے مساجد کی طرف آنے والے خوش ہو جائیں کہ ان کے لئے قیامت کے دن مکمل نور ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 780)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو افراد رات کی تاریکی میں کثرت سے مساجد میں آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے قیامت کے دن چمکتے نور سے روشنی فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 2080)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صبح وشام (نماز کی ادائیگی کے لئے) مسجد گیا تو اللہ تعالیٰ جتنی بار وہ صبح وشام مسجد کی طرف گیا کے بدلے اس کی جنت میں مہمانی فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 662)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا با جماعت نماز ادا کرنا اس کے گھر میں یا بازار میں تنہا ادا کرنے سے پچیس گنا زیادہ درجہ ہے۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ

نماز ادا کرنے والوں میں کوئی جب وضو کرلے اور احسن طریقے سے وضو کرے پھر مسجد کی طرف آئے۔ مسجد آنے کا ارادہ صرف نماز ادا کرنے کے لئے ہو تو اس کے مسجد میں داخل ہونے تک وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کا درجہ بلند فرمائے گا اور اس کے ذریعے اس کا گناہ معاف فرمائے گا اور جب وہ مسجد میں داخل ہو گا تو جب تک نماز کی ادائیگی اسے مسجد میں روکے رکھے گی اس وقت تک وہ مسلسل نماز میں ہی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 477)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر میں نماز ادا کرنے اور بازار میں نماز ادا کرنے سے اس آدمی کی نماز پچیس درجے زیادہ رتبہ رکھتی ہے جو مسجد میں با جماعت نماز ادا کرتا ہے یہ ایسے کہ جب وہ وضو کرے تو احسن طریقے سے وضو کرے تو پھر نماز کی ادائیگی کے لئے (مسجد کی طرف) نکلے اس کے نکلنے کا قصد صرف نماز کی ادائیگی ہو تو جو بھی وہ قدم اٹھائے گا تو اس کے ہر قدم کے بدلے اس کا درجہ بلند ہو گا اور اس کا گناہ معاف کر دیا جائے گا جب وہ نماز ادا کرے گا تو ملائکہ اس کے لئے صلوات بھیجتے رہیں گے جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہے گا۔

اے اللہ عزوجل! اس پر صلوات نازل فرما۔

اے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما جب تک وہ نماز کا انتظار کرے گا نماز میں رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 649)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کی باجماعت نماز اس کے گھر میں تنہا نماز سے پچیس درجے زائد ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 788)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کی باجماعت نماز اس کے تنہا نماز ادا کرنے سے پچیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 472)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا باجماعت نماز ادا کرنا اس کے تنہا نماز ادا کرنے سے چوبیس یا پچیس درجے فضیلت رکھتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 649)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا باجماعت نماز ادا کرنا آدمی کے تنہا نماز ادا کرنے سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 645)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا نماز باجماعت ادا کرنا اس کے گھر میں تنہا اور بازار میں نماز ادا کرنے سے بیس سے کچھ اور درجے ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 216)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کیا تم کہو اللہ تعالیٰ تمہاری اس چیز کو واپس نہ کرے کیونکہ مساجد کو اس لیے نہیں بنایا گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 568)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 704)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب بھی دن کے وقت سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر اس میں بیٹھتے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3088)

ایک اور روایت میں ہے: عبید اللہ الخولانی سے روایت ہے کہ

جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بکثرت اعتراض کیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اتنی بڑی اور حسین و جمیل مسجد کیوں بنائی ہے؟

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے مسجد کو بنایا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مثل اس کا گھر بنا دے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 533)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو، پاگلوں کو، شریروں کو، اپنی خرید و فروخت کو اور اپنے جھگڑوں کو اور اپنی بلند آوازوں کو اور اپنی حدود کے نفاذ کو اور اپنی تلواروں کے سونتنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور اپنی مسجدوں کے دروازے پر وضو کرنے کی ٹونٹیاں بناؤ اور ان میں گرم پانی ڈالو (یعنی سردیوں میں) (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 750)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 444)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اس بدبودار درخت (لہسن اور پیاز) میں سے کچھ کھایا وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے کیونکہ جس چیز سے انسانوں کو ایذاء پہنچتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی ایذاء پہنچتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 855)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام اعمال اچھے اور برے مجھ پر پیش کئے گئے۔ میں نے نیک اعمال میں دیکھا کہ تکلیف دہ چیز راستہ سے ایک طرف کر دی گئی اور برے اعمال میں میں نے دیکھا کہ بلغم کو مسجد میں دفن کیے بغیر چھوڑ دیا گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 554)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسجد میں جس نیت سے آیا اس کا وہی حصہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 472)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کے لئے مسجد میں چلا رہا ہے تو کہو اللہ تعالیٰ تیری چیز کو واپس نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 121)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجد میں دنیاوی باتیں کریں گے تم ان کے پاس

مت بیٹھو اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (مشکوۃ: رقم الحدیث: 743)

ایک اور روایت میں ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر ایک کھلی جگہ بنوادی تھی جس کا نام بطیحا تھا۔

آپ نے فرمایا: جو آدمی پہیلیاں اور بجھارتیں ڈالنا چاہتا ہو یا شعر پڑھنا چاہتا ہو یا آواز بلند کرنا چاہتا ہو وہ اس کھلی جگہ میں چلا جائے۔ (مؤطا امام مالک: 224)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو اور اپنے لڑائی جھگڑوں کو اور اپنی حدود (کے نفاذ) کو اور اپنی خرید و فروخت کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں مسجدوں میں کثرت سے جمع ہو اور اپنی مسجدوں کے دروازوں پر وضو کرنے کی جگہیں بناؤ۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1726)

ایک اور روایت میں ہے: عمرو بن شعیب اپنے والد سے (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں (غیر شرعی) اشعار پڑھنے سے منع فرمایا اور مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا اور جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 714)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو امامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، اپنے پاگلوں، اپنے جھگڑوں سے اور اپنی بلند آوازوں سے دور رکھو اور اپنی سونتی ہوئی تلواروں سے اور اپنی حدود کو قائم کرنے سے دور رکھو اور ہر سات دن بعد مسجد میں دھونی دو (خوشبو پھیلاؤ) اور وضو کے آلات مسجدوں کے دروازوں پر رکھو۔ (العلل المتناہیہ: رقم الحدیث: 677)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے کافی دیر سے آئے حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو نکلتا ہوا دیکھ لیتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی آئے پس نماز کی اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختصار کے ساتھ نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے دعا کی۔

اور ہم سے ارشاد فرمایا: تم اسی طرح اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہو جس طرح بیٹھے ہو۔

پھر ہماری طرف مڑ کر ارشاد فرمایا:

میں اب تمہیں بتاؤں گا کہ مجھے صبح آنے میں کیوں دیر ہوگئی میں رات کو اٹھا، میں نے وضو کیا اور جتنی نماز میرے مقدر میں

تھی میں نے اتنی نماز پڑھی۔ پھر مجھے نماز میں اونگ آ گئی حتیٰ کہ نیند آ گئی پس میں نے اچانک رب تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا۔

پس رب عزوجل نے فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔

ارشاد فرمایا: مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے کہا: میں از خود نہیں جانتا، اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔

پھر میں نے دیکھا کہ

میرے رب عزوجل نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دی حتیٰ کہ میں نے اس کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی پھر ہر چیز میرے لئے منکشف ہوگئی اور میں نے جان لیا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔

ارشاد فرمایا: مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے کہا: کفارات میں۔

ارشاد فرمایا: کفارات کیا کیا ہیں؟

میں نے کہا: پیدل چل کر نماز کے لئے جانا، نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھنا، تکلیف کے وقت کامل وضو کرنا۔

ارشاد فرمایا: پھر کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

میں نے کہا: درجات میں۔

ارشاد فرمایا: وہ کیا کیا ہیں؟

میں نے کہا: کھانا کھلانا

نرمی سے بات کرنا

اور اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

پھر ارشاد فرمایا: دعا کرو اور کہو!

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے کا اور برے کاموں سے بچنے کا سوال کرتا ہوں اور مسکینوں سے محبت کرنے کا اور یہ کہ تو مجھ کو معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اٹھا لینا اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور ان کی محبت کا جن سے تو محبت کرے اور اس عمل کی محبت کا سوال کرتا

ہوں جو مجھ کو تیری محبت کے قریب کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کلمات برحق ہیں تم ان کو یاد کر لو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3235)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اعوذ باللہ العظیم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم۔

ارشاد فرمایا: جب بندہ یہ دعا پڑھ لے تو شیطان کہتا ہے۔

یہ سارے دن کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 466)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا دو۔

وہ کہتی ہیں کہ

میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 134)

ایک اور روایت میں ہے: جب نبی کریم ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے تو اپنا سر اقدس حجرہ میں داخل فرما دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دھو دیتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2031)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا: ان گھروں (کے دروازوں) کا رخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد (میں جانے) کو حلال نہیں کرتا۔ (سنن بیہقی: جز: 2، ص: 442)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند نداء کی!

سنو! یہ مسجد نہ جنبی کے لئے حلال ہے نہ حائضہ کے لئے مگر نبی کریم ﷺ اور ان کی ازواج کے لئے اور علی رضی اللہ عنہ اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 645)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر میں اکیلے نماز پڑھنے اور بازار میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اجر پچیس درجہ زیادہ ہوتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جتنے وقت وہ نماز کے لئے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے

اس کا وہ وقت نماز میں شمار کیا جاتا ہے اور جب تک وہ نماز کی جگہ میں بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما جب تک وہ اپنا وضو نہیں توڑتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3509)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 11413)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ جب ان کی بینائی بالکل ختم ہوگئی اور وہ نابینا ہو گئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ایک شخص کے ذریعے عرض پیش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیے میرے گھر میں مسجد کی جگہ کی نشاندہی فرما دیجئے کہ میں اس میں نماز ادا کیا کروں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی خواہش کے مطابق جگہ کی نشاندہی فرما دی۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 618)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میری ایک پھوپھی صاحبہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ میری یہ خواہش ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں کھانا تناول فرمائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے۔ گھر میں چٹائیوں میں سے ایک چٹائی تھی گھر کے ایک کونہ میں حکم دیا تو وہاں جھاڑو دیا گیا اور اس پر پانی چھڑکاؤ کر دیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

امام ابو عبداللہ ابن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: الفحل اس چٹائی کو کہتے ہیں جو سیاہ ہو چکی ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 619)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب تر جگہ مساجد ہیں اور مبغوض تر جگہ اسواق ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 671)

الحمد للہ عزوجل باب المساجد شروع کرنے سے قبل مسجد کی تعریف اور مسجد کے متعلق آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے عرض کی ہیں اللہ تعالیٰ قارئین کے لئے ان کو نفع بخش بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

378 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے مساجد کو بلند کرنے کا حکم ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم ضرور مساجد کو ویسے ہی سجاؤ گے جس طرح یہود و نصاریٰ کرتے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:12،ص:243، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:438، شرح السنۃ: جز:1،ص:121، صحیح ابن حبان: جز:4،ص:493)

379 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ وَقَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی حتیٰ کہ لوگ مساجد کی عظمتوں پر فخر کریں گے۔

(معجم الاوسط: جز:8،ص:222، معجم الصغیر: جز:2،ص:235، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:445، سنن دارمی: جز:1،ص:383)

380 حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى حَدَّثَنَا اَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ

حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں وہاں مسجد تعمیر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جہاں پر ان کے بت رکھے ہوتے تھے۔

(شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:360)

381 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى وَهُوَ اَتَمُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ قَالَ مُجَاهِدٌ وَعُمُدُهُ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ اَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بِنَائِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَاَعَادَ عُمُدَهُ قَالَ مُجَاهِدٌ عُمُدَهُ خَشَبًا وَغَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ قَالَ مُجَاهِدٌ وَسَقَّفَهُ السَّاجَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ الْقَصَّةُ الْجِصُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد کچی اینٹوں کی تعمیر شدہ تھی اور اس کی چھت اور ستون لکڑیوں کا تھا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے ستون کھجور کی لکڑی کے بنے ہوئے

تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ نہ فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ فرمایا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی بناء پر کچی اینٹوں اور لکڑیوں سے بنایا اور اس کے ستون بھی بنائے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے ستون لکڑی وغیرہ سے بنے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں کافی اضافہ فرمایا اور اس کی دیواریں منقوش پتھروں اور چونے سے تعمیر کروائیں اور اس کے ستون منقوش پتھروں سے تعمیر کروائے اور ساگوان کی لکڑی سے چھت بنوائی۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی چھت ساگوان کی تعمیر شدہ تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ القصہ چونے کو کہا جاتا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:438،صحیح ابن حبان: جز:4،ص:478،صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:282،صحیح البخاری: جز:2،ص:232)

382 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوَارِيْهِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُذُوْعِ النَّخْلِ اَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِجَرِيْدِ النَّخْلِ ثُمَّ اِنَّهَا نَخِرَتْ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَبِجَرِيْدِ النَّخْلِ ثُمَّ اِنَّهَا نَخِرَتْ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْاٰجُرِّ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّى الْاٰنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون کھجور کی لکڑی کے تعمیر شدہ تھے اوپری حصے پر سائے کی خاطر کھجور کی شاخیں نصب تھیں پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت مقدسہ میں گل گئیں جس کی وجہ سے پھر کھجور کی لکڑیوں اور ٹہنیوں سے تعمیر کی گئی پھر وہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں گل گئیں جس کی وجہ سے اس کو پکی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تو بعد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی حتیٰ کہ ابھی تک ویسے ہی ہے۔

(مسند البزار: جز:2،ص:219)

383 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِيْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى بَنِي النَّجَّارِ فَجَائُوْا مُتَقَلِّدِيْنَ سُيُوْفَهُمْ فَقَالَ اَنَسٌ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَاُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى اَلْقٰى بِفِنَاءِ اَبِيْ اَيُّوْبَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاِنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰى بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا

اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَنَسٌ وَّكَانَ فِيهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ كَانَتْ فِيهِ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَتْ فِيهِ خِرَبٌ وَّكَانَ فِيهِ نَخْلٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مَوْضِعُ الْمَسْجِدِ حَائِطًا لِبَنِي النَّجَّارِ فِيهِ حَرْثٌ وَّنَخْلٌ وَّقُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَامِنُوْنِيْ بِهٖ فَقَالُوْا لَا نَبْغِيْ بِهٖ ثَمَنًا فَقُطِعَ النَّخْلُ وَسُوِّيَ الْحَرْثُ وَنُبِشَ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فَاغْفِرْ مَكَانَ فَانْصُرْ قَالَ مُوْسٰى وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بِنَحْوِهٖ وَكَانَ عَبْدُ الْوَارِثِ يَقُوْلُ خَرِبٌ وَّزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ اَنَّهٗ اَفَادَ حَمَّادًا هٰذَا الْحَدِيْثَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قدم مبارک رکھا تو مدینہ منورہ کے اوپری قبیلہ میں تشریف فرما ہوئے جن کو عمرو بن عوف کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں چودہ دن قیام فرمارہے پھر بنی نجار کی طرف بھیجا کہ وہ اس حال میں آئے کہ انہوں نے اپنی تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گویا کہ اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر ملاحظہ فرمارہا ہوں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تشریف فرما ہیں اور بنی نجار والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کے صحن میں تشریف فرما ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز ادا فرماتے جہاں پر وقت ہو جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے ریوڑ کی جگہ بھی نماز ادا فرمالیتے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا پس بنی نجار کو پیغام ارسال فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنی نجار! تم لوگ اس زمین کے ٹکڑے کی رقم لو۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم اس کی قیمت کبھی نہیں لیں گے سوائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ کے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں مشرکین کی قبور تھیں اور اس میں خرب تھے اور کھجور کے درخت تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا تو مشرکین کی قبور کھود ڈالی گئیں خرب کو برابر کیا گیا اور کھجور کے درخت قطع کیے گئے اور ان کی لکڑیوں کو مسجد کے قبلہ کی طرف رکھ دیا گیا، دروازے کے چوکھٹ کو پتھروں سے تعمیر کیا گیا۔ وہ پتھر اٹھا کر لاتے اور اشعار پڑھتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اس طرح ہوتے اور کہتے رہتے۔ اصل خیر تو آخرت کی ہے انصار اور مہاجرین کی مدد فرمادے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد کی جگہ بنو نجار کا باغ تھا اس

میں کاشتکاری کرتے تھے کھجور کے درخت اور مشرکین کی قبور تھیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی رقم لو۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اس طرح نہیں کریں گے۔ پس درختوں کو قطع کیا گیا کھیتی باڑی مساوی کی گئی اور مشرکین کی قبور کو کھود دیا گیا۔ آگے حدیث مبارکہ ویسے ہی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ فانصر کی جگہ فاغفر ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ عبدالوارث نے اس کو ایسے ہی بیان کیا ہے اور عبدالوارث خرب کہتے۔ اور عبدالوارث نے کہا کہ اس حدیث مبارکہ کا افادہ حماد سے لیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:438، شرح السنۃ: جز:1، ص:899، صحیح ابن حبان: جز:6، ص:97، صحیح البخاری: جز:2، ص:202)

تشریح

مسجد بنانا مستحسن فعل ہے اور اس پر اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ مسجد کو ریاکاری اور فخر کی وجہ سے نہ بنایا جائے بلکہ رضاالٰہی عزوجل کی نیت سے بنایا جائے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مساجد کی تعمیر میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے اور فخر اور ریاکاری کے خدشہ سے ان کی تعمیر میں مبالغہ سے گریز کرنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کثرت فتوحات اور مال و دولت کی فراوانی کے باوجود نبی کریم ﷺ کے عہد میں بنائی ہوئی مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وسائل کی اور بھی زیادہ فراوانی تھی اس کے باوجود انہوں نے صرف اس قدر کیا کہ نقشین پتھروں اور چونے سے دیواریں بنائیں اور ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی۔ انہوں نے مسجد بنانے میں سادگی سے اسی وجہ سے کام لیا کہ ان کو علم تھا کہ نبی کریم ﷺ کو مسجد میں تزخرف اور زیب و زینت ناپسند ہے اور تاکہ بعد کے لوگ میانہ روی، کفایت شعاری اور زہد میں ان کی پیروی کریں۔ سب سے پہلے جس شخص نے مسجد کو مزین کیا وہ ولید بن عبدالملک بن مروان تھا یہ اواخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا اور اکثر علماء کرام نے فتنہ کے خوف سے اسی پر سکوت کیا۔

ابن المنیر نے کہا ہے کہ

اب جب کہ لوگ اپنے گھروں کو مضبوط اور زیب و زینت سے بناتے ہیں تو مستحب ہے کہ مساجد کو بھی خوب صورتی اور زینت سے بنایا جائے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مساجد کی وقعت کم نہ ہو۔

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ

اگر بیت المال سے صرف نہ کیا جائے اور مساجد کی تعظیم کے قصد سے مساجد کو مزین اور مضبوط بنایا جائے تو اس میں رخصت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

ہمارے فقہاء کرام کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔
اور جن فقہاء کرام نے یہ کہا ہے کہ
مساجد میں نقش ونگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے۔(عمدۃ القاری: ج:4،ص:207)
ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: مسجد کو مزین کرنا مکروہ ہے۔(مرقات: ج:2،ص:206)
ملا نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مسجد کو چونے، ساگوان اور سونے کے پانی سے منقش کرنا جائز ہے اور فقراء پر خرچ کرنا زیادہ افضل ہے۔
اسی طرح سراجیہ میں مذکور ہے۔
مضمرات میں لکھا ہے کہ
اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح محیط میں ہے۔
البتہ چونا کرنا مستحسن ہے کیونکہ اس سے دیواریں مضبوط ہوتی ہیں۔
اختیار شرح المختار میں اسی طرح لکھا ہے۔
ہمارے بعض مشائخ نے محراب اور قبلہ کی دیوار میں نقش ونگار بنانے کو مکروہ لکھا ہے کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ ہٹتی ہے۔
فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے السیر الکبیر کی شرح میں لکھا ہے کہ
مسجد کی دیواروں پر نقش ونگار بنانا مکروہ ہے کم ہوں یا زیادہ البتہ چھت پر نقش ونگار بنانے کی اجازت ہے بہ شرطیکہ کم ہوں اور زیادہ مکروہ ہیں۔
اسی طرح محیط میں ہے۔
نقش ونگار بنانے کے لئے اگر سفید پر سیاہ نقش بنائیں یا اس کے برعکس کریں تو جائز ہے بہ شرطیکہ اپنے ذاتی مال سے بنائے جائیں اور مال وقف سے نقش ونگار بنانا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ مال کو ضائع کرتا ہے۔
اسی طرح شرح المختار میں ہے۔(عالم گیری: ج:5،ص:319)
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ
ابو قلابہ نے کہا ہے کہ
ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے تو صبح کی نماز کے وقت ہمارا ایک مسجد سے گزر ہوا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔
تو بعض نے کہا کہ
ہم دوسری مسجدوں میں جائیں گے۔

تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو بہت کم آباد کریں گے۔

اور امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک لوگ مسجد بنانے میں ایک دوسرے پر فخر نہیں کریں گے قیامت قائم نہیں ہوگی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مساجد کو بلند اور مضبوط بناؤں۔

علامہ طیبی نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

مساجد کو مزخرف کرنے کے لئے مجھے ان کو مضبوط بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔

زخرفہ کا معنیٰ کسی چیز کو باطل سے مزین کرنا۔

اور یہاں مراد یہ ہے کہ

مساجد کو سونے سے مزین کرنا جیسے یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے گرجوں کو مزین کرلیا۔

محی السنۃ نے کہا: اب تم بھی ریا کاری کے لئے مسجد بناتے ہو اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لئے مسجدوں کی تزئین کرتے ہو۔ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے ان احادیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں نقش ونگار بنانا اور مسجد کی تزئین اور آرائش کرنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض فقہاء کرام نے جو یہ کہا ہے کہ مسجد میں نقش ونگار بنانا مباح ہے۔

اس کا محمل یہ ہے کہ

اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور مال وقف سے مسجد کی تزئین کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص مال وقف سے مسجد کی تزئین کرے گا اسے اس کا تاوان دینا ہوگا خواہ وہ مسجد کا متولی ہو یا کوئی اور ہو۔

میں کہتا ہوں کہ

اگر کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مسجد کی تزئین اور آرائش کرے تو یہ پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ نمازی کی توجہ اس زینت میں مشغول ہوگی اور یہ اپنے مال کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:7، ص:4، ص:206)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے، سونے چاندی کے پانی سے نقش ونگار کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال سے ایسا کرے مال وقف سے ایسا نہیں کرسکتا بلکہ متولی مسجد نے اگر مال وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا ہاں اگر بانی مسجد نے نقش کرایا تھا جو خراب ہوگیا تو متولی مسجد مال مسجد سے بھی نقش ونگار کرا سکتا ہے۔ بعض مشائخ دیوار قبلہ میں نقش ونگار کرنے کو مکروہ بتاتے ہیں کہ نمازی کا دل ادھر متوجہ ہو

گا۔(الدر المختار ورد المحتار:ج:9،ص:636)

☆ قوله ما امرت بتشييد المساجد

تشیید کے دو معنی ہیں۔

1-مکان کی عمارت کو بلند کرنا

2-تخصیص البناء

تشیید بمعنی جص یعنی چونہ کے ہیں یعنی عمارت کو چونہ سے پختہ بنانا۔

☆ قوله ان يجعل مسجد الطائف حيث كان طواغيتهم

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا عامل بنایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا طائف کے شہر میں وہاں پر مساجد تعمیر کریں جہاں پر پہلے کفار کے بت رکھے ہوئے ہیں مطلب اس بات کا یہ ہے کہ بت خانہ کو گرا کر اس جگہ پر مسجد بنا دیں تا کہ جس جگہ پر غیر اللہ کی عبادت ہوتی تھی وہاں پر اب اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور کافروں کا خاتمہ ہو اور ان کی اہانت ہو جائے۔

☆ قوله فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقبور المشركين فنبشت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبور کو کھود دینے اور اکھاڑ دینے کا حکم ارشاد فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ قبور مشرکین کو کھودنا اور اکھاڑنا جائز ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک باب باندھا ہے جس کا نام انہوں نے یہ رکھا۔

هل ينبش قبور المشركين

اور خود امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج کے آخر میں اس نام کا باب باندھا۔

باب نبش القبور العادية

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبور اکھاڑ دینے کا حکم اس لیے دیا کہ جن لوگوں کی یہ قبور تھیں ان کے وارث وہاں پر موجود تھے۔

یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مشرکین کی قبور کا شرعاً کوئی احترام نہیں ہے۔

سوال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ پر مسجد کیوں بنائی جہاں پر مشرکین کی قبریں تھیں؟

جواب

ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقدام اس لیے کیا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ظاہر فرما دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دلوں میں کفر کی جگہ ایمان قائم کیا بے زبان پتھروں کو زبان عطا فرمائی۔کڑوے کنویں کو

میٹھا فرما دیا تو کیا عجب ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اسی انقلاب آفریں تاثیر سے آثار عذاب کو مبادی ثواب سے بدل ڈالا ہو۔ وجہ خواہ کوئی بھی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

سوال

عام مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ قبور مشرکین کو اکھاڑ دیں اس جگہ مسجد بنا دیں یا نہیں؟

جواب

اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ آثار عذاب والی زمین پر گزرنے سے ممانعت کی حدیث مبارکہ کے پیش نظر منع کرتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احناف مسجد بنانے والی حدیث کے پیش نظر جائز قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: جز:4،ص:179)

سوال

مسلمانوں کی قبور کے آثار جب مٹ جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

علامہ بدر الدین عینی متوفی 855ھ نے ابن القاسم سے نقل کیا ہے کہ جب قبرستان سے قبروں کے آثار محو ہو جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے کیونکہ مسجد بھی وقف ہے اور مقبرہ بھی وقف ہے اور یہ دونوں وقف معنیً ایک ہی ہیں۔

(عمدۃ القاری: ج:4،ص:179)

یہ صرف ایک مالکی عالم کی رائے ہے مالکیہ، شافعیہ اور حنفیہ میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:230)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کو چاہئے تھا کہ ابن قاسم کے اس جواب کو ذکر کرنے کے بعد یہ واضح کر دیتے کہ یہ صرف ابن قاسم کی رائے ہے اور یہ کہ وہ مالکی ہیں اور یہ کہ حنفیہ شافعیہ اور مالکیہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حنفی ہیں اور ان کی کتاب میں ابن قاسم کا یہ جواب مذکور ہے اس لیے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں احناف کا وہی نظریہ ہے جو ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اسی بناء پر شیخ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے بڑے طمطراق سے یہ فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کی قبور کو اکھاڑ کر مسجد بنانا جائز ہے اور ثبوت میں عمدۃ القاری کا مذکورہ بالا حوالہ دیا۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ نے اس فتویٰ پر زبردست فقیہانہ انداز سے **اھلاك الوھابین علی توھین قبور المسلمین** نامی رسالہ میں گرفت کی ہے۔

بعض معاصرین نے بھی شیخ گنگوہی کی طرح لکھ دیا ہے۔

''اور مسلمانوں کی قبریں جب پرانی ہو کر ان کے آثار مٹ جائیں تو وہاں مسجد بنالی جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

(تفہیم البخاری: جز: 1،ص: 461)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وعامہ مومنین اہلسنّت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقہ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقہ مبتدعہ کو نہیں ہے اسی وجہ سے اس فرقہ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانت محبوبان خدا سے بھری پڑی ہیں جس کا جی چاہے وہ نجدی ملا اسماعیل دہلوی وصدیق حسن بھوپالی وخرم علی رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفات باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پر ہیں منجملہ ان کے ایک اہانت قبور انبیاء وشہداء واولیاء علیہم السلام کا منہدم ونابود تا بمقدور کرنا اس فرقے کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا۔

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب میں فرماتے ہیں:

ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توڑ دوں۔

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور کو قبوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے۔

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں: بعض علماء نے فرمایا کہ

صاحب قبہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہئے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں اب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں اور یہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی ہوتی ہے حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پا سکتے ہیں جنہوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے جس طرح کہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا۔

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ (پناہ خدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔

ملا اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ 60 میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں بکتا ہے کہ

''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔''

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضہ اطہر اور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بے ہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔ جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ وہابیہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسؤلہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش وآسائش کے مکان بنا کر ان میں لذات دنیا میں مشغول ومنہمک ہو جو قطعاً ویقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:9،ص429 تا431)

☆ وهم یر تجزون الخ

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رجز کرتے۔

حدیث مبارکہ کے ترجمہ میں رجز کا معنیٰ میں نے شعر کیا ہے جبکہ یہاں تشریح میں یر تجزون کا معنیٰ رجز کیا ہے مطلب یہاں پر یہ ہے کہ اگر رجز کا معنیٰ کریں تو یہ تعریف رجز کی بنتی ہے۔

چنانچہ علامہ طاہر پٹنی متوفی 986ھ لکھتے ہیں: رجز شعر کی بحور میں سے ایک بحر اور انواع میں سے ایک نوع ہے اس کا ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اس کے قصائد کو اراجیز کہتے ہیں یہ کلام موزوں اور وزن شعر پر ہوتا ہے اور اس کے قائل کو راجز کہتے ہیں جیسے بحور شعر کے قائل کو شاعر کہتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں رجز کی اقسام میں سے منہدک اور مشطور رہے۔ جیسا کہ

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

اور

هل انت الا اصبع رمیت وفی سبیل الله مالقیت

آپ کے ان کلمات کو خلیل نے شعر قرار نہیں دیا۔ (مجمع بحار الانوار: جز:2،ص:466)

اب اگر رجز کا معنیٰ شعر کریں تو شعر کی تعریف وتحقیق اس طرح ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: شعر کا معنیٰ بال ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ (النحل:80)

اور بھیڑوں کے اون سے اور اونٹوں کے ریشم سے اور بکریوں کے بالوں سے اور شعرت کا معنیٰ ہے میں نے بالوں کو حاصل کر لیا یعنی گھنے بال کر لیے اور اسی سے استعارہ کیا گیا ہے۔

شعرت کذا

یعنی میں نے ایسا علم حاصل کیا جو بال کی طرح باریک ہے اور شاعر کو اس کی باریک بینی ژرف نگاہی اور دقت نظر کی وجہ سے شاعر کہتے ہیں پس شعر اصل میں دقیق اور باریک علم کا نام ہے۔ عربی میں کہتے ہیں۔

لیت شعری

کاش مجھے اس کی گہرائی اور گیرائی کا علم ہوتا۔

یہ شعر کا لغوی معنیٰ ہے۔

اور اصطلاح میں شعر اسی کلام کو کہتے ہیں جو موزوں اور مقفّیٰ ہو یعنی جس کلام میں ردیف اور قافیہ کی رعایت کی گئی ہو۔

(المفردات: جز:1،ص:345)

مزید رقم ہیں: شعر کا معنیٰ معروف اور مشہور ہے اور اس کی جمع اشعار ہے۔ شعر اصل میں بال کو کہا جاتا ہے اور بال بہت باریک ہوتا ہے اور اشعار میں بھی بہت دقیق اور باریک مضمون ہوتا ہے اس لیے ان کو شعر اور شاعری کہتے ہیں۔

شعر کا عرفی معنیٰ ہے۔

وہ کلام جو موزوں اور مقفّیٰ ہو۔

قرآن مجید میں بعض سورتیں موزوں اور مقفّیٰ ہیں۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ o مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَا لُهٗ وَمَا كَسَبَ o سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ o وَّامْرَاَتُهٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ o (اللھب:111)

اسی طرح یہ سورت ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ o (الکوثر:108)

اسی طرح اور سورتیں بھی ہیں اور بعض سورتیں بعض آیات کے آخری الفاظ بھی ایک وزن پر ہوتے ہیں اسی وجہ سے کفار مکہ قرآن مجید کو شعر اور آپ ﷺ کو شاعر کہتے تھے مگر ظاہر ہے کہ سارا قرآن مجید کلام موزوں اور کلام مقفّیٰ مسجع نہیں ہے اور نہ اس سے ان کا کوئی مقصد پورا ہوتا تھا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے اور عرب شعر کو جھوٹے سے اور شاعر کو جھوٹے سے تعبیر کرتے تھے حتیٰ کہ وہ جھوٹے کلام کو اشعار کہا کرتے تھے اور اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے شعراء کے متعلق فرمایا کہ ان کی پیروی گمراہ کرتے ہیں اور کیونکہ اشعار جھوٹے کلام پر مشتمل ہوتے ہیں اس وجہ سے عرب کہتے ہیں کہ سب سے اچھا شاعر وہ ہے جو سب سے بڑا جھوٹا ہو۔ (المفردات: جز:1،ص:345)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں: لغت میں شعر کا معنیٰ علم ہے۔

اور اصطلاح میں اس کلام کو شعر کہتے ہیں جس میں قصداً کلام کے آخری الفاظ کو ایک وزن اور ایک قافیہ پر لایا گیا ہو اور اگر کسی کلام کا آخر بغیر قصد کے ایک وزن پر ہو تو اس کو شعر نہیں کہا جاتا اس لحاظ سے یہ آیت شعر نہیں ہوگی۔

اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ o وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ط o (الانشراح:3،4)

یہ کلام بھی مقفّیٰ اور موزوں ہے لیکن یہ شعر نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے آخری الفاظ کو قصداً ایک وزن پر نہیں لایا گیا اسی

طرح دوسری آیات بھی جو موزوں اور مقفیٰ ہیں وہ اشعار نہیں ہیں کیونکہ ان کو موزوں اور مقفیٰ لانے کا مقصد نہیں کیا گیا اور منطقیوں کی اصطلاح میں شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو خیالی باتوں سے بنایا جائے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کسی چیز پر راغب کیا جائے یا کسی کو کسی چیز سے متنفر کیا جائے۔(التعریفات:ص:92)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد تونگری لکھتے ہیں:

جس میں کلمات کو ایک وزن پر لانے کا قصد کیا گیا ہو اس تعریف کے اعتبار سے قرآن مجید شعر نہیں ہے۔

(دستور العلماء:ج:2،ص:157)

شعر کب سے مشروع ہوئے؟

اس بارے میں قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد تونگری لکھتے ہیں: مؤرخین نے کہا ہے کہ

سب سے پہلا شعر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تھا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے اس کے غم میں یہ اشعار کہے۔

تغيرت البلاد ومن عليها فوجه الارض مغبر قبيح

تغير كل ذى طعم ولون وقل بشاشة الوجه المليح

و هابيل اذاق الموت فانى وعليك اليوم محزون قريح

تمام شہر اور ان کے رہنے والے متغیر ہو گئے

زمین کا چہرہ غبار آلود اور خراب ہو گیا

ہر ذائقہ والی اور رنگ دار چیز متغیر ہو گئی

اور چہروں کی بشاشت اور ملاحت کم ہو گئی

اے ہابیل تو نے موت کا ذائقہ چکھ لیا

اور تجھ پر میری طبیعت غمزدہ اور ملول ہے۔

قاسم بن سلام بغدادی نے کہا: سب سے پہلا شعر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے یعرب بن قحطان نے کہا اور فارسی میں سب سے پہلا شعر بہرام گور نے کہا: اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے جس نے مدح اور تعریف میں قصائد کی بنیاد رکھی وہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں خراسان، بخارا اور ہرات کے سلطان احمد بن نوح السامانی کا درباری تھا اس کا نام رودکی تھا۔(دستور العلماء:ج:2،ص:158)

☆ قوله اللهم لاخير الا خير الأخرة فانصر الانصار والمهاجرة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

اے اللہ عزوجل حقیقی بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

یہاں پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اشعار کی تو خود نبی کریم ﷺ نے مذمت کی ہے۔

جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ اشعار سے بھر جائے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6155)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس شعر سنے جاتے تھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اشعار آپ ﷺ کے نزدیک مبغوض ترین تھے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 13297)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے عشاء کے بعد شعر پڑھے اس کی اس رات کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

(مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 4760)

ان احادیث مبارکہ میں اشعار گوئی کی مذمت کی گئی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے خود شعر پڑھے؟

جواب

یہ احادیث مبارکہ ان شاعروں پر محمول ہیں جو پیشہ ور شاعر ہوں جن کو اگر مال اور پیسہ دیا جائے تو وہ لوگوں کی تعریف اور تحسین میں اشعار کہیں اور اگر ان کو مال اور پیسہ نہ دیا تو وہ لوگوں کی ہجو اور مذمت کریں یا وہ اشعار ملحدانہ ہوں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا کفر ہو اور رسول اللہ ﷺ، قرآن مجید، آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے اہل بیت کے خلاف مضامین ہوں یا وہ اشعار بے حیائی کے مضامین پر مشتمل ہوں۔ ان میں خوبصورت عورتوں، بے ریش لڑکوں، شراب اور فحش کاموں کی ترغیب ہو اور وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوں یا کفریہ ہوں ان تمام کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

غالب کا مشہور شعر ہے۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ڈاکٹر اقبال کے بعض اشعار بھی اسی طرح ہیں۔

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی — خطا کس کی ہے یا رب لامکاں تیرا ہے یا میرا

اللہ تعالیٰ کو خطا وار کہنا صریح کفر ہے۔

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن — زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

اللہ تعالیٰ کے لئے نقصان پانے کا لفظ خواہ استفہاماً کہا جائے بہرحال کفر ہے۔ (کلیات اقبال: ص: 179)

ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے — بتا تو میرا ساقی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

(کلیات اقبال:ص:179)

اللہ تعالیٰ کو بخیل کہنا اللہ تعالیٰ کی سخت توہین ہے اور صریح کفر ہے۔

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا یا اپنا گریباں یا دامن یزداں چاک

(کلیات اقبال:ص:192)

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

(کلیات اقبال:ص:185)

اللہ تعالیٰ کی گستاخی کر کے اس پر فخر کرنا یہ بھی کفر و ضلال اور سرکشی ہے۔

مجھے فریفتہ ساقی جمیل نہ کر بیان حور نہ کر ذکر سلسبیل نہ کر
مقام امن ہے جنت مجھے کلام نہیں شباب کے لئے موزوں ترا پیام نہیں
شباب، آہ کہاں تک امیدوار ہے وہ عیش عیش نہیں جس کا انتظار رہے

(کلیات اقبال:ص:88)

جنت کو ناموزوں کہنا اور اس کی تنقیص اور تحقیر کرنا بھی بدترین گمراہی ہے۔

تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ اپنے لیے لامکان میرے لیے چارسو

(کلیات اقبال:ص:214)

اس شعر کی گمراہی اور اس کا کفر محتاج بیان نہیں۔

مجھ کو پیدا کر کے اپنا نکتہ چیں پیدا کیا نقش ہوں اپنے مصور سے گلا رکھتا ہوں میں

(کلیات اقبال:ص:86)

ہندوؤں کے دیوتا رام چندر کی منقبت فاسقہ میں یہ اشعار کہے ہیں۔

ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند
اعجاز اس چراغ ہدایت کا ہے یہی روشن تراز سحر ہے زمانے میں شام ہند
تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا پاکیزگی میں جوش محبت میں فرد تھا

(کلیات اقبال:ص:118)

اسی قسم کے اشعار کے متعلق مذمت بیان کی گئی ہے۔

اور جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللھم لاخیر الاخیر الأخرہ فانصر الانصار والمھاجرۃ

یہ شعر نہیں ہے رجز ہے جو کہ عمدہ کلام ہوتا ہے اشعار کے اوزان کا لحاظ اس میں نہیں ہوتا۔ رجز کا معنیٰ ہے جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لئے کلام موزوں پیش کرنا۔

علامہ بدرالدین محمود بن عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ

رجز شعر ہے یا نہیں اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رجز شعر نہیں ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے بعض مواقع پر جو رجزیہ کلام فرمایا وہ شعر نہیں ہے اور نص قرآن سے آپ ﷺ پر عشر کہنا حرام ہے۔

اور علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ

رجز شعر ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے جو نادراً دو چار شعر کہے ہیں اس سے آپ ﷺ کا شاعر ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دو چار شعر کہنے سے کوئی شخص شاعر نہیں ہو جاتا اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ ﷺ شاعر تھے یا آپ ﷺ کو شعر گوئی کا علم تھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:15، ص:263)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ

رجز پر شعر کا اطلاق نہیں کیا جاتا کیونکہ رجزیہ کلام کہنے والے کو راجز کہا جاتا ہے شاعر نہیں کہا جاتا۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ

آیا نبی کریم ﷺ کے لئے شعر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اگر آپ ﷺ کے لئے شعر کہنا جائز نہیں ہے تو آیا آپ ﷺ کسی کا شعر نقل کر سکتے ہیں یا نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ اگر کسی کا شعر نقل بھی کریں گے تو اس میں تغیر کر دیں گے کیونکہ آپ ﷺ نے ایک شعر اس طرح پڑھا۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا

ویاتیک من لم تزود بالاخبار

عنقریب زمانہ تم پر وہ چیزیں ظاہر کرے گا جن سے تم غافل تھے۔

اور تمہارے پاس ایسی چیزیں لائے گا جو تم نے سنی نہ تھیں۔

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ شعر اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے۔

ویاتیک بالاخبار من لم تزود

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ شاعر نہیں ہیں۔ اور نہ مہارت کے ساتھ شعر کہہ سکتے ہیں اور

جب آپ ﷺ نے تغیر کے ساتھ شعر پڑھا تو پھر آپ ﷺ شاعر نہیں رہے۔

اور قرآن مجید میں ہے: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (یٰس:69)

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

ہم نے آپ ﷺ کو شعر کا فن اور اس کی صنعت نہیں سکھائی۔

اور رہا یہ کہ

آپ ﷺ کو لوگوں کے اشعار یاد ہوں تو یہ آپ ﷺ کے حق میں ممنوع نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:4، ص:264)

نبی کریم ﷺ سے جو کلام موزوں صادر ہوا ہے اس کے متعلق علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ جب تک شعر کہنے کا قصد اور ارادہ نہ ہو اس وقت تک وہ شعر نہیں ہوتا اور جب کلام موزوں بغیر قصد اور ارادہ کہا جائے تو وہ شعر نہیں ہوتا اور نبی کریم ﷺ سے جو کلام موزوں صادر ہوا ہے اس کا یہی محمل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ پر شعر کہنا حرام ہے۔ (شرح للنواوی: جز:3، ص:1776)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کے لائق ہے۔ (یٰس:69)

اس آیت کریمہ میں کفار کا رد ہے جو آپ ﷺ کو شاعر کہتے تھے اور قرآن کو شعر کہتے تھے اسی طرح نبی کریم ﷺ خود بھی شعر نہیں کہتے تھے اور نہ آپ ﷺ کا کلام فنی طور پر وزن کے موافق ہوتا تھا اور جب آپ ﷺ پرانے شعر کو پڑھنے کا قصد فرماتے تو اس کا وزن ٹوٹ جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی توجہ صرف معانی کی طرف ہوتی تھی۔

حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ نے ایک مصرعہ اس طرح پڑھا۔

كفى والشيب للمراء ناهيا

اسلام اور بڑھاپا انسان کے برے کاموں سے روکنے کے لئے کافی ہے۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! شاعر نے اس طرح کہا ہے:

كفى الشيب والاسلام للمراء ناهيا

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ وہ آپ کے مناسب ہے۔

اور خلیل بن احمد نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو کلام میں شعر کہنا بہت پسند تھا مگر آپ ﷺ کو شعر کہنے کی مہارت نہیں تھی۔ کبھی کسی کلام کا وزن کے موافق ہو جانا اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ وہ کلام شعر ہو جیسے نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین کے دن ارشاد فرمایا:

هل انت الا اصبع دَمت　　　وفی سبیل الله ما لقیت

تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے

جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2802)

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4317)

ابوالحسن الاخفش نے کہا ہے کہ

انا النبی لا کذب شعر نہیں ہے۔

اور خلیل بن احمد فراہیدی نے کتاب العین میں کہا ہے کہ

جن فقروں میں دو جز وزن کے موافق ہوں وہ شعر نہیں ہوتا۔

اور معتمد علیہ قول یہ ہے کہ

کلام موزوں کی ان مثالوں کو اگر شعر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی کریم ﷺ شعر کے عالم ہوں یا شاعر ہوں جس طرح کہ کوئی شخص ایک دو کپڑے سی لے تو اس سے اس کا درزی ہونا لازم نہیں آتا۔

ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

ہم نے ان کو شعر نہیں بنایا اور اس میں آپ کے چند شعر کہنے کی ممانعت نہیں ہے۔

النحاس نے کہا: یہ اسی مسئلہ میں بہترین قول ہے۔

اور اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص شعر کہنے کے قصد کے بغیر کوئی کلام موزوں کہے وہ شعر نہیں ہوتا وہ کلام صرف شعر کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ کلام بالکل واضح ہے۔

علماء نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے شعر کے علم اس کی اصناف اس کی اعاریض اس کے قوافی وغیرہ دیگر امور کی نفی کی ہے۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ

آپ ﷺ ان علوم کے ساتھ متصف نہیں تھے۔
یہی وجہ ہے کہ
جب حج کے ایام میں عرب کے مختلف علاقوں سے لوگ مکہ مکرمہ میں آئے۔
اور بعض اہل مکہ نے کہا ہے کہ
آپ ﷺ شاعر ہیں۔
تو ان میں سے بعض ذہین لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! عرب تمہاری تکذیب کریں گے کیونکہ وہ شعر کی اصناف کو جانتے ہیں اور آپ ﷺ کا کلام اس کے بالکل مشابہ نہیں ہے۔
اور صحیح مسلم میں ہے کہ
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بھائی انیس نے کہا: میں نے آپ ﷺ کے فرمان کو ماہر شعراء کے سامنے پیش کیا۔
تو انہوں نے کہا: یہ شعر نہیں ہے۔
اور حضرت انیس عرب کے ماہر شعراء میں سے تھے۔
اور اسی طرح عتبہ بن ابی ربیعہ نے جب آپ سے کلام سنا تو کہا۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کا کلام نہ شعر ہے نہ کہانت ہے نہ سحر ہے۔
اسی طرح زبان عرب کے فصحاء اور دیگر ماہرین کلام نے کہا کہ کلام موزوں کو شعر نہیں کہا جاتا شعر صرف اس کلام موزوں کو کہا جاتا ہے جو شعر کہنے کے قصد سے کہا جائے اسی طرح امام کسائی نے بھی کہا کہ مطلقاً کلام موزوں کو شعر نہیں کہا جاتا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:15،ص49 تا 51)

علامہ اسماعیل حقی البروسوی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ
نبی کریم ﷺ کو شعر کا علم تھا اور نہ شعر کہنے پر قدرت تھی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو فرمایا ہے۔
اور نہ شعر کہنا ان کی شان کے لائق ہے۔
اس کا معنٰی یہ ہے کہ
آپ ﷺ نبی اور صادق القول ہونے کی حیثیت سے شعر نہیں کہتے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلم ہو وہ حق کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا۔
اور یہ چیز اس کے منافی نہیں ہے کہ
آپ ﷺ کو فی نفسہ نظم اور نثر پر قدرت ہو۔
اور اس پر دلیل یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو اچھے اور برے شعر اور موزوں اور غیر موزوں کلام کی تمیز حاصل تھی اور جس شخص کو اس پر تمیز حاصل ہو اس کو الٰہیات اور احکام شرعیہ کو نظم اور نثر سے ادا کرنے پر قدرت کیوں نہیں ہوگی ہاں قدرت فعل کو مستلزم نہیں ہوتی اور آپ ﷺ نے اعتقادات اور احکام شرعیہ کو نظم اور کلام موزوں کے ساتھ اس لیے ادا نہیں کیا کہ آپ ﷺ کے کلام پر شعر کا اور آپ ﷺ کی ذات پر شاعر کا اطلاق نہ کر دیا جائے کیونکہ شعر کا لفظ یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کلام میں خیالی باتیں ہیں یا جھوٹی باتیں ہیں۔

اور تحقیق یہ ہے کہ

عربوں کو آپ ﷺ کی فصاحت اور بلاغت اور آپ ﷺ کے کلام کی سلاست اور شیرینی کا خوب علم تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ

ہر کمال آپ ﷺ ہی کی ذات سے حاصل ہوتا ہے اور جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نیک اعمال کی ترغیب، محاسن اخلاق، اسلام کی عظمت اور نصرت اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر مشتمل ہوں وہ آپ ﷺ کو بہت پسند تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی موافقت میں کفار کی ہجو کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کے لئے منبر بچھا دیتے تھے۔ (روح البیان: جز: 7، ص: 506)

☆ قوله فنزل في علو المدينة

علو میں عین کا ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھ سکتے ہیں علو المدینۃ کو عالیہ بھی کہا جاتا ہے جس کی جمع عوالی آتی ہے اور یہ وہ مدینہ منورہ کا وہ حصہ ہے جو نجد کی جانب واقع ہے اور مدینہ منورہ کا وہ حصہ جو تہامہ کی طرف واقع جس طرف مکہ مکرمہ ہے اس کو سافلہ کہا جاتا ہے یہاں علو المدینۃ سے مراد قبا ہے جو کہ عوالی مدینہ منورہ سے ہے یہ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جس میں کچھ خاندان آباد تھے ان میں سب سے ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا آپ ﷺ کا نزول قبا میں انہیں کے پاس ہوا۔

☆ قوله فاقام فيهم اربع عشرة ليلة

قبا کے اندر آپ ﷺ کے قیام فرمانے میں روایات مختلف ہیں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں چودہ دن اور ایک میں چوبیس دن کا ذکر ہے اور ایک قول کے مطابق چار دن بھی ہیں۔

☆ قوله وساق الحديث

ساق کی ضمیر حماد بن سلمہ کی جانب راجع ہے جو ابو التیاح کے تلمیذ ہیں اس سے قبل والی سند میں ان کے شاگرد عبد الوارث تھے اور یہ بات یہاں پر ذہن نشین فرمالیں کہ جب سند میں اس طرح کی عبارت آجائے تو ضمیر اس راوی کی جانب راجع ہوگی جو نیا راوی اس دوسری سند میں آئے اور وہ یہاں پر حماد بن سلمہ ہیں۔ حماد کی روایت میں فانصر الانصار کے بجائے فاغفر الانصار ہے نیز اس دوسری روایت میں لفظ خرب کے حرث ہے۔

☆ قوله عن يزيد بن الاصم

یہ یزید بن الاصم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر رہے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ان دونوں بزرگوں کی خالہ محترمہ ہیں۔

☆ **قولہ وقتادہ عن انس**

قتادہ کا عطف ابی قلابہ پر ہے یعنی ایوب اس حدیث مبارکہ کو ابوقلابہ اور قتادہ دونوں سے روایت فرما رہے ہیں اور پھر یہ دونوں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

☆ **قولہ وزعم عبدالوارث انہ افاد حمادا ھذ الحدیث**

یہاں پر اس سند کی تشریح یہ ہے کہ اس دوسری سند میں حماد براہ راست ابوالتیاح سے روایت کر رہے ہیں اور پہلی سند میں ابوالتیاح سے عبدالوارث روایت کرنے والے تھے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عبدالوارث اور حماد دونوں ساتھی ہیں اور دونوں ایک ہی استاد کے تلمیذ ہیں مگر عبدالوارث یہ کہہ رہے ہیں کہ ابتداء میں اس حدیث مبارکہ کو مجھ سے حماد نے لیا تھا لہٰذا حماد عبدالوارث کے تلمیذ ہوئے نہ کہ ساتھی پھر بعد میں اس طرح ہوا کہ حماد نے جا کر اپنے استاد کے استاد ابوالتیاح سے اسی حدیث مبارکہ کو لیا اسی وجہ سے اس حدیث مبارکہ کو براہ راست ابوالتیاح سے روایت کرنے لگ گئے اسی ترقی کا نام علو سند ہے جو کہ رواۃ میں ہو جاتا ہے۔

قولہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ لبابہ بنت حارث ہیں یعنی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تیرہ سال تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم وحکمت کی دعائیں دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم، آپ رضی اللہ عنہ نہایت حسین، بڑے عالم، فقیہہ مجتہد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ بھی مشورہ کرتے تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ 68ھ اڑسٹھ میں طائف میں وصال فرمایا اکہتر سال عمر مبارک ہوئی۔ (مراۃ المناجیح: جز: 8، ص: 566)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ونسب یہ ہے:

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے ان کو گھٹی عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ چمٹا کر آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرۃ نبوت کے اہل بیت ہیں ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدان علم ہیں۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسئلے کو آپ رضی اللہ عنہ ہی حل فرما سکتے ہیں پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل فرماتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے، علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہ کوئی جاننے والا تھا نہ آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی فقیہ تھا۔

شعر عربیت تفسیر قرآن حساب

اور وراثت کے مسائل کو بھی آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان فرماتے۔ ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان فرماتے ایک دن صرف غزوات کا بیان فرماتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان فرماتے جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار فرمایا ہے۔

انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر (70) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا

تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے میں تم کو چند کلمات سکھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

اور کہا: آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

بالآخر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوۃ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے: کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے۔

اور کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔

ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں۔

اور کہا: ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔

اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں گڑبڑ ہوگئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہوگئے اور چند روز کے بعد وصال فرما گئے۔

محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہوگیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا: بہ خدا! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر (70) سال کی عمر میں خلد آشیاں ہوگئے۔

(اسد الغابہ: ج:3،ص192 تا195)

قوله عن عثمان بن ابو العاص رضی الله عنه

آپ رضی اللہ عنہ ثقفی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا حاکم بنایا آپ رضی اللہ عنہ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال تک حاکم رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں سے ہٹا کر عمان اور بحرین کا حاکم بنایا آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بنی ثقیف میں آئے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک (29) انتیس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ (10) دس ہجری میں آئے تھے آخر میں بصرہ میں رہے وہاں ہی وفات ہوئی (51) اکیاون میں وفات پائی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بنی ثقیف نے مرتد ہوجانے کا ارادہ کیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اے میری قوم تم آخر مومنین ہو اب اول مرتدین نہ بنو چنانچہ وہ لوگ اس حرکت سے باز رہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:561)

قوله عن ابن عمر رضی الله عنهما

آپ رضی اللہ عنہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند اپنے والد کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ایمان لائے۔ بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔

حق یہ ہے کہ

غزوہ احد میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا غزوہ خندق میں شریک ہوئے غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ چودہ سالہ تھے بڑے عابد زاہد محتاط اور متبع سنت تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کرلیا سواء حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا عالم نہ دیکھا۔
حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کیے۔ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور 73 تہتر میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی۔آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جائے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طوی میں دفن کیے گئے۔مہاجرین کے قبرستان میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ

ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
سورج تیرا انتظار نہ کرے گا۔
وہ بولا کہ
میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کر دوں۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
اگر تو چاہے تو ایسا کر سکتا ہے کہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔
اس نے ایک شخص سے کہا۔
اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چبھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی چوراسی یا چھیاسی (86) سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔(مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:566)
علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب جمحیہ ہے (نسب یوں ہے عبداللہ ابن عمر بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کم سن اور نابالغ تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی۔اس پر اتفاق ہے کہ غزوہ بدر میں نہیں تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ ﷺ ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہو۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ جس درخت کے نیچے اترتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اور فقہ میں اتنے ماہر نہ تھے۔ دینی معاملات میں بہت احتیاط کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے وہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے۔ حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بہت میلان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حبیب بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں کہا۔

مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے بکثرت حج کیے اور صدقہ وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے بسا اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وصال فرما گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب یہ تھا کہ

- حجاج نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی ایک نوک چبھو دے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔

حجاج نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں! تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے

اسی زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھیاسی سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص227 تا 230)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب اِتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ

باب! گھروں میں مساجد بنانا

یہ باب گھروں میں مساجد بنانے اوران میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

384 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ

ہشام بن عروہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مساجد بنانے کا حکم ارشاد فرمایا کہ صاف اور طیب رکھا جائے۔

(سنن ترمذی: ج:2، ص:469، شرح السنۃ للبغوی: ج:1، ص:376، مسند ابی یعلیٰ: ج:8، ص:152، مسند احمد: ج:53، ص:340)

385 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ ابْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ اَبِيهِ سَمُرَةَ اَنَّهُ كَتَبَ اِلٰى ابْنِهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا بِالْمَسَاجِدِ اَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا وَنُصْلِحَ صَنْعَتَهَا وَنُطَهِّرَهَا

سلیمان بن سمرہ اپنے والد محترم سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو خط تحریر فرمایا: امابعد! پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھروں میں مساجد بنانے کا حکم ارشاد فرماتے تھے اور ہم کو اچھا بنانے اور پاک رکھنے کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج:7، ص:252، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:440، صحیح ابن حبان: ج:4، ص:514)

تشریح

☆ قولہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور

یہاں پر دور دار کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ گھر کے ہیں اور اس دار کا معنیٰ محلّہ اور قبیلہ کے بھی ہیں۔

اگر یہاں گھر مراد لیں تو معنیٰ ہوگا کہ ہر گھر میں مخصوص جگہ پر مسجد بنانی چاہئے جس طرح کہ گھر میں باورچی خانہ، غسل خانہ وغیرہ ہوتا ہے اسی طرح مسجد کی بھی جگہ خاص کر لینی چاہئے تا کہ عورتیں نماز پڑھ سکیں یا مرد سنتیں یہاں پڑھ کر بقیہ نماز مسجد میں جا کر پڑھیں۔

اگر دار سے معنیٰ مراد لیں محلّہ یا قبیلہ تو اس کا مطلب یہ ہوگا ہر ہر محلّہ میں مسجد بنانی چاہئے اگر اس طرح نہ ہوگا تو ایک محلّہ والے دوسرے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے جائیں گے اور اس قدر فاصلہ کی بناء پر جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ گھر کی مسجد مسجد شرعی نہ ہوگی بخلاف محلّہ کی مسجد کے کیونکہ گھروں کی مساجد میں بغیر کراہت کے جنبی داخل ہوسکتا ہے اور وہاں پر زوج اپنی زوجہ سے وطی بھی کر سکتا ہے اور اس میں خرید و فروخت بھی کر سکتا ہے۔

جس طرح کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

ذخیرہ وحلیہ وغیرہما میں ہے۔

گھروں کی مساجد کا حقیقی مساجد جیسا حکم نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ مساجد بیوت (گھروں) میں بغیر کراہت جنبی (ناپاک) داخل ہوسکتا ہے اور ہاں وہ اپنی منکوحہ سے ہمبستری بھی کر سکتا ہے پھر اس میں بلا کراہت خرید و فروخت بھی کر سکتا ہے۔

☆ **قوله انه كتب الى ابنه اما بعد**

اس کتاب میں اسی سند کے ساتھ کل چھ (6) احادیث مبارکہ ہیں اور مسند بزار میں تقریباً (100) سو احادیث مبارکہ ہیں۔ اصل میں یہ ایک صحیفہ ہے اور یہ صحیفہ سحرہ کے نام سے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت ساری احادیث مبارکہ جمع فرما کر اپنے بیٹے کو روانہ فرمائیں۔

☆ **قوله عن عائشة رضى الله عنها**

اس باب کی پہلی روایت کی راویہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں آپ رضی اللہ عنہا نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر روایات مروی ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس طرح سوانح حیات رقم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر (طیب ہیں) آپ رضی اللہ عنہ کی ماں ام رومان بنت عامر بن عویمر ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا۔ نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا

کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور ﷺ نے نکاح نہیں فرمایا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور ﷺ سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان منگل کی رات وفات پائی۔

وصیت فرمائی تھی کہ

مجھے رات میں دفن کیا جائے آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ کے حاکم تھے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے کہ

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور ﷺ پر وحی آئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری و مسلم دونوں کی روایات اور چون (54) احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں۔ اڑسٹھ (68) احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

عروہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:588)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے دو سال پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

ایک قول تین سال کا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے عقد مبارک میں واحد کنواری خاتون تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال تھی۔

ایک قول سات سال کا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک (9) نو سال کی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کرلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بیوہ سے کرلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: بیوہ کون ہے؟

انہوں نے کہا: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاچکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں۔

اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام رومان (رضی اللہ عنہا)! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کیسی خیر اور برکت نازل فرمائی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کس طرح؟

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا: اس کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کس طرح ہوسکتا ہے وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کی بیٹی ہے تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر فرمایا: وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کی بیٹی ہے۔

پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ

وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے؟

وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ۔

حضور انور ﷺ تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔
اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال کی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں۔

اور کہا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں۔ اور ہم بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کریں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا میں نے دوبارہ ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا میں نے واپسی میں حضور انور ﷺ کے پاس جا کر کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں؟

عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا باپ

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا: میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات کریمہ نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ (17) رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

ایک قول 58ھ کا بھی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔ (اسد الغابہ: جز:5، ص501 تا 504)

قوله عن ابيه سمره

یہ سمرہ حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر تعداد میں روایات منقول ہیں آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر تعداد میں برکات وفیوض حاصل کیے۔

مراۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59 ؁ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:584)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَابٌ فِي السُّرُجِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب! مساجد میں چراغ جلانا

یہ باب مساجد میں چراغ جلانے کے حکم میں ہے۔

386 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ ائْتُوهُ فَصَلُّوا فِيهِ وَكَانَتِ الْبِلَادُ إِذْ ذَاكَ حَرْبًا فَإِنْ لَمْ تَأْتُوهُ وَتُصَلُّوا فِيهِ فَابْعَثُوا بِزَيْتٍ يُسْرَجُ فِي قَنَادِيلِهِ

زیاد بن ابو سودہ سے روایت ہے کہ میمونہ مولاۃ النبی رضی اللہ عنہا و صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کو بیت المقدس کے متعلق خبر عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جگہ جاؤ تو نماز پڑھو اور وہاں اس وقت

لڑائی تھی۔ پس اگر وہاں جا کر بھی نماز نہ پڑھ سکو تو روانہ کر دیا کرو جو اس کی قنادیل میں جلایا جائے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:441، شرح السنۃ للبغوی: جز:1، ص:347)

تشریح:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے ولہٰذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام حتیٰ کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا۔

یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں ہے۔

حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہوتی ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:16، ص:232)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ حَصَی الْمَسْجِدِ

باب! مسجد کی کنکریوں کے متعلق

حصٰی جمع ہے حصاۃ کی جس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں کنکریاں بچھا سکتے ہیں یا نہیں اس باب میں اسی چیز کا بیان ہے۔

---

387 حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيُّ عَنْ اَبِي الْوَلِيدِ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْحَصَى الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مُطِرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَصْبَحَتِ الْاَرْضُ مُبْتَلَّةً فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَاْتِي بِالْحَصَى فِي ثَوْبِهِ فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا

ابوالولید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسجد کی کنکریوں کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک رات بارش ہونے کی وجہ سے زمین گیلی پڑ گئی تو لوگ کنکریاں اپنے کپڑوں میں لے آئے اور ان کو اپنے نیچے بچھا دیا پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرما کر فراغت فرمائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کس قدر ہی اچھا ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: جز:1، ص:124)

388 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ كَانَ يُقَالُ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا اَخْرَجَ الْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُهُ

ابو صالح سے روایت ہے کہ کہا جاتا تھا کہ بے شک کوئی مرد جب مسجد سے کنکریاں نکالتا تو کنکریاں اس کو قسم دیتیں۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث:388)

389 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّعْنِیْ الصَّاغَانِیَّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَبُوْ بَدْرٍ اُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَصَاةَ لَتُنَاشِدُ الَّذِیْ يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ

ابوصالح سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو بدر کی رائے میں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا: بے شک کنکریاں اس کو قسم دیتی ہیں جو ان کو کسی مسجد سے نکالتا ہے۔

(شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:361، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:441)

تشریح:

اس باب کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسجد میں کنکریاں بچھا سکتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ مگر یہ کنکریوں کا بچھانا اس دور کی بات ہے جب فرش کچے ہوا کرتے تھے اور چٹائیاں نہ بچھی ہوتی تھیں۔

☆ **قولہ ان الرجل اذا اخرج من المسجد یناشدہ**

اگر کوئی آدمی مسجد سے کنکریاں اٹھا کر باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو کنکریاں اس کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہیں تو مجھے یہاں سے مت نکال۔ کنکریوں کا یہ سوال کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ مسجد پاک اور صاف ستھری جگہ ہے اس لیے وہاں سے نکلنا ہی نہیں چاہتیں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد رحمت اور برکت اور عبادت کی جگہ ہے لوگ اس پر نماز ادا کرتے ہیں اور جب باہر چلی جائیں گی تو ان تمام چیزوں سے محروم ہو جائیں گی یا اس کی وجہ یہ ہے کہ کنکریاں بھی تسبیح کرتی ہیں کیونکہ وہ جمادات کی قبیل سے ہیں اور جمادات تسبیح کرتی ہیں۔

المقدام بن معدی کرب نے کہا: مٹی جب تک بھیگ نہ جائے تسبیح کرتی رہتی ہے اور جب بھیگ جاتی ہے تو تسبیح منقطع ہو جاتی ہے اور پتہ جب تک درخت پر رہتا ہے تسبیح کرتا رہتا ہے اور جب درخت سے ٹوٹ کر گر جاتا ہے تو تسبیح نہیں کرتا اور کپڑا جب تک اجلا ہو تسبیح کرتا رہتا ہے اور جب میلا ہو جاتا ہے تو تسبیح نہیں کرتا۔

اور جمادات کی تسبیح کے متعلق تین قول ہیں۔

1- ان کی تسبیح کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

2-ان کا اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع وخشوع کرنا ان کی تسبیح ہے۔

3-ان کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا یہی ان کی تسبیح ہے۔(زاد المسیر :ج:5،ص:40)

امام فخر الدین محمد بن رازی شافعی متوفی 606ھ کا مختار یہ ہے کہ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس سے مراد تسبیح قولی نہیں ہے بلکہ تسبیح حالی ہے رہا یہ اعتراض کہ تسبیح حالی تو ہمیں معلوم ہے کیونکہ مخلوق اپنے خالق پر اور مصنوع اپنے صانع پر دلالت کرتی ہے۔

"جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے حالانکہ تسبیح حالی کو ہم سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

کتنی چیزیں کثیر اجزاء سے مرکب ہوتی ہیں اور ان کا ہر جز الگ الگ طریقہ سے صانع پر دلالت کرتا ہے اور ہم کو نہیں معلوم وہ چیز کتنے اجزاء سے مرکب ہے اور کس کس طریقہ سے وہ اجزاء اپنے صانع پر دلالت کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ "لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے" اگر وہ تسبیح قولی ہوتی یعنی ہر چیز سبحان اللہ کہتی تو ہم اس کو سمجھ لیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

ہر چیز تسبیح کرتی ہے اور یہ تسبیح اپنے حال سے کرتی ہے قال سے نہیں کرتی یعنی اس کا ممکن حادث اور متغیر ہونا زبان حال یہ بیان کر رہا ہے کہ اس میں امکان حدوث اور تغیر کا عیب ہے مگر اس کا خالق اور صانع امکان اور حدوث اور تغیر کے عیب سے پاک ہے کیونکہ اگر اس میں بھی یہ عیب ہوتا تو وہ بھی اس کی طرح ہوتا اس کا خالق اور اس کا صانع نہ ہوتا پس معلوم ہوا کہ وہ تو ممکن اور حادث ہے لیکن اس کا خالق واجب اور قدیم ہے اور اس اعتبار سے تمام ممکنات اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر:ج:7،ص:348)

مگر امام رازی کا یہ نظریہ قرآن مجید کی صریح آیات اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حقیقتاً تسبیح کرتی ہے مگر ہم اس حمد اور تسبیح کو عادتاً نہیں سمجھتے۔

قرآن مجید میں ہے:اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ۝ (ص:18)

ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا وہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح پڑھتے تھے۔

احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کس چیز کا حکم دیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔

اے میرے بیٹے! میں تم کو یہ حکم دیتا ہوں کہ تم سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرو کیونکہ یہ تمام مخلوق کی صلاۃ ہے اور تمام مخلوق کی تسبیح ہے اس کی وجہ سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 16849)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3579)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ میں تم کو دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں میں تم کو شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں اور میں تم کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر تمام آسمان اور زمین میزان کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ پلڑا بھاری ہوگا اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ میں رکھے جائیں اور اس حلقہ پر لا الٰہ الا اللہ کو رکھا جائے تو وہ اس کو توڑ دے گا اور میں تم کو سبحان اللہ و بحمدہ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ وہ ہر چیز کی صلاۃ ہے اور اسی وجہ سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 6583)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے تو یہ وہ کلمہ اخلاص ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا حتیٰ کہ اس کلمہ کو پڑھے اور جب وہ کہتا ہے الحمد للہ تو یہ وہ کلمہ شکر ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی بندے کا شکر قبول نہیں فرماتا حتیٰ کہ وہ یہ کلمہ پڑھے اور جب وہ کہتا ہے اللہ اکبر تو یہ آسمان اور زمین کی چیزوں کو بھر لیتا ہے اور یہ تمام مخلوق کی صلاۃ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صلاۃ اور تسبیح کے ساتھ منور کر دیتا ہے اور جب وہ کہتا ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے نے اطاعت کی۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 16856)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو عذاب دیا جا رہا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے درخت کی ایک شاخ منگائی پھر اس کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا ایک قبر پر رکھ دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر رکھ دیا۔
آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شاخ خشک نہیں ہوگی ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:216)

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
جب تک یہ شاخ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی۔
اس سے یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوا کہ
ہر چیز جس میں درختوں کی نمی ہو اس کو قبر پر رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تلاوت قرآن بلکہ اس سے تخفیف کا ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔(فتح الباری: ج:1،ص:320)
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔
ہوسکتا ہے کہ
اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی۔

اور قرآن مجید میں جو ہے کہ
ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
ہر زندہ چیز تسبیح کرتی ہے۔
پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے یا اس کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا ہی اس کی تسبیح ہے۔
محققین یہ کہتے ہیں کہ
ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں تصریح ہے اس لیے اس کو ماننا ضروری ہے اور اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کی کیا توجیہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی معلوم ہوتی ہے جس طرح کہ دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس (19) ہے اس سے کم یا زیادہ نہیں اس کی وجہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں علیہم السلام کو ہی علم ہے۔ رسل ملائکہ میں سے صرف حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز (جان یا غیر جاندار) حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:13، ص:117)

اس طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے چاہے جمادات ہوں یا حیوانات ہوں تو ان میں کنکریاں بھی داخل ہیں تو جب کنکریوں کو مسجد سے نکالیں گے تو وہ اس مقدس جگہ کے فیوض و برکات سے محروم ہو جائیں گی۔

یہاں پر روایت میں یہ ہے کہ

کان یقال

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں یہ کہتے تھے کہ جب کوئی کنکری کو مسجد سے نکالتا ہے تو وہ یوں کہتی ہے مگر ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ بات قیاس سے تو نہیں کہہ سکتے انہوں نے آپ ﷺ ہی سے سنا ہوگا لہٰذا یہ حدیث مبارکہ حکم میں مرفوع کے ہے۔

کنکریوں کی تسبیح کرنے پر صراحت

اس اصول سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہے پھر کنکریاں تسبیح کیوں نہیں کریں گی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کیوں نہیں بیان کریں گی۔ کثیر روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تین صحابہ کرام حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں تسبیح کیں۔

سوید بن یزید سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اکیلا بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اس کو غنیمت جانا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کلمہ حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

میں اس موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ تنہائی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کچھ حاصل کروں۔ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا میں آپ ﷺ کے پیچھے گیا۔ آپ ﷺ ایک جگہ بیٹھ گئے میں بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تم کس کے لئے آئے ہو؟

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تم کس چیز کے لئے آئے ہو۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) تم کس کے لئے آئے ہو؟

انہوں نے بھی کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) تم کس کے لئے آئے ہو؟

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر رسول اللہ ﷺ نے سات یا نو کنکریاں لیں وہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی۔ پھر آپ ﷺ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کنکریوں کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر آپ ﷺ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ کی آواز سنی انہوں نے پھر ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1265)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں کنکریوں

نے تسبیح پڑھی۔(مسند البزار: رقم الحدیث: 2414)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ نے کنکریوں کی تسبیح کے ساتھ طعام کی تسبیح کا بھی ذکر کیا۔

لکھتے ہیں کہ

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرموت کے سرداروں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ان میں اشعث بن قیس بھی تھے۔

انہوں نے کہا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دل میں ایک چیز چھپائی ہوئی ہے بتایئے وہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! یہ معاملہ تو کاہنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

انہوں نے کہا: پھر ہم کیسے یقین کریں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں کنکریاں لیں۔

اور ارشاد فرمایا: یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تب ان کنکریوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔

انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

امام ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثرید کا طعام لایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ طعام تسبیح کر رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تسبیح سمجھ رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا۔

اس پیالے کو قریب رکھو اس نے اس کو قریب رکھا۔

اس نے کہا: ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ طعام تسبیح کر رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ دوسرے شخص کے قریب رکھا اس نے بھی اسی طرح کیا۔

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کو سنا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے کسی شخص کے پاس تسبیح نہیں پڑھی تو تم سمجھو گے اس کے کسی گناہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

امام ابوالشیخ نے خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دیگچی میں کھانا پکا رہے تھے کچھ طعام ان کے چہرے پر گرا تو وہ تسبیح کرنے لگا۔

امام بیہقی اور امام ابونعیم نے قیس سے روایت کیا ہے کہ
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک پیالے سے کھانا کھارہے تھے تو اس پیالہ کا طعام تسبیح کرنے لگا۔
(الخصائص الکبریٰ: جز:2،ص125 تا126)

قوله عن ابی هريرة رضی الله عنه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خاص نوازا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ کا نسب:
دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد سے متعلق ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اس قدر اختلاف نہیں ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں حسب ذیل اقوال ہیں:

1-عبداللہ بن عامر
2-بریر بن عشرقہ
3-سکین بن دومۃ
4-عبداللہ بن عبدشمس
5-عبدشمس
6-عبدنہم
7-عبدغنم
8-عبدعمر بن عبدغنم
9-عمرو بن علی القلاس

بہرحال اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام تبدیل کردیا تھا۔
اس میں بھی دو اقوال ہیں:

1-عبداللہ
2-عبدالرحمٰن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جاہلیت میں میرا نام عبدشمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا۔
اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ
ایک دن مجھے ایک بلی ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آستین میں بلی دیکھ کر فرمایا:

اے ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ساری احادیث مبارکہ بیان فرمائیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی بھی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ

اور حضرت واسلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا۔ مدینہ منورہ قیام پذیر رہے اور وہیں پر وصال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 57ھ میں وصال فرمایا۔

ہیثم بن عدی نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ستر سال کی عمر میں وصال فرما گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: جز:5،ص315 تا317)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِيْ كَنْسِ الْمَسْجِدِ

باب! مسجد میں جھاڑو دینے کے متعلق

مکنسہ آلہ کنس یعنی جھاڑو مطلب یہ ہے کہ یہ باب مسجد میں جھاڑو دینے صفائی کرنے کے حکم میں ہے۔

390 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْخَزَّازُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِىْ رَوَّادٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُورُ اُمَّتِيْ حَتّٰى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ اَوْ اٰيَةٍ اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے اجور (یعنی اجر) پیش کئے گئے حتیٰ کہ چھوٹے سے تنکے کو جو شخص مسجد سے نکال پھینکتا ہے اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے نہیں پایا کوئی بڑا گناہ اس سے کہ کسی کو قرآن مجید کی سورت یا آیت عطا فرمائی گئی ہو کہ وہ پھر اس کو بھول جائے۔

(معجم الاوسط: ج:6، ص:308، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:440، سنن ترمذی: ج:10، ص:158، صحیح ابن خزیمہ: ج:2، ص:271)

تشریح:

قذاۃ کہا جاتا ہے چھوٹے سے تنکے کو۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد کی صفائی کے لئے چھوٹا سا تنکا اٹھا کر باہر پھینک دینا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ گھروں میں (قبائل میں) مساجد بنائی جائیں اور انہیں پاک وصاف رکھا جائے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث)

مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اگر اس کی صفائی کی جائے تو عند اللہ ماجور ہوگا اور مسجد پاک وصاف ہو تو انسانی طبیعت خود بخود اس کی جانب مائل ہوتی ہے نظافت نکھار اور دل کشی کا سبب بنتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ کا گھر مسجد پاک وصاف ہوگی تو بندہ مومن کا دل خود بخود مسجد کی طرف کھینچا چلا جائے گا اور جب دل مسجد کی طرف مائل ہوگا تو یقیناً زیادہ دیر مسجد میں بیٹھنے کو جی چاہے گا اور جو بندہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے لبریز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ کوئی بعید نہیں جو خوش قسمت خلوص دل سے محبت اور چاہت سے اللہ تعالیٰ کے گھر کو پاک وصاف رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بھی پاک وصاف کر دیتا ہے

بہر حال مسجد کی صفائی کرنا عند اللہ اجور کا سبب ہے۔

☆ **قوله عرضت علی اجور امتی حتی القذاة**

اجور امتی سے مراد اجور اعمال امتی ہے۔

اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ میں یہ الفاظ ہیں۔

عرضت علی اعمال امتی

ان روایات میں کوئی منافات نہیں ہیں جس طرح اجور پیش ہوتے ہیں اسی طرح اعمال بھی پیش ہوتے ہیں۔

اب یہاں پر عرض دو طرح کا ہو سکتا ہے۔

پہلا یہ کہ

یا تو احاطہ علمی مراد ہے کہ ان چیزوں کو آپ ﷺ کے علم میں لایا گیا۔

دوسرا یہ کہ

یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے کہ حقیقی صورت میں اعمال حسنہ کو اچھی صورت میں پیش کیا گیا اور اعمال سیۂ کو گھٹیا صورت میں پیش کیا گیا۔

نبی کریم ﷺ پر جس طرح ظاہری حیات میں اعمال پیش کیے جاتے تھے اسی طرح دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے اور برے میں نے اچھے اعمال میں راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا پایا اور برے اعمال میں یہ پایا کہ بلغم کو مسجد میں ڈال کر دفن نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:553)

ایک اور روایت میں ہے: بکر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیث بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہو گی۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے جب میں نیک اعمال دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور جب میں برے اعمال دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:845)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے میں تمہیں خبر

دیتا ہوں کہ تمہارے لیے کیا چیز حلال ہے اور تم پر کیا چیز حرام ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے ہر جمعہ کی رات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں جو اچھے اعمال ہوتے ہیں میں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو گناہ ہوتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (الوفا: رقم الحدیث:1565)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث:41512)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری قبر (روضہ اقدس) پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جس کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے قیامت تک تم میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کے اور اس کے والد کے نام سے مجھ تک پہنچائے گا کہ فلاں بن فلاں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:3162)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو سیر کرتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

(مسند احمد: رقم الحدیث:4209)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:367)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے ایام میں افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اسی دن ان کی روح قبض کی گئی اسی دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن میں لوگ بے ہوش کیے جائیں گے تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت (درود) صلوٰۃ پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1636)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔

ہم نے عرض کیا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام: رقم الحدیث: 110)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کا درود مجھ تک پہنچاتا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7611)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو مجھ سے وہ فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 3850)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 3853)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کے فارغ ہونے سے پہلے اس کا درود میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1637)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے میرے مزار پر انوار کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1585)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو کیونکہ ہر جمعہ کے دن میری امت کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے وہ میرے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 3032)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کے فارغ ہونے سے پہلے اس کا درود میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1637)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاندرات کو مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 3034)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(جلاء الافہام: رقم الحدیث: 65)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں ایک نبی کے ساتھ ایک جماعت گزری ایک نبی کے ساتھ ایک اور دو آدمی گزرے۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 4، ص: 302)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کو پیش کیا گیا اور ان میں تابع ہو یا متبوع مجھ پر کوئی مخفی نہیں رہا۔

(مجمع الزوائد: جز: 1، ص: 72)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر جو کچھ مفتوح تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا۔ (معجم الکبیر: جز: 10، ص: 277)

ایک اور روایت میں ہے: خراش بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت تمہارے لیے بہتر ہے حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری موت اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ تو جو نیک عمل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: جز: 3، ص: 945)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (البدایہ والنہایہ: جز:5، ص:275)

ایک اور روایت میں ہے: بکر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہو گی مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ: جز:2، ص:194)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں میں نے نیک اعمال کو دیکھا کہ نجاست کو راستہ سے ایک طرف کر دیا گیا اور برے اعمال میں دیکھا کہ ناک کی رینٹ کو مسجد میں ڈال دیا گیا اور اس کو دفن نہیں کیا گیا۔ (صحیح مسلم: جز:1، ص:207)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر وہاں چاشت کے وقت تک بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہنسے پھر اسی جگہ بیٹھے رہے پھر آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھی اور اس دوران کسی سے بات نہیں کی پھر گھر تشریف لے گئے۔

لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا نہیں کہ آج کا دن آپ ﷺ نے غیر معمولی طور پر گزارا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اور آخرت کے امور میں سے جو کچھ بھی ہونے والا تھا وہ سب مجھ پر آج پیش کیا گیا تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ لوگ منہ تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (مسند احمد: جز:1، ص:4)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام احوال و افعال پر مطلع فرمایا ہے اور دنیا و آخرت کا آپ ﷺ کو علم عطا فرمایا۔ آپ ﷺ پر جس طرح ظاہری حیات میں اعمال پیش کیے جاتے تھے اسی طرح ظاہری حیات کے بعد بھی آپ ﷺ پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اور اپنی امت کے احوال و اعمال پر نظر رکھتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

☆ قولہ فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ القرآن

یعنی مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت یاد کی ہو اور پھر اس کو بھلا دیا ہو۔

یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ

ایک اور حدیث مبارکہ میں شرک کو اعظم الذنوب کہا گیا ہے جس طرح کہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔

میں نے پوچھا: اس کے بعد؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 165)

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور قرآن مجید کی آیت بھی اس پر نص ہے جس طرح کہ ارشاد ہوتا ہے۔

ان الشرك لظلم عظيم

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ مراد نہیں بلکہ گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ بھی ہے اور حقیقتاً تو شرک ہی سب سے بڑا گناہ ہے جس طرح کہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ نسیان علم پر مرتب ہونے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ نسیان قرآن ہے۔

سوال

آیت کو بھلا دینا کیسا؟

جواب

فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے۔

جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس کے ساتھ نماز درست ہو جائے اس سے زیادہ یاد کرنا مستحب ہے ابتداء بھی اور دواماً بھی لہٰذا اس کا نسیان ان کے نزدیک مکروہ ہے۔ شافعیہ کے نزدیک نسیان سے مراد یہ ہے کہ اس کو حفظ نہ پڑھ سکے اور حنفیہ کے نزدیک نسیان سے مراد یہ ہے کہ اتنا بھلا دے کہ نظر کے ساتھ بھی نہ پڑھ سکے۔

قرآن مجید کو بھول جانے والے کے متعلق سخت وعیدیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝

(طٰہٰ:124 تا 127)

جو میرے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے کیوں اٹھایا اور میں تو انکھیارا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یونہی آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تو بھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے گا قیامت کو خدا کے پاس کوڑھی ہو کر رہے گا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث:3343)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

اے قرآن والو قرآن کو تکیہ نہ بنا لو کہ پڑھ کے یاد کر کے رکھ چھوڑا پھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ اسے پڑھتے رہو دن رات کی گھڑیوں میں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے اور اسے افشا کرو کہ خود پڑھو لوگوں کو پڑھاؤ۔ (کنز العمال: رقم الحدیث:2803)

قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم رہے دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن نضر ہے کنیت ابوحمزہ ہے۔ خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب

انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سال کے تھے دس سال تک مسلسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ 91ھ میں وفات ہوئی ایک سو تین سال عمر ہوئی۔

بعض نے فرمایا: 99 سال عمر مبارک ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا 110 ہے اٹھہتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔

خلاصہ میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی، اکہتر 71 مسلم کی۔ (مرآۃ المناجیح:ج:8،ص:514)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے:

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں گئے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی ایک قول نو سال کا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دی آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں سال میں دو بار پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

موت کے بعد اس عصا کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا

ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس (120) کے قریب تھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔
ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ 91ھ میں وصال فرما گئے۔
ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ 92ھ میں وصال فرما گئے۔
ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ 93ھ میں وصال فرما گئے۔
ایک قول ہے: آپ رضی اللہ عنہ 90ھ میں وصال فرما گئے۔
آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال کی تھی۔
ایک قول ہے: ایک سو دس تھی۔
اور ایک قول ہے: ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:1، ص:128)

بَاب فِيْ اعْتِزَالِ النِّسَآءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ

باب! مساجد میں عورتوں کا مردوں سے الگ رہنے کے متعلق

اس باب میں عورتوں کا مردوں سے مساجد میں الگ رہنے کے متعلق احادیث مبارکہ بیان کی گئی ہیں۔

391 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَاَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَآءِ قَالَ نَافِعٌ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى مَاتَ وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ عُمَرُ وَهُوَ اَصَحُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم بِمَعْنَاهُ وَهُوَ اَصَحُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کاش اگر ہم اس دروازے کو عورتوں کے لئے ہی رہنے دیں؟ نافع نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے وصال تک اس دروازے سے کبھی بھی نہیں ہوئے۔ عبدالوارث کے علاوہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی اصح ہے۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی معنی کے ساتھ کہا کہ یہی اصح ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:391)

392 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِيْ ابْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِيْ ابْنَ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ

بُكَيْرٍ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَنْهٰى اَنْ يُّدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَآءِ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عورتوں کے دروازے سے داخل ہونے کو منع فرماتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 392)

تشریح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے زمانے میں عورتیں نماز پڑھنے کے لئے آتی تھیں تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاط دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ کاش ہم اس دروازے کو عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ تا کہ عورتیں الگ دروازے سے داخل ہوں اور خارج ہوں اور ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہونے پائے۔

☆ **قوله عن نافع فلم يدخل ابن عمر رضى الله عنهما حتى مات**

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سنت پر سختی سے عمل کرنے والے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فرمان کو سنا تو اس دروازے سے کبھی بھی مرتے دم تک داخل نہ ہوئے۔

☆ **وقال غير عبدالوارث قال عمر وهو اصح**

یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ روات کا اختلاف بیان کر رہے ہیں۔

وہ اس طرح کہ

اس حدیث مبارکہ میں ایوب کے دو شاگرد ہیں۔

1-عبدالوارث اور یہ پہلی سند میں ہیں۔ 2-اسماعیل اور یہ دوسری سند میں ہیں۔

عبدالوارث نے اس حدیث مبارکہ کو مرفوع قرار دیا اور اسماعیل نے موقوف قرار دیا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس حدیث مبارکہ کا موقوف علی عمر رضی اللہ عنہ ہونا زیادہ صحیح ہے برعکس مرفوع کے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت کو ذکر کیا جو کہ موقوف ہے اس کے بعد پھر دوسری روایت ذکر کی۔ **ان عمر بن الخطاب كان ينهٰى الخ۔**

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود ان سے وقف کو رفع پر ترجیح دینا ہے۔

قوله عن ابن عمر رضى الله عنه

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری گزشتہ اوراق میں بیان کر دی ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ

باب! دخول مسجد کے وقت کیا کہے؟

اس باب میں مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھنے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

393 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

عبدالملک بن سعید بن سوید سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوحمید یا ابواسد انصاری رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے۔ پھر وہ کہے کہ اے اللہ عزوجل! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ جب نکلے تو کہے کہ اے اللہ عزوجل! میں تیری ذات مقدسہ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1، ص:429، سنن ابن ماجہ: جز:1، ص:489، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:441، سنن دارمی: جز:1، ص:377)

394 حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ لَقِيتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ فَقُلْتُ لَهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ حَدَّثْتَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ قَالَ أَقَطْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطٰنُ حُفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ

حیوۃ بن شریح سے روایت ہے کہ میں عقبہ بن مسلم کو ملا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ والی حدیث روایت کرتے ہیں جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے میں عظیم رب کی پناہ میں آتا ہوں اور وجھہ الکریم اور سلطانہ القدیم کے ساتھ (اور) شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: اتنا ہی ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: پس جب وہ یہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے تو تمام دن مجھ سے محفوظ ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:394)

تشریح:

☆ **قوله اذا دخل احدكم المسجد فليسلم على النبى صلى الله عليه وسلم**

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ نبی کریم ﷺ پر پہلے درود پڑھے یہ الفاظ سنن ابوداؤد کی روایت کے ہیں اور مسند احمد اور ابن ماجہ کی حدیث مبارکہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو پڑھتے۔

بسم الله والسلام على رسول الله اللهم اغفرلى ذنوبى وافتح لى ابواب رحمتك اور اسی طرح مسجد کے باہر آتے وقت بھی یہی پڑھتے اور **ابواب رحمتك** کے **ابواب فضلك** پڑھتے۔

نیز یہ کہ

ابن ماجہ کی دوسری روایت میں ہے کہ

مسجد سے باہر آتے وقت نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجنے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

اللهم اعصمنى من الشيطن الرجيم

نبی کریم ﷺ کا اپنی ذات اقدس پر سلام بھیجنا تعلیم امت کے واسطے تھا تا کہ امت بھی مجھ پر درود و سلام بھیجے اس بارے میں نبی کریم ﷺ کے کئی فرامین ہیں جس میں امتی کو درود و سلام پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا اور یہ کئی مواقع پر پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے۔

اور یہ دعا کرے: **اللهم افتح لى ابواب رحمتك**

اور جب مسجد سے نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللهم اجرنى من الشيطان ۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:773)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم مسجد میں گزرو تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ (جلاء الافہام: ص:234)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پالے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:527)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ پڑھے۔

اللهم صلى على (سيدنا) محمد عبدك و رسولك وصلى على المومنين والمومنات والمسلمين والمسلمات ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو یہ اس کی زکوۃ ہو جائے گی۔ (مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 1397)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود پڑھے۔
اور یہ دعا کرے کہ
اللہ تعالیٰ اس کو خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 958)

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ
کسی شخص کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب وہ تلبیہ سے فارغ ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔
(سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 263)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاندنی رات اور روشن دن میں تم مجھ پر زیادہ درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 243)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو ان شاء اللہ تم اس کو یاد کر لو گے۔
(القول البدیع: ص: 326)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن ابی حرب الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی حدیث مبارک کو بیان کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے کیونکہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے توقع ہے کہ اس کو وہ حدیث مبارکہ یاد آ جائے گی۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 41664)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کو تو ہم نے جان لیا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کیسے پڑھی جائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس طرح کہو:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کما صلیت علی ابراھیم وبارك علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4798، سنن ترمذی: رقم الحدیث: 483)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے توقع ہے کہ وہ میں ہوں پس جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 384)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کتاب میں مجھ پر درود لکھا تو جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے اس پر درود پڑھا جاتا رہے گا۔

سفیان ثوری نے کہا: صاحب مدینہ کے لئے اس سے بڑا اور کیا فائدہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر درود لکھتا ہے اور جب تک اس کی کتاب میں ﷺ لکھا ہوا اس پر درود پڑھا جاتا رہے گا۔ (ﷺ)

محمد بن سلیمان نے کہا: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا:

اے ابا جان! آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

میں نے پوچھا: کس وجہ سے؟

انہوں نے بتایا کہ

نبی کریم ﷺ پر درود لکھنے کی وجہ سے (ﷺ)

عبداللہ بن عمرو نے کہا: میرے بعض معتمد دوستوں نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک محدث کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

انہوں نے فرمایا: مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے بخش دیا۔

میں نے پوچھا: کس سبب سے؟

انہوں نے کہا: میں جب بھی نبی کریم ﷺ کے نام کے پاس سے گزرتا تو وہاں ﷺ لکھ دیتا۔

حافظ ابوموسیٰ نے متعدد محدثین سے روایت کیا ہے کہ

ان کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور انہوں نے بتایا کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ ﷺ لکھتے تھے۔ (جلاء الافہام: ص236 تا 237)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی کتاب میں ﷺ لکھا جب تک وہ کتاب رہے گی فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ (اتحاف السادۃ المتقین: ج:5، ص:50)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو مجھ پر درود پڑھنا چاہئے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:4945)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے پس جب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث:6148)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے پوچھا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام: رقم الحدیث:110)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے۔

پھر ہمارا رب تعالیٰ فرماتا ہے: اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لیے استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 6026)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1085)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھا جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1856)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمار! (رضی اللہ عنہ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں فلاں شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3163)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت درود پڑھتا ہوں میں اپنی دعاؤں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کتنا پڑھوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو۔

میں نے عرض کیا: میں اپنی دعاؤں میں سے چوتھائی حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا نصف حصہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔
میں نے عرض کیا: دو تہائی؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔
میں نے عرض کیا: میں اپنی دعاؤں میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھوں گا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہاری مہم کے لئے کافی ہے اور تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2457)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔
(الفردوس بما ثور الخطاب: رقم الحدیث: 250)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 408)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مسند احمد: ج: 2، ص: 527)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔ (مسند احمد: ج: 2، ص: 367)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2018)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 484)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 914)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کا رب عزوجل فرماتا ہے جو شخص آپ ﷺ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر رحمتیں نازل فرماؤں گا اور جو شخص آپ ﷺ پر سلام پڑھے تو میں اس پر سلام پڑھوں گا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر کیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2019)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3614)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا جائے پس جب نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سنا ایک شخص نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے عجلت کی ہے پھر اس کو یا کسی اور کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3477)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لئے باعث ندامت ہوگی اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرمادے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3380)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے اوپر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس کی مغفرت سے پہلے وہ ختم ہو گیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہوں اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3545)

اس طویل حوالہ جات پیش کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنی ذات مقدس پر سلام بھیجا اور اپنی امت کو بھی درود و سلام بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا تا کہ میری امت مجھ پر درود و سلام بھیج کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔

☆ **قولہ ابا اسید الانصاری یقول**

آپ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت کی گئی ہیں۔

مراۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو اسید ابن مالک ابن ربیعہ ہے انصاری ہیں ساعدی ہیں تمام غزوات میں شریک ہوئے اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات کی ہیں۔ 60ھ ساٹھ میں وفات ہوئی اٹھتر سال (78) کی عمر مبارک ہوئی آخر میں نابینا ہو گئے تھے آپ رضی اللہ عنہ آخری بدری ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے زمین بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گئی۔ (مراۃ المناجیح: ج: 8، ص: 514)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ

باب! دخول مسجد کے وقت نماز کے متعلق

یہ باب تحیۃ المسجد کے حکم میں ہے۔

395 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّجْلِسَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا اَبُو عُمَيْسٍ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ زَادَ ثُمَّ لِيَقْعُدْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اَوْ لِيَذْهَبْ لِحَاجَتِهِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اس کو چاہئے کہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز ادا کرے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کر کے فرمایا کہ پھر چاہے تو بیٹھ جائے یا چاہے اپنی حاجت کے واسطے چلا جائے۔

(المؤطا: جز:2،ص:36، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:292)

تشریح:

یہاں پر چند ابحاث ہیں:

پہلی بحث: تحیۃ المسجد کا حکم

مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی تعظیم کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ احناف کے نزدیک جن اوقات میں نوافل یا مطلقاً نماز پڑھنا منع ہے ان اوقات میں تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے، صبح کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ اور عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح طلوع شمس استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے اس لیے ان اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(ردالمحتار: جز:1،ص:636)

ردالمحتار میں ہے: جو شخص مسجد میں آئے اسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ چار پڑھے۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:555)

ایسے وقت میں مسجد آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نماز عصر وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تہلیل و درود شریف میں مشغول ہو حق مسجد ادا ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:555)

فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھے تحیۃ المسجد ادا ہو گئی اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو اس نماز کا حکم اس کے لئے ہے جو بہ نیت نماز نہ گیا بلکہ درس و ذکر وغیرہ کے لئے گیا ہو اگر فرض یا اقتداء کی نیت سے مسجد میں گیا تو یہی قائم مقام تحیۃ المسجد ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے بعد ہی پڑھے اور اگر عرصہ کے بعد پڑھے گا تو تحیۃ المسجد پڑھے۔ (ردالمحتار: جز:1،ص:555)

بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر پڑھے بیٹھ گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے۔ (درمختار: جز:2،ص:557)

ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں اور اگر کوئی شخص بے وضو مسجد میں گیا اور کوئی وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو چار (4) بار سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کہے۔ (درمختار: جز:2،ص:557)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اوقات ممنوعہ میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:248)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس مسئلہ میں دو قول ہیں مشہور قول یہ ہے کہ نا جائز ہے اور ایک قول جواز کا ہے۔

(المغنی: جز:1،ص:431)

دوسری بحث: خطبہ جمعہ کے وقت تحیۃ المسجد پڑھنا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد اور بعض تابعین کا نظریہ ہے کہ

جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا نظریہ ہے کہ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد نہ پڑھی جائے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔ (شرح للنواوی: ج:1،ص:287)

امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

صحیح البخاری، صحیح ابن خزیمہ اور جامع ترمذی میں فرمان مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس شخص نے خطبہ جمعہ کے دوران کسی سے کہا چپ ہو جاؤ اس نے بھی لغو کام کیا۔

خطبہ جمعہ کے دوران بولنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (جمعہ:9)

جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

اور جب خطبہ جمعہ کی طرف دوڑنا فرض ہوا تو اس سے اعراض حرام ہوا اور دوران خطبہ بات کرنے میں خطبہ سننے سے اعراض ہے اس لیے دوران خطبہ بات کرنا حرام ہوا۔ اور صحیح بخاری، جامع ترمذی اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے والے کو چپ کرانے کے امر سے بھی منع فرما دیا ہے حالانکہ حرام کام سے روکنا اور امر بالمعروف کرنا فرض و واجب ہے مگر جب کسی فرض کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہو تو وہ بھی ممنوع ہے لہٰذا خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کی ادائیگی جو کہ ایک امر مستحب ہے بطریق اولیٰ ممنوع قرار پائے گی۔

نیز خطبہ جمعہ نماز کے قائم مقام ہے اور نماز کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں اس لیے خطبہ کے دوران بھی تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔

قولہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام حارث ابن ربعی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادہ سپاہیوں میں سے ہیں۔ 54ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بعض نے فرمایا کہ

خلافت حیدری میں کوفہ میں فوت ہوئے ستر سال عمر ہوئی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:592)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ فَضْلِ الْقُعُوْدِ فِی الْمَسْجِدِ

باب! مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت کے متعلق

یہ باب مسجد میں بیٹھنے کے فضائل میں ہے۔

396 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِيْهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَوْ يَقُمِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اسی جگہ پر بیٹھا رہے جس جگہ پر اس نے نماز پڑھی اس کو حدث لاحق نہ ہوا ہو یا نہ وہ اٹھے (تو فرشتے کہتے ہیں کہ) اے اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:2،ص:98)

397 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهِ اِلَّا الصَّلٰوةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اس وقت تک نماز میں ہی ہوتا ہے جب تک اس کو نماز روکے رکھے اس کو اپنے گھر والوں کی جانب جانے سے نہ روکے مگر نماز کے۔

(المؤطا: جز:1،ص:160، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:65، شرح السنۃ: جز:1،ص:364)

398 حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا كَانَ فِیْ مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ حَتّٰی يَنْصَرِفَ اَوْ يُحْدِثَ فَقِيْلَ مَا يُحْدِثُ قَالَ يَفْسُوْ اَوْ يَضْرِطُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اس وقت تک نماز کی حالت میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے مصلّٰی پر نماز کے انتظار میں رہتا ہے۔ ملائکہ کہتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت

فرما۔ اے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما۔ حتیٰ کہ واپس نہ ہو جائے۔ کہا گیا ہے کہ یحدث کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ آہستہ یا آواز سے ریح کا خروج ہونا۔

(صحیح مسلم: جز:3،ص:407، مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:366، مسند احمد: جز:19،ص:48، مسند اسحاق بن راہویہ: جز:1،ص:118)

399 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی الْعَاتِكَةِ الْاَزْدِیُّ عَنْ عُمَیْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِیِّ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَى الْمَسْجِدَ لِشَیْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسجد میں کسی چیز کے واسطے آیا وہی اس کا حصہ ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:66)

تشریح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کا باب باندھا ہے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں کچھ یوں اضافہ کیا ہے۔

من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰة ۔

ان دونوں کے باب باندھنے میں فرق یہ ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً مسجد میں بیٹھنے کو فضیلت بتاتے ہیں جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح باب باندھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فضیلت اس کو اس وقت حاصل ہوگی جب اس کا بیٹھنا نماز کے انتظار میں ہو یا کسی عبادت کی غرض کے لئے ہو۔

☆ **قولہ مالم یحدث او یقم**

ملائکہ عظام علیہم السلام اس آدمی کے واسطے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ باوضو رہے اس کو حدث نہ لاحق ہوا ہو یا جب تک وہ اپنی جگہ سے کھڑا نہ ہوا ہو۔

سوال

یہاں پر یہ بات تو واضح ہوئی کہ فرشتے اس شخص کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ باوضو رہے اور اس کو حدث لاحق نہ ہوا ہو اور وہ اپنی جگہ سے کھڑا نہ ہوا ہو تو کیا فرشتے صرف مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں یا دوسروں کے لئے بھی استغفار کرتے ہیں؟

جواب

قرآن مجید میں ہے:

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط (الشوریٰ:5)

اور زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔

فرشتے مومنین کے لئے تو مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور کافروں کے لئے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ مغفرت کے اہل ہو جائیں اور ایمان لے آئیں اور فاسقوں اور کافروں سے عذاب مؤخر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور یوں وہ تمام زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

مومنین کے لئے طلب مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

فاسقوں کے لئے توبہ کی توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

اور کافروں کے لئے حصول ایمان کی دعا کرتے ہیں۔

اور ہر ایک کے لئے حسب حال دعا کرتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

قرآن مجید میں ہے کہ فرشتے کفار پر لعنت کرتے ہیں اور ان کے لئے حصول ایمان کی دعا تو لعنت کے منافی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَo (البقرہ:161)

ان کافروں پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

لعنت ان کافروں پر ہے جو کفر پر مر گئے۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَo

(البقرہ:161)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر پر ہی مر گئے ان ہی پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

مردہ کافروں پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور زندہ کافروں کے لئے حصول ایمان اور طلب توبہ کی دعا کرتے ہیں اور مومنین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور فاسقوں کے لئے توبہ کی توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

سوال

فرشتوں کا نماز کے منتظر کے لئے استغفار کی کیا تخصیص ہے جبکہ قرآن مجید میں تو تمام زمین والوں کے لئے استغفار کی نص

موجود ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ (الشوریٰ:5)

اور زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔

جواب

فرشتوں کا یہ دعا کرنا تمام کے لئے عام ہے اور وہ صرف استغفار ہے جبکہ نماز کے منتظر کے لئے استغفار اور دعا رحمت دونوں طلب کرتے ہیں۔

جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

اللھم اغفرله وارحمه

اور یہاں پر رحمت زیادہ انعام ہے جو کہ صرف نماز کے منتظر کو دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ مغفرت صرف گناہوں کی معافی کا نام ہے اور رحمت مزید کرم واحسان کا نام ہے۔

☆ **قوله او یحدث فقیل مایحدث قال یفسو او یضرط**

فساء کہا جاتا ہے ریح کو جو کہ بغیر آواز کے ہو اور ضراط کہا جاتا ہے اس ریح کو جو آواز کے ساتھ ہو۔ راوی نے یحدث کا معنیٰ اس وجہ سے پوچھا کہ احداث کے ایک اور معنیٰ احداث فی الدین۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

الحدث فی المسجد حرام تو نہیں مگر مکروہ ہے۔

اور البحر الرائق میں ہے کہ

ہمارے مشائخ کا اس کی کراہت میں اختلاف ہے۔

☆ **قوله من اتی المسجد لشیء فھو حظه**

یعنی جو شخص مسجد میں جس نیت کے ساتھ آیا اس کو وہی ملے گا۔

کیونکہ **انما الاعمال باالنیات**۔

اگر کوئی مسجد میں عبادت کی نیت سے گیا اس کو ثواب ملے گا اور اگر کوئی چوری کرنے یا کسی کو اذیت دینے کی غرض سے گیا تو اس کو گناہ ملے گا۔ مقصود نیت کا دخل ہے اور **انما الاعمال باالنیات** الخ کی حدیث مبارکہ کی شرح میں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: نیت کا معنیٰ قصد اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً معتبر ہونا

نیت پر موقوف ہے اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ

وضو غسل تیمّم نماز روزہ حج اعتکاف

اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں۔ باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے کیونکہ وہ باب ترک سے ہے اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے۔ طلاق، عتاق اور قذف میں بھی نیت کا دخل ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃً طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے اگر کسی شخص نے طلاق صریح دی۔

پھر کہا۔

اس سے میری نیت کچھ اور تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ (شرح للنواوی: جز:2، ص:141)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ (انما الاعمال بالنیات الخ) میں ان علماء کا رد ہے جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں اور یہ بات اپنے مقام پر بادلائل بیان کی جا چکی ہے کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے وضو کیا درآں حالیکہ اس فعل سے رفع حدث اس کا مقصد نہیں تھا تو اس کی عبادات کے لئے یہ وضو کافی نہیں ہے۔

اور اسی حدیث مبارکہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ

قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے۔ علماء کرام کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ میں ظاہری معنیٰ کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے کہ میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنیٰ ظاہر ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:5، ص:256)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ (انما الاعمال بالنیات الخ) سے آئمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے وہ اسی حدیث مبارکہ کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔ اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے۔

ایک روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء احناف کی یہ دلیل ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیت پر موقوف ہے کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے۔

ولکل امرأ مانوی

ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے۔

اور اس سے ثواب ہی مراد ہے۔ نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام بغیر کے صحیح ہوتے ہیں لہٰذا وضو اور غسل بھی بغیر کے صحیح ہونے چاہئیں۔

تحقیق یہ ہے کہ

یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں جس طرح کہ بیع، شراء، اجارہ، نکاح اور طلاق وغیرہا اس لیے لامحالہ اس حدیث مبارکہ کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:1، ص30 تا 31)

اور یہ حدیث مبارکہ اس شرح کی اصل ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان فرمار ہے تھے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے سو جس شخص کی ہجرت دنیا پانے کے لئے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

(صحیح البخاری: جز:1، ص:2)

اس سے معلوم ہوا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور اسی نیتوں کا بدلہ بروز حشر ملے گا اگر نیت اچھی ہوئی تو اس کو اجر دیا جائے گا اور اگر نیت بری ہوئی تو اس کے اعمال اس کے منہ پر مارے جائیں گے۔

شفی الاصبحی سے روایت ہے کہ

وہ جب مدینہ منورہ میں آئے تو ایک شخص کے گرد لوگ جمع تھے۔

انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا وہ لوگوں میں حدیث مبارکہ بیان کر رہے تھے

جب وہ خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے۔

تو میں نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ مجھے وہ حدیث مبارکہ سنائیں جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ غور سنا ہو اور اس کو سمجھا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو ایسی حدیث مبارکہ سناتا ہوں جس کو میں نے بہ غور سنا اور سمجھا ہے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے پھر تھوڑی دیر بعد آپ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے۔

اور ارشاد فرمانے لگے کہ

میں تم کو ضرور ایسی حدیث مبارکہ سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس گھر میں سنائی تھی اس وقت میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے پھر تھوڑی دیر بعد چہرہ ملتے ہوئے ہوش میں آئے۔

اور کہا: میں تم کو ضرور ایسی حدیث مبارکہ سناؤں گا جو اس گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی اور میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تیسری بار بے ہوش ہو گئے پھر تیسری بار چہرہ ملتے ہوئے ہوش میں آئے۔

اور کہا: میں تم کو ضرور ایسی حدیث مبارکہ سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں تنہائی میں مجھے سنائی تھی پھر چوتھی بار کافی دیر بے ہوش رہے پھر لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو سہارا دیا پھر جب ہوش میں آئے تو بیان کرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے گا اور سب لوگ گھٹنوں کے بل ہوں گے۔ سب سے پہلے شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن یاد کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جو شخص بہت مالدار تھا۔

اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا۔

کیا میں نے تجھ کو اس کتاب کا علم نہیں دیا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی۔

وہ کہے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب عزوجل!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

تم نے اس علم پر کیا عمل کیا؟

وہ کہے گا: میں دن رات قرآن مجید پڑھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا۔

فرشتے بھی کہیں گے۔

تم نے جھوٹ بولا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص قاری ہے۔

یہ کہا گیا۔

پھر اس مالدار شخص کو لایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا: میں نے تجھے وسعت نہیں دی تھی حتیٰ کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا؟

وہ کہے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب عزوجل!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

تو میں نے تم کو جو کچھ دیا تھا تم نے اس میں کیا عمل کیا؟

وہ کہے گا: میں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔

تم جھوٹ بولتے ہو۔

فرشتے بھی کہیں گے کہ

تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص جواد ہے سو یہ کہا گیا۔

پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس شخص سے ارشاد فرمائے گا کہ

تم کو کس چیز میں قتل کیا گیا۔

وہ کہے گا۔

مجھے تیرے راستے میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا سو میں نے قتال کیا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔

تم جھوٹ بولتے ہو۔

فرشتے بھی اس سے کہیں گے کہ

تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت بہادر ہے سو یہ کہا گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں

سے یہ پہلے تین شخص ہوں گے جن سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔
شفی نے یہ حدیث مبارکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنائی۔
تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان لوگوں کو یہ سزادی گئی ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنی دیر تک روتے رہے کہ ہم نے گمان کیا وہ ہلاک ہوجائیں گے۔ کچھ دیر بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت سنبھلی۔
تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔
پھر یہ آیات پڑھیں:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

(ھود:15 تا 16)

جو لوگ (صرف) حیات دنیا اور اس کی زینت کے طالب ہیں ہم انہیں دنیا میں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور اس میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں انہوں نے جو کام کیے وہ ضائع ہوگئے اور انہوں نے جو عمل کیے وہ رائیگاں چلے گئے۔ (الجامع الصحیح:37)
اس طویل بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ
جو انسان نیت کرے گا وہ پھل پائے گا اگر نیت اچھی ہوئی تو ثواب دیا جائے گا اور اگر نیت بری ہوئی تو عذاب دیا جائے گا کیونکہ

انما الاعمال بالنیات ۔

فائدہ

جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کرلیں تو جتنی دیر مسجد میں بیٹھے رہیں گے ثواب کا ذخیرہ جمع ہوتا رہے گا۔
اعتکاف کی نیت یہ ہے۔
نویت سنت الاعتکاف

☆ قولہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

اس باب میں چار احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں اور چاروں احادیث مبارکہ کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت کی گئی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری گزشتہ ابواب میں بیان کردی گئی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ کَرَاھِیَةِ اِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی الْمَسْجِدِ

باب! مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے کی کراہیت

یہ باب مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔

400 حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْدَ حَدَّثَنَا حَیْوَۃُ یَعْنِی ابْنَ شُرَیْحٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْاَسْوَدِ یَعْنِیْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ یَقُوْلُ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ مَوْلٰی شَدَّادٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّۃً فِی الْمَسْجِدِ فَلْیَقُلْ لَا اَدَّاھَا اللّٰہُ اِلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی کسی دوسرے آدمی سے سنے کہ اپنی گم شدہ چیز مسجد میں تلاش کر رہا ہے تو اس کو کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری چیز کو واپس نہ کرے کیونکہ مساجد اس واسطے نہیں تعمیر کی گئیں۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:5،ص:115، معجم الاوسط: ج:8،ص:195، سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:482)

تشریح:

☆ **قوله من سمع رجلا ینشد ضالاً فی المسجد**

یعنی جب تم کسی شخص کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری چیز کو کبھی واپس نہ کرے کیونکہ مساجد اس لیے نہیں تعمیر کی گئیں۔ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا مکروہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض علماء کرام کے نزدیک مسجد میں تعلیم کے لئے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

قوله لا ادها الله علیك ۔

یہاں پر دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

ایک مطلب تو یہ کہ

اللہ تعالیٰ تم تک تمہاری چیز نہ پہنچائے۔ یہ جملہ بددعائیہ کا ہے۔

دوسرا مطلب یہ کہ

لا کا مدخول محذوف ہے لا تنشد۔ مسجد میں مت تلاش کر اللہ تعالیٰ تیری گمشدہ چیز واپس لوٹادے تو یہ جملہ دعائیہ ہوا۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ کَرَاهِیَةِ الْبُزَاقِ فِی الْمَسْجِدِ

باب! مسجد میں تھوکنے کی کراہیت کے متعلق

یہ باب مسجد میں تھوکنے کی کراہیت کے متعلق ہے۔

401 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ وَاَبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّفْلُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَّكَفَّارَتُهُ اَنْ تُوَارِیَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں تھوکنا خطا ہے اور اس کا کفارہ اس کو چھپانا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 401)

402 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَّكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ یَعْنِیْ ابْنَ زُرَیْعٍ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النُّخَاعَةُ فِی الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک مسجد میں تھوکنا خطا ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں بلغم پھینکنا آگے اسی کی مثل بیان فرمایا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز: 2، ص: 360، معجم الاوسط: جز: 9، ص: 164، معجم الصغیر: جز: 1، ص: 79، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 433)

403 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَوْدُوْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِیِّ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ فِیْهِ اَوْ تَنَخَّمَ فَلْیَحْفِرْ فَلْیَدْفِنْهُ فَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ فَلْیَبْزُقْ فِیْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ لِیَخْرُجْ بِهٖ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوحدرد اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اس مسجد میں داخل ہو اور اس میں تھوکے اور بلغم ڈالے تو اسے چاہئے کہ مٹی کو کرید کر اس کو دفن کر دے اگر اس طرح نہ کر سکے تو اپنے کپڑے ہی میں تھوک لے پھر اس کو باہر نکال دے۔

(معجم الاوسط: ج:8،ص:361، صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:277، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:291، مسند احمد: ج:16،ص:488)

404 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُحَارِبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ اِلَى الصَّلٰوةِ اَوْ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فَلَا يَبْزُقْ اَمَامَهُ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ تِلْقَاءِ يَسَارِهٖ اِنْ كَانَ فَارِغًا اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ لِيَقُلْ بِهٖ

حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو یا جب کوئی نماز ادا کرے تو نہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنی سیدھی طرف تھوکے لیکن ممکن ہو تو اپنی الٹی جانب تھوکے یا اپنے الٹے قدم پر تھوک دے پھر اس کو مل دینا چاہئے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:404)

405 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمًا اِذْ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَكَّهَا قَالَ وَاَحْسَبُهٗ قَالَ فَدَعَا بِزَعْفَرَانٍ فَلَطَّخَهٗ بِهٖ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِ اَحَدِكُمْ اِذَا صَلّٰى فَلَا يَبْزُقْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ اِسْمٰعِيْلُ وَعَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ وَمَالِكٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ وَمُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ نَحْوَ حَمَّادٍ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرُوا الزَّعْفَرَانَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ وَاَثْبَتَ الزَّعْفَرَانَ فِيْهِ وَذَكَرَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ الْخَلُوْقَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی طرف بلغم دیکھا پس آپ ﷺ لوگوں پر ناراض ہوئے پھر اس کو کھرچ دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں آپ ﷺ نے زعفران منگوایا پس اس پر ملا۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے لہٰذا وہ اپنے روبرو نہ تھوکے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو اسماعیل، عبدالوارث، ایوب، نافع، مالک، عبیداللہ، موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے حماد کی مثل روایت کیا ہے مگر اس میں زعفران کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کو معمر نے ایوب سے روایت کیا ہے اور اس میں زعفران کو ثابت کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:293، سنن دارمی: ج:1،ص:378، صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:62)

406 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَاجِينَ وَلَا يَزَالُ فِي يَدِهِ مِنْهَا فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ مُغْضَبًا فَقَالَ أَيَسُرُّ أَحَدَكُمْ أَنْ يُبْصَقَ فِي وَجْهِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَتْفُلْ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا فِي قِبْلَتِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَإِنْ عَجِلَ بِهِ أَمْرٌ فَلْيَقُلْ هَكَذَا وَوَصَفَ لَنَا ابْنُ عَجْلَانَ ذَلِكَ أَنْ يَتْفُلَ فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ يَرُدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں کو محبوب رکھتے تھے اور وہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اقدس میں رہا کرتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مسجد میں قدم مبارک رکھا تو مسجد کے قبلہ کی طرف بلغم دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھرچ دیا پھر لوگوں پر ناراضگی کے اظہار میں تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو خوشی ہوگی کہ وہ اپنے منہ پر تھوک دے؟ بے شک تم میں سے جب کوئی قبلہ کو رخ کرتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف منہ کرتا ہے اور فرشتے سیدھی طرف ہوتے ہیں تو سیدھی طرف بھی نہ تھوکو اور نہ اپنے سامنے تھوکو اور چاہئے کہ اپنی الٹی طرف تھوکا کرے یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔ پس اگر جلدی ہو تو اس طرح کرے اور ہمیں ابن عجلان نے اس کا وصف بتایا کہ وہ اپنے کپڑے میں تھوکے اور بعض بعض پر رد کردے (یعنی کپڑے سے مل دے)

(مستدرک: ج:1،ص:387، صحیح ابن حبان: ج:6،ص:47، صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:46، مسند ابویعلیٰ: ج:2،ص:278)

407 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ الْجُذَامِيِّ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَيْوَانَ عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ قَالَ أَحْمَدُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ لَا يُصَلِّي لَكُمْ فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

سہلۃ السائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام احمد نے فرمایا کہ وہ اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے کہ ایک شخص نے ایک قوم کی امامت کی تو قبلہ کی طرف تھوکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ دیکھ رہے تھے۔ جس وقت وہ فارغ ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں یہ نماز نہ پڑھائے اس کے بعد اس نے ان کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا

تو ان لوگوں نے روک دیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان مقدس بتایا تو اس نے اس کا رسول اللہ ﷺ کو عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور میرے خیال میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔

(صحیح ابن حبان: جز:4، ص:516)

408 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَبَزَقَ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ بِمَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ دَلَكَهُ بِنَعْلِهِ

مطرف اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے الٹے پاؤں اقدس کے نیچے تھوکا۔ ابو العلاء نے اپنے والد محترم سے معناً روایت کر کے کہا ہے کہ پھر اس کو نعل اقدس سے رگڑا۔

(مسند احمد: جز:33، ص:60)

409 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ بَصَقَ عَلَى الْبُوْرِيِّ ثُمَّ مَسَحَهُ بِرِجْلِهِ فَقِيْلَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

ابو سعید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو دمشق کی مسجد میں ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بوری پر تھوکا پھر اس کو پاؤں سے ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث:409)

410 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيَّانِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَهٰذَا لَفْظُ يَحْيَى بْنِ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيِّ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ مُجَاهِدٍ اَبُوْ حَزْرَةَ عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِيْ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا وَفِيْ يَدِهٖ عُرْجُوْنُ ابْنِ طَابٍ فَنَظَرَ فَرَاٰى فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَاَقْبَلَ عَلَيْهَا فَحَتَّهَا بِالْعُرْجُوْنِ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُّعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ

اَحَدُکُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّي فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهِ فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى فَاِنْ عَجِلَتْ بِهٖ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَهُ عَلٰى فِيهِ ثُمَّ دَلَكَهُ ثُمَّ قَالَ اَرُوْنِيْ عَبِيرًا فَقَامَ فَتًى مِنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِخَلُوقٍ فِي رَاحَتِهٖ فَاَخَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَهُ عَلٰى رَاْسِ الْعُرْجُونِ ثُمَّ لَطَخَ بِهٖ عَلٰى اَثَرِ النُّخَامَةِ قَالَ جَابِرٌ فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوقَ فِي مَسَاجِدِكُمْ

عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہماری اسی مسجد میں شرف بخشا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ میں ابن طاب کی ٹہنی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی توجہ سے دیکھا تو مسجد کے قبلہ کی طرف بلغم دکھائی دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف گئے اور اس کو چھڑی سے اکھیڑ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوتا ہے لہٰذا نہ تو اپنے سامنے تھوکے اور نہ سیدھی جانب تھوکے بلکہ اپنی الٹی جانب تھوکے (اور) الٹے پاؤں کے نیچے تھوکے۔ پس اگر کسی کو جلدی ہو تو اپنے کپڑے میں اس طرح تھوک دے اس کو اپنے دہن اقدس پر رکھا پھر اس کو مل دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عبیر لے آؤ ایک قبیلہ کا نوجوان کھڑا ہوا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا اور اپنی مٹھی کے اندر خوشبو لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس سے لیا اور لکڑی کے سرے پر لگا دیا پھر اس کو بلغم کی جگہ پر مارا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی تو وجہ ہے کہ تم اپنی مساجد خوشبو سے معطر کرتے ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:294، صحیح ابن حبان: جز:6، ص:42)

تشریح:

☆ قوله التفل فی المسجد خطيئة و كفارته ان تواريه

یعنی مسجد میں تھوکنا خطا ہے اور اس کا کفارہ پاؤں سے مٹی میں چھپا دینا ہے۔

اس بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مسجد میں تھوکنا اس وقت خطا ہے جب اس کو دفن نہ کرے اور اگر دفن کے قصد سے مسجد میں تھوکے تو جائز ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رائے بالکل باطل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلاف کی وضاحت یوں فرمائی کہ اس جگہ دو احادیث مبارکہ ہیں۔

1- التفل فی المسجد خطیئة

2- لیبصق عن یسارہ اوتحت قدمہ

یہ دوسری حدیث مبارکہ بظاہر عام ہے خواہ وہ مسجد میں نماز ادا کر رہا ہو یا مسجد سے باہر ہو لہٰذا احادیث مبارکہ میں تعارض ہوا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تعارض کو ختم کرنے کے لئے یہ صورت اختیار فرمائی کہ منع کی حدیث مبارکہ کو اس کے عموم پر رکھا جائے اور جواز والی حدیث مبارکہ کو خاص کیا اس صورت کے ساتھ جبکہ وہ خارج مسجد نماز پڑھ رہا ہو اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے برعکس کیا کہ جواز کی روایت کو اس کے عموم پر رکھا اگرچہ نماز مسجد میں پڑھ رہا ہو یا خارج مسجد پڑھ رہا ہو اور منع کی روایت کو خاص اس آدمی کے ساتھ جو مسجد میں تھوک کر اس کو دفن نہ کرے۔

☆ قولہ فلا یبزقن امامہ ولا عن یمینہ ولکن عن تلقاء یسارہ ۱

قبلہ کی جانب تھوکنا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ حالت نماز میں ہو یا غیر نماز میں ہو۔ مسجد میں بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس تھوک کو مسجد میں دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں مسجد میں تھوکنے کو مطلقاً گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آج کل بالعموم مسجد کا فرش پختہ سیمنٹ یا ٹائیل پتھر کا ہوتا ہے اور سیمنٹ یا ٹائیل پتھر کے فرش پر تھوکنا نمازیوں کے لئے باعث اذیت ہے کہ وہ جب یہاں نماز پڑھیں گے تو بلغم چونکہ زمین میں دفن نہ ہوگا اس لیے ان کو لگ جائے گا اور اس سے ان کو اذیت ہوگی لہٰذا اب مسجد میں تھوکنے کی بالکل اجازت نہیں ہے نماز کے علاوہ اگر تھوکنے کی ضرورت ہو تو مسجد کے باہر جا کر وضو خانہ میں تھوکے اور اگر حالت نماز میں تھوکنے کی ضرورت ہو تو اپنی چادر یا قمیض کے ذریعہ فراغت حاصل کرے۔ جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

سوال

☆ والملك عن یمینہ فلا یتفل عن یمینہ

یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ دائیں جانب تھوکنا فرشتہ کی وجہ سے منع کیا گیا ہے حالانکہ بائیں جانب بھی فرشتہ ہوتا ہے تو بائیں جانب تھوکنے کی اجازت کیوں ہے؟

جواب

دائیں جانب کا فرشتہ کاتب حسنات ہے اور بائیں جانب کا فرشتہ کاتب سیئات ہے اور کاتب حسنات امیر ہوتا ہے کاتب سیئات پر۔

ایک روایت میں ہے: جب انسان گناہ کرتا ہے تو دائیں جانب کا فرشتہ بائیں جانب کے فرشتہ کو چند گھڑیوں کے لئے اس کے لکھنے کو روک دیتا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ شخص اپنے گناہ سے رجوع کرے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس بات کا جواب احسن انداز سے معلوم ہوتا ہے وہ اس طرح کہ جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو اس کی دائیں جانب ایک فرشتہ کھڑا ہوتا ہے اور بائیں جانب شیطان۔ اس سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب کی ممانعت کاتب حسنات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک اور فرشتہ اس وقت دائیں جانب ہوتا ہے اور بائیں جانب شیطان ہوتا ہے جن کی وجہ سے تھوکنے کا حکم اور ممانعت فرمائی گئی ہے۔

☆ فان عجل به امر الخ

یعنی اگر کسی کو ایک دم تھوکنے کی حاجت پیش ہو تو اپنے کپڑے پر تھوک لے اور پھر اس کو مل دے تاکہ جذب ہو جائے۔

جمہور کے نزدیک تھوک پاک ہے مگر ابراہیم نخعی نجاست بزاق کے قائل ہیں۔

☆ قوله جعلتم الخلوق في مساجدكم

یعنی تم اپنی مساجد میں خوشبو لگاتے ہو۔

اگرچہ وہ دھونی دے کر ہو یا عطر سے ہو۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس کا نام انہوں نے یہ رکھا ہے۔

باب تخليق المساجد

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک باب قائم کیا ہے اس کا نام انہوں نے یہ رکھا۔

باب تطيب المساجد

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مساجد کو خوشبو سے معطر کرنا اور دھونی دینا مشروع ہے۔

☆ قوله انك اذيت الله ورسوله

یعنی جس نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی طرف تھوکا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔

یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والوں کو ملعون فی الدنیا والآخرہ فرمایا گیا ہے اور یہ تو مسلمان تھا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ

قرآن مجید کی وعید یہاں پر تو صادق ہی نہیں آتی کیونکہ قرآن مجید میں ایذاء سے ایذا بالقصد مراد ہے جبکہ یہاں اس حدیث مبارکہ میں ایذا خطا ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اس طرح کرنا چاہئے تھا یا نہیں۔

☆ قوله ان الله قبل وجه احدكم اذا صلى الخ

یعنی جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

1-اللہ تعالیٰ کی عظمت سامنے ہوتی ہے۔ 2-اللہ تعالیٰ کا ثواب سامنے ہوتا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کو نمازی کے سامنے تشبیہاً فرمایا گیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس فرمان سے کعبہ کی تعظیم مقصود ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

ہوسکتا ہے کہ اس فرمان کا مقصد یہ ہو کہ نمازی چونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسی لیے اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے سے تعبیر فرمایا۔

☆ **قوله قال رایت واثلة بن الاسقع**

ابوسعید نے کہا ہے کہ میں نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کو خود دیکھا ہے کہ انہوں نے دمشق کی مسجد میں بوری کے اوپر تھوکا اور پھر اس کو پاؤں سے مل دیا آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیوں کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں خرج بن فضالہ ضعیف راوی ہیں اور ان کے استاد ابوسعید مجہول ہیں لہٰذا مسجد میں تھوکنا حدیث صحیح کی وجہ سے منع ہے۔

☆ **قوله عن ابو سعید خدری رضی الله عنه**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعید ابن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت صحابہ کرام تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔

(مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:586)

قوله عن عباده بن صامت رضی الله عنه

آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے بھی کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الولید ہے انصاری سالمی ہیں نقیب انصار تھے عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے پھر بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا آپ رضی اللہ عنہ حمص میں مقیم رہے پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے۔ رملہ یا بیت المقدس میں وفات پائی۔ بہتر سال (72) عمر پائی 34 چونتیس میں وفات ہوئی مشہور صحابی ہیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:533)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم .

بَاب مَا جَاءَ فِي الْمُشْرِكِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

باب! مشرک کا مسجد میں داخل ہونے کے متعلق

اس باب میں مشرک کا مسجد میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

411 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا لَهُ هَذَا الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي سَائِلُكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سَلَمَةُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ نُوَيْفِعٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ بَنُو سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ ضِمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَنَاخَ بَعِيرَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فَقَالَ أَيُّكُمُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا تو اس نے مسجد میں اونٹ بٹھا دیا پھر اس کو باندھ دیا پھر کہنے لگا تم میں سے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر اپنے پروانوں میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے کہا یہ سفیدی رنگ کے مقدس ذات جنہوں نے ٹیک لگائی ہوئی ہے۔ اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا! اے عبدالمطلب کے صاحبزادے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا میں تمہیں جواب دے رہا ہوں (بات کرو) اس نے کہا اے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے کچھ پوچھنا ہے اور آگے حدیث بیان فرمائی۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو بھیجا تو وہ آیا اس نے آ کر مسجد کے دروازے کے ساتھ ہی اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر باندھ دیا پھر مسجد میں داخل ہوا آگے اسی طرح حدیث بیان کر کے کہا۔ تمہارے اندر ابن عبدالمطلب کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! میں ابن عبدالمطلب ہوں اس نے کہا اے ابن

عبدالمطلب۔اور آگے حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: جز:2،ص:62،سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:318،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:444،سنن نسائی: جز:7،ص:338)

412 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ الْيَهُودُ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالُوا يَا أَبَا الْقَاسِمِ فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا مِنْهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہودی حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے انہوں نے کہا اے ابوالقاسم ایک مسئلہ مرد اور عورت کا ہے جنہوں نے ان میں سے زنا کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:444)

تشریح:

مشرکین کا مسجد میں داخل ہونے پر آئمہ کرام کا اختلاف ہے اس بارے میں قرآن مجید کی صریح آیت ہے کہ جس میں مشرکین کے مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (توبہ:28)

اے ایمان والو! بے شک تمام مشرکین محفل نجس ہیں سو وہ اسی سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ممانعت صرف مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے یا کسی بھی مسجد کے بارے میں اس میں فقہاء کرام کے چند اقوال ہیں۔

مالکیہ میں سے علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: اہل مدینہ (مالکیہ) نے کہا کہ

یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوئی ہے۔

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ (النور:36)

اللہ کے ان گھروں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث مبارکہ

میں مذکور ہے۔

ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے اور کافران نجاستوں سے خالی نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لئے حلال نہیں کرتا۔ اور کافر جنبی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ:28)

مشرکین تو نجس ہیں۔

اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت نجاست ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:8، ص:40)

حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَاۚ (التوبہ:28)

مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ

مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی مذہب صحیح ہے کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ

ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ منورہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

اور دوسری روایت ہے کہ

کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے لکھنے والے کو لاؤ تا کہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ نصرانی ہے۔

اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشہور ومعروف اور مقرر ہے نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شریک کا حدیث بطریق اولیٰ مانع ہوگا۔ (المغنی: جز:9،ص:287)

شوافع میں سے امام فخر الدین رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے۔ اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول باطل ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔

(تفسیر کبیر: جز:6،ص:22)

احناف میں سے علامہ محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ

مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے۔

"اور اگر تم کو تنگدستی کا خوف ہو تو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا" اور اگر تنگ دستی کا خوف اس صورت میں ہوسکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لئے آنے سے روک دیا جائے کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔ (روح المعانی: جز:10،ص:77)

احناف میں سے علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما یہ فرماتے ہیں کہ
مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا۔
اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ
وہ کسی اور مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا البتہ ذمی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جاسکتا ہے مثلاً کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے حاکم کے پاس مسجد میں جاسکتا ہے۔
اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ فرمایا ہے کہ
ذمی کے لئے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔
اور اس آیت کے دو محمل ہیں۔
پہلا محمل یہ ہے کہ
یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لئے ہے جو مشرکین عرب ہیں ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ذمی نہیں ہوسکتے ان کے لئے صرف دو راستے ہیں۔
1-اسلام 2-یا تلوار
دوسرا محمل یہ ہے کہ
اس آیت میں مشرکین کو حج کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو اس سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا پھر اس کے اگلے سال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔
اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ
اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "تو اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کردے گا۔"
اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہوسکتا تھا کہ حج کے موسم میں بکثرت لوگ حج کے لئے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہوگیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔
اور اس معنیٰ کی تائید اس بات سے ہے کہ
تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے

گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں، اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لئے جانے سے متحقق ہوسکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو نجس ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے۔

اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ

ابوسفیان کے زمانہ کفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

علامہ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ثقیف کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت کریمہ نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر حج بن کر گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لئے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے اور یہ آیت کریمہ اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا تقاضہ صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لئے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ

اس حدیث مبارکہ میں حج کے لئے حرم میں دخول سے ممانعت ہے۔

اور شریک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہوسکتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لئے اجازت نہیں دی۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہوسکتا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کسی نے بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث مبارکہ غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لئے نہیں جاتے۔

اور امام عبدالرزاق نے سورہ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جاسکتا ہے۔

(احکام القرآن: جز:3،ص88 تا 89)

احناف میں سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ "فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" سے استدلال کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو اور اس نہی تکوینی کو اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام فرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ (ردالمحتار: جز:5،ص:341)

اس بحث پر مزید دلائل یہ ہیں۔

مالکیہ میں سے علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی مالکی متوفی 954ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کفار کو جمیع مساجد اور حرم میں داخل ہونے سے منع کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، قتادہ اور مزنی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے۔ (مواہب الجلیل: جز:3،ص:381)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: عام مساجد اور مسجد حرام میں کفار کے دخول کے متعلق پانچ اقوال ہیں۔

اہل مدینہ (مالکیہ) نے کہا کہ

یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ (نور:36)

اللہ کے ان گھروں میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے۔ اور صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے۔

اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لئے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ (توبہ:28)

مشرکین نجس ہیں۔

اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت "نجاست" ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

یہ آیت تمام مشرکین کے حق میں عام ہے اور اس میں صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا گیا ہے اور دوسری مساجد میں کفار کا داخل ہونا منع نہیں ہے اس لیے یہودیوں اور نصرانیوں کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔

قاضی ابن العربی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مساجد میں ان کے دخول کی ممانعت کی علت شرک اور نجاست بیان کی ہے۔

اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ

لہٰذا شرک اور نجاست کے ساتھ کسی کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مشرک قیدی ثمامہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باندھ دیا تھا اور چند کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن ہمارے علماء نے اس کے چند جوابات دیے ہیں۔

1- ثمامہ کا یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے قبل کا ہے۔

2- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ثمامہ مسلمان ہو جائیں گے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

3- یہ ایک خاص جزی واقعہ ہے اور ہم نے جو دلائل ذکر کیے وہ قواعد کلیہ ہیں اور یہ جزی واقعہ ان کی کلیت توڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

4- آپ ﷺ نے ثمامہ کو مسجد میں اس لیے باندھا تھا کہ وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کی جماعت کا حسن دیکھ لیں اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کا مشاہدہ کر لیں اور مسلمانوں کے طریقہ سے مانوس ہو کر مسلمان ہو جائیں اور ایسا ہی ہو گیا۔

5- اس وقت ان کو باندھنے کے لئے مسجد کے علاوہ اور کوئی جگہ میسر نہیں تھی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ

یہود و نصاریٰ کو مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے اور مسجد حرام میں صرف مشرکین اور بت پرستوں کو داخل ہونے سے منع کیا جائے گا ہم نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان سے یہ قول بالکلیہ مردود ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذمیوں کا تمام مساجد میں بلا ضرورت داخل ہونا بھی جائز ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

عام مساجد میں ذمیوں کا ضرورت کی بناء پر دخول جائز ہے اور مسجد حرام میں ضرورت کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا: تمام حرم قبلہ اور مسجد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بنی اسرائیل:1)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے مقدس بندے کو رات کے ایک قلیل وقت میں مسجد حرام سے لے گیا۔

حالانکہ آپ ﷺ کو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے معراج کرائی گئی تھی اس لیے کافروں کو پورے حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ نے یہ کہا ہے کہ

ذمی اور مسلمان کے کافر غلام کے سوا کسی مشرک کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ مسجد کے قریب کوئی مشرک نہ جائے ہاں غلام یا لونڈی کا کسی ضرورت سے جانا جائز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:4، ص104 تا 106)

حنابلہ میں سے حافظ ابو الفداء عماد الدین بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور طاہر بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان مشرکوں کو مسجد حرام سے دور رکھیں جو بہ اعتبار دین کے نجس ہیں اور اس آیت کے نزول کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں یہ آیت کریمہ نو ہجری میں نازل ہوئی اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ مشرکین میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ بیت اللہ کا ننگا طواف کرے گا۔

امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ مشرکین

نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں ماسوا غلام یا اہل ذمہ کے۔

اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سال کے بعد ہماری مسجد میں کوئی مشرک نہ داخل ہو ماسوا ذمیوں اور ان کے خادموں کے۔

اور امام اوزاعی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکم لکھا کہ یہود اور نصاریٰ کو مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کی پیروی کی۔

عطا نے کہا ہے کہ

حرم پورا مسجد ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے۔

اور یہ آیت کریمہ مشرک کی نجاست پر دلالت کرتی ہے۔

باقی جمہور کا موقف یہ ہے کہ

مشرک کا بدن اور اس کی ذات نجس نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا طعام حلال کر دیا ہے اور بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مسلک یہ ہے کہ

ان کا بدن نجس ہے۔

ابن جریر نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

جو ان سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے۔ (تفسیر ابن کثیر: جز:3، ص 381 تا 382)

شوافع میں سے شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: کسی مشرک کو حرم میں داخل ہونے نہ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا

مشرکین نجس ہیں اور اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور مسجد حرام حرم کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

مقدس ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی۔

حالانکہ یہ سیر مکہ مکرمہ سے کرائی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں مسجد حرام کا اطلاق مکہ مکرمہ پر کیا گیا ہے۔ (المہذب مع المجموع: جز:10، ص:433)

علامہ تقی الدین سبکی شافعی متوفی 756ھ لکھتے ہیں: حرم میں مطلق کافر کو داخل ہونے سے روکا جائے گا خواہ وہ ذمی ہو یا مستامن ہو (عارضی طور پر پاسپورٹ یا ویزے سے مسلمانوں کے ملک میں آنے والا کافر) امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ نے کافر ذمی کے حرم میں داخل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ

حرم کے علاوہ باقی مساجد میں مسلمان کی اجازت سے کافر کا داخل ہونا جائز ہے کیونکہ

عطیہ بن شعبان نے کہا ہے کہ

ثقیف کا ایک وفد رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد میں ایک خیمہ نصب کیا جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے روزے رکھے۔

اس حدیث مبارکہ کو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھنے کا ذکر ہے اس وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مسلمان کی اجازت سے کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے خواہ وہ غیر اہل کتاب ہو البتہ مکہ مکرمہ کی مساجد اور حرم میں کسی کافر کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموع میں لکھا ہے کہ

ہمارے اصحاب یہ فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حرم مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے اور غیر حرم کی ہر مسجد میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے اور مسلمانوں کی اجازت سے وہ مسجد میں رات رہ سکتا ہے اور مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس کو منع کیا جائے گا اور اگر کافر جنبی ہو تو پھر اس کے مسجد میں رہنے کے بارے میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کو رہنے دیا جائے۔

(تکملہ شرح المہذب: ج:19، ص:436)

شافعیہ میں سے حافظ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں مشرک کے دخول کے متعلق کئی مذاہب ہیں۔ فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں مشرک کا دخول مطلقاً جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد حرام میں مشرک کا داخلہ منع ہے اور باقی مساجد میں جائز ہے۔

(فتح الباری: ج:1، ص:560)

احناف میں سے علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل کتاب کا مساجد میں داخل ہونا جائز اور غیر اہل کتاب (یعنی بت پرست مشرک) کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ ذمی اور ان کے خادم داخل ہو سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: ج: 4، ص: 237)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زہری سے منقول ہے کہ ابو سفیان بن حرب صلح کے لئے مسجد میں داخل ہوتے تھے اور اس وقت وہ کافر تھے البتہ یہ مسجد حرام میں ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں: جب قریش مکہ نے خود عہد شکنی کی اور ان کو یہ خوف ہوا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف جنگ کریں گے تو یہ عہد کے لئے ابو سفیان مدینہ منورہ گئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ یہ ہماری امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مشرک کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نیز جب ثقیف کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: وہ تو نجس ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمین پر ان کی کوئی نجاست نہیں لگے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ

مشرکین کو صرف مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا۔ البتہ ہمارے نزدیک مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا نہ دوسری مساجد سے اور اس حکم میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہیں۔

اور اس آیت کا یہ جواب ہے کہ

مشرکین جس طرح زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ان کو اس طرح مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ

وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اس کا مطلب ہے کہ وہ مسجد حرام کی تعمیر، دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کے قریب نہ جائیں اور ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام کی تعمیر نگہداشت اور اس کا انتظام کسی حال میں کفار کے لئے جائز نہیں ہے اور انہیں اس پر قدرت دینا جائز نہیں ہے۔ (شرح سیر کبیر: ج: 1، ص 27 تا 28)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کو مطلقاً مکروہ کہتے ہیں اور امام محمد، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم مسجد حرام میں داخل ہونے کو مکروہ کہتے ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ

قرآن مجید میں نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور فقہاء احناف نے مشرکین کے مسجد سے گزرنے کو جائز کہا ہے خواہ وہ جنبی ہوں اور لا یقربوا کا معنیٰ ہے کہ اس سال کے بعد مشرکین برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صورت کے مطابق یہ اعلان کیا کہ اس سال (نو ہجری) کے بعد کوئی مشرک نہ حج کرے اور نہ ننگا طواف کرے۔ (درمختار: جز:5،ص:340 تا 341)

ملا نظام الدین متوفی 1157ھ لکھتے ہیں: مسجد حرام اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی بات صحیح ہے اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری: جز:5،ص:346)

احناف کے مؤقف پر حسب ذیل احادیث مبارکہ بھی دلیل ہیں۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثقیف کا وفد آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو نجس لوگ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہوتی ہے زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں لگتی۔

(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:7)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام وہ داخل ہو سکتے ہیں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل: جز:3،ص:392)

ایک اور روایت میں ہے: ابو الزبیر سے روایت ہے کہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے۔ (المصنف: جز:6،ص:53)

☆ قوله دخل رجل علی جمل فاناخه فی المسجد

اس شخص سے مراد ضمام بن ثعلبہ ہے جس طرح کہ اگلی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے اور ضمام بن ثعلبہ بنو سعد بن بکر کی طرف سے قاصد بن کر آئے تھے یہ نو (9) ہجری میں آئے تھے۔ فاناخه فی المسجد سے مراد عند باب المسجد ہے جس طرح کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

☆ثم قال ایکم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

روایات میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ ابتداء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بغیر کسی فرق کے تشریف فرما ہوتے تھے جس کی وجہ سے سونے والے کو پوچھنا پڑتا تھا کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں اسی وجہ سے آنے والے نے سوال کیا کہ آپ میں سے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔

☆ فقلنا لہ ھذ الابیض المتکی

یعنی ہم نے کہا کہ یہ جو تکیہ لگائے چاند سے زیادہ حسین بیٹھے ہیں۔ضمام بن ثعلبہ کو جب پتہ چلا کہ آپ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ قریب ہوا اور کہنے لگا یا ابن عبد المطلب۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قد اجبتك۔عرب والے جب کسی کو جاب دیتے تو کہتے کہ نعم یعنی کہئے کیا کہنا ہے مگر یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب لوگوں کی عادت کے خلاف جواب ارشاد فرمایا: قد اجبتك۔ یہ کلام فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناگواری کے لئے تھا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے ہاں سن تو رہا ہوں۔اور ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق اس نے خطاب نہیں کیا تھا۔

قولہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابی رسول ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے علم کے لئے خاص دعا فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہہ تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں یعنی ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تیرہ سال تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت حسین بڑے عالم فقیہہ مجتہد تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ کرتے تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔68 اڑسٹھ ہجری میں طائف میں وفات پائی اکہتر سال عمر ہوئی۔(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:566)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام و نسب یہ ہے:

عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابو العباس القرشی الہاشمی۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو

دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دو بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ چمٹا کر آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

اللھم علمه الحکمة

اے اللہ عزوجل! اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے، علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہ کوئی جاننے والا تھا نہ کوئی آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ تھا، شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان فرماتے ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان فرماتے۔ ایک دن صرف غزوات کا بیان فرماتے، ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان فرماتے۔ جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کو کیوں اختیار کیا ہے۔

انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر (70) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو سامنے پاؤ گے۔ جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہتے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا۔

اور کہا: آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور سختی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

بالآخر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ معظمہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے۔

اور کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں۔

اور کہا: ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے صرف ایک

ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی چپقلش ہوگئی تھی اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چندروز کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہوگیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا: بہ خدا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ (13) سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر (70) سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ فرما گئے۔

(اسد الغابہ: جز:3،ص 192 تا 195)

بَاب فِی الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ لَا تَجُوزُ فِیْهَا الصَّلٰوةُ

باب! وہ مقامات جہاں پر نماز پڑھنا جائز نہیں

اس باب میں ان مقامات کا بیان ہوگا جہاں پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

413 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا وَّمَسْجِدًا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے واسطے تمام زمین کو پاک کرنے والی اور مسجد بنایا گیا ہے۔

(صحیح ابن حبان: جز:14،ص:375، مسند احمد: جز:43،ص:429، مسند البزار: جز:2،ص:109)

414 حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ لَهِیْعَةَ وَیَحْیَی بْنُ اَزْهَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ الْمُرَادِیِّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ الْغِفَارِیِّ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهم مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ یَسِیْرُ فَجَائَهُ الْمُؤَذِّنُ یُؤَذِّنُ بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اِنَّ حَبِیْبِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِیْ اَنْ اُصَلِّیَ فِی الْمَقْبُرَةِ وَنَهَانِیْ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ اَرْضِ بَابِلَ فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَزْهَرَ وَابْنُ لَهِیْعَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ الْغِفَارِیِّ عَنْ عَلِیٍّ بِمَعْنٰی سُلَیْمَانَ

بْنِ دَاوٗدَ قَالَ فَلَمَّا خَرَجَ مَكَانَ فَلَمَّا بَرَزَ

حضرت ابوصالح غفاری سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بابل کے قریب سے گزر ہوا اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ سفر پر تھے تو مؤذن آیا کہ وہ نماز عصر کے واسطے اذان دے جب آپ رضی اللہ عنہ اس سے دور چلے گئے تو مؤذن کو حکم ارشاد فرمایا تو اس نے نماز کی اقامت کہی پس جب فراغت پائی تو ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ کے اندر نماز ادا کرنے سے روکا ہے اور سرزمین بابل پر نماز ادا کرنے سے روکا ہے اس لیے کہ وہ ملعونہ ہے۔ ابوصالح غفاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معناً روایت کیا۔ سلیمان بن داؤد نے فرمایا کہ فلما برز کی جگہ فلما خرج ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 451)

415 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوْسٰى فِىْ حَدِيْثِهٖ فِيْمَا يَحْسَبُ عَمْرٌو اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور موسیٰ نے حدیث عمرو کے مطابق فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام زمین مسجد ہے مگر حمام اور مقبرہ کے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 435، صحیح ابن حبان: جز: 4، ص: 598، صحیح ابن خزیمہ: جز: 2، ص: 7، مسند احمد: جز: 24، ص: 28)

اس باب کی پہلی حدیث مبارکہ مشہور ہے اور صحاح ستہ میں موجود ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد بنادی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ انعام عطا فرمایا ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہاں نماز پڑھ لے برخلاف پچھلی امتوں کے کہ ان کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں تھا مگر اپنے عبادت خانہ میں۔

اشکال

پہلی روایت اور دوسری روایت میں تعارض ہے وہ اس طرح کہ پہلی روایت میں روئے زمین کو مسجد کے حکم میں قرار دیا گیا دوسری روایت میں بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا کہ وہ ملعونہ ہے اور یہ پہلی روایت کے متعارض ہے؟

جواب

یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے اور نہانی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔

کسی دور میں اس سرزمین بابل میں ایک قوم پر عذاب نازل ہوا تھا اور وہ نیچے دھنس گئی تھی ایسی عذاب یافتہ زمین میں قیام کرنے سے منع فرمایا گیا کہ اگر وہاں سے گزرنا بھی پڑ جائے تو جلدی سے گزر جاؤ تا کہ کسی نماز کا وقت اس زمین میں نہ آئے کیونکہ یہاں پر رہنا یا جلدی سے نہ گزرے گا تو جب نماز کا وقت آئے گا تو نماز پڑھنی پڑ جائے گی۔ حاصل یہ نکلا کہ یہاں پر نماز مکروہ نہیں رہائش اور غفلت مکروہ ہے تا کہ عذاب کا خوف ہو اور نافرمانی سے محفوظ رہے۔

ابن ماجہ کی روایت کے مطابق جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں سات جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

1-المزبلة۔ گوبر کی جگہ

2-المجزرة۔ مذبح خانہ

3-المقبرة۔ قبرستان

4-قارعة الطريق۔ راستہ

5-الحمام۔ غسل خانہ

6-معاطن الابل۔ اونٹ کا بھانہ

7-فوق ظهر بيت الله۔ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا۔

1-مزبلة میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ وہاں گوبر وغیرہ نجاسات ڈالی جاتی ہیں۔

2-المجزرة میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ وہاں خون وغیرہ نجاست ہوتی ہے۔

3-المقبرة میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ وہاں قبریں ہوتی ہیں۔

4-قارعة الطريق میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ وہاں گزرگاہ ہوتی ہے۔

5-الحمام میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ وہاں نجاست اور شیطان کا مقام ہے۔

6-معاطن الابل میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ وہاں بھی نجاست کی جگہ ہے اور بھی وجوہات ہیں۔

7-فوق ظهر بيت الله میں اس وجہ سے ممانعت ہے کہ خلاف ادب ہے۔

بیت اللہ کے اوپر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز صحیح نہیں اور احناف کے نزدیک اگرچہ صحیح ہے مگر خلاف ادب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک شرط کے ساتھ جائز ہے وہ یہ کہ بیت اللہ کی کسی قدر بناء یعنی بقدر ذراع مصلّی کے سامنے ہو اور اگر بالکل کھلی چھت ہو تو اس صورت میں صحیح نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ نماز علی البیت ہوگی نہ کہ الی البیت۔ اور احناف کے نزدیک یہ قید نہیں کیونکہ بیت اللہ کی حقیقت اس کی عمارت اور بناء نہیں بلکہ وہ عرصہ مخصوصہ وبقعہ مبارکہ ہے جو زمین سے لے کر آسمان تک ہے۔

☆ قولہ ان حبیبی ﷺ نھانی

یعنی مجھے میرے محبوب ﷺ نے روکا تھا۔ بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے اس وجہ سے روکا کہ وہاں کی زمین ملعون ہے کہ وہاں پرخسف کا واقعہ پیش آیا تھا جو کہ بادشاہ نمرود بن کنعان کے ساتھ ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور مقدس میں اس نے اسی بابل شہر میں ایک بہت اونچا محل بنایا تھا تا کہ اس کے ذریعے آسمان والوں سے قتال کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (النحل:26)

بے شک ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی) سازشیں کی تھیں تو اللہ نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا سو ان کے اوپر سے ان پر چھت گر پڑی پھران پر وہاں سے عذاب آگیا جہاں سے انہیں گمان تک نہ تھا۔

☆ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس سے مراد نمرود بن کنعان ہے اس نے ایک عمارت نہایت بلند بنائی تھی تا کہ اس عمارت پر چڑھ کر آسمان والوں سے جنگ کر کے ان کو ہلاک کردے۔

اس عمارت کی طوالت میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا طول پانچ ہزار ہاتھ تھا۔

اور مقاتل نے کہا: اس کا طول دو فرسخ تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک آندھی بھیجی جس نے اس محل کی چوٹی کو سمندر میں گرا دیا اور باقی عمارت اس کے رہنے والوں پر گر پڑی۔

☆ قولہ الارض کلھا مسجد الا الحمام والمقبرۃ

حمام میں نماز جمہور اور ان میں آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز مع الکراہت ہے اور کراہت کی وجہ نجاست اور شیطان کا محل ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ظاہریہ کے نزدیک جائز ہی نہیں۔ اور مقبرہ میں نماز پڑھنے میں بھی اختلاف ہے۔ ظاہریہ اور حنابلہ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس مقبرہ میں قبریں پراگندہ اور منتشر ہوں عظام موتی وغیرہ کی گندگی پھیلی ہوئی ہو اس میں تو ناجائز ہے اور جس مقبرہ کی قبریں درست ہوں اس میں نماز جائز مع الکراہت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مقبرہ میں نماز جائز ہے بشرطیکہ جگہ پاک ہو۔ اور احناف کے نزدیک مقبرہ کے اس حصہ میں نماز کے لئے بنایا گیا ہو بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

☆ قولہ عن ابو ذر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے کثیر غزوات میں شرکت فرمائی آپ رضی اللہ عنہ اسلام لانے میں چوتھے تھے اور ابتداء میں اسلام کو پھیلانے میں آپ رضی اللہ عنہ کوشاں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری کچھ اس طرح ہے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مقر۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوذر اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے۔

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے اسلام لانے والوں میں سے آپ رضی اللہ عنہ چوتھے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ پانچویں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آگئے۔ غزوہ بدر، احد اور خندق گزر گئے اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے خواہ وہ بات کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین و آسمان میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں در آں حالیکہ وہ زہد میں عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے 31ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی۔

پوچھا: کیوں روتی ہو؟

میں نے کہا: تم ایک صحراء میں سفر آخرت پر جا رہے ہو۔ یہاں تم کو کفن دینے کے لئے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا: میں تم کو ایک خوش خبری سناتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشخاص کے سامنے فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا۔ تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ ان اشخاص میں

سے میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مر چکے ہیں اور اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں۔اور میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا۔اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی۔

میں نے کہا: اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے۔

ارشاد فرمایا: نہیں جا کر دیکھو۔

وہ کہتی ہیں کہ

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تیمارداری بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی۔آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: یہ کون ہیں؟

میں نے کہا: ابوذر (رضی اللہ عنہ)

انہوں نے کہا: صحابی رسول! (رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا: ہاں! وہ لوگ ''ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں'' کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفن دینا اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھ کو کفن نہ دے۔اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا۔

اس نوجوان نے کہا: چچا میرے پاس ایک چادر ہے اس کے علاوہ اور دو کپڑے ہیں جن کو میری والدہ نے کات کر بنایا ہے میں آپ رضی اللہ عنہ کو ان میں کفن دوں گا سو اسی جوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دیا ان سواروں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحراء کے ایک گوشہ میں سپرد خاک کر دیا۔(اسد الغابہ: جز: 1، ص 301 تا 303)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ

باب! اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کی نہی

یہ باب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کی نہی کے متعلق حکم ہے۔

416 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَقَالَ لَا تُصَلُّوْا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِيْنِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ فَقَالَ صَلُّوا فِيْهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اونٹوں کے بیٹھنے کے مقام پر نماز نہ پڑھا کرو اس لیے کہ وہ شیاطین کا مقام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کے ماڑیے میں نماز پڑھنے کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں پڑھ لیا کرو کیونکہ یہاں برکت ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:3،ص:410،صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:21،مسند احمد: جز:37،ص:492،مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:384)

تشریح:

اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ مبارک ربل میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر صحت میں اختلاف ہے۔ احناف اور شوافع کے نزدیک صحیح ہے اور ظاہریہ اور حنابلہ کے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایات ہیں۔

1-الاعادہ فی الوقت 2-الاعادہ مطلقاً

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَتٰى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلٰوةِ

باب! لڑکے کو نماز پڑھنے کا حکم کب دیا جائے

اس باب میں لڑکے کو نماز پڑھنے کے سال کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

417 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا

عبدالملک بن ربیع بن سبرہ اپنے والد محترم وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو اس پر مارو۔ (یعنی نہ پڑھنے پر مارو)

(معجم الکبیر: جز:7،ص:115)

418 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ سَوَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُزَنِيُّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ فَلَا يَنْظُرْ إِلٰى مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهِمَ وَكِيعٌ فِي اسْمِهِ وَرَوٰى عَنْهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَوَّارٌ الصَّيْرَفِيُّ

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو اس حال میں کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور اس پر ان کو مارو اس حال میں کہ وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کو علیحدہ علیحدہ سلایا کرو۔ داؤد بن سوار مزنی نے اپنی سند سے معناً روایت کر کے یہ زیادہ بیان کیا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے غلام یا نوکر سے نکاح کر دے تو اس کو ناف سے نیچے اور گھٹنے سے اوپر نہ دیکھا کرے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا طیالسی نے اس حدیث (میں) کہا ابوحمزہ سوار الصیر فی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:228، سنن دارقطنی: جز:2،ص:487، شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:380، مسند احمد: جز:13،ص:440)

419 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ مَتٰى يُصَلِّي الصَّبِيُّ فَقَالَتْ كَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَذْكُرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِذَا عَرَفَ يَمِينَهُ مِنْ شِمَالِهِ فَمُرُوهُ بِالصَّلٰوةِ

ہشام بن سعد نے بیان کیا ہے کہ ہم معاذ بن عبداللہ بن خبیب جہنی کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ بچہ کب سے نماز پڑھنا شروع کرے؟ اس نے کہا ہم میں سے ایک شخص نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب وہ دائیں اور بائیں کو پہچاننے لگے تو اس کو نماز کا حکم دو۔

(معجم الصغیر: جز:1،ص:174)

تشریح

قولہ مروا الصبی بالصلاۃ اذا بلغ سبع سنین

یعنی بچہ کے باپ دادا گھر والے وغیرہ پر لازم ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دو اگر چہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو۔ فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ نماز کی تعلیم کے لئے اگر اجرت دینے کی نوبت بھی آجائے تو دے اور وہ مال صبی سے لیا جائے اگر اس کے پاس مال ہو ورنہ باپ کے مال سے اور اگر اس کے پاس بھی نہ ہو تو بچے کی ماں کے مال سے لیا جائے۔ عموماً سات سال میں بچہ کو دائیں بائیں کی تمیز ہو جاتی ہے اسی وجہ سے سات سال کی قید لگائی ہے۔

☆ قولہ و اذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا

یعنی جب دس سال کا ہو جائے تو نہ پڑھنے پر مارو۔

یہاں پر ضرب سے مراد ضرب غیر مبرح یعنی غیر شدید ہے۔ امام خطابی جو کہ شافعی ہیں انہوں نے و اذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگر صبی بعد البلوغ نماز ترک کرے تو اس کو اس سے بڑھ کر سزا دی جائے گی اور ضرب سے بڑھ کر سزا قتل کے سوا کیا ہو سکتی ہے چنانچہ علماء ثلاثہ کا مذہب یہی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترک نماز کی سزا ضرب اور قید کرنا ہے قتل جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث ہے۔

سوال

کیا تارک نماز کافر ہے اور اس کو قتل کر سکتے ہیں؟

جواب

اس بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے مگر یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو۔ یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے اور اس سے توبہ طلب کی جائے گی اور اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے مگر اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

متقدمین کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ

وہ کافر ہو گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے اور نماز پڑھنے لگے۔ جمہور فقہاء کرام جن کا یہ مؤقف ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء:48)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں۔

جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الٰہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

جو علماء کرام تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

”پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔“

(توبہ:5)

اسی آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے یعنی اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو ورنہ ان کو قتل کر دو۔

نیز اس حدیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔

اس حدیث مبارکہ کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

(فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث مبارکہ میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے کہ اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان

نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے یعنی ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجموعہ کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے)

جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے اور دوسرے علماء نے اس حدیث مبارکہ کہ ''بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے'' کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز ترک کرنے کی وجہ سے دی جاتی ہے یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو آل کار کفر کی طرف لے جاتی ہے یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔ امام ابوحنیفہ اور جو فقہاء کرام نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور میرے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو جان کا بدلہ جان ہو وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:61)

حنابلہ کا نظریہ

تارک نماز کے متعلق علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر سستی سے نماز کو ترک کیا تو اس کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے اگر وہ نماز کا وقت تنگ ہونے تک نہ پڑھے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب کا عمل ہے۔

ابو اسحاق بن شاقلا نے کہا: اگر اس نے ایک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

یہ قول حسن ہے۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ

وہ تین نمازیں ترک کرے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

اور ایک روایت میں تین دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ (الانصاف: جز:1،ص:401)

آیا اس کو قتل حداً کیا جائے گا یا کفراً؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ

اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب ہے اور اکثر فقہاء کا مختار ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ

اس کو حداً قتل کیا جائے گا اور یہ بعض فقہاء کا مختار ہے اور مذہب حنابلہ کے مطابق اس کا حکم کفار کا حکم ہے اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا وہ نہ کسی کا وارث ہوگا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا اور وہ مرتد کی مثل ہے۔ (الانصاف: جز: 1، ص: 404)

نماز کے علاوہ اور کسی عبادت کو سستی سے ترک کیا تو یہ کفر نہیں ہے۔ (الانصاف: جز: 1، ص: 403)

مالکیہ کا نظریہ

تارک نماز کے متعلق علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کئی نمازیں عمداً ترک کیں حتیٰ کہ ان کا وقت نکل گیا اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھمکایا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا۔ اگر اس کے بعد بھی اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حداً قتل کر دیا جائے نہ کہ کفراً بہ شرطیکہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو۔

ابن التلمسانی نے اپنی شرح میں ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ

روزہ بھی نماز کی طرح ہے اس کے تارک کو بھی قتل کیا جائے گا۔

ذخیرہ میں لکھا ہے کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزہ اور نماز کا تارک قتل کیا جائے گا اور امام شافعی اور عراقیین کے نزدیک تارک زکوٰۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ جبراً لی جاسکتی ہے۔ (مواہب الجلیل: جز: 1، ص: 420)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں: اگرچہ تارک نماز یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا اور بدستور ترک کرتا رہے اور نماز شروع نہ کرے پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ مذہب کے نزدیک قولاً اور فعلاً امتناع اور صرف فعلاً امتناع میں کوئی فرق نہیں ہے اس کو نماز کے ترک کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور نماز کا ترک محقق ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل: جز: 1، ص: 227)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: تارک نماز کو تلوار سے حداً قتل کیا جائے گا اس کی نماز جنازہ کوئی فاضل عالم نہیں پڑھائے گا اور اس کی قبر قائم رکھی جائے گی اس کو ہموار نہیں کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی: جز: 1، ص 190 تا 191)

شافعیہ کا نظریہ

تارک نماز کے متعلق علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: جس شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد ہے اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو ترک کیا مثلاً نیند یا نسیان کی وجہ سے تو اس پر فقط قضا ہے اور اس کے لئے وقت میں وسعت ہے جس شخص نے بغیر کسی عذر کے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا تو صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور شاذ قول یہ ہے کہ وہ منکر نماز کی طرح مرتد ہے۔ صحیح قول کی بناء پر نماز کے تارک کو حداً قتل کیا جائے گا اس کو کب قتل کیا جائے؟ صحیح قول یہ ہے کہ جب وہ ایک نماز کو ترک کر دے اور اس کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ
جب دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔
تیسرا قول یہ ہے کہ
جب چوتھی نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔
چوتھا قول یہ ہے کہ
جب وہ چار نمازیں ترک کر دے۔
پانچواں قول یہ ہے کہ
جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی ہو جائے مگر مذہب پہلا قول ہے۔
صحیح یہ ہے کہ
اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ (روضۃ الطالبین: جز: 1، ص: 668)

جب تارک نماز کو قتل کیا جائے گا تو اس کو غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لئے کیا جاتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ
اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹا دی جائے گی۔
(روضۃ الطالبین: جز: 1، ص: 634)

نیز علاوی لکھتے ہیں: تارک نماز کو حداً قتل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے۔
فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ (التوبہ:5)

"تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو سو اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔"

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے لوگوں کے قتال کا حکم فرمایا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔

اور حدیث مبارک میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ کا تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے اور پہلی حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے اور دوسری حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (شرح المهذب: ج:1، ص:17)

شافعیہ کے دلائل کے جوابات

اس آیت کریمہ سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استدلال کیا ہے فقہاء احناف نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور راستہ نہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوٰۃ کو بھی حداً قتل کرنا واجب ہونا چاہئے کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اور بحث اسی میں ہے۔

علامہ نووی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے جو حدیث مبارکہ ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اور پانچواں جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں نماز اور زکوۃ دونوں کا ذکر ہے اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوۃ میں فرق کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے اس میں ایک مجہول راوی ہے۔

(شرح المہذب: ج:1،ص:13)

احناف کا نظریہ

تارک نماز کے متعلق علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص نماز کو عمداً سستی سے ترک کرے وہ فاسق ہے اس کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔(درمختار علی ردالمحتار: ج:1،ص:235)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

امام محبوبی نے کہا ہے کہ

تارک نماز کو مارا جائے۔

اور حلیہ میں لکھا ہے کہ

یہی مذہب ہے اور کہا بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے یا توبہ کرے۔(ردالمحتار: ج:1،ص:235)

فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حداً یا کفراً قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں ان کے مؤقف پر یہ حدیث مبارکہ صراحۃً دلالت کرتی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو

ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں اگر چہ وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 425)

تارک نماز کے متعلق حرف آخر

تارک نماز کے متعلق فقہاء اسلام کے مؤقف درج ذیل ہیں:

قاضی ابن رشید مالکی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتا ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے متعلق امام احمد، اسحاق اور ابن المبارک نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مبارکہ مختلف ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔

یہ حدیث مبارکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔

یہ احادیث مبارکہ امام احمد، اسحاق اور ابن المبارک کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کو تغلیظ اور زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کو ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ صورۃً کفر ہے حقیقۃً کفر نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما جو تارک نماز کے حداً قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جو تارک نماز کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔ (بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص 65 تا 66)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان اور کفر وشرک کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2628)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے اور کفر کے درمیان کوئی مانع اور حجاب نہیں ہے وہ کافر ہو گیا اور یہ حدیث مبارکہ اسی ظاہری معنیٰ پر محمول ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ نماز ترک کر دے تو جمہور کا قول یہ ہے کہ اگر اس نے آخر وقت تک نماز نہیں پڑھی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام احمد، امام ابن المبارک، اسحاق اور علامہ ابن حبیب مالکی کے نزدیک اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور امام مالک، امام شافعی اور دیگر علماء کرام کے نزدیک اس کو حداً قتل کیا جائے گا۔

فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ

اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس وقت تک سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔

صحیح یہ ہے کہ

وہ شخص کافر نہیں کیونکہ کفر انکار کو کہتے ہیں اور یہ نماز کی فرضیت کا منکر نہیں ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس شخص نے ان نمازوں کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اپنے اوقات میں پڑھا اور ان کا پورا پورا رکوع اور خشوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم اس کی مغفرت کرنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1401)

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں ہے اور یہ شرک سے کم درجہ کی معصیت ہے اور شرک سے کم درجہ کی معصیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:48)

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ سستی اور کاہلی سے نماز کو ترک کرنا کفر اور شرک نہیں ہے۔

(المفہم: ج:1، ص:272)

تارک نماز کوقتل کرنے کے عدم جواز پر یہ دلیل ہے کہ اسلام میں صرف تین جرموں کی سزا قتل ہے۔

1-کسی مسلمان کو ناجائز قتل کیا ہو۔

2-شادی شدہ شخص نے زنا کیا ہو۔

3-یا کسی شخص نے اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لیا ہو۔

ان تین جرموں کے سوا اور کسی جرم میں کسی مسلمان کو بطور حد قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان مرد کو جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تین جرموں میں سے کسی ایک کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

1-جان کا بدلہ جان 2-شادی شدہ زانی

3-اور دین سے نکلنے والا اور جماعت کو چھوڑنے والا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6878)

یہ حدیث مبارکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور یہی مذہب راجح ہے۔

بچوں کو علیحدہ سلانا

قولہ وفرقوا بینھم فی المضاجع

یعنی جب بہن بھائی دس کی عمر کو پہنچ جائیں تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ سلاؤ یعنی ایک ہی جگہ بغیر ستر عورت کے نہ سوئیں تا کہ بدن کا بدن سے ملنا نہ ہونے پائے اور اگر ایک اپنے کپڑے میں چھپا ہو تو یہ تفریق کرنا کافی ہے اگر چہ وہ ایک ہی چادر کے نیچے سوئے ہوئے ہوں مگر اولیٰ یہ ہے کہ دس سال کے بعد ہر ایک اپنے اپنے بچھونے پر علیحدہ علیحدہ سوئے کیونکہ دس سال کی عمر مظنۂ شہوت ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝

ترجمہ: بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

لہٰذا علیحدہ علیحدہ سلانے میں ہی عافیت ہے اور یہ اچھی عادت ڈالنا ہے۔

خادم، غلام یا نوکر کا نکاح کر دینے کے بعد ناف سے نیچے اور گھٹنے سے اوپر دیکھنے کی ممانعت

☆ قولہ واذا زوج احدکم خادمہ عبدہ

خادم سے مراد جاریہ ہے یعنی جب آقا اپنی کسی باندی کی شادی کر دے اگر چہ وہ شادی اپنے غلام ہی سے کیوں نہ ہو یا اپنے ملازم و نوکر کے ساتھ کر دے تو آقا کے لئے جائز نہیں کہ اس باندی کے ستر کی طرف نظر کرے۔

دائیں بائیں کی پہچان سے مراد

☆ قوله اذا عرف يمينه من شماله

یعنی جب بچہ اس عمر کی حد تک پہنچ جائے کہ دائیں بائیں میں تمیز کرنے لگے تب اس کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔اور دائیں بائیں کی تمیز سے یا تو مراد یہ ہے کہ اس کو پاکی اور ناپاکی کا علم ہو جائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اسے علم ہو کہ نماز کس طرح پڑھنی ہے۔عموماً سات سال میں بچوں کو اس چیز کی تمیز حاصل ہو جاتی ہے اسی وجہ سے سات سال کا حکم فرمایا گیا۔قربان جائیے اس مقدس ہستی پر جو تمام جہانوں کے لئے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجے گئے کہ بچوں کی معرفت بھی بتادی۔

تعارض

اذا عرف يمينه من شماله فمروه بالصلوٰة والی حدیث مبارکہ اور مروا الصبی بالصلوٰة اذا بلغ سبع سنين میں تعارض ہے کیونکہ پہلی روایت میں دائیں بائیں کی تمیز کے وقت نماز پڑھنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور دوسری روایت میں سات سال کے ہونے پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

جواب

سات سال کی روایت کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ معرفت والی روایت کی سند میں امراۃ مجہول ہے یا یہ کہ عموماً سات سال میں بچہ تمیز والا ہو جاتا ہے ان احادیث مبارکہ میں امر اولیاء الصبی کو ہے بچہ مکلف نہیں ہوتا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب بَدْءِ الْاَذَانِ

باب! اذان کی ابتداء

اذان کے باب کی احادیث مبارکہ شروع کرنے سے قبل چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: اذان کا قرآن مجید سے ثبوت

اذان کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (الجمعۃ:9)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان کہی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو

یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تمہیں علم ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا (المائدہ:58)

اور جب تم نماز کے لئے ندا کرتے ہو وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی 468ھ بیان فرماتے ہیں کہ

کفار نے جب اذان کو سنا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے حسد کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کہا اے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ نے دین میں ایک نئی چیز نکالی ہے جس کا ذکر ہم نے اس سے پہلے امتوں میں نہیں سنا اگر آپ (ﷺ) نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ (ﷺ) نے اس اذان کو ایجاد کر کے انبیاء سابقین کے طریقہ کی مخالفت کی ہے اور اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو آپ (ﷺ) سے قبل انبیاء و رسل علیہم السلام کا طریقہ ہی جس طرح قافلے والے چلاتے تھے آپ (ﷺ) نے اس طرح چلانے کو اپنا شعار بنا لیا ہے یہ کس قدر بری آواز ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (اسباب نزول القرآن: ص:203)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ O (حم السجدۃ:33)

اور اس سے اچھی بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

ان آیات کریمہ میں اذان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

دوسری بحث: اذان کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

اذان کا ثبوت کئی احادیث مبارکہ سے ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کو رات میں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ ﷺ کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اذان کی تعلیم دی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:9243)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس ایک جانور لے کر آئے جس کو براق کہا جاتا تھا جب آپ ﷺ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ کچھ دشوار ہوا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پرسکون رہو! بخدا (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) سے زیادہ معزز شخص تم پر سوار نہیں ہوا آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ رحمان تبارک و تعالیٰ کے حجاب تک پہنچے۔ اسی دوران حجاب سے ایک فرشتہ نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں مخلوق میں سب سے مقرب ہوں لیکن میں جب سے پیدا ہوا ہوں۔ میں نے اس فرشتے کو اس سے پہلے نہیں دیکھا۔

پھر فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر! تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ میں اکبر ہوں۔

پھر فرشتہ نے کہا: لا الٰہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

(مجمع الزوائد: جز:1،ص:229)

ابوعمیر بن انس اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے یہ مشورہ دیا کہ نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے جب لوگ اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کی اطلاع دیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی پھر آپ ﷺ کو بگل کا مشورہ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔

اور فرمایا کہ

یہ یہود کا طریقہ ہے پھر آپ ﷺ کو ناقوس کا مشورہ دیا گیا آپ ﷺ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا: یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر گئے وہ اسی فکر میں تھے پھر انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی وہ صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس خواب کی خبر دی۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نینداور بیداری کی حالت میں تھا میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے اذان دکھائی۔ اس سے پہلے حضرت بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا لیکن انہوں نے بیس دن تک اس خواب کو مخفی رکھا پھر نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کو مجھے خبر دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟

انہوں نے کہا: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ مجھ پر سبقت لے گئے اور مجھے حیاء آئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم کھڑے ہو اور عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) تم کو جو کلمات بتائیں وہ پڑھو۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔

ابوعمیر یہ کہتے تھے کہ

اگر اس دن حضرت عبداللہ بن زید بیمار نہ ہوتے تو وہ اذان کہتے۔ (سنن ابوداؤد:420)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب مسلمان مدینہ منورہ میں آئے تو وہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے تھے اور ان کو ندا نہیں کی جاتی تھی۔ ایک دن انہوں

نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔

بعض نے کہا: نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ۔

بعض نے کہا: یہود کے بگل کی طرح بگل بناؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایک شخص کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی ندا کرے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کھڑے ہو کر نماز کی ندا کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 604)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بجانے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جائے میں اسی سوچ وبچار میں سو گیا۔

میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس اٹھائے ہوئے جا رہا تھا۔

میں نے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! کیا تم ناقوس فروخت کرو گے؟

اس نے پوچھا: آپ اس کا کیا کرو گے؟

میں نے کہا: ہم لوگوں کو نماز کے لئے جمع کریں گے۔

اس نے کہا: میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں؟

اس نے کہا: تم کہا کرو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر،

اشهد ان لا الٰه الا الله

اشهد ان محمداً رسول الله

اشهد ان محمداً رسول الله

حی علی الصلوٰة

حی علی الصلوٰة

حی علی الفلاح

حی علی الفلاح

الله اکبر الله اکبر

لا الٰه الا الله ۔

اس کے بعد فرشتے نے اقامت کے کلمات بتلائے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا خواب بیان کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان شاء اللہ برحق خواب ہے۔ تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو اور خواب میں جو کلمات سنے ہیں وہ ان کو بتاؤ تا کہ وہ اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا میں ان کو اذان کے کلمات بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے۔

اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی اسی طرح خواب دیکھا تھا۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فللّٰہ الحمد (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 706)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم بعض ساتھیوں کے ساتھ حنین کے راستہ میں تھے جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس آرہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے موذن نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز کے لئے اذان دی۔ ہم نے اذان کی آواز سنی۔ ہم راستہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور ہم نے اذان کا مذاق اڑانے کے لئے بلند آواز سے اذان کی نقل اتارنی شروع کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی آواز میں سن رہا ہوں تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے؟ پھر ہم کو بلایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آواز تم میں سے کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے باقی لڑکوں کو بھیج دیا اور مجھے روک لیا۔ اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا اور خود مجھے اذان کے کلمات بتائے۔

اور ارشاد فرمایا:

کہو! اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھد لا الٰہ الا اللہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

حی علی الصلوٰة

حی علی الصلوٰة

حی علی الفلاح

حی علی الفلاح

اللہ اکبر اللہ اکبر

لا الہ الا اللہ

جب آپ ﷺ مجھ سے اذان پڑھوانے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی اور آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل اس میں برکت دے اور اس پر برکت دے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اذان دینے کا حکم ارشاد فرمائیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں حکم دے دیا۔ میرے دل میں جتنی بھی آپ ﷺ کی ناپسندیدگی تھی وہ سب آپ ﷺ کی محبت سے بدل گئی پھر میں رسول اللہ ﷺ کے عامل عتاب بن اسید کے پاس گیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مکہ مکرمہ میں اذان دینے لگا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1680)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ پڑھیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھیں۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 193)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی اذان اور اقامت میں دو دو کلمے تھے۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 925)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی انہوں نے اقامت کے کلمات اس طرح بیان کیے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

حی علی الصلوٰۃ

حی علی الصلوٰۃ

حی علی الفلاح

حی علی الفلاح

حی علی الفلاح

قد قامت الصلوٰۃ

قد قامت الصلوٰۃ

اللہ اکبر اللہ اکبر

لا الہ الا اللہ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 192)

تیسری بحث: اذان کا جواب دینا

اذان کا جواب دینا باعث ثواب ہے اور جنت کی بشارت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب موذن کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" اور تم میں سے کوئی کہے "اللہ اکبر" پھر وہ کہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" پھر وہ کہے "اشھد ان محمداً رسول اللہ" تو یہ کہے "اشھد ان محمداً رسول اللہ" پھر وہ کہے "حی علی الصلوٰۃ" تو یہ کہے "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "حی علی الفلاح" تو یہ کہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" تو یہ کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" پھر وہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1685)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو موذن نے کہے ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 752)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے جنت میں وسیلہ کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 753)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مؤذن سے سن کر یہ کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبمحمد رسولاً رباً بالاسلام دینا۔" اس کے گناہوں کو بخش دیا

جائے گا۔

اور بعض روایات میں اس طرح ہے: وانا اشهد (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 755)

چوتھی بحث: اذان کے فضائل

اذان دینے اور سننے کے کثیر فضائل ہیں اس بارے میں درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے روایت ہے کہ

ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لئے اذان دیا کرو اور بہ آواز بلند اذان کہنا، کیونکہ موذن کی آواز کو جو بھی جن یا انسان سنتا ہے اور جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ حدیث مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 609)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملک (خلافت) قریش میں ہے اور قضاء انصار میں ہے اور اذان حبشہ میں ہے اور امانت ازد میں ہے (یعنی یمن میں) (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3936)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام ضامن ہے اور موذن امین ہے۔ اے اللہ عزوجل! آئمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3896)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاں تک موذن کی اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیز اس کی اذان سن کر اس کی گواہی دیتی ہے اور اس کو پچیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 724)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مؤذن سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 387)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 12200)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو روحاء (ایک مقام) پر بھاگ جاتا ہے۔

راوی نے پوچھا: روحاء کتنی دور ہے؟

تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مدینہ منورہ سے چھتیس میل ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 388)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان جب نماز کی ندا سنتا ہے تو زور سے دوڑ لگاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر واپس آکر وسوسہ ڈالتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 389)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر جن اور انس اور پتھر اور درخت موذن کی اذان کی گواہی دیتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: 1869)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

زاذان نے کہا: اگر لوگوں کو اذان کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ اذان دینے کے لئے ایک دوسرے سے تلواروں کے ساتھ لڑیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2335)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے اذان دینے کی طاقت ہوتی وہ میرے نزدیک حج، عمرہ اور جہاد سے زیادہ محبوب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2336)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ" میری رائے میں صرف موذنین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2348)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں موذن ہوتا تو مجھے حج کرنے یا جہاد کرنے کی پرواہ نہ ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2344)

اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے والوں میں چوتھا درجہ موذنین کا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ اذان دیتے ہیں تو ہر چند کہ یہ بالذات نماز کی دعوت لیکن ان کے الفاظ اپنے اندر معانی کے وسیع سمندر کو سموئے ہوئے ہیں اول تو نماز قائم عبادات کی جامع ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت ہے۔ نماز کے لئے صاف اور پاک کپڑا خریدنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے اور یہ زکوٰۃ کے قریب ہے۔ حالت نماز میں کھانے پینے اور لذات نفسانیہ سے اجتناب ہے اور یہ روزے کے قریب ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے اور اس میں حج بیت اللہ کی روح ہے۔ اپنے کاروبار اور آرام کو چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف جانا ہے اور یہ نفس کے ساتھ جہاد ہے اور یہ جہاد اکبر ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہے۔ تسبیحات کا پڑھنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا پڑھنا ہے۔ مسلمانوں کی اور فرشتوں کی خیر خواہی ہے ذکر اذکار ہے توبہ ہے گناہوں سے استغفار ہے۔ اعتکاف ہے اور دعا ہے۔ غرض اسلام کی تمام اہم عبادات کا خلاصہ نماز میں ہے۔ پس جب

مؤذن نماز کی طرف بلاتا ہے تو وہ اسلام کی تمام عبادات کی طرف بلاتا ہے اور اذان میں مؤذن فلاح کی طرف بلاتا ہے اور دین اور دنیا کی فلاح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ سو مؤذن جب دعوت دیتا ہے تو وہ بھی دین کی ایک اہم دعوت ہے۔

پانچویں بحث: اذان کے بعد دعا کی فضیلت

اذان کے بعد دعا مانگنے کے کثیر فضائل ہیں اور سب سے بڑی فضیلت شفیع روز شمار باذن پروردگار ﷺ کی شفاعت عظمیٰ ہے کہ بروز حشر شفاعت فرما کر جنت دلوائیں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی۔

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ آت محمد ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاماً محمودن الذی وعدتہ

ترجمہ: ''اے اللہ عزوجل! اس کامل نداء اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب عزوجل سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنت میں بلند مقام اور فضیلت عطا فرما اور آپ ﷺ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔''

تو اس شخص پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 614)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! اس نداء کامل اور اس کے بعد قائم ہونے والی نماز کے رب عزوجل اپنے بندہ اور اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں داخل فرما دے۔ (المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 3675)

نبی کریم ﷺ کا اس طرح دعا فرمانا تعظیم امت کے لئے ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ

اے اللہ عزوجل! آپ پر صلوۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لئے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں (داخل) کر دے سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لئے شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12554)

420 حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ وَحَدِيثُ عَبَّادٍ أَتَمُّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ زِيَادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا فَقِيلَ لَهُ انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلٰوةِ فَإِذَا رَأَوْهَا أَذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذٰلِكَ قَالَ فَذُكِرَ لَهُ الْقُنْعُ يَعْنِي الشَّبُّورَ وَقَالَ زِيَادٌ شَبُّورُ الْيَهُودِ فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذٰلِكَ وَقَالَ هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ قَالَ فَذُكِرَ لَهُ النَّاقُوسُ فَقَالَ هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارٰى فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ قَالَ فَغَدَا عَلٰى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ قَالَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهم قَدْ رَآهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا قَالَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي فَقَالَ سَبَقَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ فَافْعَلْهُ قَالَ فَأَذَّنَ بِلَالٌ قَالَ أَبُو بِشْرٍ فَأَخْبَرَنِي أَبُو عُمَيْرٍ أَنَّ الْأَنْصَارَ تَزْعُمُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا لَجَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنًا

ابوعمیر بن انس اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں جو انصار سے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ مشورہ کیا کہ نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے؟ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے جب لوگ اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کی اطلاع دیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی پھر آپ ﷺ کو بگل (نرسنگا) کا مشورہ دیا گیا آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ کو ناقوس کا مشورہ دیا گیا آپ ﷺ نے اس کو بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر گئے وہ اسی فکر میں تھے پھر ان کو خواب میں اذان دکھائی گئی وہ صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس خواب کی خبر دی انہوں نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ! میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے اذان دکھائی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا لیکن انہوں نے بیس دن تک اس خواب کو مخفی رکھا پھر نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ آپ کو۔

مجھے خبر دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) مجھ پر سبقت لے گئے اور مجھے حیاء آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم کھڑے ہو اور عبداللہ بن زید تم کو جو کلمات بتائیں وہ پڑھو۔ پھر حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے اذان دی۔ ابو عمر سے روایت ہے کہ انصار کا یہ خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیمار نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو موذن قائم فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1 ص:390)

تشریح:

یہاں پر چند ابحاث ذکر کرنا ضروری ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث: اذان کا لغوی اور شرعی معنیٰ

اذان کے لغوی معنیٰ اعلان و اطلاع کے ہیں قال اللہ تعالیٰ واذان من اللہ ورسولہ۔ اصل میں یہ اذان سے مشتق ہے جس کے معنیٰ استماع کے ہیں اور شرعاً اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

الاعلام بوقت الصلوٰۃ بالفاظ مخصوصۃ

یعنی وقت نماز کی مخصوص الفاظ کے ذریعہ اطلاع کرنا۔

دوسری بحث: اذان کی ابتدائی حالت

مکہ مکرمہ میں اذان مشروع نہیں ہوئی تھی اس وقت نماز کے لئے یوں نداء کرتے تھے "الصلوٰۃ جامعۃ" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور کعبہ کو قبلہ بنادیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ فرض نمازوں کے لئے اذان کا حکم دیا گیا اور نماز جنازہ، نماز عید اور نماز کسوف وغیرہ کے لئے الصلوٰۃ جامعۃ سے ندا کا طریقہ برقرار رہا۔ بعض غیر صحاح کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کی مشروعیت فرضیت صلوٰۃ کے ساتھ لیلۃ الاسراء میں ہوئی مگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں۔ صحاح کی روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں نماز بغیر اذان واقامت ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت الی المدینہ فرمائی تو اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 1ھ میں مسجد نبوی شریف تعمیر فرمائی اس کے بعد اذان کے سلسلے میں مشورہ ہوا اور 1ھ اور بعض نے کہا 2ھ میں اذان مشروع ہوئی۔

تیسری بحث: اذان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خواب دیکھنا اور مشورے ہونا

اذان کے متعلق مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خواب دیکھا کہ اذان کے الفاظ کیا ہیں۔ اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے بھی کیے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب مسلمان مدینہ منورہ میں آئے تو وہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے تھے اور ان کو نداء کی جاتی تھی ایک دن انہوں نے اسی سلسلہ میں مشورہ کیا۔

بعض نے کہا: نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ۔

بعض نے کہا: یہود کے بگل کی طرح بگل بناؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایک شخص کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی نداء کرے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) آپ کھڑے ہو کر نماز کی نداء کریں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 190)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح خواب میں اذان کی کیفیت دیکھی وہ ان احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بجانے کا حکم ارشاد فرمایا تا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جائے میں اسی سوچ و بچار میں سو گیا میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس اٹھائے ہوئے جا رہا تھا۔

میں نے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! کیا تم ناقوس فروخت کرو گے۔

اس نے پوچھا: تم اس کا کیا کرو گے؟

میں نے کہا: ہم لوگوں کو نماز کے لئے جمع کریں گے۔

اس نے کہا: کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں۔

میں نے کہا: کیوں نہیں؟

اس نے کہا: تم کہا کرو! اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

اشهد ان لا اله الا الله

اشهد ان لا اله الا الله

اشهد ان محمداً رسول الله

اشهد ان محمداً رسول الله

حی علی الصلوٰة

حی علی الصلوٰة

حی علی الفلاح

حی علی الفلاح

الله اکبر الله اکبر

لا الہ الا اللہ ۔

اس کے بعد فرشتے نے اقامت کے کلمات بتلائے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا خواب بیان کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ان شاء اللہ برحق خواب ہے۔ تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو اور خواب میں جو کلمات سنے ہیں وہ ان کو بتاؤ تا کہ وہ اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے۔ پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا میں ان کو اذان کے کلمات بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے۔

اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی اسی طرح خواب دیکھا تھا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فللّٰہ الحمد (سنن دارمی: رقم الحدیث: 1187)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وسیط میں لکھا ہے کہ

دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اذان کا خواب دیکھا تھا۔

اور علامہ جیلی نے شرح التنبیہ میں لکھا ہے کہ

چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اذان کا خواب دیکھا تھا مگر حافظ ابن صلاح اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا ہے ثابت صرف حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے اور بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔ (فتح الباری: جز: 2، ص: 78)

چوتھی بحث: کیا اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر ہے؟

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ یہ کلمات بلال (رضی اللہ عنہ) کو سکھاؤ تا کہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضیٰ کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم پر برقرار رکھا جاتا ہے یا نہیں یہ جواب اس نظریہ پر مبنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے۔ (شرح مؤطا امام مالک: جز: 1، ص: 122)

نیز یہ وہم بھی نہیں کرنا چاہئے کہ اس خواب سے قبل رسول اللہ ﷺ کو ان کلمات کا علم نہ تھا کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے۔ (اشعۃ اللمعات: جز: 1 ص: 306)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس ایک جانور لے کر آئے جس کو براق کہتے تھے جب آپ ﷺ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ کچھ دشوار ہوا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پرسکون رہو! بخدا (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ معزز شخص کبھی تم پر سوار نہیں ہوا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ رحمان تبارک وتعالیٰ کے حجاب تک پہنچے۔ اسی دوران حجاب سے ایک فرشتہ نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون ہے؟

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں مخلوق میں سب سے مقرب ہوں لیکن میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو اس سے پہلے نہیں دیکھا۔

پھر فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر! تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ میں اکبر ہوں۔

پھر فرشتہ نے کہا: لا الہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی! میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

(مجمع الزوائد: جز: 1 ص: 229)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کو رات میں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ ﷺ کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور جب آپ ﷺ واپس آئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اذان کی تعلیم دی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 9243)

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں کہ

ابوجعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ

اذان کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خوابوں سے نہیں ہوا بلکہ شب معراج جب رسول اللہ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی اور رسول اللہ ﷺ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

(فتح القدیر: جز: 1 ص: 210)

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی 1122ھ ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

شب معراج نبی کریم ﷺ کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی۔

اس حدیث مبارکہ کی سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے۔

اور امام دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پہنچایا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند بھی ضعیف ہے۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی۔ فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل علیہ السلام نماز پڑھائیں گے لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی۔

اس حدیث مبارکہ کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

اور مسند بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام براق لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ الخ

اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ

پھر ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور اس نے کہا: اللہ اکبر

اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے اگر یہ حدیث مبارکہ صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسراء کے واقعات متعدد ہوں اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو اور حق یہ ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں سے کوئی حدیث مبارکہ بھی سنداً صحیح نہیں ہے۔

اور امام ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ

جب سے نماز مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی پھر اذان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: (شرح مؤطا امام مالک: جز: 1 ص: 123)

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی متوفی 581ھ لکھتے ہیں: صحابی کی زبان مقدس سے اذان کو جاری کرنے میں حکمت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن چکے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک یہ خواب حق ہے۔ اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت

ہو جائے گی اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان مقدسہ سے حق جاری ہوتا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تقویت ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے "ورفعنا لك ذكرك" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا جائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی روایت ہے۔

تو ہم کہیں گے کہ

اس حدیث مبارکہ کو امام ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لے کر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا۔

اس فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر! تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں۔

پھر اس فرشتہ نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

پھر فرشتہ نے کہا: اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول بنایا۔

پھر فرشتہ نے کہا: حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح

پھر فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر! تو حجاب سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پھر فرشتہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی۔ ان میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

ابو جعفر محمد بن علی نے کہا ہے کہ

اس دن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ

میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی تائید معراج کی دوسری احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدسہ میں کیا اور اس حدیث مبارکہ میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حریم قدسی کے ماوراء سے دیا گیا۔ (الروض الانف: جز:2،ص19 تا20)

پانچویں بحث: اذان کا حکم

اذان جمہور اور آئمہ ثلاثہ اور احناف کے قول راجح کے مطابق سنت ہے احناف کے نزدیک دوسرا قول وجوب کا ہے۔ داؤد ظاہری، اوزاعی اور عطاء کے نزدیک فرض ہے۔ عطاء اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر اذان کے نماز پڑھے تو اس پر اعادہ واجب ہے۔

درمختار میں ہے: فرض پنج گانہ کہ انہیں میں جمعہ بھی ہے جب جماعت مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کیے جائیں تو ان کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گناہ گار ہوں گے حتیٰ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان ترک کر دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور ایک شخص چھوڑ دے تو اس کو ماروں گا اور قید کروں گا۔ (درمختار: جز:2،ص:60)

چھٹی بحث: حکمت اذان میں چار چیزیں

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

علماء کرام نے حکمت اذان میں چار چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔

1- اس میں شعائر اسلام اور کلمۃ التوحید کا اظہار ہے۔

2- دخول وقت صلوٰۃ کی اطلاع

3- مکان صلوٰۃ کی نشاندہی

4- نماز با جماعت کے لئے دعوت۔

ساتویں بحث: سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت

سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اس سے قبل مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی سزا میں گرم ریت پر احجار کے زیر بار ہونے کے ساتھ ساتھ احد احد کی ندا توحید بلند کر چکے تھے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ، سات یا نو اوقیہ چاندی میں خرید اتھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے مؤذن اور خازن تھے غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ سابقین اسلام میں سے تھے آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے۔ ابو جہل آپ رضی اللہ عنہ کو دھوپ میں منہ کے بل گرا دیتا پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اوپر چکی رکھ دیتا حتیٰ کہ دھوپ کی شدت سے آپ رضی اللہ عنہ کی چربی پگھلنے لگتی پھر وہ کہتا رب محمد (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں احد احد کہتے تھے۔ ایک دن جب آپ رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ احد احد کہہ رہے تھے۔

انہوں نے کہا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) احد احد کہتے رہو۔ بہ خدا اگر تم اس حال میں مر گئے تو تمہاری قبر میں بناؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مسلسل عذاب دیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے انتقام لینے پر قادر کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا۔ جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خریدا تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر رکھ کر عذاب دیا جا رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں سفر اور حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے اور جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی ہے وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام جانے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس ہی رہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا تھا تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کیا تھا تو میں اللہ عزوجل کی طرف جا رہا ہوں مجھے جانے دیجئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جانے دیا اور آپ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ شام میں وفات تک رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کیسی بیوفائی ہے تم اب تک ہماری زیارت کے لئے نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر گئے اور زار و قطار رونے لگے اور روضہ اقدس سے لپٹنے لگے۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو لپٹایا اور ان کو بوسہ دیا۔

انہوں نے کہا: ہماری خواہش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اذان دیں پھر آپ رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر چڑھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ منورہ لرزنے لگا۔ جب لا الہ الا اللہ کہا تو اس کی لرزش زیادہ ہوگئی۔ جب اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں پر گریہ نہیں دیکھا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا 20ھ میں دمشق میں وصال ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔

(اسد الغابہ: جز: 1، ص 206 تا 209)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ كَيْفَ الْاَذَانُ

باب! اذان کیسے دی جائے؟

اس باب میں اذان دینے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

421 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَتَبِيعُ النَّاقُوسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ فَقُلْتُ نَدْعُو بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ عَنِّيْ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ قَالَ وَتَقُوْلُ اِذَا اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَاَيْتُ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَاَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَائَهٗ وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ مَا رَاٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ

الْحَمْدُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰكَذَا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ و قَالَ فِيْهِ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ و قَالَ مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَمْ يُثَنِّيَا

محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے روایت ہے کہ آپ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کا حکم ارشاد فرمایا تا کہ اس کو بجا کر لوگوں کو نماز کے واسطے اکٹھا کیا جائے تو میرے قریب سے ایک شخص کا گزر ہوا اس حال میں کہ میں آرام کر رہا تھا اور اس نے اپنے ہاتھ میں ناقوس لیا ہوا تھا میں نے کہا اے اللہ عزوجل کے بندے! کیا آپ ناقوس فروخت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ نے اس کا کیا کرنا ہے میں نے کہا ہم اس کے ساتھ لوگوں کو نماز کے واسطے بلائیں گے اس نے کہا کیا میں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں میں نے ان کو کہا، کیوں نہیں۔ اس نے کہا: اس طرح کہا کرو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، پھر وہ مجھ سے تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگے کہ جب نماز کھڑی ہونے لگے تو اس طرح کہا کرو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، صبح کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھی ہوئی چیز کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان شاءاللہ یہ خواب حق ہے۔ پس بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ ان کو بتاتے جاؤ جو تم نے دیکھا ہے تا کہ وہ بلند آواز سے کہیں اس لیے کہ ان کی آواز آپ سے زیادہ اونچی ہے تو میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو گیا ان کو بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کو اپنے گھر میں سنا تو اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے بھی اسی طرح دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زہری، سعید بن مسیّب نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی بیان کیا اور اس میں یوں ہے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اور معمر اور یونس نے زہری سے یوں روایت کیا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:332، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:390)

422 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ سُنَّةَ الْاَذَانِ قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِيْ

وَقَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ السَّائِبِ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَاُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْخَبَرِ وَفِيْهِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْاُوْلٰى مِنَ الصُّبْحِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَحَدِيْثُ مُسَدَّدٍ اَبْيَنُ قَالَ فِيْهِ قَالَ وَعَلَّمَنِيْ الْاِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِذَا اَقَمْتَ فَقُلْهَا مَرَّتَيْنِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَسَمِعْتَ قَالَ فَكَانَ اَبُوْ مَحْذُوْرَةَ لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهٗ وَلَا يَفْرُقُهَا لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا

محمد بن عبدالملک بن ابی محذورہ نے اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اذان کا طریقہ سکھایئے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ نے میری پیشانی پر مقدس ہاتھ پھیرا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہا کرو، اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اس کو اونچی آواز سے کہنا پھر کہنا، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، اس کو کہنے کے دوران آواز نیچی رکھنا پھر بلند آواز سے شہادت دینا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح اگر وہ صبح کی نماز ہو تو کہنا الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا اور اس میں ہے الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم، صبح کی پہلی اذان اسی

طرح ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حدیث مسدد زیادہ واضح ہے اس میں ارشاد فرمایا کہ مجھے اقامت دو بار سکھائی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، اورعبدالرزاق نے فرمایا۔ جب نماز کی اقامت کہا کروتو دوبار کہا کرو۔ قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، کیا تم نے سنا۔ فرمایا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تو کبھی پیشانی کے بال کتراتے اور نہ ہی منڈاتے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مقدس ہاتھ پھیرا تھا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:237،معجم الکبیر: جز:7،ص:174،شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:311،مسند احمد: جز:30،ص:393)

423 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ وَسَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ وَحَجَّاجٌ وَّالْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْاَحْوَلُ حَدَّثَنِيْ مَكْحُوْلٌ اَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا مَحْذُوْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً الْاَذَانُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِقَامَةُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَذَا فِيْ كِتَابِهٖ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انیس اذان کے اور سترہ اقامت کے کلمات سکھائے۔ کلمۃ اذان اس طرح ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، اور اقامت اس طرح ہے، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا

الـه الا الله، اشهـد ان مـحمداً رسول الله، اشهد ان محمداً رسول الله، حی علی الصلوٰة، حی علـى الـصلوٰة، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰة، قد قامت الصلوٰة، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله، ان کی کتاب میں حدیث ابی محذورہ ایسے ہی ہے۔

(معجم الکبیر: جز:7،ص:171،سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:407،سنن دارقطنی: جز:3،ص:13،سنن نسائی: جز:2،ص:493)

424 حَـدَّثَـنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ مَحْذُورَةَ یَعْنِیْ عَبْدَ الْعَزِیْزِ عَنِ ابْنِ مُحَیْرِیزٍ عَنْ اَبِیْ مَحْذُورَةَ قَالَ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ التَّاْذِیْنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ قُلِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُـحَـمَّـدًا رَسُـوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ قَالَ ثُمَّ ارْجِعْ فَمُدَّ مِنْ صَوْتِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَـدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَـلَـی الـصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بنفسہ اذان کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو، الله اکبـر الله اکبـر الله اکبـر الله اکبـر، اشهـد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمداً رسول الله، پھر اپنی آواز کو بلند کر کے کہا کرو اشهـد ان لا الـه الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان مـحـمـداً رسـول الله، اشهـد ان محمداً رسول الله، حی علی الصلوٰة، حی علی الصلوٰة، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:424)

425 حَـدَّثَـنَا الـنُّـفَـیْـلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ مَحْذُورَةَ قَالَ سَـمِـعْتُ جَدِّیْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِیْ مَحْذُورَةَ یَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا مَحْذُورَةَ یَقُوْلُ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُـحَـمَّـدًا رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ اَشْهَـدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ اَشْهَـدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلٰی

الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِي الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ عَنْ نَّافِعِ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي الْجُمَحِيَّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي مَحْذُوْرَةَ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ الْجُمَحِيِّ عَنْ اَبِي مَحْذُوْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ اَذَانِ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَمَعْنَاهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ اَبِي مَحْذُوْرَةَ قُلْتُ حَدِّثْنِيْ عَنْ اَذَانِ اَبِيْكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَطُّ وَكَذٰلِكَ حَدِيْثُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ اَبِي مَحْذُوْرَةَ عَنْ عَمِّهٖ عَنْ جَدِّهٖ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ ثُمَّ تَرْجِعُ فَتَرْفَعُ صَوْتَكَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ

عبدالملک بن ابومحذورہ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان حرف بہ حرف اس طرح بتائی: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوۃ، حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، فرماتے ہیں کہ فجر میں اس طرح کہتے ،الصلوۃ خیر من النوم۔حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھائی کہ اس طرح کہو۔اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، پھر مثل اذان حدث ابن جریج عبدالعزیز بن عبدالملک کی طرح روایت کیا اور وہ معناً حدیث مبارکہ دینار کے ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ میں نے ابن ابومحذورہ سے پوچھتے ہوئے کہا مجھے اپنے والد محترم کی اذان کے بارے میں خبر دیجئے جو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم لی ہے۔تو انہوں نے کہا، اللہ اکبر اللہ اکبر اسی طرح حدیث جعفر بن سلیمان عن ابن ابی محذورہ عن عمہ عن جدہ ہے۔مگر انہوں نے اس میں کہا کہ پھر ترجیع کے ساتھ اونچی آواز سے کہو،اللہ اکبر اللہ اکبر۔

(معجم الکبیر:جز:7،ص:173)

426 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي لَيْلٰى ح و حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ سَمِعْتُ ابْنَ

اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ اُحِیلَتِ الصَّلٰوۃُ ثَلَاثَۃَ اَحْوَالٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ اَعْجَبَنِیْ اَنْ تَکُوْنَ صَلٰوۃُ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ قَالَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاحِدَۃً حَتّٰی لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَبُثَّ رِجَالًا فِی الدُّوْرِ یُنَادُوْنَ النَّاسَ بِحِیْنِ الصَّلٰوۃِ وَحَتّٰی هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رِجَالًا یَقُوْمُوْنَ عَلَی الْاٰطَامِ یُنَادُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِحِیْنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَقَسُوْا اَوْ کَادُوْا اَنْ یَنْقُسُوْا قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَمَّا رَجَعْتُ لِمَا رَاَیْتُ مِنِ اهْتِمَامِكَ رَاَیْتُ رَجُلًا کَاَنَّ عَلَیْہِ ثَوْبَیْنِ اَخْضَرَیْنِ فَقَامَ عَلَی الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَۃً ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا اِلَّا اَنَّہٗ یَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ وَلَوْلَا اَنْ یَّقُوْلَ النَّاسُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی اَنْ تَقُوْلُوْا لَقُلْتُ اِنِّیْ کُنْتُ یَقْظَانَ غَیْرَ نَائِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی لَقَدْ اَرَاكَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ خَیْرًا وَّلَمْ یَقُلْ عَمْرٌو لَقَدْ اَرَاكَ اللّٰہُ خَیْرًا فَمُرْ بِلَالًا فَلْیُؤَذِّنْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ اَمَا اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ مِثْلَ الَّذِیْ رَاٰی وَلٰکِنِّیْ لَمَّا سُبِقْتُ اسْتَحْیَیْتُ قَالَ وَحَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا قَالَ وَکَانَ الرَّجُلُ اِذَا جَاءَ یَسْاَلُ فَیُخْبَرُ بِمَا سُبِقَ مِنْ صَلَاتِہٖ وَاَنَّهُمْ قَامُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ قَائِمٍ وَّرَاکِعٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِیْ بِهَا حُصَیْنٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی حَتّٰی جَاءَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَۃُ وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَیْنٍ فَقَالَ لَا اَرَاہُ عَلٰی حَالٍ اِلٰی قَوْلِہٖ کَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰی حَدِیْثِ عَمْرِو ابْنِ مَرْزُوْقٍ قَالَ فَجَاءَ مُعَاذٌ فَاَشَارُوْا اِلَیْہِ قَالَ شُعْبَۃُ وَهٰذِہٖ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَیْنٍ قَالَ فَقَالَ مُعَاذٌ لَا اَرَاہُ عَلٰی حَالٍ اِلَّا کُنْتُ عَلَیْهَا قَالَ فَقَالَ اِنَّ مُعَاذًا قَدْ سَنَّ لَکُمْ سُنَّۃً کَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا قَالَ و حَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ اَمَرَهُمْ بِصِیَامِ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اُنْزِلَ رَمَضَانُ وَکَانُوْا قَوْمًا لَمْ یَتَعَوَّدُوا الصِّیَامَ وَکَانَ الصِّیَامُ عَلَیْهِمْ شَدِیْدًا فَکَانَ مَنْ لَمْ یَصُمْ اَطْعَمَ مِسْکِیْنًا فَنَزَلَتْ هٰذِہِ الْاٰیَۃُ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْہُ) فَکَانَتِ الرُّخْصَۃُ لِلْمَرِیْضِ وَالْمُسَافِرِ فَاُمِرُوْا بِالصِّیَامِ قَالَ و حَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا قَالَ وَکَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَفْطَرَ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ یَّاْکُلَ لَمْ یَاْکُلْ حَتّٰی یُصْبِحَ قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَرَادَ امْرَاَتَہٗ فَقَالَتْ اِنِّیْ قَدْ نِمْتُ فَظَنَّ اَنَّهَا تَعْتَلُّ فَاَتَاهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَرَادَ الطَّعَامَ فَقَالُوْا حَتّٰی نُسَخِّنَ لَكَ شَیْئًا فَنَامَ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا اُنْزِلَتْ عَلَیْہِ هٰذِہِ الْاٰیَۃُ (اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی

نِسَائِکُمْ)

عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کے تین احوال بدلتے رہے، کہا کہ ہمارے اصحاب نے ہم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے پسندیدہ ہے کہ مسلمین یا مومنین کی نماز ایک ہو تو میں نے قصد کیا کہ چند اشخاص کو بھیج کر لوگوں کے گھروں سے نماز کے لئے بلوایا کروں۔ حتیٰ کہ میں نے قصد کیا کہ چند لوگوں کو حکم دوں کہ بلند مقام پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نماز کے وقت بلایا کریں حتیٰ کہ وہ ناقوس بجانے تک آ گئے یا بجاتے تھے۔ انصار کے ایک شخص نے آ کر کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ جب میں پلٹ گیا تو میں نے آپ ﷺ کے اہتمام کو ملاحظہ کیا اور ایک ایسے شخص کو جس کے اوپر دو سبز کپڑے ہیں وہ مسجد میں کھڑا ہو کر اذان دے رہا تھا پھر وہ بیٹھا پھر کھڑا ہو گیا تو اس نے اسی کی مثل کہا اس کے علاوہ وہ کہہ رہا تھا: قد قامت الصلوٰۃ، اور اگر لوگوں کو کچھ کہنے کا خیال نہ گزرتا۔ ابن مثنیٰ نے کہا: لوگ باتیں بنائیں گے ورنہ میں کہہ دیتا میں تو بیدار تھا سویا تو نہیں ہوا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن مثنیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر دکھایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذکر نہ کیا اور تحقیق تم بلال (رضی اللہ عنہ) کو کہو کہ اذان دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بھی ایسے ہی ملاحظہ کیا ہے مگر جب مجھ سے سبقت لے گئے تو میں نے حیاء محسوس کی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے خبر دی کہ کوئی شخص آ کر سوال کرتا تو اس کو بتا دیا جاتا کہ کتنی نماز ہو گئی ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو کر قیام، رکوع اور قعدہ کرنے والے نمازی حضرات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتا۔ ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حصین سے سماعت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں اسی حال میں شمولیت اختیار کروں گا۔ اسی طرح ہی کر واس قول تک۔ شعبہ نے کہا یہ میں نے حصین سے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تو اسی حال میں شمولیت اختیار کروں گا جس میں آپ ﷺ ہوں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک معاذ نے تو تمہاری خاطر سنت جاری کر دی ہے تو تم ایسے ہی کرو۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں کو تین روزے رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا پھر رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا اور لوگوں کی عادت روزوں کی نہ تھی تو ان کے واسطے روزے شدید تھے۔ تو جو روزے نہ رکھ سکتا تھا وہ مسکین کو کھانا کھلائے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ''جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے'' لہٰذا رخصت بیمار اور مسافر کے لئے ہے تو تمام کو روزوں کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کہا کوئی شخص اگر روزہ کھول کر جب کھانا کھانے سے قبل سو بھی جاتا تو صبح تک نہ کھاتا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنی بیوی (کے پاس جانے) کا ارادہ کیا تو اس نے کہا میں سوئی ہوئی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ یہ تو بہانہ کر رہی ہے پس آپ رضی اللہ عنہ نے

ان سے مباشرت کرلی۔ایک انصاری آیا تو اس نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا ٹھہر جائیں حتیٰ کہ گرم تو کرلیں تو وہ سو گیا۔پس جب صبح ہوئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال ہے۔''

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 426)

427 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ اَبِىْ دَاوٗدَ ح و حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ الْمَسْعُوْدِىِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اُحِيلَتِ الصَّلٰوةُ ثَلَاثَةَ اَحْوَالٍ وَاُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ اَحْوَالٍ وَسَاقَ نَصْرٌ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ وَاقْتَصَّ ابْنُ الْمُثَنّٰى مِنْهُ قِصَّةَ صَلَاتِهِمْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْ قَالَ الْحَالُ الثَّالِثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَصَلّٰى يَعْنِىْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ (قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) فَوَجَّهَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى الْكَعْبَةِ وَتَمَّ حَدِيْثُهُ وَسَمّٰى نَصْرٌ صَاحِبَ الرُّؤْيَا قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَقَالَ فِيْهِ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَىَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ اَمْهَلَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا اِلَّا اَنَّهُ قَالَ زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنْهَا بِلَالًا فَاَذَّنَ بِهَا بِلَالٌ و قَالَ فِى الصَّوْمِ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَيَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) اِلٰى قَوْلِهٖ (طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) فَمَنْ شَاءَ اَنْ يَّصُوْمَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَنْ يُّفْطِرَ وَيُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا اَجْزَاَهُ ذٰلِكَ وَهٰذَا حَوْلٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ) اِلٰى (اَيَّامٍ اُخَرَ) فَثَبَتَ الصِّيَامُ عَلٰى مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ وَعَلَى الْمُسَافِرِ اَنْ يَّقْضِىَ وَثَبَتَ الطَّعَامُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْعَجُوزِ اللَّذَيْنِ لَا يَسْتَطِيعَانِ الصَّوْمَ وَجَاءَ صِرْمَةُ وَقَدْ عَمِلَ يَوْمَهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کے تین احوال رہے جو کہ بدلتے رہے اور روزے کے بھی تین احوال رہے۔ اور نصر نے آگے حدیث طوالت کے ساتھ روایت کی ہے۔ ابن مثنیٰ نے بیت المقدس کی جانب پڑھنے کا واقعہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ تیرا حال اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی جانب (رخ کر کے) تیرہ (13) نمازیں ادا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا "ہم ملاحظہ کر رہے ہیں آپ کا بار بار آسمان کی جانب منہ کرنا تو ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی جانب پھیر دیں گے جس میں آپ کی خوشی ہے ابھی اپنا رخ مسجد حرام کی جانب کرلو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ اسی جانب کرو۔" اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی جانب پھیر دیا۔ اور حدیث تام ہوئی۔ نصر نے صاحب خواب کا نام لیتے ہوئے کہا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ آئے جو انصار کے ایک آدمی تھے اور اس میں کہا کہ اس نے قبلہ کی جانب منہ کر کے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر ۔اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ، اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ، حی علی الصلوٰۃ دو بار، حی علی الفلاح دو بار، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر کھڑے ہوئے اور اس کی مثل کہا مگر اس وقت حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ کہا۔ راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلال (رضی اللہ عنہ) کو سکھاؤ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہی کے ساتھ اذان دی۔ اور روزے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے اور عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ تو آیت کریمہ نازل ہوئی "تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پچھلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے کہ تم پرہیز گار بن جاؤ گنتی کے دن ہیں تو تم میں سے جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اس قدر روزے اور دنوں میں اور جن کو اس پر طاقت نہ ہو تو وہ اس کا بدلہ ایک مسکین کو کھانا دیں۔" تو جو چاہتا کہ روزے رکھے وہ روزے رکھ لیتا اور جو چھوڑتا وہ اس کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا ایک سال تک ایسے ہی رہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا "رمضان کے مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے واسطے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی عیاں باتیں ہیں تو تم میں سے کوئی جو یہ مہینے پائے تو اسے چاہئے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اس قدر روزے اور دنوں میں رکھے" پس رمضان کے روزے ہر اس شخص پر لازم ہو گئے جو یہ مہینہ پائے اور مسافر پر قضا لازم ہوئی اور زیادہ بوڑھے بڑھیا پر جو روزے کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے فدیہ ہو گیا کہ وہ روزہ کی مشقت کا عوض دیں اور تحقیق اس دن سے عمل ہو گیا اور آگے حدیث مبارکہ بیان کی۔

تشریح: بحث اول! اللہ اکبر کہنے میں اختلاف

اذان میں اللہ اکبر کہنے میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر کہنا چاہئے اس کے برخلاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو بار اللہ اکبر کہنا چاہئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے مؤقف کی تائید حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ ان میں چار مرتبہ کے الفاظ ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی چار بار کلمات کہتے تھے۔اس کے علاوہ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے جو کلمات روایت کیے ہیں ان میں اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر کہنے کا ذکر ہے۔ان احادیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی روایت زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

بحث ثانی! ترجیع میں اختلاف

اذان میں ترجیع ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا مؤقف یہ ہے کہ اذان میں ترجیع کرنا چاہئے (یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ کو پہلے دو بار آہستہ آہستہ آواز سے کہا جائے اور بعد میں دو بار بلند آواز سے کہا جائے)

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں کرنی چاہئے یعنی باقی کلمات اذان کی مانند شہادت کو بھی صرف دو بار پڑھنا چاہئے۔اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے خواہ ترجیع کرے یا نہ کرے۔

(الاستیعاب علی ہامش الاستیعاب: ج:4،ص:177)

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل اسی باب کی حدیث مبارکہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس میں ہے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بنفسہ اذان کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، پھر اپنی آواز کو بلند کر کے کہا کرو، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر۔(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:424)

احناف نے اس حدیث مبارکہ کا یہ جواب دیا ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھوایا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ چونکہ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے اسلام لانے سے قبل اپنے لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے واپسی پر ان کو دیکھ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان سے ارشاد فرمایا اذان پڑھو انہوں نے اذان پڑھی اور اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ کو

آہستہ پڑھا۔

آپ ﷺ نے ان شہادتین کو دوبارہ زور سے پڑھنے کا حکم دیا تو انہوں نے دوبارہ زور سے پڑھا اور آپ ﷺ کے اذان دلوانے کی برکت سے یہ مسلمان ہو گئے تو شہادتین کو پہلے دو بار آہستہ اور پھر دوبارہ زوردار پڑھنے کا یہ خاص واقعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرح اذان دینے کی ہدایت عام نہیں دی۔ اس کا بیان اس حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم بعض ساتھیوں کے ساتھ حنین کے راستہ میں تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس آ رہے تھے رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز کے لئے اذان دی۔ ہم نے اذان کی آواز سنی ہم راستہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور ہم نے اذان کا مذاق اڑانے کے لئے بلند آواز سے اذان کی نقل اتارنی شروع کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی آواز میں سن رہا ہوں تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے، پھر ہم کو بلایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آواز تم میں سے کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا آپ ﷺ نے باقی لڑکوں کو بھیج دیا اور مجھے روک لیا اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم ارشاد فرمایا اور خود مجھے اذان کے کلمات بتائے۔

اور ارشاد فرمایا:

کہو اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوبارہ پڑھو اور اپنی بلند آواز سے پڑھو۔

آپ نے فرمایا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمدًا رسول اللہ

اشھد ان محمدًا رسول اللہ

حی علی الصلوٰۃ

حی علی الصلوٰۃ

حی علی الفلاح

حی علی الفلاح

اللہ اکبر اللہ اکبر

لا الہ الا اللہ

جب آپ ﷺ مجھ سے اذان پڑھوانے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی اور آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل اس میں برکت دے اور اس پر برکت دے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اذان دینے کا حکم ارشاد فرمائیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں حکم دے دیا۔ میرے دل میں جتنی آپ ﷺ کی ناپسندیدگی تھی وہ سب آپ ﷺ کی محبت سے بدل گئی۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے عامل عتاب بن اسید کے پاس گیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مکہ مکرمہ میں اذان دینے لگا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 708)

اس حدیث مبارکہ سے ترجیع کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی دوسری دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ مجھے اذان کا طریقہ بتلائیے، حضور انور ﷺ نے میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔

اور ارشاد فرمایا: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہو پھر اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ آہستہ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز سے شہادتین کے کلمات دوبارہ کہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث کی سند ضعیف ہے لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس حدیث مبارکہ کی سند میں ایک راوی حارث بن عبید ہے۔ ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مضطرب الحدیث ہے۔

دوسرا راوی محمد بن عبدالملک ہے اس کے بارے میں ابن یقطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے اس کے بعد ابو محذورہ کے

بیٹے کا ذکر ہے ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابومحذورہ کے بیٹوں سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔(الجوہر النقی علی ہامش البیہقی: جز:1،ص:392)

علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالہ سے اسی طرح کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں تصریح ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اس میں ہے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے پوتے کے بیٹے سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے دادا عبدالملک بن ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والدمحترم حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان القاء کی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس اذان میں انہوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔(فتح القدیر: جز:1،ص:212)

خلاصہ یہ ہوا کہ جس حدیث مبارکہ میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث مبارکہ میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے اور برتقدیر تنزل اس کا معارض طبرانی میں مذکور ہے۔
اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔(شرح المواہب اللدنیہ للذرقانی: جز:1،ص:371)

اور علامہ ابن ترکمانی لکھتے ہیں: اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی 762ھ لکھتے ہیں:

اول تو اذان میں ترجیع کی زیادتی ثابت ہی نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی اذان اور [illegible] پر مقرر رکھا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ

حدیث ابی محذورہ حدیث عبداللہ بن زید کے بعد ہے کیونکہ حدیث عبداللہ بن زید فتح مکہ مکرمہ سے پہلے ہے اور حدیث ابی محذورہ فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔(نصب الرایۃ: ص:273)

شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا ایک اور جواب دیا وہ یہ کہ طبرانی کی ایک روایت میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ترجیع نہیں ہے لہٰذا حدیث ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مضطرب ہوئی برخلاف حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے کہ اس کے کسی طریق میں ترجیع نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جب شہادتین پر پہنچے ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ کو کما حقہ مد و شد کے ساتھ نہ پڑھا ہو اسی وجہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تکرار کرایا۔

میں کہتا ہوں: اس کی وجہ ظاہر ہے وہ یہ کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام ہی نہیں لائے تھے جس طرح کہ پیچھے عرض کردیا گیا ہے۔

تیسری بحث! صبح کی اذان میں الفاظ کی زیادتی پر مذاہب

☆ **قوله فان كان صلوٰة الصبح قلت الصلوٰة خير من النوم**

اس قول سے ثابت ہوا کہ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کی زیادتی مرفوعاً ثابت شدہ ہے۔ آئمہ ثلاثہ جس میں احناف بھی ہیں ان کے نزدیک صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کی زیادتی مستحب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور وہی ان کے نزدیک مفتی بہ ہے اور ان کے قول جدید میں غیر مستحب ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہما نے اس میں احناف کا بھی اختلاف لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ غیر مستحب ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لان ذالك نشأمن قلة الاطلاع على مذهبنا

نماز کی تین حالتیں

قوله حيلت الصلوٰة ثلاثة احوال

ابن ابی لیلیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ نماز کی تین حالتیں رہی ہیں۔

1- نماز کی پہلی حالت مشروعیت اذان واقامت ہے کہ ابتداء میں نماز بغیر اذان واقامت کے ہوا کرتی تھی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کے بعد نماز کے لیے اذان واقامت مشروع ہوئی۔

2- نماز کی دوسری حالت مسبوق کی نماز ہے کہ ابتداء میں مسبوق کی نماز کے پورا کرنے کا طریق وہ نہیں جواب ہے بلکہ یہ تھا کہ جو شخص مسجد میں پہنچتا تو اس کو ساتھ پڑھنے اشارہ سے بتلا دیتا کہ ایک رکعت ہوئی یا دو تو جب اس کو یہ معلوم ہوجاتا تو وہ اس طرح کرتا کہ امام کے پیچھے ہاتھ باندھ کر پہلے جلدی جلدی اپنی فوت شدہ رکعت پڑھ لیتا جب وہ پوری ہوجاتی تو پھر باقی نماز ان کے ساتھ اس کے موافق پڑھتا اس صورت میں سب کی نماز مدرک و مسبوق ایک ساتھ پوری ہوجاتی تھی۔

3- نماز کی تیسری حالت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو تیرہ (13) ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے رہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ وہ ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس خواہش کو پورا فرما دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ (البقرہ:144)

بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کعبہ معظّمہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو قبلہ کی جانب پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔(جامع البیان:جز:2،ص:13)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا اور یہ نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ ﷺ کو پھیرے گا اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(جامع البیان:جز:2،ص:14)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:مسجد (حرام) والوں کے لئے بیت اللہ قبلہ ہے اور اہل حرم کے لئے مسجد قبلہ ہے اور تمام روئے زمین پر میری امت کے مشرق اور مغرب والوں کے لئے مسجد حرام قبلہ ہے اور جو شخص مسجد حرام میں ہو اس کو اپنے چہرے کا رخ کعبہ کی طرف کرنا چاہئے کیونکہ روایت ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔(الجامع الاحکام القرآن:جز:2،ص:160)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔(درمختار علی ہامش ردالمحتار:جز:1،ص:287)

نبی کریم ﷺ کتنی مدت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور تحویل قبلہ کا حکم کہاں اور کس وقت میں نازل ہوا

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر ابتداءً نماز فرض ہوئی تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے یا خانہ کعبہ کی طرف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی سترہ مہینوں میں آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

علامہ بدرالدین عینی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

تاہم آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ معظمہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔

دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

جب آپ ﷺ پر ابتداءً نماز فرض ہوئی تو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر نے کہا:

میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ ﷺ نے یہود کی تالیف قلوب کے لئے ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تاکہ دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے ان میں زیادہ داعیہ ہو اور جب آپ ﷺ ان کے قبول اسلام سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ کو پھر کعبہ معظمہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ

کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے میں اہل عرب کے قبول اسلام کا زیادہ داعیہ تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کی بناء پر ایسا کیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ ابتداءً مدینہ منورہ آئے تو اپنے نانا یا ماموں کے گھر ٹھہرے اور آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ ﷺ کو یہ پسند تھا کہ آپ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ ہو جائے اور آپ ﷺ نے اس کی

طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا وہ اس وقت رکوع میں تھے۔

اس نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے وہ لوگ نماز کی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا تو ان کو یہ نا گوار ہوا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس مسجد کے نمازیوں کو خبر واحد سے یہ علم ہو گیا کہ قبلہ بدل گیا ہے اب ان کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس نماز کو توڑ کر نبی کریم ﷺ کے پاس جاتے اور تحویل قبلہ کی تحقیق کرتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس خبر پر اعتماد کر کے نماز میں قبلہ بنا لیتے۔ انہوں نے اجتہاد سے دوسری صورت پر عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور اپنے اجتہاد سے نماز میں قبلہ کی سمت بدلنا جائز ہے بلکہ اگر ہر رکعت میں اس پر قبلہ مشتبہ ہو تو وہ اپنے اجتہاد سے ہر رکعت میں سمت بدل لے۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف جو نماز سب سے پہلے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: وہ صبح کی نماز تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ حکم بنو سلمہ کی مسجد میں نازل ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ ظہر کی نماز میں تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے پھر نماز ہی میں آپ ﷺ نے قبلہ بدل لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں اور اس مسجد کا نام مسجد القبلتین رکھا گیا چونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اس لیے نماز میں مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں گھوم کر مردوں کی جگہ چلی گئیں۔

ابو حاتم البستی نے روایت کیا ہے کہ

مسلمانوں نے سترہ ماہ اور تین دن بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں کیونکہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منگل کے دن نصف شعبان کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کیفیت میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

1- حسن، عکرمہ اور ابوالعالیہ نے کہا: آپ ﷺ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کیا تھا۔

2- طبری نے کہا: آپ ﷺ کو بیت المقدس اور بیت اللہ میں سے کسی ایک کی طرف منہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا آپ ﷺ نے یہود کے ایمان لانے کی خواہش کی وجہ سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کر لیا۔

3-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے حکم سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کیا تھا۔

کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''جس قبلہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔''

اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:2،ص148 تا150)

روزہ کی تبدیلی کی تین حالتیں

☆ واحیلت الصیام ثلثة احوال

یعنی روزہ کی تین حالتیں رہی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت ہر ماہ تین روزے اور صوم عاشوراء فرض ہوئے کچھ دن کے بعد اس حکم میں تغیر وتبدیلی واقع ہوئی اور نزول رمضان ہوا یعنی ماہ رمضان کے روزے مشروع ہو گئے تو روزہ کی پہلی حالت میں تبدیلی یہ ہوئی کہ ہر ماہ تین روزوں کے بجائے سال میں تیس روزے فرض ہوئے مگر اس طور پر کہ باوجود روزے کے ہر شخص کو اختیار تھا کہ خواہ روزے رکھے یا اس کے بجائے فدیہ ادا کرے۔ کچھ روز بعد اس کے حکم میں بھی تغیر واقع ہوا اور یہ آیت کریمہ ''فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ'' نازل ہوئی اور فدیہ کا حکم صرف مریض اور مسافر کے لئے باقی اور استطاعت رکھنے والے کے لئے روزہ متعین ہو گیا۔ یہ روزے کی دوسری حالت تبدیل ہوئی۔

پھر روزے کی تیسری حالت یہ تبدیل ہوئی کہ شروع میں حکم یہ تھا کہ روزے دار افطار کر لینے کے بعد سونے سے پہلے پہلے کھانا، پینا اور مباشرت کر سکتا تھا اور جہاں سویا آنکھ لگی اس کے بعد اگر بیدار ہو تو کھانا پینا جماع ناجائز تھا بہت ایام ہی یہی سلسلہ رہا مگر اس میں پھر تبدیلی ہوئی وہ اس طرح کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت اپنی زوجہ سے مباشرت کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا میں تو سو گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ تو اسے خواہ مخواہ میں بہانہ کر رہی ہے کیونکہ اس کی عادت اسی طرح کی تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے مباشرت کر لی۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام صرمۃ بن قیس ہے جو کاشتکار تھے ماہ رمضان میں دن بھر تو آپ رضی اللہ عنہ کھیت میں روزے کی حالت میں محنت ومشقت سے کام کرتے رہے شام کو جب گھر پہنچے اور روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا تو انہوں نے گھر والوں سے کھانا مانگا گھر والوں نے کہا ذرا ٹھہر جائیں کھانا ابھی گرم کر کے لاتے ہیں اتنے میں آپ رضی اللہ عنہ کھانا گرم کے دوران سو گئے جب کھانا لے کر آ گئے تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ سو گئے ہیں اب کھانا نہیں کھا سکتے چنانچہ اسی وجہ سے ضعف پیدا ہو گیا پھر ان دو وقوع کے بعد آیت نازل ہوئی۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط اوراسی کے آخر میں ہے۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

اس آیت کے نازل ہونے سے پچھلا حکم منسوخ ہوا اور ماہ رمضان کی رات میں مطلقاً کھانے پینے اور مباشرت کرنے کی اجازت ہوگئی۔

یہ روزے کی تیسری حالت تبدیلی کی ہے۔

☆ قوله عن ابيه عن جدة

ابیہ سے مراد عبدالملک بن ابی محذورہ ہیں اور جدہ سے مراد حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ قوله ان ابن محيريز حدثه ان ابا محذورة حدثه

ابن محیریز کا نام عبداللہ ہے۔ حدیث ابومحذورۃ کو ان سے کبھی عبداللہ بن محیریز روایت کرتے ہیں جس طرح کہ یہاں پر ہے اور کبھی ان کے بیٹے عبدالملک بن ابی محذورۃ روایت کرتے ہیں۔

☆ قوله كذافي كتابه في حديث ابي محذورة

کتابہ کی ضمیر ہمام راوی کی طرف راجع ہے۔ سند میں ہمام کے کئی شاگرد گزر گئے ہیں۔ عفان، سعید اور حجاج یہ تمام یہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح یہ حدیث مبارکہ ہم سے ہمام نے حفظ کر کے بیان کی اسی طرح ان کی کتاب میں بھی موجود ہے۔

☆ قوله قال ابن المثنى قال عمرو وحدثني بها حصين عن ابن ابي ليلىٰ .

یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث کو دو اسناد سے روایت کر رہے ہیں پہلی سند میں ان کے استاد عمرو بن مرزوق ہیں اور دوسری میں جو حاء تحویل سے شروع ہو رہی ہے استاد ابن المثنیٰ ہیں اور عمرو بن مرۃ ہر دو سند کے مشترک راوی ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف یہ بیان کیا کہ ابن المثنیٰ کی روایت میں یہ ہے کہ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ جس طرح یہ روایت میں نے براہ راست ابن ابی لیلیٰ سے سنی ہے اسی طرح بواسطہ حصین نے بھی ابن ابی لیلیٰ سے سنی ہے۔

☆ قوله رجعت الى حديث ابن مرزوق .

یہاں بتانا مقصود یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اصل میں شروع سے اپنے استاذ عمرو بن مرزوق کی حدیث کے الفاظ نقل کرتے چلے آ رہے تھے۔

درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ابن المثنیٰ کی روایت میں جو اختلاف روات تھا ان کو بیان کیا تھا اسی لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ اب میں پھر اپنے استاذ عمرو بن مرزوق کی روایت کے الفاظ نقل کر رہا ہوں۔

☆ قوله عن ابي محذورة رضي الله عنه

حضرت ابومحذورۃ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں۔

اس باب میں اذان کے متعلق بھی روایات ہیں۔

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: حضرت ابومحذورہ قرشی رضی اللہ عنہ کے نام میں کافی اختلاف ہے بہر حال اکثرین کی تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام سمرہ بن سعید ہے۔ 8ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے اسی اثناء میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اپنے دس مشرک ساتھیوں کے ساتھ گزر رہے تھے۔ راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے آذان کی آواز سنی۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے اذان کی نقل اتارنا شروع کر دی۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بلند آواز اور خوش الحان تھے اور بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے ان کی قسمت نے یاوری کی اور سرکار ابد قرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی ان کو بلایا اور ان کے باقی ساتھیوں کو واپس کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب اذان دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھتے اور ان سے پڑھواتے۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مجھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی ناپسند نہ تھا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا پسند تھا تاہم میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے اذان دی۔ اذان کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک میری پیشانی پر پھیرا اور ناف تک لے گئے۔ ہاتھ کا پھیرنا کیا تھا میری قسمت پھر گئی میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جس قدر کینہ اور بغض تھا سب جاتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے برکت کی دعا دی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے مکہ مکرمہ میں مؤذن مقرر فرما دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم نے تم کو مکہ مکرمہ میں مؤذن مقرر کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں اذان دیتے رہے حتیٰ کہ 59ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

(الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:4، ص:177)

☆ قولہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں بیعت عقبہ دوم میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ ابن جراح کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا حاکم بنایا۔ اڑتیس سال عمر پائی۔ 18 اٹھارہ ھ میں طاعون عمواس میں وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:1، ص:598)

بَاب فِي الْإِقَامَةِ

باب! اقامت کے متعلق

یہ باب اقامت کے احکام کے متعلق ہے۔

428 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ زَادَ حَمَّادٌ فِي حَدِيثِهِ إِلَّا الْإِقَامَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ مِثْلَ حَدِيثِ وُهَيْبٍ قَالَ إِسْمٰعِيلُ فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا گیا کہ اذان کو دو دو بار اور اقامت کو ایک ایک بار کہا کریں۔ حماد نے اپنی حدیث مبارکہ میں یہ زیادتی کی کہ سوائے اقامت کے۔ ابو قلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث وہیب کی طرح بیان کی۔ اسماعیل نے کہا میں نے اس حدیث کو ایوب سے بیان کیا تو انہوں نے کہا سوائے اقامت کے۔

(صحیح البخاری: جز:2، ص:466، مسند ابی یعلی: جز:5، ص:187)

429 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي الْمُثَنّٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ شُعْبَةُ لَمْ أَسْمَعْ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْمُثَنّٰى مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْأَكْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

مسلم ابو المثنیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں اذان دو دو بار اور اقامت ایک ایک بار ہوا کرتی تھی سوائے یہ کہ کہتے۔ قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔ جب ہم اقامت سنتے تو فوراً وضو کر کے نماز کے لئے دوڑ آتے۔ شعبہ نے کہا میں نے ابو جعفر سے اس حدیث مبارکہ کے

علاوہ اور کچھ نہیں سنا۔عبدالملک بن عمرو نے شعبہ سے روایت کیا ہے کہ ابو جعفر مسجد عریان کے مؤذن اور ابوالمثنیٰ مسجد اکبر کے مؤذن کہا کرتے کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماعت کیا ہے اور آگے حدیث مبارکہ بیان کی۔

(سنن نسائی: جز:2،ص:3،صحیح ابن حبان: جز:4،ص:565،مسند احمد: جز:11،ص:350،مسند البزار: جز:2،ص:238)

تشریح! کلمات اقامت کی تعداد میں اختلاف

کلمات اقامت کی تعداد میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔امام احمد، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا مشہور مؤقف اور جمہور کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں۔

1- اللہ اکبر

2- اللہ اکبر

3- اشهد ان لا الہ الا اللہ

4- اشهد ان محمداً رسول اللہ

5- حی علی الصلوٰۃ

6- حی علی الفلاح

7- قد قامت الصلوٰۃ

8- قد قامت الصلوٰۃ

9- اللہ اکبر

10- اللہ اکبر

11- لا الہ الا اللہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ

اقامت کے دس کلمات ہیں۔وہ قد قامت الصلوٰۃ کو دوبار نہیں کہتے۔

(یعنی)

1- اللہ اکبر

2- اللہ اکبر

3- اشهد ان لا الہ الا اللہ

4- اشهد ان محمداً رسول الله

5- حی علی الصلوٰة

6- حی علی الفلاح

7- قد قامت الصلوٰة

8- الله اکبر

9- الله اکبر

10- لا اله الا الله)

یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم ہے۔ اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے۔

(یعنی 1-الله اکبر

2- اشهد ان لا الٰه الا الله

3- اشهد ان محمداً رسول الله

4- حی علی الصلوٰة

5- حی علی الفلاح

6- قد قامت الصلوٰة

7- الله اکبر

8- لا اله الا الله)

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سترہ کلمات ہیں وہ اذان کی طرح ہر کلمہ کی تکرار کرتے ہیں۔

(یعنی 1-الله اکبر

2- الله اکبر

3- الله اکبر

4- الله اکبر

5- اشهد ان لا اله الا الله

6- اشهد ان لا اله الا الله

7- اشهد ان محمداً رسول الله

8- اشهد ان محمداً رسول الله

9- حی علی الصلوٰة

10- حی علی الصلوٰة

11- حی علی الفلاح

12- حی علی الفلاح

13- قد قامت الصلوٰة

14- قد قامت الصلوٰة

15- الله اکبر

16- الله اکبر

17- لا الہ الا الله)

اور یہ مذہب شاذ ہے۔(شرح للنواوی: جز:1،ص:164)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اقامت میں اللہ اکبر اللہ اکبر دوبار اور باقی کلمات ایک ایک بار پڑھے جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اللہ اکبر اللہ اکبر چار چار بار اور باقی کلمات دودو بار اور آخر میں لا الہ الا اللہ ایک بار پڑھا جاتا ہے۔

(المغنی: جز:1،ص:249)

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دودو بار پڑھیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:428)

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت میں دودو کلمے ہوتے تھے۔(سنن ترمذی: رقم الحدیث:194)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی انہوں نے اقامت کے کلمات اس طرح بیان کیے۔

1- الله اکبر

2- اللہ اکبر

3- اللہ اکبر

4- اللہ اکبر

5- اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

6- اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

7- اشھد ان محمداً رسول اللہ

8- اشھد ان محمداً رسول اللہ

9- حی علی الصلوٰۃ

10- حی علی الصلوٰۃ

11- حی علی الفلاح

12- حی علی الفلاح

13- قد قامت الصلوٰۃ

14- قد قامت الصلوٰۃ

15- اللہ اکبر

16- اللہ اکبر

17- لا الٰہ الا اللہ۔(سنن نسائی: رقم الحدیث:629)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:138)

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:94)

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:138)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذان اور اقامت کا ایک طریقہ ہے۔(شرح مواہب اللدنیہ: جز:3،ص:371)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت کی تعلیم دی اور فرمایا کہ

اقامت کے سترہ کلمات ہیں:

1– اللہ اکبر

2– اللہ اکبر

3– اللہ اکبر

4– اللہ اکبر

5– اشهد ان لا اله الا الله

6– اشهد ان لا اله الا الله

7– اشهد ان محمداً رسول الله

8– اشهد ان محمداً رسول الله

9– حی علی الصلوٰة

10– حی علی الصلوٰة

11– حی علی الفلاح

12– حی علی الفلاح

13– قد قامت الصلوٰة

14– قد قامت الصلوٰة

15– اللہ اکبر

16– اللہ اکبر

17– لا اله الا الله۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 72)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو بار کہتے آئے تھے حتیٰ کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا اور یہ عمل بدعت ہے۔ (بدائع الصنائع: جز: 1 ص: 148)

ان کثیر حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اقامت کے کلمات سترہ ہیں اور یہ ہی راجح مذہب ہے جبکہ امام نووی رحمۃ اللہ کا مذہب احناف کو شاذ کہنا درست نہیں کیونکہ مذہب احناف کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں سے ثابت ہے اور عہد صحابہ کرام و تابعین

عظام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مطابق ہے۔

سوال

اقامت کے دوران کب کھڑے ہوں؟

جواب

اقامت کے دوران کھڑے ہونے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو۔ (جز:1،ص:88)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں۔ امام مالک اور جمہور علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے اور سعید بن مسیب اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو امام اللہ اکبر کہے اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فراغت نہ پائے امام اللہ اکبر نہ کہے اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ

مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا یہ قول ہے کہ

جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے نہ ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نماز کی اقامت کہی گئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے قبل ہم نے صفیں درست فرمالیں۔

اور ایک روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نماز کی اقامت کہی جاتی پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے قبل صفوں کو درست کر لیتے۔

اور ایک روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے۔

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

سورج کے زوال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (حجرہ سے) باہر آنے سے قبل اقامت نہ کہتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے۔

ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکورہ الصدر حدیث سے تعارض ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے ہوئے یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔ (عمدۃ القاری: جز:5،ص153 تا154)

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو بار کے واقعات ہیں یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث مبارکہ میں منع فرمادیا۔ تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:221)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ (المغنی: جز:1،ص:274)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی 179ھ فرماتے ہیں کہ

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا البتہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کیونکہ بعض کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب لوگ ایک شخص کی طرح نہیں ہو سکتے۔

(مؤطا امام مالک: ص:56)

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو تو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:221)

علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا

حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بہ شرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اس لیے اس پر عمل کیا جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (مراقی الفلاح: ص:166)

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:57)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مضمرات اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: جز:1،ص:186)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اس کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے جب حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ یونہی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں اس وقت اٹھیں جب مکبر علی الفلاح پر پہنچے یہی حکم امام کے لئے ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:58)

میں کہتا ہوں کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے جب طرح کہ فتاویٰ عالمگیری اور حاشیۃ الطحطاوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا مکروہ ہے جس طرح کہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

☆ قوله قال اسمٰعیل فحدثت به ایوب فقال الا الاقامة

پہلی سند میں ابوقلابہ سے روایت جنہوں نے کی تھی وہ ایوب تھے اور یہاں پر ان سے روایت کرنے والے خالد حذاء ہیں اسماعیل نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ مجھے شروع میں خالد سے پہنچی تھی پھر میں نے یہ حدیث مبارکہ ایوب کو جا کر سنائی تو انہوں نے اس حدیث مبارکہ میں لفظ الاقامۃ کا اضافہ فرمایا۔

☆ قوله عن ابی جعفر موذن المسجد العریان

یہ جعفر وہی جعفر ہیں جو پہلی سند میں آئے تھے اس مقام پر ان کی صفت مؤذن مسجد العریان آئی ہے اور طحطاوی میں اس طرح ہے عن ابی جعفر الفراء۔ مگر ابوجعفر الفراء بعض علماء کے نزدیک اور راوی ہیں اور ابوجعفر مؤذن مسجد العریان دوسرے راوی ہیں۔

☆ قوله موذن مسجد الاکبر۔

یہ مسجد کوفہ کی ایک بڑی مسجد ہے جس میں ابوالمثنیٰ موذن تھے۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم ۔

بَاب فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ اٰخَرُ

باب! ایک کے اذان دینے اور دوسرے کے اقامت کہنے کے متعلق

اس باب میں ایک کے اذان دینے اور دوسرے کے اقامت کہنے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

430 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَذَانِ اَشْيَاءَ لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ فَاُرِيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الْاَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ اَلْقِهِ عَلٰى بِلَالٍ فَاَلْقَاهُ عَلَيْهِ فَاَذَّنَ بِلَالٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَا رَاَيْتُهُ وَاَنَا كُنْتُ اُرِيدُهُ قَالَ فَاَقِمْ اَنْتَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ كَانَ جَدِّي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَاَقَامَ جَدِّي

محمد بن عبداللہ اپنے چچا عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے قائم مقام کئی کاموں کے کرنے کا ارادہ فرمایا مگر ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان دکھائی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلال کو سکھا دو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا اور میں اذان دینے کا ارادہ رکھتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ اقامت کہیں۔ محمد بن عمرو اور شیخ اہل مدینہ جو انصار سے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے سنا حضرت عبداللہ بن محمد سے انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اس خبر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے دادا محترم نے اقامت کہی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 430)

431 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ يَعْنِي الْاَفْرِيقِيَّ اَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ اَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ قَالَ لَمَّا كَانَ اَوَّلُ اَذَانِ الصُّبْحِ اَمَرَنِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذَّنْتُ فَجَعَلْتُ اَقُولُ اُقِيمُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَجَعَلَ يَنْظُرُ اِلٰى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ اِلَى الْفَجْرِ فَيَقُولُ لَا حَتّٰى اِذَا

طَلَعَ الْفَجْرُ نَزَلَ فَبَرَزَ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَيَّ وَقَدْ تَلاحَقَ اَصْحَابُهُ يَعْنِي فَتَوَضَّأَ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُقِيمَ فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ هُوَ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ قَالَ فَاَقَمْتُ

حضرت عبدالرحمٰن بن زیاد یعنی الافریقی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے زیاد بن نعیم حضرمی سے سنا انہوں نے زیاد بن حارث صدائی کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب صبح کی پہلی اذان ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا تو میں نے اذان دی۔ میں کہتا رہا کہ یارسول اللہ ﷺ اقامت کہوں مگر آپ ﷺ مشرق کی طرف روشنائی ہونے کو ملاحظہ فرماتے رہے اور نہیں فرماتے رہے جب طلوع فجر ہوئی تو آپ ﷺ تشریف لائے پھر میری طرف پھرے اور آپ ﷺ کے اصحاب بھی آ گئے پس آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا بے شک اخا صداء مؤذن ہے جس نے اذان دی وہی اقامت کہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اقامت کہی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 431)

تشریح

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مؤذن کی جانب سے اجازت ہو دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے اگر اجازت نہیں تو مکروہ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مؤذن کے سوا کا اقامت کہنا مطلقاً مکروہ ہے چاہے اجازت مؤذن ہو یا نہ ہو برابر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مؤذن کے علاوہ کا اقامت کہنا مطلقاً بلا کراہت جائز ہے مؤذن کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زیاد نے اذان دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنا چاہتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اذان دے وہی اقامت کہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی۔

احناف کی دلیل دونوں احادیث مبارکہ ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور اس طرح زیاد بن حارث صداعی نے اذان دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ان کو روک دیا اور ارشاد فرمایا جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔

ان دونوں روایتوں کو ملا کر احناف کا مؤقف ثابت ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اگر اجازت مؤذن ہو تو بلا کراہت اقامت

جائز ہے اگر نہیں تو مکروہ ہے اور یہی مذہب راجح ہے۔

☆ قوله عن محمد بن عبدالله عن عمه عبدالله بن زيد ۔

یہ محمد عبداللہ بن زید بن عبد ربه کے بیٹے ہیں لہٰذا سند میں بجائے عن عمه کے عن ابيه ہونا چاہئے جس طرح کہ ظاہر ہے لہٰذا یہ کسی راوی کا وہم ہے اور اس سے اگلی سند میں یوں ہے۔

سمعت عبدالله بن محمد قال كان جدي عبدالله بن زيد

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ راوی محمد بن عبداللہ نہیں بلکہ ان کے بیٹے عبداللہ بن محمد ہیں یعنی عبداللہ بن زید کے پوتے ہیں۔

مسئلہ

جس نے اذان کہی اگر موجود نہیں تو جو چاہے اقامت کہہ لے اور بہتر امام ہے اور مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اجازت کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:54)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْاَذَانِ

باب! آذان بلند آواز سے کہنا

اس باب میں آذان بلند آواز سے کہنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔

432 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ يَحْيَى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهٗ مَدَى صَوْتِهٖ وَيَشْهَدُ لَهٗ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلٰوةِ يُكْتَبُ لَهٗ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ صَلٰوةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آذان بلند آواز سے کہنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور جس جس جگہ تک اس کی آواز جاتی ہے ہر تر اور خشک چیز اس کی شہادت دیتی ہے اور جماعت میں آنے والا پچیس گنا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور ان کے دو نمازوں کے مابین گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(شعب الایمان: جز:3،ص:118)

433 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ فَاِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ وَيَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَضِلَّ الرَّجُلُ اَنْ يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کے واسطے آذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے کہ اس کی ہوا کا خروج ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کو آذان کی آواز نہیں پہنچتی جب آذان اختتام کو پہنچتی ہے تو واپس دوڑ آتا ہے جب نماز کے واسطے اقامت کہی جاتی ہے تو دوڑ جاتا ہے حتیٰ کہ جب تکبیر اختتام کو پہنچے تو لوٹ آتا ہے حتیٰ کہ آدمی کے دل میں خیال پیدا کر دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ فلاں بات کو یاد کرو جو اس کو یاد نہیں ہوتی حتیٰ کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کس قدر نماز پڑھ لی ہے۔

(الموطا: جز:1،ص:69،سنن دارمی: جز:4،ص:399،سنن نسائی: جز:3،ص:55،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:50)

تشریح

اذان بلند آواز سے کہنا چاہئے مگر طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ کہی جائے کہ پڑوس والوں کو خوب سنائی دے اور بلند آواز سے کہے۔

(البحر الرائق: جز:1،ص:444)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:55)

اذان کی آواز پہنچنے پر مغفرت ہونے کے متعدد معانی

☆ قولہ قال الموذن یغفر لہ مدی صوتہ الخ

بلند آواز سے اذان کہنے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اس جملے کے کئی معانی ہیں۔

1- جہاں تک مؤذن کی آواز جائے گی وہاں تک کی سب چیزیں قیامت کے دن مؤذن کے حق میں سفارش کریں گی۔

2- اگر مؤذن کے گناہوں کو جسامت دے کر قطار میں رکھ دیا جائے تو جہاں تک اس کی آواز جائے گی وہاں تک اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

3- جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے وہاں تک کے لوگوں کے حق میں مؤذن کی سفارش قبول ہوگی اور ان کے گناہ معاف

کیے جائیں گے۔

4-مؤذن کی آواز اس کی آواز کے مطابق ہوتی ہے یعنی جتنی زوردار آواز سے اذان دے گا اتنی زیادہ بخشش ہوگی۔

5-جہاں تک اذان کی آواز جائے گی زمین کے اس حصہ پر مؤذن نے جو جو گناہ کیے ہوں گے وہ سب معاف کردیے جائیں گے۔

خشک اور تر کی گواہی کا مطلب

☆ **قوله ويشهد له كل رطب ويابس**

جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے ہر تر اور خشک چیز اس کی گواہی دے گی۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے اس قطعہ زمین میں جس قدر بھی جسم نامی جن وانس واشجار اور جمادات ہیں وہ سب اس کے لئے بروز حشر گواہی دیں گے یعنی اس کے ایمان یا اس کے عمل خیر کی اور یہ گواہی دینا اپنی حقیقت پر بھی محمول ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو گویائی عطا فرمادے اور مجاز پر بھی محمول ہوسکتا ہے دونوں قول مشہور ہیں۔ایک صورت میں گواہی بلسان قال کے ہوگی اور دوسری صورت میں بلسان حال ہوگی، بلسان قال اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ ان تمام چیزوں میں زندگی اور بولنے پر قدرت پیدا فرمادے اور ان کے حق میں بلسان قال گواہی دیں۔اور بلسان حال اس وجہ سے کہ علماء کرام نے کہا ہے کہ تمام کائنات وموجودات بلسان حال اپنے خالق کے جلال اور علوشان کے ساتھ ناطق ہیں۔

☆ **قوله و شاهد الصلوٰة يكتب له خمس وعشرون صلوٰة**

شاہد الصلوٰۃ کے دو مطلب ہیں یا تو اس کا عطف رطب ویابس پر ہے جس کا معنیٰ ہوگا خشک وتر چیز اس کے حق میں گواہی دی گی یا یہ کہ واؤ مستانفہ ہے یکتب له اس کی خبر ہے معنیٰ ہوگا نماز میں حاضر ہونے کو پچیس گنا ثواب دیا جائے گا۔

شیطان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا

قوله اذا نودى بالصلوٰة ادبر الشيطان وله ضراط

جب اذان دی جاتی ہے تو اس جگہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے کہ اس کی ہوا خارج ہوتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں دو قول ہیں۔

1-یا تو یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے۔

2-ضرط به فلان کے قبیل سے ہے یعنی جب کوئی کسی کا مذاق اڑائے تو اس وقت عرب لوگ کہتے ہیں ضرط به فلان کہ اس نے فلاں شخص کا مذاق اڑایا ہے اس صورت میں ضراط اپنی حقیقت پر محمول نہ ہوگا بلکہ اس سے مراد استہزاء ہوگا کہ اذان کا مذاق اڑاتا ہے۔اذان سن کر شیطان کے بھاگنے کی علماء کرام نے کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کے نام کی

ہیبت کیوجہ سے اضطراری طور پر اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور وہ بھاگ جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہوا وہ لعین ہوا خارج کر کے بھاگ جاتا ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کو اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے ہوئے دیکھنا اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اس لیے اعراضاً بھاگ جاتا ہے۔

شیطان کا وساوس دلانا

قوله حتى اذا قضى التثويب اقبل حتى يخطر بين المرء ونفسه ويقول اذكر الخ

حتیٰ کہ جب تکبیر ختم ہو جائے تو واپس پلٹ آتا ہے حتیٰ کہ آدمی کے دل میں وساوس پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے فلاں بات یاد کرو۔

سوال

اس عبارت پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جب وہ بھاگ جاتا ہے تو پھر پوری نماز کے دوران وہ کیسے موجود رہتا ہے جبکہ نماز میں اول تا آخر اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔

جواب

علامہ بدرالدین عینی متوفی 855ھ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

اذان کے ذریعہ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ جواب اس لیے ضعیف ہے کہ نماز کے ذریعہ بدرجہ اولیٰ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ

اذان میں چونکہ توحید کا اعلان ہوتا ہے اس لیے شیطان وسوسہ اندازی سے مایوس ہو جاتا ہے اور نماز کے لئے وسوسہ اندازی کا دروازہ کھل جاتا ہے اس لیے لوٹ آتا ہے یہ جواب بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر توحید کا اعلان وسوسہ کو روکنے کا سبب ہے تو نماز، اذان کی بنسبت توحید کے اعلان کو زیادہ شامل ہے لہٰذا نماز کے وقت بھی اس کو بھاگ جانا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بعض کلمات میں اللہ تعالیٰ نے مخصوص تاثیر پیدا کر دی ہے مثلاً لاحول ولاقوۃ سے شیطان کا بھاگنا یا جیسے آیۃ الکرسی میں یہ تاثیر ہے کہ رات کو اس کو پڑھ کر سونے والا شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اذان میں تاثیر رکھ دی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ

اذان دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت ہو رہی ہوتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان ہر وقت مفرور رہے اور اسے کسی کو وسوسہ ڈالنے کا موقع ہی نہ ملے حالانکہ وہ لعین ہر وقت وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

صرف ایک شیطان ہی تو وسوسہ کے لئے مصروف عمل نہیں ہے اس کی بے شمار ذریات بھی ہیں اس لیے اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ خود ہمہ وقت مفرور ہے تو اس کی ذریات وسوسہ اندازی کے لئے کافی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حدیث مبارکہ کے مطابق ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے اور اذان سن کر وہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور نماز کے وقت لوٹ آتا ہے جس جگہ بھی اذان اور نماز ہوتی ہے وہاں کے انسانوں کے ساتھ جو شیاطین متعلق ہوتے ہیں ان کا یہی معاملہ ہوتا ہے اس حدیث مبارکہ سے اذان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں تک کی ہر خشک و تر چیز اس کے لئے استغفار کرتی ہے اور نماز کو جانے والے کے لئے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دو اذانوں کے درمیان گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری: ج:5، ص:113)

جب نماز میں شیطان وساوس دلاتا ہو تو اس سے نجات کے لئے ایک تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو دوسرا یہ کہ بائیں جانب تین بار تھوک دو۔ اس بات کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور مجھ پر قرأت مشتبہ کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شیطان کو خنزب کہا جاتا ہے جب تم اس کو محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگو اور بائیں جانب تین بار تھوک دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5623)

سوال

کیا شیطان وسوسہ ڈالتا ہے؟

جواب

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے انسان کو بہکانے کے لئے طرح طرح کے وساوس ڈالتا ہے جس سے انسان بہک جاتا ہے

شیطان کا وساوس ڈالنا قرآن مجید وحدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (اعراف:16 تا 17)

شیطان نے کہا مجھے قسم ہے جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضروران کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر میں ضرور آؤں گا ان کے آگے سے اوران کے پیچھے سے اوران کے دائیں سے اوران کے بائیں سے اور توان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

شیطان کو پتہ تھا کہ صراط مستقیم کیا ہے وہ لوگوں کو اسی صراط مستقیم سے بھٹکانے کے لئے طرح طرح کے وساوس ڈالنے میں ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے اور وہ اس سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

حضرت سبرہ بن ابی خاکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو اسلام کے راستہ سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اسلام قبول کرو گے اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے وہ شخص شیطان کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے پھر اس کو ہجرت کرنے کے راستہ سے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہجرت کرو گے اور اپنے وطن کی زمین اور آسمان کو چھوڑ دو گے اور مہاجر کی مثال تو کھونٹے سے بندھے ہوئے اس گھوڑے کی طرح ہے جو ادھر سے ادھر بھاگ رہا ہو اور اس کھونٹے سے نہ نکل سکتا ہو۔ وہ شخص اس کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے پھر شیطان اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھ جاتا ہے وہ اس شخص سے کہتا ہے کہ تم جہاد کرو گے اور اپنی جان اور مال کو آزمائش میں ڈالو گے اگر تم جہاد کے دوران مارے گئے تو تمہاری بیوی کسی اور شخص سے نکاح کر لے گی اور تمہارا مال تقسیم کر دیا جائے گا۔ وہ شخص شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد کرنے چلا جاتا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سو جس شخص نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو مسلمان قتل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے اور جو مسلمان غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے اور جس مسلمان کو اس کی سواری نے ہلاک کر دیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اس کو جنت میں داخل کرنا ہے۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 3134)

قرآن مجید میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (طٰہٰ:120 تا 121)

پھر شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ کیا۔ کہا اے آدم کیا تمہیں (جنت میں) ہمیشہ رہنے کا درخت بتادوں اور ایسی بادشاہت جو کبھی کمزور نہ ہو تو دونوں نے اس درخت سے کھالیا سوان کی ستر گاہیں کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکال دیا تھا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالنے کے لئے جنت میں کیسے پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ (الحجر:34)

فرمایا! تو جنت سے نکل جا سو بے شک تو مردود ہے۔

اس کا جواب ہے کہ

مفسرین نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے عزت اور کرامت کے ساتھ جنت میں اس کے دخول کو منع کیا تھا اور وہ چوروں کی طرح چھپ کر گیا اور کسی اور صورت میں متمثل ہو کر حضرت آدم علیہ السلام سے یہ گفتگو کی اور ان کو وسوسہ ڈالا یا وہ جنت کے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور وہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دے کر بلایا یا وہ کسی جانور کی صورت میں جنت میں چلا گیا اور جنت کے محافظ اس کو نہ پہچان سکے یا وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا یا اس نے اپنے بعض چیلوں کو یہ پیغام دے کر جنت میں بھیجا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا:

اے آدم (علیہ السلام)! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اس وقت ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں جانے کا ارادہ کیا جنت کے محافظوں نے اس کو جانے نہیں دیا۔ اس وقت سانپ اونٹ کی طرح ایک چوپایہ تھا اور بہت حسین جانور تھا۔

ابلیس نے اس سے کہا: وہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر جنت میں لے جائے۔ سو سانپ ابلیس کو اپنے منہ میں رکھ کر چلا گیا اور جنت کے محافظوں کو پتا نہ چلا۔

پھر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: کیا میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں جس کو کھانے کے بعد تم دونوں فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے یا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔

اور قسم کھا کر کہا کہ

وہ ان کی خیر خواہی کر رہا ہے حالانکہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا ستر کھل جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو حضرت حواء (رضی اللہ عنہا) نے آگے بڑھ کر اس درخت سے کھالیا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام سے کہا۔

اے آدم (علیہ السلام) اس کو کھالو دیکھو میں نے بھی کھایا ہے مجھے تو کچھ نہیں ہوا جب حضرت آدم (علیہ السلام) نے اس کو کھالیا تو ان دونوں کی شرم گاہیں کھل گئیں اور وہ درخت کے پتوں سے اپنے اپنے جسموں کو ڈھانپنے لگے۔ (جامع البیان: جز: 1، ص: 187)

علامہ ابن حیان اندلسی نے کہا ہے کہ

ایک قول یہ ہے کہ

ابلیس نے زمین سے ہی حضرت آدم (علیہ السلام) کو بہ طریق وسوسہ خطاب کیا تھا اور وہ دھتکارے جانے کے بعد زمین سے آسمان کی طرف نہیں گیا۔ (البحر المحیط: جز: 1، ص: 261)

اس سے ثابت ہوا کہ شیطان نے وسوسہ ڈالا پہلے حضرت حواء رضی اللہ عنہا نے یا بعد میں حضرت آدم علیہ السلام نے کھایا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تھیں وہ جانے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تم کو چھوڑ دوں ان کا حجرہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو انصاری ملے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر گزر گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ادھر آؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ ڈال دے گا۔ (صحیح بخاری: جز: 1، ص: 273)

علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کی رگوں میں دوڑنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ شیطان کے اعوان اور انصار کی کثرت اور اس کے وسوسہ ڈالنے سے کنایہ ہے یعنی جس طرح انسان سے اس کا خون جدا نہیں ہوتا اسی طرح اس سے شیطان بھی الگ نہیں ہوتا۔

ایک قول یہ ہے کہ

شیطان انسان کے جسم کے باریک مساموں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو اس کے دل تک پہنچ جاتا ہے۔

اور ابن خالویہ نے کہا کہ

شیطان کا انسانوں پر کوئی تسلط اور تصرف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:11،ص:152)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: یہ امر کیسے معقول اور متصور ہے کہ شیطان انسان کے اعضاء کے اندر نفوذ کر جاتا ہے اور اس کو وسوسہ ڈالتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ملائکہ اور شیاطین کے متعلق دو قول ہیں۔

1- ارواح اگر طاہر ہوں اور عالم روحانیت میں مقدس ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور اگر ارواح خبیث ہوں اور شر اور فساد کی محرک ہوں تو وہ شیاطین ہیں اس لحاظ سے شیاطین جسم نہیں ہیں جو انسان کے اندر دخول کے محتاج ہوں بلکہ شیطان ایک جوہر روحانی خبیث الفعل ہے جس کی فطرت شر ہے اور نفس انسانی بھی ایک جوہر روحانی ہے اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ ایک جوہر روحانی دوسرے جوہر روحانی کی طرف وسوسوں اور باطل چیزوں کا القاء کرے۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

ارواح بشریہ، ارواح ساویہ سے استعانت اور اکتساب فیض کرتی ہیں اگر ارواح ساویہ طیب اور طاہر ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور وہ نیند اور بیداری میں انسان کی جو اعانت کرتی ہیں اس کو الہام کہتے ہیں اور اگر وہ ارواح شریر خبیث اور قبیحۃ الاعمال ہوں تو وہ شیاطین ہیں اور ان کی اعانت کو وسوسہ کہتے ہیں۔

2- ملائکہ اور شیاطین اجسام لطیفہ ہیں اور اجسام لطیفہ کا اجسام کثیفہ میں نفوذ اور حلول مستبعد نہیں ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اس کے باوجود وہ انسان کے بدن میں داخل ہے اور آگ کوئلہ میں داخل ہو جاتی ہے پانی پتہ میں اور تیل تلوں میں داخل ہوتا ہے سو اسی طرح شیطان ایک جسم لطیف ہے اور وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اس کو شر اور فساد کی طرف مائل کرتا ہے اس قول کے مطابق ملائکہ اور شیاطین دونوں اجسام لطیفہ ہیں لیکن شیاطین دھوئیں اور آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج:5،ص233 تا 234)

قاضی بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی 769ھ لکھتے ہیں: نفس میں خفیہ طریقہ سے کسی چیز کے القاء کرنے کو

وسوسہ کہتے ہیں۔ وسوسہ ڈالنے والا اپنے کلام کو مکرر سکرر القاء کرتا ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ

یہ بھی احتمال ہے کہ وسواس میں ایک کلام خفی ہو جس کا قلب ادراک کرے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

جن انسان کو مس کر کے اور انسان کے اجزاء میں داخل ہو کر اس کو مخبوط الحواس کر دے۔

بکر بن محمد نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے کہ

جن انسان کی زبان سے کلام کرتا ہے۔

مگر بعض متکلمین نے کہا: جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک جسم میں دو روحوں کا وجود ممکن نہیں ہے۔

ابن عقیل نے شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیفیت میں یہ بیان کیا ہے کہ

شیطان ایک جسم لطیف ہے وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے دل میں ردی خیالات القاء کرتا ہے اور یہی وسوسہ ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ

ایک جسم دوسرے جسم میں داخل ہو جائے تو اجسام کا تداخل لازم آئے گا اور یہ ممتنع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جسم کثیف کا دوسرے جسم کثیف میں تداخل محال ہے لیکن ایک جسم لطیف جسم کثیف میں داخل ہوسکتا ہے۔ جیسے روح اور ہوا جسم میں داخل ہوتی ہے سو جن بھی اسی طرح داخل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ جسم لطیف ہے۔

اور اگر یہ اعتراض ہو کہ

جن آگ سے بنا ہے اگر وہ انسان کے جسم میں داخل ہو تو انسان کا جسم جل جانا چاہئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

جن کی اصل آگ ہے وہ بذاتہ جلانے والی آگ نہیں ہے۔ (اکام المرجان فی احکام الجان: ص:162)

بعض دفعہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو شیطان اس کو طرح طرح کے وساوس دلاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قرآن بھول جاتا ہے۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید بھولنے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا۔ اے شیطان عثمان (رضی اللہ عنہ) کے سینہ سے نکل جا۔ اس کے بعد میں کبھی اس چیز کو نہیں بھولا جس کو میں یاد کرنا چاہتا تھا۔ (مجمع الزوائد: ج:9، ص:3)

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور یہ انسان کے اندر پہنچ کر طرح طرح کے وساوس دلاتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا ہے حتیٰ کہ وہ خبیث یہاں تک وساوس ڈلوا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اگر ایسی نوبت آ بھی جائے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہئے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لینی چاہئے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب (عزوجل) کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹالے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 253)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: علامہ مازری نے کہا کہ

ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وساوس کو دفع کرنے کے لئے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس وسوسہ کو بغیر کسی دلیل کے رد کر دیا جائے۔

علامہ مازری نے کہا: بعض وسوسے ذہن میں استقرار نہیں پاتے۔ ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اعراض کر لیا جائے اور یہ حدیث مبارکہ اسی صورت پر محمول ہے اور جو امور اس طرح طاری ہوں اور کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں ان کو اسی طرح مسترد کر دینا چاہئے اور جو خواطر کسی دلیل اور شبہ پر مبنی ہوں اور ذہن میں مستقر ہو جائیں ان کو بغیر دلیل کے مسترد نہیں کیا جاسکتا اس لیے ان کو غور و فکر سے باطل کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی خالقیت اور اس کی واحدانیت کو بغیر کسی دلیل کے بداہۃً مانتے ہیں۔ صرف قرآن مجید کا وجود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ تاہم شیطان کے وسوسہ کے ابطال کے لئے عرض ہے کہ شیطان کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر چیز اور ہر شے کا کوئی خالق ہونا چاہئے اور یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ موجودات کا سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوا اور ہر چیز سے پہلے ایک چیز ہو اور موجود سے پہلے ایک موجود ہو اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کہ کسی نہ کسی موجود کو آخری موجود ماننا ہوگا جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو۔ اس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو وہی سب کا خالق ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے اسی موجود کو ہم اللہ تعالیٰ اور رب العالمین سے تعبیر کرتے ہیں۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 79)

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیطان انسان کو وساوس دلاتا ہے لہٰذا جب ایسی نوبت آئے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور اس سے توجہ ہٹالے۔

قولہ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات جاننے کے لئے سابقہ اوراق کی طرف رجوع کریں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهُدِ الْوَقْتِ

باب! موذن پر وقت کا خیال رکھنا ضروری ہے

اس باب میں موذن پر وقت کی پابندی کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

434 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ نُبِّئْتُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ قَالَ وَلَا اُرَانِىْ اِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام ضامن اور موذن امانت دار ہے۔ اے اللہ عزوجل آئمہ کو ہدایت نصیب فرما اور موذنوں کی مغفرت فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل بیان کیا ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 1 ص: 30، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 430، معجم الصغیر: جز: 2 ص: 43، سنن ترمذی: جز: 1 ص: 349)

تشریح

قولہ الامام ضامن والموذن مؤتمن

یعنی امام مقتدیوں کی نماز کے صحت وفساد کا ذمہ دار ہے وہ مقتدیوں کی نماز کو سنبھالے ہوئے ہے اور موذن نمازیوں کی نماز کا ضامن ہے کہ وقت پر اذان دے اور لوگ وقت پر نماز ادا کریں۔

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ

ضمان یہاں غرابت اور تاوان کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد صرف حفظ اور رعایت ہے۔

☆ **اللھم ارشد الائمة واغفر للموذنين**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئمہ کرام اور موذنوں کو دعا سے نواز رہے ہیں۔ آئمہ کرام کے لئے تو یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ عزوجل ان کو رشد وہدایت نصیب فرما اور موذنوں کے لئے بخشش کی دعا فرمار ہے ہیں۔ آئمہ کرام میں عجب اور تکبر کا خطرہ ہوتا ہے اسی وجہ سے ہدایت کی دعا فرمادی اور موذنوں کے لئے اس وجہ سے دعا فرمادی کہ اسلام کے شروع میں منارہ پر کھڑے ہو کر اذان دینی پڑتی تھی جس کی وجہ سے نظر کا گھر میں پڑنے کا خطرہ تھا اسی وجہ سے مغفرت کی دعا فرمادی یا اس لیے دعا فرمادی کہ اوقات میں خیانت کر بیٹھیں تو ان کو معاف فرمادے۔

سوال

کیا امامت اذان سے افضل ہے۔

جواب

اس بارے میں اختلاف ہے۔ احناف اور شوافع کے نزدیک امامت اذان سے افضل ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں دونوں برابر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اگر آدمی کو اپنے اوپر حقوق امامت کے ادا کرنے کا اعتماد ہو تو اس کے حق میں امامت افضل ہے ورنہ اذان۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امامت اذان سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک بار اذان دی ہے اور حالت عذر کے علاوہ ساری عمر امامت فرمائی ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس شخص نے پرہیز گار عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھی اس نے گویا نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(ردالمحتار: جز:1،ص:325)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب الْاَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ

باب! منارہ کے اوپر اذان دینا

اس باب میں منارہ پر کھڑے ہو کر اذان دینے کی حدیث مبارکہ بیان کی گئی ہے۔

435 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ كَانَ بَيْتِي

مِنْ اَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ اِلَى الْفَجْرِ فَاِذَا رَآهُ تَمَطَّى ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَحْمَدُكَ وَاَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ اَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ قَالَتْ ثُمَّ يُؤَذِّنُ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ بنی نجار کی ایک عورت نے کہا مسجد نبوی کے اردگرد تمام گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے اوپر چڑھ کر اذان دیتے۔آپ رضی اللہ عنہ رات کے پچھلے پہر تشریف لاتے اور مکان کی چھت پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار فرماتے رہتے پس جب اس کو دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے اور عرض کرتے۔ اے اللہ عزوجل میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش کے مقابلے میں تیری استعانت مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر اذان دیتے۔آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میرے علم میں کوئی ایسی رات نہیں جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کو کہا ہو (یعنی یہی کلمات کہتے تھے) (سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:425)

تشریح:

منارہ اور منار اس بناء مرتفع کو کہا جاتا ہے جو مسجد میں اذان کے لئے بنایا جاتا ہے۔اصل میں یہ منورہ تھا یعنی موضع النور، روشنی کی جگہ اور روشنی چلنے والے مسافروں کے لئے بلند ہی جگہ پر کی جاتی تھی اس کو میذنہ بھی کہتے ہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اذان منارہ پر کہی جائے یا خارج مسجد میں کہی جائے اور مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:55)

سوال

اذان کہاں دی جائے؟

جواب

اذان منارہ پر دی جائے یا مسجد سے باہر دی جائے۔مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جس طرح کہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:197)

بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

مسجد میں اذان نہ دی جائے۔(البحر الرائق: جز:1،ص:255)

شرح مختصر الامام طحاوی للامام اسیجابی اور مجتبیٰ شرح مختصر للامام قدوری میں ہے۔

اذان نہ دی جائے مگر صحن متعلقہ مسجد میں یا منارہ پر۔

بنایہ شرح ہدایہ لامام عینی میں ہے۔

اذان نہ دی جائے مگر صحن مسجد میں یا مسجد کے کنارے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے۔

اذان مئذنہ (منارہ) پر یا خارج مسجد میں ہو اور اقامت مسجد کے اندر ہو۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ص:377)

غایۃ بیان شرح ہدایہ لعلامہ اتقانی، فتح القدیر شرح ہدایہ المحقق علی الاطلاق میں ہے۔

مصنف امام برہان الدین صاحب ہدایہ کا قول کہ اس امر کا فائدہ دیتا ہے کہ اذان اور اقامت کے مقامات کا اختلاف ہی مشہور و معروف نیز حکم شرعی ہے کہ اقامت میں ہونا ضروری ہے اور اذان مئذنہ پر اور مئذنہ نہ ہو تو مسجد کے صحن میں۔

آئمہ کرام نے فرمایا کہ

مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:215)

اور دونوں شارحین نے اپنی دونوں کتابوں میں جمعہ کے لئے طہارت مسنون ہونے کے مسئلہ میں اذان میں اذان پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا: کافی میں دونوں مسئلہ میں علت جامعہ یہ بتائی کہ خطبہ اور اذان دونوں ہی مسجد کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں جن کے لئے طہارت سنت ہے مسجد کے اندر کا مطلب حدود مسجد ہے کیونکہ اذان داخل مسجد مکروہ ہے۔

(فتح القدیر: جز:2،ص:29)

امام ابن الحاج مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدخل میں ایک فصل تحریر فرمائی جس میں مسجد کے اندر آذان کی کراہیت بیان فرمائی اور بتایا کہ مطلقاً سلف صالحین نے اس فعل کی نفی کی ہے تو اس عموم میں آئمہ اربعہ داخل ہو گئے اور ان سے پہلے کے صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی۔

مدخل کی عبارت یہ ہے:

مسجد میں اذان کی ممانعت کے بیان میں یہ گزر چکا کہ اذان کے لئے تین جگہیں ہیں۔

1-مسجد کی چھت 2-مسجد کا دروازہ 3-اور منارہ

اور جب ایسا ہے تو مسجد کے اندر اذان کی ممانعت کئی وجہ سے ثابت ہے۔

اول یہ کہ

گزشتہ بزرگان دین مسجد کے اندر اذان نہیں دیتے تھے۔ (المدخل: جز:2،ص:251)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی 542ھ لکھتے ہیں: اذان مسجد کے مینار یا مسجد سے باہر دینی چاہئے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (خلاصۃ الفتاوی: جز:1،ص:49)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی متوفی 734ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ اذان منارہ میں اور اقامت مسجد میں ہو۔
(تبیین الحقائق: جز:1،ص:246)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اذان مئذنۃ (مینار) میں دینی چاہئے اور اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہئے۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے: مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:250)

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی 962ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں اصل یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے تا کہ سب لوگوں کو خبر ہو جائے اور یہ سنت ہے جیسا کہ قنیہ میں مذکور ہے اور یہ کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ نظم میں ہے لیکن جلابی میں مذکور ہے کہ مسجد میں اذان دی جائے گی یا اس جگہ میں جو مسجد کے حکم میں ہو اور مسجد سے بعید جگہ میں اذان نہ دی جائے۔ (جامع الرموز: جز:1،ص:123)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے اور اقامت زمین پر کہی جائے۔ (البحر الرائق: جز:1،ص:255)

اشکال

ہر چند کہ فقہاء کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ کہا ہے مگر اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک اونچے مکان کی چھت پر چڑھ کر صبح کی اذان دیتے تھے مگر کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اذان دینے سے منع فرمایا ہو اور فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کوئی چیز اس وقت تک مکروہ تنزیہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس چیز سے منع نہ فرمایا ہو۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: مستحب کو ترک کرنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ثبوت کراہت کے لئے خاص دلیل ضروری ہے۔ (البحر الرائق: جز:2،ص:163)

اشکال

دوسرا اشکال یہ ہے کہ

بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان مسجد کے مینار میں دی جائے حالانکہ عہد رسالت میں مساجد میں مینار ہی نہ تھے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں مینارہ نہیں تھے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقام زوراء پر اذان دی جاتی تھی۔ پھر بنوامیہ کے زمانہ میں مینار بنائے گئے تھے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بھی چار مینار بنائے گئے۔

(شرح سنن ابوداؤد: جز:4،ص:427)

اشکال

اس پر تیسرا اشکال یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی جس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک بلند مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے وہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو احمد بن محمد بن ایوب سے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ

یحییٰ بن معین نے کہا: یہ کذاب ہے ابن الجوزی نے اس کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (شرح سنن ابوداؤد: جز:2،ص:470)

اشکال

اس پر چوتھا اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اذان مسجد میں بھی دی گئی ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ مکرمہ کے دن حکم دیا کہ وہ کعبہ معظمہ کے اوپر چڑھ کر اذان دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:203)

علامہ سید محمد امین عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اوائل میں لکھا ہے کہ

سب سے پہلے جس نے مسجد کے مینار پر چڑھ کر اذان دی وہ شرجیل بن عامر المرادی تھا اور بنوسلمہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اذان کے لئے مینار بنائے۔ اس سے پہلے مینار نہیں تھے۔

امام ابن سعد نے حضرت ام زید بن ثابت رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے بیان کیا کہ

مسجد کے گرد میرا گھر سب سے اونچا تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابتداء میں اس کے اوپر چڑھ کر اذان دیتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد تعمیر فرمالی اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت کے اوپر اذان دیتے تھے اور چھت کے اوپر کوئی بلند چیز رکھ لیتے تھے۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:49)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان دینے کا اہتمام

☆ **فكان بلال يوذن عليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت**

صحابیہ فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی کے اردگرد جتنے گھر تھے میرا گھر ان میں سب سے بلند تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اسی پر دیتے تھے آپ رضی اللہ عنہ پچھلی رات کے پہر مکان کی چھت پر تشریف فرما ہوتے اور فجر طلوع ہونے کا انتظار کرتے رہتے جب یہ روشنائی ظاہر ہو جاتی تو کھڑے ہو کر انگڑائی لیتے اور اذان سے قبل یہ دعا پڑھتے۔

اللھم انی احمدك و استعینك علی قریش

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اذان دیتے۔ صحابیہ فرماتی ہیں کہ قسم اس ذات باری تعالیٰ کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کبھی یہ کلمات دعائیہ اذان سے پہلے ترک نہیں کئے۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کا بہت خیال رکھتے تھے تاکہ لوگوں کی نماز کو بچایا جائے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بروز حشر اذان دینا

اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن خاص رہے اور حشر میں بھی اذان دیں گے۔

ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کے لئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہو کر میدان حشر میں آئیں گے (فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ عشاق کی عادت ہے کہ جب کسی جمیل باعزت کی کوئی خوبی سنتے ہیں تو فوراً ان کی نظر اپنے محبوب کی طرف جاتی ہے کہ اس کے مقابل اس کے لئے کیا ہے) اسی بناء پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی ناقہ مقدسہ عضباء پر سوار ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوں گی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اس روز سب انبیاء کرام علیہم السلام سے الگ خاص مجھے ہی عطا ہوگا اور ایک جنتی اونٹنی پر بلال (رضی اللہ عنہ) کا حشر ہوگا کہ عرصات محشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا جب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ سنیں گے تو سب بول اٹھیں گے ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔ (تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ: ج:3،ص:312)

قولہ عن عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: ابن عوام آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے قرشی اسدی ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ اسماء اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیتے ہیں۔ 22 بائیس میں ولادت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے ساتھ فقہاء کرام میں سے ہیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب فِي الْمُؤَذِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي اَذَانِهٖ

باب! موذن کا اذان میں گھومنا

یہ باب موذن کا اذان کے دوران حی علی الصلوٰۃ اورحی علی الفلاح کہتے وقت گھومنے کے حکم میں ہے۔

436 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ يَعْنِي ابْنَ الرَّبِيعِ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ فَكُنْتُ اَتَتَبَّعُ فَمَهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا قَالَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ بُرُوْدٌ يَمَانِيَةٌ قِطْرِيٌّ وَّقَالَ مُوْسٰى قَالَ رَاَيْتُ بِلَالًا خَرَجَ اِلَى الْاَبْطَحِ فَاَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ لَوٰى عُنُقَهُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا وَّلَمْ يَسْتَدِرْ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَسَاقَ حَدِيْثَهُ

عون بن ابو جحیفہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ ایک چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اذان دی میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ اقدس ادھر ادھر کیا پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر سرخ حلہ مبارکہ تھا یمنی چادر کا گویا قطر کی بنی ہوئی ہے اور موسیٰ کہتے ہیں کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ابطح کی طرف نکلتے ملاحظہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اذان دی پس جب حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پر پہنچے تو اپنی گردن کو دائیں اور بائیں طرف پھیرا اور خود کو نہیں گھمایا پھر داخل ہوئے تو عنزہ کے ساتھ آئے اور آگے باقی حدیث روایت کی۔

(سنن دارمی: ج:1،ص:292)

تشریح

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اذان میں حی علی الصلوٰۃ اورحی علی الفلاح کے وقت گھومنے میں تین قول ہیں۔

1۔ حی علی الصلوٰۃ کے وقت اپنا چہرہ دائیں جانب کرے اور دو مرتبہ اس کو کہے دوسرا یہ کہ اپنا چہرہ بائیں طرف کرے اور دوبار حی علی الفلاح کہے۔

2- پہلے ایک بار حی علی الصلوٰۃ دائیں جانب کہہ کر چہرے کو قبلہ کی جانب لے آئے اور پھر دوسری بار اسی طرح کرے۔ دوسرا یہ کہ بائیں طرف چہرہ کرے اور حی علی الفلاح کہے پھر چہرہ کو قبلہ کی جانب لے آئے اور دوبارہ اسی طرح کرے۔

3- پہلے اپنے چہرے کو دائیں طرف کر کے ایک بار حی علی الصلوٰۃ کہے پھر دوسری بار یہی کلمہ بائیں جانب کر کے کہے، دوسرا یہ کہ اپنے چہرے کو دائیں جانب کر کے ایک بار حی علی الفلاح کہے اور دوسری بار یہی کلمہ بائیں جانب کر کے کہے تا کہ دونوں جانب والوں کے حصہ میں دونوں کلمے آجائیں۔

درمختار میں ہے: حی علی الصلوٰۃ داہنی طرف منہ کر کے کہے اور حی علی الفلاح بائیں جانب اگرچہ اذان کے لئے نہ ہو بلکہ مثلاً بچے کے کان میں یا اور کسی کے لئے کہی یہ پھیرنا فقط منہ کا ہے سارے بدن سے نہ پھرے۔

(درمختار: جز:2،ص:66)

شرح وقایہ میں ہے: اگر منارہ پر اذان کہے تو داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الصلوٰۃ کہے اور بائیں جانب کے طاق سے حی علی الفلاح۔ (شرح وقایہ: جز:1،ص:153)

درمختار میں ہے: اقامت میں بھی حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے۔

(درمختار: جز:2،ص:66)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

باب! اذان اور اقامت کے مابین دعا مانگنا

یہ باب اذان اور اقامت کے مابین دعا مانگنے کے حکم میں ہے۔

437 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ اَبِي اِيَاسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسی دعا رد نہیں ہوتی جو اذان و اقامت کے مابین مانگی جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:437)

تشریح

قوله لايرد الدعاء بين الاذان والاقامة

اس میں تین احتمال ہیں:

1-اثناء اذان میں دعارد نہیں ہوتی یعنی ابتداء اذان سے لے کرانتہاءاذان تک اور ایسے ہی اقامت کے دوران۔

2-ابتداء اذان سے انتہاء اقامت تک اس پورے وقت میں دعارد نہیں ہوتی۔

3-اذان ختم ہونے کے بعد سے لے کرابتداء اقامت تک جو درمیانی وقت ہے اس میں دعارد نہیں۔

سفیان بن عیینہ نے کہا:

انسان اپنی کسی جائز خواہش کی دعا کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ بدترین خلائق ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حشر تک کی مہلت دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے اور دعا کے لئے ایسے اوقات اور احوال ہوتے ہیں جن میں دعا کے قبول ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے اور وہ اوقات یہ ہیں۔

1-وقت سحر

2-وقت افطار

3-اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت

4-عیدین کے دن ظہر اور عصر کا درمیانی وقت

5-اضطرار کا وقت

6-حالت سفر

7-حالت مرض

8-بارش نازل ہونے کا وقت

9-جہاد کا وقت

اوران تمام اوقات کے متعلق آثار وارد ہیں۔(الجامع الاحکام القرآن:جز:2،ص:291)

سوال

کیا دعا کا وقت مقرر ہے؟

جواب

دعا کا کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت مانگو مانگ سکتے ہیں۔اس میں تخصیص کی بھی کوئی قید نہیں ہاں جہاں پر خاصیت سے دعا مانگنے کا حکم ہے اس سے مراد جلد قبول ہونے کی بشارت ہے۔قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں دعا مانگنے کا ثبوت ملتا ہے

جس میں وقت کی کوئی قید نہیں لگائی۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ (نمل:62)

(بتاؤ) بے قرار جب اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کون قبول کرتا ہے اور کون تکلیف دور کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط (مومن:60)

اور تمہارے رب نے فرمایا! مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ (البقرہ:186)

اور (اے حبیب) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ فرمادیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں جب کوئی دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ج فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ ط کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ O (یونس:12)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے ہوئے بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے اور ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چل پڑتا ہے جیسے اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے پر کبھی ہم سے دعا نہیں کی تھی حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے عمل اسی طرح مزین کر دیئے گئے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْٓا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ (زمر:8)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتا ہے پھر جب اللہ اپنی طرف سے اس کو کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس کو بھول جاتا ہے جس کے لئے اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ط بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (زمر:49)

سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اپنے پاس سے اسے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے مجھے تو یہ نعمت صرف ایک علم کی وجہ سے ملی ہے بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دعا کرنے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حصول رضا الٰہی عزوجل کے لئے عرض کرتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی ہر حاجت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کے تسمہ ٹوٹنے کا۔

(جامع ترمذی:ص:518)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔ (جامع ترمذی:ص:486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔ (جامع ترمذی:ص:487)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں۔ کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔ (صحیح بخاری:ص:486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو تم اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ (جامع ترمذی:ص:361)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں ہے۔ (جامع ترمذی:ص:486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا ہی عبادت ہے۔ (جامع ترمذی: ص:486)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی: ص:484)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: ص:271)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تقدیر کے مقابلہ میں احتیاط سے فائدہ نہیں ہوتا جب تک تقدیر کا حکم نافذ نہ ہو دعا نفع دیتی ہے مصیبت اور دعا زمین اور آسمان کے درمیان ملتی ہے اور ایک دوسرے سے قیامت تک جھگڑتی رہتی ہیں۔
(مجمع الزوائد: جز:10، ص:146)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
سب سے بخیل شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے اور سب سے عاجز شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو۔
(مجمع الزوائد: جز:10، ص:147)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص اپنے رب عزوجل سے اپنی حاجت طلب کرے یا اپنی تمام حاجات اس سے طلب کرے حتیٰ کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے۔
(مجمع الزوائد: جز:10، ص:150)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگر وہ فاجر ہے تو اس کا گناہ اس کی ذات پر ہے۔
(مجمع الزوائد: جز:10، ص:151)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہیں کہ وہ ان کی دعا رد نہ کرے۔
1- روزہ دار حتیٰ کہ وہ روزہ افطار کر لے۔
2- مظلوم حتیٰ کہ وہ بدلہ لے لے۔

3-اور مسافر حتیٰ کہ وہ لوٹ آئے۔(مجمع الزوائد: جز:10،ص:151)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو دعاؤں کی قبولیت کے درمیان حجاب نہیں ہوتا۔

1-مظلوم کی دعا

2-اور کسی شخص کی اپنے بھائی کے لئے پس پشت دعا۔(مجمع الزوائد: جز:10،ص:152)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے پوچھا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی دعا افضل ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کی اپنے لیے دعا۔(مجمع الزوائد: جز:10،ص:152)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے جبرائیل (علیہ السلام)! میرے اس بندے کی حاجت کو دیر سے پورا کرنا کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو پسند کرتا ہوں اور ایک بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند کرتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے جبرائیل (علیہ السلام)! میرے اس بندے کی حاجت کو جلد پورا کردو کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو ناپسند کرتا ہوں۔(مجمع الزوائد: جز:10،ص:151)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آمین۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس کی مثل عطا کرے۔(مجمع الزوائد: جز:10،ص:152)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو چار چیزیں عطا کی جائیں اس کو چار چیزیں دی جاتی ہیں۔ اور اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ جس کو ذکر عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

جس کو دعا عطا کی جائے اس کو قبولیت دی جاتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اور جس کو شکر عطا کیا جائے اس کو زیادتی دی جاتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔

اور جس کو استغفار عطا کیا جائے اس کو مغفرت دی جاتی ہے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے رب عزوجل سے استغفار کرو کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔
(مجمع الزوائد: جز:10،ص:149)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ماہ رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں جہنم سے لوگ آزاد ہوتے اور ہر مسلمان کے لئے ایک دعا ہے جس کو وہ مانگے تو اس کی وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10،ص:149)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بوڑھا مسلمان ہدایت یافتہ ہو اور سنت کا پابند ہو اللہ تعالیٰ اس سے حیاء فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو نہ دے۔ (مجمع الزوائد: جز:10،ص:149)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حیا دار اور کریم ہے اسے اپنے بندے سے حیاء آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔ ان میں کچھ نہ ہو۔ (مجمع الزوائد: جز:10،ص:149)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:7405)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز میں فضیلت نہیں ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:3370)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر کوئی مصیبت آئے یا نہ آئے دعا ہر حال میں تمہیں نفع دیتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے بندو! دعا کو لازم رکھو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3548)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے۔ عمر میں صرف نیکی سے اضافہ ہوتا ہے اور انسان گناہ کرنے

کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 872)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال کرنے کو پسند فرماتا ہے اور سب سے افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3571)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3371)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وقت کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3499)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے پس تم بہ کثرت دعا کیا کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 482)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دے اور تمہارے رزق کو زیادہ کرے! تم دن رات اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرو کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ (مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 1812)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیاء فرمانے والا بہت کریم ہے۔ جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی اور ناکام لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3865)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 209)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سوال کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ

کرواور گڑگڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔(سنن ابوداؤد:جز:1،ص:209)

نمازوں کے بعد دعا کرنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دعا کرنا منقول ہے۔خود رسول اللہ ﷺ بھی دعا کرتے تھے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا:یارسول اللہ ﷺ!کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔(جامع ترمذی:ص:504)

ایک اور روایت میں ہے:مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ

میرے والد محترم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل!میں کفر،فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔

میرے والد محترم نے پوچھا:اے بیٹے!یہ دعا کہاں سے حاصل کی؟

میں نے کہا:آپ سے۔

انہوں نے کہا:رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔(سنن نسائی:جز:1،ص:136)

ایک اور روایت میں ہے:ابوبکر بن ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے اے اللہ عزوجل!میرے گناہ کو بخش دے،میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔(المصنف:ج:10،ص:229)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے؟

میں نے کہا:کیوں نہیں!ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے۔ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے جا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پوچھا:کیا بات ہے تو میں نے سارا واقعہ عرض کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:وہ سچی ہے۔اس دن کے بعد آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اے جبرائیل،میکائیل اور اسرافیل کے رب عزوجل!مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(سنن کبریٰ:جز:1،ص:400)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا!اے اللہ

عزوجل! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے۔ اے اللہ عزوجل مجھے ہلاکت سے بچا۔ اے اللہ عزوجل! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے۔ تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:41)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے، میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے سرکش بنا دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے پھر پڑھتے۔

اشھد ان لا الٰہ الا الرحمٰن الرحیم

اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:39)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو۔

اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک (عمل الیوم واللیلۃ: ص:41)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ (المصنف: ج:10، ص:234)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے۔ اے اللہ عزوجل! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے۔ اے اللہ عزوجل! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش

بنایا ہے اور تین بار یہ دعا فرماتے۔

اے اللہ عزوجل! میری آخرت کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے اور تین بار فرماتے۔ اے اللہ عزوجل! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔

(مجمع الزوائد: جز:10، ص:111)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے جب بھی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میری کل خطاؤں اور ذنوب بخش دے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا۔ میرے ٹوٹے ہوئے کام جوڑ دے اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے۔ تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور برے اعمال سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:111)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:111)

اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعا کی جائے تو قبولیت کا یقین رکھا جائے اور خلوص سے دعا کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے یوں نہ کہے اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر۔ (صحیح البخاری: جز:2، ص:938)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین سے دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل سے دعا کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:148)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ پورے عزم کے ساتھ سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7477)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کیفیت کے ساتھ دعا کرو کہ تمہیں دعا قبول ہونے کا یقین ہو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے حضور قلب کے ساتھ دعا قبول نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3479)

دعا کرنے سے قبل اور دعا کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھا جائے تو جلد ہی دعا قبول ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کرے جو اس کے شایان شان ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر دعا کرے تو اس کا قبول ہونا اور کامیاب ہونا زیادہ متوقع ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: جز:10، ص:441)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہیں تھے جب میں (نماز پڑھ کر) بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنے لیے دعا کی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 593)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس کا کوئی لفظ اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دعا کے اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد (مصطفیٰ ﷺ) پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کوئی وقت مقرر نہیں۔ جس وقت مانگے مانگنا جائز ہے۔ اور جن مواقع پر دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے اس میں جلد قبولیت کی بشارت ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ

باب! اذان سنے تو کیا کہے

یہ باب اذان کے جواب دینے کے متعلق ہے۔

438 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم آذان کی آواز سنو تو وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(المؤطا: جز:1 ص:161، سنن ابن ماجہ: جز:2 ص:420، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1 ص:408، سنن ترمذی: جز:1 ص:351)

439 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَحَيْوَةَ وَسَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَرْجُو اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتا ہوا سنو تو وہی کچھ کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو اس لیے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتوں کا نزول فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے واسطے وسیلے کی بھیک مانگو اس لیے کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے بندے میں سے ایک بندے کے مناسب ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں پس میرے واسطے وسیلہ کی بھیک مانگے اس کے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(سنن ترمذی: جز:13 ص:195، سنن نسائی: جز:3 ص:69، شرح السنۃ للبغوی: جز:1 ص:321، شرح معانی الآثار: جز:1 ص:143)

440 حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حُيَيٍّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي الْحُبُلِيَّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ

يَفْضُلُونَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ موذن تو ہم سے فضیلت لے گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم وہی کہا کرو جو وہ کہہ رہے ہوتے ہیں پس جب اذان اختتام کو پہنچے تو سوال کرو عطا فرمایا جائے گا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1 ص:410، شرح السنۃ للبغوی: جز:1 ص:326، صحیح ابن حبان: جز:4 ص:593)

441 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے موذن کی اذان سنتے دوران کہا "وانا اشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشريك له وان محمداً عبده و رسوله، رضيت بالله رباً و بمحمد رسولاً وبالاسلام دينا" تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:441)

442 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ قَالَ وَاَنَا وَاَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب موذن سے شہادتین سنتے تو ارشاد فرماتے میں بھی اس چیز پر گواہ، میں بھی اس چیز پر گواہ ہوں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1 ص:409)

443 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسَافٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ اَحَدُكُمُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَاِذَا قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ

عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ قَلْبِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

حفص بن عاصم بن عمر اپنے والد محترم سے وہ اپنے دادا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو تم بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کرو۔ جب وہ کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو تم بھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ جب وہ کہے اشہد ان محمداً رسول اللہ تو تم بھی اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا کرو، پھر وہ کہے حی علی الصلوٰۃ تو تم لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا کرو۔ پھر وہ حی علی افلاح کہے تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا کرو۔ پھر وہ کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو تم اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کرو۔ پھر وہ کہے لا الٰہ الا اللہ تو تم دل میں لا الٰہ الا اللہ کہا کرو تو جنت میں داخل ہو گئے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1، ص:248، شرح السنۃ للبغوی: جز:1، ص:324، صحیح مسلم: جز:2، ص:328، مسند البزار: جز:1، ص:64)

تشریح

یہاں پر اجابت کی دو اقسام ہیں:

1- اجابت بالقول

2- اجابت بالاقدام

اجابت بالقول جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے اور احناف کے اس میں دو قول ہیں۔ جس طرح کہ شامی میں ہے وجوب اور استحباب مگر راجح عدم وجوب کا قول ہے۔ اہل ظواہر کے نزدیک واجب ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے وجوب کا قول نقل فرمایا ہے۔ احناف کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور باقی کلمات اذان والے کہے، جمہور آئمہ کے اس میں دو قول ہیں ایک تو احناف والا قول اور دوسرا تمام کلمات اذان والے کہے۔

احناف کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی جگہ لا حول ولا قوۃ کے الفاظ ہیں اور باقی کلمات مثل اذان کے ہیں اور جمہور کی دلیل روایت ابو سعید رضی اللہ عنہ والی ہے کہ جس میں ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو مؤذن کی طرح کہو۔

سوال

اذان میں نبی کریم ﷺ کا نام مقدس سن کر انگوٹھے چومنے کا کیا حکم ہے۔

جواب

اذان میں جب مؤذن اشهد ان محمداً رسول الله کہے تو جواب دینے والے کے لئے پہلی بار اشهد ان محمداً رسول الله سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلی الله علیك یا رسول کہنا اور دوسری بار اشهد ان محمداً رسول الله سن کر قرة عینی بك یا رسول الله کہنا مستحب ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: پہلی بار اشهد ان محمداً رسول الله سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلی الله علیك یا رسول کہنا اور دوسری بار اشهد ان محمداً رسول الله سن کر قرة عینی بك یا رسول الله کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان میں اشهد ان محمداً رسول الله سن کر انگوٹھے (آنکھوں پر) رکھ کر چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:206)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ

انگوٹھے چومنے کے بارے میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں۔

ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔ (موضوعات کبیر: ص:64)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن اشهد ان محمداً رسول الله کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگا لے اور کہے قرة عینی بك یا رسول الله۔

اللهم متعنی بالسمع والبصر ۔ (ردالمحتار: جز:2، ص:84)

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی 962ھ لکھتے ہیں: علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

اذان کے کلمات سن کر ان کے جواب میں وہی کلمات کہنا مستحب ہے اور جب رسالت کی شہادت سنے تو پہلی شہادت سن کر کہے، صلی الله تعالٰی علیك یا رسول الله اور دوسری شہادت سن کر کہے "قرة عینی بك یا رسول" پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے "اللهم متعنی بالسمع والبصر" (جامع الرموز: جز:1، ص:125)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ نے اس عبارت کو اپنی تفسیر میں علامہ قہستانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(روح البیان: جز:8، ص:349)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ نے مذکور الصدر عبارت کو نقل کرنے کے بعد کنز

العباد کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے گا نبی کریم ﷺ اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گے اور لکھا ہے کہ اسی طرح فتاویٰ صوفیہ میں بھی ہے۔

اور کتاب الفردوس میں ہے: جس نے اذان میں ''اشهد ان محمداً رسول الله'' سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کو چوما میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:63)

علامہ سید احمد بن محمد الطحطاوی متوفی 1231ھ نے کنز العباد اور قہستانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: امام دیلمی نے کتاب الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس نے اذان میں ''اشهد ان محمداً رسول الله'' سن کر انگشت شہادت کو چوم کر آنکھوں پر لگایا میں اس کی شفاعت کی شہادت کروں گا اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور فضائل میں اس قسم کی احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ص:206)

علامہ قہستانی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے کنز العباد اور امام دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالے سے جس حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے اس کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں:

امام دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے کہ

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مؤذن سے ''اشهد ان محمداً رسول الله'' سنا تو اپنی دونوں انگشت شہادت کے باطن کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا اور پھر اپنی ان انگلیوں کو آنکھوں پر پھیرا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے دوست کے فعل کی مثل کیا اس کے لئے میری شفاعت ہو جائے گی۔

اس حدیث کی سند صحیح لذاتہ نہیں ہے۔ اسی طرح ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی نے اپنی کتاب ''موجبات الرحمۃ و عزائم المغفرۃ'' میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں اور وہ سند منقطع ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

جب مؤذن نے ''اشهد ان محمداً رسول الله'' کہا تو شخص نے اس کو سن کر یہ کہا۔

''مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبدالله صلى الله عليه وسلم''

پھر اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو کبھی آشوب چشم نہیں ہو گا۔ پھر ایک غیر معروف سند کے ساتھ فقیہ محمد بن البابا سے روایت کیا کہ ایک بار آندھی سے ان کی آنکھ میں مٹی کا کوئی ذرہ پڑ گیا جس کی وجہ سے ان کی آنکھ میں شدید تکلیف ہوئی اور وہ باوجود کوشش کے اس کو اپنی آنکھ سے نہ نکال سکے۔ پھر جب انہوں نے مؤذن سے ''اشهد ان محمداً رسول الله'' سنا تو یہی دعا کی تو وہ ریزہ فی الفور نکل گیا۔

الرداد نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔

اور الشمس محمد بن صالح نے اپنی تاریخ میں بعض مصری قدماء سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے اذان میں نبی کریم ﷺ کا ذکر سنا پھر آپ ﷺ پر درود پڑھا اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا تو اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں

گی۔

اور ابن صالح نے کہا: میں نے اس کو فقیہ محمد بن زرندی سے سنا ہے وہ بعض شیوخ عراق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں پر اپنی انگلیاں پھیرتے وقت کہا۔

"صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی و یا نور بصری و یا قرۃ عینی"

اور جب سے انہوں نے یہ عمل شروع کیا ان کی آنکھیں دکھنے نہیں آئیں۔

ابن صالح نے کہا: اس کو سننے کے بعد میں بھی یہ عمل کرتا ہوں اور میری آنکھیں دکھنے نہ آئیں۔

اور فقیہ زاہد بلالی نے حضرت حسن علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ

جس نے اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ" سن کر یہ کہا۔

"مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیه وسلم"

اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا وہ نہ اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں دکھیں گی۔

اور ابونصر خواجہ نے کہا کہ

جس حدیث مبارکہ میں ہے! جس شخص نے مؤذن سے اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ" سن کر اپنے انگوٹھوں کو چوما اور ان کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور آنکھوں پر پھیرتے وقت یہ دعا کی کہ۔ اے اللہ عزوجل! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی برکت سے ان کو منور فرما تو وہ اندھا نہیں ہوگا۔ (المقاصد الحسنۃ: ص:384)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی 1162ھ نے علامہ سخاوی کی مکمل عبارت کو من وعن نقل کیا ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس: جز:2، ص:207)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ نے علامہ سخاوی کی عبارت کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

جب اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ" سن کر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرنے کا عمل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ص:210)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا حسب تصریح کتب فقہ رد المحتار حاشیۃ درمختار و جامع الرموز شرح نقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد مستحب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:29، ص:283)

اور پانچویں جلد میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضور پرنور یوم النشور صاحب لولاک ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لئے دلیل کافی تھا جو نا جائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔ پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علماء عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ ﷺ سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانۂ رسول ﷺ سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ ﷺ سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمعیا الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ، مختصر الوقایہ وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد ورد المحتار حاشیہ در مختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کے صاف تصریح آئی ان میں اکثر تابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل وتشدد نہیں چلتے حکم اخیر وخلاصۂ بحث وتنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم ﷺ سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کی فائز نہ ہوئیں۔

مقاصد میں فرمایا کہ

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔

پھر خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں کہ نفی صلاح وتماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح آئمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء وقبول قدما حدیث کے لئے قوی دیگر اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اس سے بھی گزرئیے تو بلا شبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر وروشنائی چشم کے لئے مجرب اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہوتو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہوتو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں۔ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث

موقوف کیا حکم ہے۔ ولہذا مولنا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا۔

''یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگر چہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو۔

امام سخاوی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں۔ یعنی مؤذن سے اشھد ان محمدًا رسول اللہ سن کر انگشتان شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا۔ اشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیًا۔

اس حدیث مبارکہ کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے سنا یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے۔

اور یہ حدیث مبارکہ اس درجہ کو پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا: یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب ''موجبات الرحمۃ و عزائم المغفرۃ'' میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے: پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیر بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے۔ ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انہوں نے مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی۔

رداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا: یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا پھر جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: یعنی ابن صالح فرماتے ہیں کہ میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی

تھے اوران کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت یہ درود عرض کرے۔

"صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی و یا نور بصری و یا قرۃ عینی"

اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد وفقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے حمد وشکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ!

پھر فرمایا: یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں۔

فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے۔

مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیه وسلم

اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دکھیں۔

پھر فرمایا: یعنی طاؤس فرماتے ہیں۔

انہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث مبارکہ سنی کہ جو شخص اذان سے کلمات شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے:

اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ ﷺ ونورھما ۔

اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے: یعنی خبردار ہو بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمداً رسول اللہ کہے اور دوسری بار قرۃ عینی بك یا رسول اللہ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے۔

اللھم متعنی بالسمع والبصر

کہ نبی کریم ﷺ اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

ایسے ہی کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اس کونقل کر کے فرماتے ہیں کہ

ونحوہ فی الفتاویٰ الصوفیہ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف

بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہمانے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا۔ شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولانا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5،ص430 تا436)

مسائل

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: جب اذان سنے تو جواب دینے کا حکم ہے یعنی مؤذن جو کلمہ کہے اس کے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے مگر حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے بلکہ اتنا لفظ اور ملالے ماشاء اللہ کان و مالم یشا لم یکن۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:57)

درمختار میں ہے: الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت و بالحق نطقت کہے۔

(درمختار ورد المحتار: جز:2،ص:83)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اقامت کا جواب مستحب ہے اس کا جواب اسی طرح فرق اتنا ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامھا اللہ و ادامھا ما دامت السموات والارض کہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:57)

درمختار میں ہے: خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:87)

مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

مقتدیوں کو خطبے کی اذان کا جواب ہرگز نہیں دینا چاہئے یہی احوط ہے ہاں اگر یہ جواب اذان یا (دو خطبوں کے درمیان) دعا اگر دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو حرج کوئی نہیں اور امام یعنی خطیب اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:8،ص:301)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کردے حتیٰ کہ قرآن مجید کی تلاوت میں آذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کردے اور ان کو غور سے سنے اور جواب یونہی اقامت میں۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:57)

اسی فتاویٰ ہندیہ میں ہے: راستہ چل رہا تھا کہ اذان کی آواز آئی تو اتنی دیر کے لئے کھڑا ہو جائے سنے اور جواب دے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:57)

درمختار میں ہے: اگر چند اذانیں سنیں تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے اور بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے۔

(درمختار علی رد المحتار: جز:2،ص:82)

اسی درمختار میں ہے: اگر بوقت اذان جواب نہ دیا تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی اب دے لے۔ (درمختار: جز:2،ص:87)

نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا

☆ **قوله من علی صلوٰۃ صلی اللہ علیه بها عشرًا**

جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اشکال

یہاں پر اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ اس میں درود کی کیا خصوصیت ہے تمام حسنات کے لئے ایک ہی تو قاعدہ ہے کہ جس میں من جاء بالحسنة فله عشر امثالها

اس کا جواب یہ ہے کہ

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشکال تو اس صورت میں تھا کہ اگر حدیث مبارکہ میں یہ ہوتا کہ ایک بار صلوٰۃ بھیجنے والے کے لئے دس صلوات کا ثواب ملتا ہے بلکہ حدیث مبارکہ میں تو یہ ہے کہ ایک بار صلوٰۃ بھیجنے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تو ایک ہی رحمت بندہ کی صلوٰۃ سے بدرجہ افضل واکمل ہے چہ جائیکہ دس رحمتیں۔

اوراس کا ایک جواب یہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتوں کے علاوہ دس درجات کا بلند ہونا اور دس گناہوں کا معاف اور زیادہ انعام ہے۔

اور اس سے یہ وہم بھی نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ رحمت ملتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ ﷺ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔

سوال

درود شریف پڑھنے میں آئمہ کرام کے کیا مذاہب ہیں؟

جواب

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے ہر چند کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے مگر امر کسی کام کو بار بار کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تشہد اخیر میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل ہے اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مثل ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ
جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر متعدد بار کیا جائے تو ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے۔ (جلاء الافہام: ص: 220)

فقیر و حقیر کہتا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر موقع مناسبت پر درود پڑھا جائے چاہے اذان سے قبل ہو یا بعد میں ہو، مجلس کی ابتداء ہو یا اختتام، دعا سے قبل ہو یا بعد میں وغیرہ وغیرہ ہر حال میں اپنے پیارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے کیونکہ درود شریف پڑھنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور خود مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور اس بارے میں فضائل بھی کثیر ہیں۔ احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کے اقوال سے درود شریف پڑھنے کا حکم کثیر مواقع پر دیا گیا ہے جس کی تحقیق یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لئے باعث ندامت ہوگی اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرما دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3380)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2041)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری قبر پر درود پڑھنا اللہ تعالیٰ وہاں ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچاتا ہے اور وہ درود اس کی دنیا اور آخرت کے لئے کافی ہوتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1583)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا ہو اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے اوپر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس کی مغفرت سے پہلے وہ ختم ہو گیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہوں اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3545)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو مجھ پر درود پڑھنا چاہئے۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4945)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 910)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے جو شخص آپ پر صلوٰۃ پڑھے گا تو میں اس پر صلوٰۃ پڑھوں گا اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا تو میں اس پر سلام پڑھوں گا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر کیا۔ (المستدرک: رقم الحدیث: 2018)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔
ہم نے عرض کیا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام: رقم الحدیث: 110)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے نزدیک زیادہ قریب ہوگا۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 250)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرام میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر پڑھے پھر پست آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر میت کے لئے دعا کرے پھر آہستگی سے سلام پھیر دے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:6428)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد مصطفی ﷺ پر درود پڑھا جائے پس جب نبی (سیدنا) محمد مصطفی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (المعجم الاوسط: رقم الحدیث:725)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللھم افتح لی ابواب رحمتك

اور جب مسجد سے نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللھم اجرنی من الشیطان ۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2047)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پالے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:527)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ کام جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ ہو اور مجھ پر درود سے نہ ہو وہ ناتمام رہتا ہے اور ہر قسم کی برکت سے منقطع رہتا ہے۔ (جلاء الافہام: ص:251)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:3125)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو ان شاء اللہ اس کو یاد کر لو گے۔

(القول البدیع: ص:326)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت عثمان بن ابی حرب الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: جوشخص کسی حدیث مبارکہ کو بیان کرنے کا ارادہ کرے پھراس کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے کیونکہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے توقع ہے کہ اس کو وہ حدیث یاد آجائے گی۔

(کنزالعمال: رقم الحدیث: 41664)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہووہ اپنی دعامیں یہ پڑھے۔

اللھم صل علی (سیدنا) محمد عبدك ورسولك وصل علی المومنین و المومنات والمسلمین والمسلمات۔ تو یہ اس کی زکوۃ ہوجائے گی۔ (مسند ابویعلی: رقم الحدیث: 1397)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ جو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اس کا معنیٰ ہے وہ ان کی حمد وثناء فرماتا ہے اوران کا تزکیہ فرماتا ہے اور رسول اللہ ﷺ جو مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنیٰ ہے آپ ﷺ ان کے لئے برکت کی دعا کرتے ہیں اور فرشتے جو صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنیٰ ہے وہ مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ (المفردات: ج:2، ص:374)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنیٰ ہے وہ ان پر برکت نازل فرماتے ہیں۔

مبرد نے کہا: صلوٰۃ کا اصل معنیٰ ہے رحمت۔ پس اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے وہ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے وہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور بے وضو نہ ہو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اے اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرما، اے عزوجل اس پر رحم فرما۔

ابوبکر قشیری نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کا معنیٰ ہے رحمت نازل فرماتا ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کا معنیٰ ہے آپ ﷺ کی زیادہ عزت افزائی اور تکریم کرنا۔

امام ابوالعالیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی حمد وثناء کرنا اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے دعا کرنا اور نبی کریم ﷺ پر جو سلام پڑھنے کا ذکر ہے اس کے تین معنیٰ ہیں۔

1- یہ دعا کی جائے کہ آپ ﷺ کے لئے سلامتی ہو اور آپ ﷺ کے ساتھ سلامتی ہو یعنی تم نبی کریم ﷺ پر رحمت و سلامتی کو طلب کرو۔

2- اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ہو اور آپ کی رعایت کرے اور آپ کا متولی اور کفیل ہو یعنی آپ پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت طلب کرو۔

3- سلام کا معنیٰ ہے تسلیم کرنا، مان لینا، اطاعت کرنا اور تسلیم کرنا گویا مومنوں سے فرمایا ہے تم آپ پر صلوٰۃ پڑھو اور اس حکم کو مان لو اور تسلیم کر لو اور اس حکم کی اطاعت کرو۔ (الشفاء: جز:2،ص:51)

علامہ ابوالسعادت المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: صلوٰۃ کا معنیٰ عبادت مخصوصہ (نماز) ہے اور اس کا اصل معنیٰ دعا ہے اور نماز میں بھی دعا ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

صلوٰۃ کا اصل معنیٰ تعلیم کرنا ہے اور نماز کو صلوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور تشہد میں کہتے ہیں التحیات للہ والصلوات ۔اس سے تعظیم کے وہ کلمات مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق نہیں ہے اور جب ہم کہتے ہیں اللھم صل علی تو اس کا معنیٰ ہے اے اللہ عزوجل! نبی کریم ﷺ کا دنیا میں ذکر بلند کر کے آپ ﷺ کی تعظیم اور تکریم فرما اور آپ ﷺ کے پیغام کو غالب فرما اور آپ ﷺ کی شریعت کو باقی رکھ اور آخرت میں آپ ﷺ کو اپنی امت کے حق میں شفاعت کرنے والا بنا اور آپ ﷺ کے اجر و ثواب کو دگنا چوگنا فرما۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا اور ہم کو معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ ﷺ پر کس طرح صلوٰۃ پڑھنی چاہیے تو ہم نے صلوٰۃ پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

اور ہم نے کہا:

اے اللہ عزوجل! اپنے رسول مکرم کے مرتبہ کو تو ہی جاننے والا ہے تو ان کے مرتبہ کے موافق تو ہی ان پر صلوٰۃ پڑھ سکتا ہے سو تو ہی ان پر صلوٰۃ پڑھ۔ (النہایہ: جز:3،ص:46) (مجمع بحار الانوار: جز:3،ص:347)

شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں: اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے رحمت کو نازل کرنا اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے دعا کرنا اور اس آیت میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو ایک لفظ یُصَلُّوْنَ سے دو معنوں کا ارادہ کرنا کس طرح جائز ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ دونوں سے مراد ہے نبی کریم ﷺ کے شرف اور آپ ﷺ کی فضیلت کا اظہار کرنا اور آپ ﷺ کی شان کی عظمت بیان کرنا اور اس آیت کریمہ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ اس

کے نزدیک ملائکہ مقربین میں اس کے نبی کا کیا مقام ومرتبہ ہے کہ وہ ملائکہ کے سامنے اپنے نبی کی حمد وثناء کرتا ہے اور ملائکہ بھی اس کے نبی کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی اقتداء کریں اور اس کے نبی کی حمد و ثناء کریں۔ (فتح القدیر: جز:4،ص:397)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلاۃ کے معنیٰ میں کئی اقوال ہیں۔

امام بخاری نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے اور ان کے غیر نے ربیع بن انس سے اور حلیمی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کر کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو غالب کر کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو باقی رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو ظاہر فرمائے اور آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لئے شفاعت کرنے والا بنائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجر وثواب کو زیادہ اور دگنا چوگنا فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا فرما کر اولین و آخرین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ظاہر فرمائے اور تمام مقربین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم فرمائے اور صلوٰۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور اصحاب کا ذکر اس معنیٰ کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کی تعظیم اس کے مرتبے کے حساب سے اور اس کی شان کے لائق کی جاتی ہے۔ (روح المعانی: جز:22،ص:109)

علامہ شمس الدین محمد بن ابو بکر ابن القسیم الجوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: صلوٰۃ کا معنیٰ ہے جس پر صلوٰۃ پڑھی جائے اس کی حمد وثناء کرنا۔

امام بخاری نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے فرشتوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرنا اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ نے الاحزاب:56 میں اپنی اور فرشتوں کی صلوٰۃ کو جمع فرمایا ہے سو اس آیت میں معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرتے ہیں کیونکہ لفظ مشترک سے دو معنوں کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے پس جب صلوٰۃ کا معنیٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور فضیلت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کو ظاہر کرنا تو پھر لفظ صلوٰۃ اس آیت میں دو معنوں میں مستعمل نہیں ہے بلکہ ایک ہی معنیٰ میں مستعمل ہے اور وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کرنا اور ہم کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی صلوٰۃ کو طلب کریں جو صلوٰۃ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھتا ہے اور جو صلوٰۃ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھتے ہیں یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کریں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شرف کو ظاہر کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے اور ہمارے اس سوال اور دعا کو ہماری صلوٰۃ دو وجہوں سے فرمایا ہے۔

1- یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور فضیلت کے ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو متضمن ہے اور صلوٰۃ کا معنیٰ ہے جس پر صلوٰۃ پڑھی جائے اس کی حمد وثناء کرنا۔

2-اس دعا میں ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے اور جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ایسا کرنے کی دعا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتے ہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثناء کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرے۔ (جلاء الافہام: ص:87)

شیخ ابن قیم الجوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: احمد بن حواری نے کہا: میں نے ابوسفیان الدارنی سے یہ سنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔ آخر میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کو قبول کیا جاتا ہے اور وہ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ درمیان کی دعاؤں کو رد کردے۔ (جلاء الافہام: ص:217)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: علامہ الباجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کو بھی رکھو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کو قبول کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول کرے اور بعض کو رد کردے۔

اور جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ درود کے قطعاً قبول ہونے سے مراد یہ ہے کہ درود اصلاً مردود نہیں ہوتا درود دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض دعائیں کسی حکمت کی وجہ سے مقبول نہیں ہوتیں اور درود دعاؤں کے عموم سے خارج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں اور یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہے اور اس کا تقاضا استمرار تجددی ہے اور اس جملہ کو تاکید سے بھی مؤکد کیا ہے اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بھی احسان فرمایا اور ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا تا کہ ان کو مزید فضل اور شرف حاصل ہو ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے صلوٰۃ پڑھنے کی وجہ سے ان کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں پس جب مومن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے گا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کی یہ دعا قطعاً قبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ خبر دی ہے کہ وہ آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور باقی دعائیں اور عبادات اس طرح نہیں ہیں۔ (رد المحتار: ج:1، ص:206)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب کوئی مانع نہ ہو تو ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے اور فقہاء نے حسب ذیل مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب کو اور ہفتہ، اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں اور صبح اور شام کو اور مسجد میں دخول اور مسجد سے خروج کے وقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے وقت اور صفا اور مروہ کے پاس اور خطبہ جمعہ میں اور

موذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت اور دعا کے اول اوسط اور آخر میں اور دعا قنوت کے بعد اور لبیہ (حج میں اللھم لبیك کہنے) کے بعد اور لوگوں کے ساتھ جمع ہونے اور ان سے الگ ہونے کے وقت اور وضو کے وقت اور کان میں بھنبھناہٹ کے وقت اور کسی چیز کے بھولنے کے وقت اور وعظ کہنے اور علوم کی اشاعت کے وقت اور حدیث مبارکہ پڑھنے کی ابتداء اور انتہاء کے وقت، سوال اور فتویٰ لکھتے وقت، ہر تصنیف، درس اور خطبہ کے وقت، منگنی اور نکاح کے وقت، رسائل میں ہر اہم کام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم سنتے وقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف لکھتے وقت، اس کی تفصیل علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں کی ہے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:204)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری (781ھ) کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو بار سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

(الدر المختار مع ردالمحتار: جز:2،ص:52)

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں: موذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے اس کی ابتداء سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا تھا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی صورت یہ تھی "السلام علی الامام الظاہر" پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے مکروہ ہے بدعت ہے یا جائز ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ (القول البدیع:ص:280)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت سے قبل درود شریف با آواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی

زیادتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:386)

اس بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر موقع مناسبت سے درود پڑھا جائے چاہے اذان سے قبل یا بعد میں، دعا سے قبل ہو یا بعد میں، مجلس کی ابتداء ہو یا اختتام بہر حال نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے ہاں بعض مقام ایسے بھی ہیں جہاں درود شریف نہ پڑھنے کی فقہاء کرام نے صراحت کی ہے جس طرح کہ فرمایا گیا۔

تشھد اخیر کے علاوہ نماز میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے، جماع کے وقت، قضاء حاجت کے وقت، خرید وفروخت کی ترویج کے وقت، پھسلتے وقت اور تعجب کے وقت، ذبح کے وقت اور چھینکتے وقت۔ اسی طرح قرآن مجید کے سماع کے وقت یا خطبہ جمعہ سنتے وقت کیونکہ قرآن مجید کا سننا فرض اور خطبہ جمعہ کا سننا واجب ہے۔

عالم گیری میں مذکور ہے کہ

اگر اس نے قرآن کی تلاوت کے دوران آپ ﷺ کا اسم مبارک سنا تو فوراً آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے اور اگر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ پر درود پڑھ لیا تو یہ مستحب ہے اور اگر قرآن مجید میں آپ ﷺ کا اسم مبارک آ گیا تو اس وقت تلاوت کو روک کر آپ ﷺ کے اسم پر درود پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کو مسلسل پڑھتا رہے۔ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر درود پڑھ لیا تو افضل ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ تشہد اول میں آپ ﷺ کے نام پر درود پڑھنا واجب تو کجا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہو گی۔ آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے وقت جب آپ ﷺ کا نام لے گا مثلاً کہے گا اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد تو اس وقت آپ ﷺ کے نام پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے ورنہ تسلسل لازم آئے گا کیونکہ اگر اس وقت درود پڑھنا واجب ہو تو وہ پھر آپ ﷺ کا نام لے کر کہے گا اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد اور اس دوسرے درود میں پھر آپ ﷺ کا نام لے گا اور کہے گا اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد تو ہر بار درود میں آپ ﷺ کا نام آتا رہے گا اس لیے یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے نام پر درود پڑھنا واجب ہے اس سے وہ نام مبارک مستثنیٰ ہے جو خود درود میں آتا ہے۔ (ردالمحتار: جز:2، ص:205)

جن علماء نے جتنی بار نبی کریم ﷺ کے نام آنے پر اتنی بار آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے ان میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

چنانچہ علامہ سید احمد طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ ایک مجلس میں جتنی بار سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام ذکر کیا جائے ہر بار آپ ﷺ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا واجب ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1، ص:227)

الحمد للہ عزوجل! نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے پر سیر حاصل عرض کر دی گئی جو کہ اہل محبت کے لئے کافی ووافی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شفاعت عظمیٰ کی بشارت

☆ قوله فمن سال الله لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة

یعنی جو شخص میرے لیے وسیلہ کی بھیک مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ وسیلہ سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک جنت کا خاص مقام ہے جو تمام مقاموں سے افضل و اعلیٰ ہے جس مقام پر کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائیں گے اور امت مسلمہ کی شفاعت فرمائیں گے اور اسی جگہ آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

نقاش نے کہا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تین قسم کی شفاعت فرمائیں گے۔

1- ایک شفاعت کبریٰ ہے۔

2- دوسری دخول جنت کے لئے شفاعت کریں گے۔

3- تیسری کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے شفاعت کریں گے۔

اور ابن عطیہ نے کہا:

مشہور صرف دو قسمیں ہیں:

1- شفاعت عامہ

2- اور گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے شفاعت اور یہ شفاعت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ علماء بھی کریں گے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

قیامت کے دن ہمارے نبی کریم ﷺ کی شفاعت پانچ قسم کی ہوگی۔

1- شفاعت عامہ

2- ایک گروہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کے لئے شفاعت

3- آپ ﷺ کی امت میں سے جو لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے پھر ان کے لئے اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے گا نبی کریم ﷺ شفاعت کریں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

4- جو گنہگار دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے پھر وہ ہمارے نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ عظام اور بعض نیک مسلمانوں کی شفاعت سے دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے۔

5- اہل جنت کے درجات میں اضافہ کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ (الجامع الاحکام القرآن: 7:10، ص: 278)

نبی کریم ﷺ کی شفاعت پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔ جن سے نبی کریم ﷺ کی شفاعت عظمیٰ ثابت

ہوتی ہے اور یہ تحقیق درج ذیل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:64)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران:159)

ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے شفاعت کیجئے۔

ان آیات کریمہ سے نبی کریم ﷺ کی شفاعت ثابت ہوتی ہے۔

عبدالملک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنی امت میں پہلے اہل مدینہ، اہل مکہ اور اہل طائف کی شفاعت کروں گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:1848)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں جن کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر قریش اور انصار میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوں پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی پھر باقی عرب، پھر عجم اور جو اولوالفضل ہیں میں ان کی پہلے شفاعت کروں گا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث:18538)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب عزوجل مجھے ندا کرے گا۔

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) کیا آپ ﷺ راضی ہو گئے؟

میں کہوں گا۔

اے رب عزوجل! بے شک میں راضی ہو گیا۔ (معجم الاوسط:2083)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ ﷺ میرے لیے شفاعت فرمائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کرنے والا ہوں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کو کہاں تلاش کروں!
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔
میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ ﷺ سے ملاقات نہ کرسکوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس طلب کرنا۔
میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس آپ ﷺ سے ملاقات نہ کرسکوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم مجھے حوض کے پاس طلب کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2433)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2435)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4307)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کا نام جہنمیین رکھا جائے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6559)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم رسول اللہ ﷺ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کا چہرہ پھول کی طرح چمک رہا تھا۔
ہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کس وجہ سے اس قدر خوش ہو رہے ہیں۔
تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاعت عطا فرمائی ہے۔
ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ صرف بنو ہاشم کے لئے ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں!
ہم نے عرض کیا: کیا وہ صرف قریش کے لئے ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں!
ہم نے عرض کیا: کیا وہ آپ ﷺ کی (پوری) امت کے لئے ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری امت کے گناہ گاروں کے لئے ہے جو گناہوں سے بوجھل ہوں۔
(شرح السنۃ: رقم الحدیث: 823)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مجھے گوروں اور کالوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ سے قبل صرف ایک قوم کی طرف نبی مبعوث کیا جاتا تھا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ تیمّم بنا دیا گیا اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی اور میرے لیے تمام روئے زمین کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں تھیں اور مجھے شفاعت دی گئی تو میں نے اس کو اپنی امت کے لئے مؤخر کر دیا سو وہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3460)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا ہی خوب ہے وہ شخص! میں اپنی امت کے بدکار لوگوں کے لئے ہوں۔
آپ ﷺ کی مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ اپنی امت کے نیک لوگوں کے لئے کس طرح ہوں گے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے جو بدکار لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور جو میری امت کے نیک لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔
(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18518)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں روئے زمین کے تمام درختوں اور پتھروں کی تعداد کے برابر شفاعت کروں گا۔
(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18525)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا کہ میری امت کو میرے بعد کیا حالات پیش آئیں گے اور وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں گے سو اس نے مجھے غم زدہ کر دیا اور یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں بھی مقدر کر دیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کا والی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔
(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 5318)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس قبلہ کے اہل سے بے شمار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جنہوں نے اس کی نافرمانی کی جرأت کی اور اس کی اطاعت کی مخالفت کی ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس مجھے شفاعت کا اذن دیا جائے گا میں جس طرح کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں اسی طرح سجدہ میں اس کی حمد وثناء کروں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھایئے سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18511)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رب عزوجل نے مجھے آج رات کس چیز کا اختیار دیا ہے۔
ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔
ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت کا اہل کر دے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2441)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے ضرور بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (ہاں) میرے علاوہ۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 6866)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں گا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 12371)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔
(کنز العمال: رقم الحدیث 42583)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمان بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنے رب عزوجل سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کی طرح کسی ملک کا سوال کیوں نہیں کیا؟
آپ ﷺ نے ہنس کر ارشاد فرمایا: تمہارے پیغمبر کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے افضل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا اس کو ایک دعا عطا فرمائی۔ بعض نبیوں نے اس دعا سے دنیا مانگ لی تو وہ ان کو دے دی گئی اور بعض نبیوں کی امت نے جب ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اس دعا کو خرچ کر کے ان کے لئے ہلاکت کی دعا کی تو ان کو ہلاک کر دیا گیا اور مجھے وہ دعا دی گئی تو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لئے اس دعا کو چھپا کر رکھا۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 3459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمل کرو اور (عمل پر) اعتماد نہ کرو، میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو گناہوں میں ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18524)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے لئے ایسے نور کے منبر بچھائے جائیں گے جن پر وہ بیٹھیں گے میں ان پر نہیں بیٹھوں گا۔ میں اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور میری امت رہ جائے گی۔
پس میں کہوں گا۔
اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔
پس اللہ عزوجل فرمائے گا۔
یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں؟
پس میں کہوں گا۔
اے میرے رب عزوجل! ان کا حساب لے لے۔ پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا پس ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ میں ان کی مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ جن لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا ہوگا ان کو بھی رہائی کا پروانہ لکھ دیا جائے گا اور دوزخ کا داروغہ مالک یہ کہے گا! یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے اپنے رب عزوجل کے غضب کا نشانہ بننے کے لئے اپنی امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2958)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب عزوجل نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے کوئی حساب نہ ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا (یا اللہ عزوجل مجھ بدکار و خطاکار کو بھی انہی میں شامل فرمادے آمین) اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین یا دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر جنت میں ڈال دے گا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7520)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں اور اس دن ہر نبی خواہ آدم (علیہ السلام) یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں۔

اور ارشاد فرمایا: اس دن لوگ تین بار خوف زدہ ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ علیہ السلام ہمارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، وہ کہیں گے مجھ سے ایک بھول ہوگئی تھی میں اس کی وجہ سے زمین پر اتار دیا گیا لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

پس وہ فرمائیں گے کہ

میں نے زمین والوں کے خلاف ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

پس وہ فرمائیں گے: بے شک میں نے تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان میں سے ہر جھوٹ ایسا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین کی کسی رخصت کو حلال کیا۔ لیکن تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

پس وہ فرمائیں گے: بے شک میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: بے شک میری اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے مگر تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پس میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازہ کی کنڈی کو پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا۔

پس کہا جائے گا۔

یہ کون ہے؟

پھر کہا جائے گا۔

یہ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) ہیں وہ مجھے مرحبا مرحبا کہیں گے پھر میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ مجھے حمد اور ثناء الہام فرمائے گا۔

مجھ سے کہا جائے گا۔

اپنا سر اٹھایئے۔ آپ ﷺ سوال کیجیے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کیجیے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ ﷺ کہیے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل:79)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4308)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے ہمارے والد محترم! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔

وہ فرمائیں گے۔

تمہارے والد محترم سے ایک بھول ہی نے تم کو جنت سے نکالا تھا میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ

میں اس کا اہل نہیں ہوں میرے خلیل ہونے کا مقام، مقام شفاعت سے بہت پیچھے ہے (تم) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی پسندیدہ روح ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس۔

پھر لوگ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جائیں گے پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی اس کے علاوہ امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے تم میں سے پہلا شخص صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا (راوی فرماتے ہیں کہ) میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کون سی چیز گزرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا وہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ صراط سے گزریں گے جو آندھی کی طرح گزر جائیں گے اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے گزر جائیں گے پھر آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے گزریں گے ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی (ﷺ) صراط پر کھڑے ہوئے یہ دعا کر رہے ہوں گے۔ اے میرے رب عزوجل! ان کو سلامتی سے گزار دے۔ ان کو سلامتی سے گزار دے۔ پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ گزرنے والوں کے اعمال ان کو عاجز کر دیں گے اور ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے صراط سے گزریں گے اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس شخص کے متعلق حکم ہوگا وہ اس کو پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی ہونے کے باوجود نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان ہے دوزخ کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (مسند الجامع: رقم الحدیث: 3401)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا ان کے دل میں ایک خیال ڈالا جائے گا پس وہ کہیں گے کاش ہم اپنے رب عزوجل کے پاس کسی کی شفاعت طلب کرتے حتیٰ کہ وہ ہمیں اس جگہ سے رہائی دلاتا! پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے: آپ آدم علیہ السلام ہیں اور تمام مخلوق کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ علیہ السلام میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو اس جگہ سے رہائی دے۔

پس وہ فرمائیں گے: میں اس کام کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی بھول کو یاد کریں گے اور اپنے رب عزوجل سے حیا کریں گے۔ وہ فرمائیں گے۔

مگر تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ

بھی فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی بھول کو یاد کریں گے۔ وہ دعا یہ تھی۔ اے میرے رب عزوجل! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ، اگر تو نے ان کو چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار کافر ہو گی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان دو باتوں کی وجہ سے ان سے شفاعت نہ کرنے کا عذر کیا اور فرمایا مجھے اپنے رب عزوجل سے حیاء آتی ہے مگر تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی بھول کو یاد کریں گے اور اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے۔

اور فرمائیں گے: مگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یاد کریں گے۔

اور فرمائیں گے: مگر تم عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں مگر تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ ان کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں ہوں پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا۔

پھر کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو مجھے میرا رب عزوجل اسی وقت سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا۔

پھر کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھ کو اسی وقت تعلیم فرمائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری یا چوتھی بار فرمائیں گے۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! اب دوزخ میں صرف وہ رہ گئے جن کو قرآن نے دوزخ میں بند کر دیا ہے یعنی ان پر خلود اور دوام واجب ہو گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4312)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دستی دی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ گوشت کھایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔ پھر ان کو منادی کی آواز سنائے گا وہ سب لوگ دکھائی دیں گے سورج قریب ہوگا اور لوگوں کو نا قابل برداشت پریشانی اور گھبراہٹ کا سامنا ہوگا۔ اس وقت لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرے۔ پس لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے۔ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں اور ان سے عرض کریں کہ اے آدم! علیک السلام آپ علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ علیہ السلام میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ علیہ السلام کی تعظیم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔

آج میرا رب عزوجل! بہت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا۔ میں نے اس کی (بظاہر) نافرمانی کی۔ مجھے صرف اپنی فکر ہے مجھے صرف اپنی فکر ہے تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور کہیں گے: اے نوح (علیہ السلام) آپ علیہ السلام زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عبدالشکور فرمایا ہے آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: میرا رب عزوجل! آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور زمین کے لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل کے پاس شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام

نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔

میرا رب عزوجل آج بہت غصہ میں ہے اور اس سے پہلے اتنے غصہ میں نہ تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں ہوگا اور وہ اپنے (ظاہری) جھوٹ کو یاد کریں گے۔

اور فرمائیں گے: مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو رسالت اور کلام سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

پس ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میرا رب عزوجل! آج سخت غضب میں ہے۔ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہ تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔

میرا رب عزوجل! آج سخت غضب میں ہے۔ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور وہ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے۔ مجھے اپنی فکر ہے مجھے اپنی فکر ہے میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ میرے پاس آ کر عرض کریں گے۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو مغفرت کی نوید سنا دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ پھر میں عرش کے نیچے اپنے رب عزوجل کے لئے سجدہ کروں گا پھر اللہ

تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں القاء نہیں فرمائے تھے۔

پھر کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے۔ سوال کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ہے ان کو جنت کے دائیں دروازہ سے داخل کردو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور مقام ہجر میں یا مکہ مکرمہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3307)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ نصف کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا وہ اس حال میں ہوں گے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑ لیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر مدح کریں گے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 6949)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روای ہے کہ

قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے ہر گروہ اپنے نبی کی پیروی کرے گا وہ کہیں گے اے فلاں شفاعت کیجئے حتیٰ کہ شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 2585)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا "عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شفاعت ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3137)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق استفسار کیا گیا۔

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مقام ہے جس میں، میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 9690)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجیے۔

وہ فرمائیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح اور اس کا کلمہ ہیں پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: میں اس کے لئے نہیں ہوں مگر تم پر لازم ہے کہ تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ پھر وہ میرے پاس آئیں گے پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لئے ہی ہوں پھر میں اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کروں گا تو میرے لیے اجازت دی جائے گی اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پھر کہا جائے گا: اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجیے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا پھر میں واپس آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پھر کہا جائے گا۔

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پھر کہا جائے گا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جایئے اور جس کے دل میں ایک جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجیے پھر میں سہ بارہ آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا پھر اس کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پھر کہا جائے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی۔ آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو دیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

آپ ﷺ جایئے جس کے دل میں ادنیٰ، ادنیٰ، ادنیٰ رائی کے درجہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا پھر اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا۔

پس کہا جائے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے سنا جائے گا اور سوال کیجئے آپ ﷺ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو۔

پس وہ فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو دوزخ سے نکال لوں گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4312)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی کہ اس دعائے کامل اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو جنت میں بلند درجہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4719)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور اس کے دل میں جوار کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 193)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شفاعت کے سبب دوزخ سے لوگوں کو اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو چکے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6558)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رہے دوزخ والوں میں سے وہ لوگ جو دوزخ کے اہل ہیں وہ دوزخ میں نہ مریں گے نہ

جئیں گے لیکن کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کردے گا حتیٰ کہ جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی پھر ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا اور ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! ان پر پانی بہاؤ پھر وہ اسی طرح نشو ونما پائیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اگ کر سرسبز ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 185)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن لوگ دوزانو بیٹھے ہوں گے ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی۔

وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے حتیٰ کہ یہ شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ختم ہوگی پس یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4718)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ موج در موج پھر رہے ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر کہیں گے اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔

وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے کہ میرا یہ منصب نہیں لیکن تم (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا میں ہی شفاعت کے لئے ہوں۔ میں اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کرتا ہوں پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے کلمات الہام کیے جائیں گے جن سے میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا وہ حمد کے کلمات اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں پھر میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا۔

تو کہا جائے گا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پھر کہا جائے گا: آپ ﷺ جائیے جس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے۔ یہ مکالمہ اور دوزخ سے امت کو نکالنا چار بار ہوگا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7510)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا (بلکہ اظہار حقیقت کر رہا ہوں) اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور اس دن حضرت آدم علیہ السلام ہوں یا ان کے سوا جو نبی بھی ہو وہ میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوگا اور سب سے پہلے مجھ سے ہی زمین شق ہوگی اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3615)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپس میں کہہ رہے تھے کس قدر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا۔

دوسرے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔

اور کسی نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔

اور کسی نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: میں تمہاری باتیں اور تمہارے تعجب کو سن رہا تھا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔ سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے جنت کو کھلواؤں گا اور اللہ تعالیٰ میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دے گا اور مجھ کو اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور میں تمام اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3616)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور میں خاتم النبیین ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 50)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا اور قیامت کے دن جب لوگوں کا وفد آئے گا تو میں ان سے کلام کروں گا اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اپنے رب عزوجل کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم میں ہوں گا اور میں یہ بات فخر یہ نہیں کہتا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 49)

ایک اور روایت میں ہے: ابونضرہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے پاس ایک دعا تھی جس کو اس نے دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہے اور میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں۔ آدم (علیہ السلام) اور ان کے سوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور فخر نہیں۔ قیامت کا دن لوگوں پر بہت طویل ہوگا۔

پس بعض بعض سے کہیں گے۔

چلو آدم علیہ السلام کے پاس جو ہر بشر کے باپ ہیں وہ ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا فیصلہ کرے۔

پس وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں میں اپنی بھول کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا اور آج کا دن مجھے صرف اپنے نفس کی فکر ہے مگر تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور ان سے عرض کریں گے: اے نوح (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔

وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے یہ دعا کی تھی کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو غرق کر دیا جائے اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے ابراہیم (علیہ السلام) اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔

سو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں میں نے اسلام میں تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدافعت اور حفاظت کی تھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے اِنِّیْ سَقِیْمٌ o (الصافات: 89) میں بیمار ہوں اور ان کا یہ قول ہے بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ o (الانبیاء: 63) بلکہ ان میں سب سے بڑا یہ ہے سو اس سے پوچھ لو اگر یہ بات کر سکتے ہیں۔ اور جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری

(دینی) بھن ہے اور آج کے دن مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے سو وہ ان کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کی فضیلت دی ہے آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

پس وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کر دیا تھا اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لیا گیا تھا اور مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے مگر تم یہ بتاؤ کہ اگر کسی برتن کے اندر کوئی قیمتی چیز رکھی ہوئی ہو اور اس پر مہر لگی ہوئی ہو تو کیا کوئی شخص اس برتن کو مہر توڑے بغیر اس قیمتی چیز کو حاصل کر سکتا ہے۔

لوگوں نے کہا: نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں اور آج وہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے۔ یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

پس میں کہوں گا کہ

میں ہی اس شفاعت کے لئے ہوں حتیٰ کہ اللہ عزوجل اجازت دے جس کے لیے وہ چاہے اور جس سے وہ راضی ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ مخلوق میں اعلان کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی ندا کرے گا احمد اور ان کی امت کہاں ہے؟ پس ہم ہی آخر اور اول ہیں۔ ہم آخری امت ہیں اور ہم ہی پہلے وہ ہیں جن کا حساب لیا جائے گا پھر ہمارے راستے سے تمام امتوں کو ایک طرف کر دیا جائے گا اور ہم اس کیفیت کے ساتھ گزریں گے کہ ہمارے چہرے اور ہمارے ہاتھ اور پیر وضو کے آثار سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور ہمیں دیکھ کر تمام امتیں یہ کہیں گی لگتا ہے اس ساری امت میں نبی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کی کنڈی کو پکڑوں گا پس دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

سو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟

میں کہوں گا: (سیدنا) محمد (مصطفی ﷺ)۔ سو میرے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا پھر میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا وہ کرسی یا عرش پر ہوگا میں اس کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور ایسے کلمات حمد کے ساتھ اس کی حمد کروں گا جن کلمات حمد کے ساتھ مجھ سے پہلے کسی نے اس کی حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔

مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پس مجھ سے کہا جائے گا: آپ ﷺ دوزخ سے ان تمام کو نکال دیجیے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس کی ان کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کلمات حمد سے مجھ سے پہلے کسی نے حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔

پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی سوال کیجیے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت۔

پس کہا جائے گا: ان تمام کو دوزخ سے نکال لیجیے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو سو میں ان کو نکالوں گا۔

آپ نے فرمایا: پھر تیسری بار بھی اسی طرح ہوگا۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 2388)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: شفاعت کی تعریف یہ ہے کسی دوسرے کے لئے گڑگڑا کر اس دوسرے سے ضرر کو ترک یا اس کے لئے فعل خیر کا سوال کرنا۔

مبرد اور ثعلب نے کہا ہے کہ

شفاعت اور دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لئے شفیع کا بادشاہ سے کلام کرنا شفاعت ہے۔

اور الجامع میں مذکور ہے۔

شفیع کے ذریعے جرم کی معافی طلب کرنا شفاعت ہے اور جب کوئی شخص تم سے وسیلہ پکڑے اور تم اس کی شفاعت کرو تو تم اس کے لئے شافع اور شفیع ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ اور مجھے الشفاعۃ دی گئی ہے۔

اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ

الشفاعۃ میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد شفاعت العظمیٰ ہے جو میدان محشر میں لوگوں کو خوف سے راحت دلانے کے لئے کی جائے گی اور اس کے وقوع میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

اس سے مراد وہ شفاعت ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے اور یہ وہ ہے جس میں آپ ﷺ کا سوال مسترد نہیں ہوگا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے خارج کرنے کے لئے جو آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے اس سے وہ شفاعت مراد ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ

اس سے جنت میں درجات بلند کرنے کے لئے شفاعت مراد ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ

جو لوگ دوزخ کے مستحق ہو چکے تھے ان کو دوزخ میں داخل نہ کرنے کی شفاعت مراد ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ

بعض مسلمانوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت مراد ہے اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:4، ص:10)

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی متوفی 986ھ لکھتے ہیں: ہمارے نبی کریم ﷺ جنت میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں۔

علامہ طیبی نے اس کی شرح میں کہا۔

یعنی گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنے کے لئے یا جنت میں بلند درجات کے لئے۔

علامہ نووی نے کہا: آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور یہی مقام محمود ہے یعنی اہل محشر کو خوف اور گھبراہٹ سے راحت پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور حساب کو جلد شروع کرنے کے لئے۔ اس شفاعت کا معتزلہ انکار نہیں کرتے اور نہ وہ بلند درجات کے لئے شفاعت کا انکار کرتے ہیں پھر آپ ﷺ کی امت میں شفاعت شروع ہوگی اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ صراط پر شفاعت کریں گے پھر دوزخ میں داخل ہونے والے گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔

اور ابو طالب کی حدیث مبارکہ میں ہے: اس کو میری شفاعت نفع پہنچائے گی یعنی اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی

کیونکہ اس نے نیک عمل کیے تھے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا تھا اور آپ ﷺ کی حفاظت کی تھی اور آپ ﷺ کی حمایت کی تھی جیسا کہ پیر کی رات کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی کیونکہ جب اس کی باندی ثویبہ نے اس کو آپ ﷺ کی ولادت کی بشارت دی تھی تو ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا اور جو علماء کافر کے عذاب میں تخفیف کا انکار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو آپ ﷺ کی صحبت سے یہ نفع پہنچا کہ وہ بہت سارے گناہوں سے بچ گیا۔

نیز حدیث مبارکہ میں ہے: جو شخص مدینہ منورہ کے مصائب کے باوجود مدینہ منورہ میں ثابت قدم رہے گا میں اس کی شفاعت کروں گا یہ شفاعت درجات کی بلندی کے علاوہ ہے اور یہ بھی فرمایا میں ان کی شہادت دوں گا یعنی بعض کی شفاعت فرمائیں اور بعض کی شہادت دیں گے یا گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور نیکوکاروں کی شہادت دیں گے یا جو آپ ﷺ کے بعد فوت ہوئے ان کی شفاعت کریں گے اور جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں فوت ہوئے ان کی شہادت دیں گے۔

(مجمع بحار الانوار: جز:3،ص:237)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی 728ھ لکھتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ قیامت کے دن تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے جب آپ ﷺ سے اس کا سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا اذن حاصل کرنے کے بعد آپ ﷺ شفاعت کریں گے پھر اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق تھے اور اسی کے موافق احادیث مبارکہ مشہور ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں گے اور عام مخلوق کے لئے بھی شفاعت کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کی کئی ایسی شفاعتیں ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن میں آپ ﷺ کا کوئی شریک نہیں ہے اور کئی ایسی شفاعات ہیں جن میں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین بھی آپ ﷺ کے شریک ہیں اور نبی کریم ﷺ افضل الخلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اکرم ہیں ان خصوصی شفاعات میں سے ایک مقام محمود ہے جس پر تمام اولین و آخرین رشک کریں گے اور شفاعت کی احادیث مبارکہ بہ کثرت ہیں اور متواتر ہیں۔ صحیحین، سنن اور مسانید میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: جز:1،ص:219)

اور شیعوں میں سے شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی 460ھ لکھتے ہیں:

البقرہ:48 میں ہے کسی نفس کے لئے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی ہمارے نزدیک یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ ہمارے نزدیک شفاعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے ضرر ساقط کیا جائے بجائے اس کے کہ اس کے منافع زیادہ کیے جائیں اور ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ مومنین کے لئے شفاعت کریں گے اور جو مسلمان عذاب کے متعلق ہوں گے ان کی شفاعت کر کے ان سے عذاب کو ساقط کریں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لئے اپنی شفاعت کو ذخیرہ کر رکھا ہے۔ (التبیان فی تفسیر القرآن: جز:1،ص:213)۔

اور شیعوں میں سے شیخ ابوالفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی نفس کے لئے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

مفسرین نے کہا ہے کہ

یہ حکم یہود کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی اگر اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی کیفیت عذاب کو ساقط کرنے کے ساتھ مخصوص ہے یعنی ان مومنین سے جو عذاب کے مستحق ہیں۔

معتزلہ نے کہا: شفاعت اطاعت گزاروں اور توبہ کرنے والوں کو زیادہ ثواب پہنچانے کے لئے کی جاتی ہے گناہ گاروں کے لئے شفاعت نہیں کی جاتی اور ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ، آپ ﷺ کے اصحاب، آئمہ اہل بیت اور نیک مسلمانوں کی گناہ گار مسلمانوں کے لئے شفاعت ثابت ہے اور ان کی شفاعت سے بہت خطا کاروں کو اللہ تعالیٰ نجات دے گا اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس کو تمام امت نے قبول کرلیا ہے کہ میں نے شفاعت کو کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے محفوظ کررکھا ہے اور ہمارے اصحاب نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں شفاعت کروں گا سو میری شفاعت قبول کی جائے گی اور علی شفاعت کریں گے سو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی اور اہل بیت شفاعت کریں گے سو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مومنین میں سے ادنیٰ شخص اپنے ایسے چالیس بھائیوں کی شفاعت کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو گی۔ (مجمع البیان: جز:1،ص:224)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(ابراہیم:36)

اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے سو جس شخص نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المائدہ:118)

اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میری امت، میری امت۔ اور آپ ﷺ رو دیئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جاؤ اور آپ ﷺ کا رب عزوجل خوب جانتے

والا ہے سوان سے سوال کرو کہ ان کو کیا چیز رلاتی ہے؟ پس آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور آپ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا جو انہوں نے دعا کی تھی۔

تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور ہم آپ ﷺ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 202)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی امت کے لئے عظیم بشارت ہے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے اس حدیث مبارکہ میں تمام احادیث مبارکہ سے زیادہ امید افزا کلمات ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے نبی کریم ﷺ کا بہت بڑا درجہ ہے اور اللہ سبحانہ کا آپ ﷺ پر بہت لطف و کرم ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر سوال کرنے کی حکمت نبی کریم ﷺ کے شرف کا اظہار ہے اور یہ بتانا ہے کہ آپ ﷺ بہت بلند مقام پر ہیں۔ آپ ﷺ کو راضی کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کی وہ تکریم کی جاتی ہے جس سے آپ ﷺ راضی ہوں اور یہ حدیث مبارکہ اللہ عزوجل کے اس قول کے موافق ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىo (الضحیٰ:5)

اور ضرور عنقریب آپ کا رب آپ کو (اتنا) عطا فرمائے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ

اور ہم آپ ﷺ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض گناہ گار مسلمانوں کو معاف کر دیتا اور باقی مسلمانوں کو دوزخ میں ڈال دیتا تو بعض کو معاف کر دینے سے آپ ﷺ راضی ہو جاتے لیکن باقی مسلمانوں کو دوزخ میں داخل کرنے سے آپ ﷺ رنجیدہ ہوتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ ﷺ کو رنجیدہ نہیں کریں گے بلکہ تمام مسلمانوں کو نجات دے دیں گے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ سے وعدہ کریمہ ہے جو ان چیزوں کو شامل ہے جو اس نے آپ ﷺ کو دنیا میں عطا فرمائی جبکہ آپ ﷺ کی ذات کو کامل بنایا ہے اور آپ ﷺ کو اولین اور آخرین کے علوم عطا فرمائے ہیں آپ ﷺ کے زمانہ اور آپ ﷺ کے خلفاء کے زمانہ کی فتوحات سے آپ ﷺ کے دین کو ظہور اور غلبہ عطا فرمایا ہے اور آپ ﷺ کی دعوت کو زمین کے مشارق اور مغارب میں پھیلا دیا ہے اور آخرت میں اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کے لئے ان عزتوں اور کرامتوں کو ذخیرہ کیا ہوا ہے جن کی تفصیل کو وہ خود ہی جانتا ہے۔

امام ابن المنذر، امام ابن مردویہ اور امام ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حرب بن شریح نے امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ بتائیے شفاعت کی جو حدیث اہل عراق بیان کرتے ہیں کیا برحق ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! خدا کی قسم۔ مجھے محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کے لئے شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب عزوجل ندا کرے گا۔ اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے۔

میں کہوں گا: ہاں! میرے رب عزوجل! میں راضی ہو گیا۔

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی 754ھ نے کہا ہے کہ

اس آیت میں دنیا اور آخرت کی رضا کا عموم مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔

امام ابن جریر متوفی 310ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ٥ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہو۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل امت جنت میں داخل ہو۔

خطیب بغدادی نے تلخیص المتشابہ میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ

سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) راضی نہیں ہوں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو۔

یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر عظیم شفقت، رحمت اور ان کی مغفرت کی حرص معلوم ہوتی ہے۔ (روح المعانی: جز:30، ص:389)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی 728ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ٥ (الاحزاب:69)

وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجاہت اور عزت والے تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ٥ (آل عمران:45)

وہ دنیا اور آخرت میں وجاہت والے اور مقربین میں سے تھے۔

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجاہت والے تھے تو وہ صاحب وجاہت کیوں نہ ہوں گے جو تمام اولاد آدم کے سردار ہیں اور مقام محمود والے ہیں جن پر اولین و آخرین رشک کریں گے۔ حوض کوثر کے وارث ہیں وہ قیامت کے دن اس وقت شفاعت کریں گے جب حضرت آدم علیہ السلام اور اولوالعزم نبی حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام شفاعت سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر شفاعت فرمائیں گے اور صلی اللہ علیہ وسلم ہی صاحب اللواء ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے امام ہیں اور ان کے وفد کے خطیب ہیں۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: جز:1، ص:223)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اذن سے یہاں مراد شفاعت کرنے کا حکم دینا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا
اشفع تشفع۔ آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی یا علم ہے یا شفاعت پر قدرت دینا ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر شفاعت کریں۔ (البحر المحیط: جز: 2، ص: 210)

اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ کافر اور مشرک کی شفاعت نہیں کی جائے گی لیکن گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت میں اختلاف ہے۔ معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ان کی شفاعت نہیں کی جائے گی اور اہل سنت کے نزدیک ان کی شفاعت کی جائے گی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ
دنیا میں جو افسر کچھ بھی احساس ذمہ داری رکھتا ہے اس کی یہ روش ہوتی ہے کہ اگر اس کا کوئی دوست اس کے کسی قصوروار ماتحت کی سفارش لے کر جاتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ آپ کو خبر نہیں ہے کہ یہ شخص کتنا کام چور، نافرض شناس، رشوت خور اور خلق خدا کو تنگ کرنے والا ہے میں اس کے کرتوتوں سے واقف ہوں اس لیے آپ براہ کرم مجھ سے اس کی سفارش نہ فرمائیں۔
(تفہیم البخاری: جز: 3، ص: 127)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جتنے بھی گناہ گنوائے ہیں وہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کبیرہ کی شفاعت سے منع نہیں فرمایا بلکہ گناہ کبیرہ کی شفاعت قبول کرنے کی بشارت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ (النساء: 64)

اور اگر کبھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کے پاس آ جاتے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا پاتے۔

واضح رہے کہ اپنی جان پر ظلم کرنا گناہ کبیرہ ہے جیسے نماز نہ پڑھنا، رشوت لینا اور دیگر حرام کام کرنا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شفاعت قبول کرنے کی بشارت دی ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2435)

گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت کی نفی پر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النبا:38)

جس دن جبرائیل کھڑے ہوں گے اور فرشتے صف باندھے ہوئے اس دن صرف وہی بات کر سکے گا جسے رحمٰن نے اذن دیا ہو اور اس نے درست بات کہی ہو۔

سید مودودی لکھتے ہیں: پھر سفارش کے لئے یہ بھی شرط ہوگی کہ وہ مناسب اور مبنی برحق ہو جیسا کہ وَقَالَ صَوَابًا کا ارشاد ربانی صاف بتا رہا ہے بونگی سفارش کرنے کی وہاں اجازت نہ ہوگی کہ ایک شخص دنیا میں ہزاروں بندگان خدا کے حقوق مار آیا ہو اور کوئی بزرگ اٹھ کر سفارش کر دیں کہ حضور اسے انعام سے سرفراز فرمائیں یہ میرا خاص آدمی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج:3،ص:127)

سفارش کی صرف ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ کافر اور مشرک کی سفارش نہیں ہوگی اور جو شخص دنیا میں ہزاروں بندگان خدا کے حقوق مار آیا ہو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اس کی سفارش ہو سکتی ہے۔

امام رازی اور علامہ آلوسی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ صرف اس کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت کی رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس نے درست بات کہی ہو۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وہ گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے کیونکہ انہوں نے درست بات کہی ہے اور وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا اور یہ سب سے زیادہ درست اور سب سے زیادہ سچی بات ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:11،ص:25، روح المعانی: ج:30،ص:35)

جو شخص ہزاروں آدمیوں کے حقوق مار آیا ہو اس کی شفاعت کو سید ابو الاعلیٰ مودودی نے بونگی شفاعت کہا ہے ان کے اس قول کے خلاف یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑے راہب کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا۔

اور یہ کہا کہ

اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟

اس نے کہا: نہیں، اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیے پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے تو اس کو ایک عالم کا پتا بتایا گیا۔

اس شخص نے کہا: اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟

عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے۔ جاؤ، فلاں، فلاں جگہ پر وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بہت بری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا۔

اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا۔ انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنالیا۔

اس نے کہا: دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔

حسن نے بیان کیا ہے کہ

جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کرلیا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3470)

اور جب سو آدمیوں کے قاتل کی مغفرت ہوسکتی ہے تو سو آدمیوں کے قاتل کی شفاعت بھی ہوسکتی ہے اور اس شفاعت کو بونگی شفاعت کہنا قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے فرمایا تو دور ہو جا اور اس زمین سے فرمایا تو قریب ہو جا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6877)

یعنی جس زمین میں گناہ کیے تھے اس سے فرمایا دور ہو جا اور جس زمین میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں کی بستی تھی اس سے فرمایا قریب ہو جا۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کا خود شفاعت کرنا تو بڑی چیز ہے اگر سو آدمیوں کا قاتل صرف ان کی بستی کا رخ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان اولیاء اللہ کی اس قدر وجاہت ہے کہ وہ اس قاتل کو معاف فرما دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے بستی کی جانب کی زمین کو قریب ہونے اور اس کے مقابل زمین کو دور ہونے کا حکم دیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ زمین کی واقعی پیمائش اور فاصلوں کو تبدیل کیا جاسکتا ہے مگر اولیاء اللہ کی طرف جانے والوں کو محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ابھی تو سو آدمیوں کے قاتل نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی شفاعت بالفعل حاصل نہیں کی تھی صرف ان کی شفاعت کے حصول کا قصد کیا تھا تو بخش دیا گیا اگر وہ عبادت گزار نیک بندے اس کی شفاعت کر دیتے تو اس کی بخشش کا کیا ٹھکانہ ہوتا اور جب سو آدمیوں کے قاتل کی مغفرت کی شفاعت ہوسکتی ہے تو ہزار آدمیوں کے قاتل کی مغفرت کی بھی شفاعت ہوسکتی ہے اور یہی وہ شفاعت ہے جس کو سید مودودی نے لکھا ہے کہ یہ بونگی شفاعت ہے اور اس شفاعت کو بونگی شفاعت کہنا قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کا مذاق اڑانا ہے۔

بہر حال آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ شفاعت کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ وہی ہے جو خوارج اور معتزلہ کا نظریہ تھا اور یہ نظریہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور باطل اور مردود نظریہ ہے۔

علماء اہل سنت کے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت کرنا جائز ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 793ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت کرنا جائز ہے کیونکہ دلائل سے ثابت ہے کہ گناہ کبیرہ معاف ہو جاتے ہیں نیز تواتر سے منقول ہے کہ اہل کبائر کی شفاعت ہوگی اور

شفاعت کے عموم پر اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے۔

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط (محمد:19)

اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کریں۔

اور اصل شفاعت نص اور اجماع سے ثابت ہے اور معتزلہ کے نزدیک توبہ کے بعد عذاب نہیں ہوتا اور کبیرہ سے اجتناب کے بعد کوئی صغیرہ نہیں رہتا پس متعین ہو گیا کہ شفاعت کبائر کو ساقط کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

معتزلہ نے شفاعت کی نفی پر اس قسم کی آیات سے استدلال کیا ہے۔

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (البقرہ:48)

اس دن کسی نفس سے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○ (المومن:18)

ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (آل عمران:192)

اور ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان آیات کریمہ میں کفار کی شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔

دوسرا یہ کہ۔ اگر ان کو مرتکب کبیرہ کے لئے بھی فرض کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ان کی شفاعت قبول نہ ہو اور آخرت میں قبول ہو اور محشر میں کئی احوال ہوں گے ہو سکتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ جلال میں ہو اس وقت ان کی شفاعت قبول نہ ہو اور بعد میں قبول ہو جائے۔

معتزلہ نے کہا: خصوصیت کے ساتھ مرتکب کبیرہ کے لئے شفاعت نہ ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء:28)

وہ صرف ان کی شفاعت کریں گے جن سے اللہ راضی ہے۔

اور گناہ کبیرہ کرنے والوں سے راضی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کے بھی ایمان اور کلمہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

مرتکب کبیرہ کے لئے شفاعت نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا (المؤمن:7)
ان کے لئے بخشش کی دعا کیجئے جنہوں نے توبہ کی ہے۔
اور جو فاسق بغیر توبہ کے مر گیا اس آیت میں اس کے لئے شفاعت کی نفی کی ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے جنہوں نے شرک اور کفر سے توبہ کی ہے اور اس آیت میں گناہ کبیرہ سے توبہ مراد نہیں ہے کیونکہ دوسری آیات سے ان کے لئے شفاعت ثابت ہے۔
معتزلہ کے نزدیک شفاعت کے ثبوت کی جو آیات ہیں وہ اطاعت کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے درجات بلند کرنے کے ساتھ مخصوص ہیں اور ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے گناہ ساقط کرنے کے لئے شفاعت کرنا جائز ہے خواہ یہ شفاعت میدان محشر میں ہو یا دوزخ میں دخول کے بعد ہو کیونکہ مشہور بلکہ متواتر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرتکبین کبیرہ کی شفاعت فرمائیں گے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہو گی۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2435)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔
محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ
مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے محمد! جو شخص اہل کبائر سے نہ ہو اس کا شفاعت سے کیا تعلق ہے۔
(سنن ترمذی:2434)
اور توبہ کے بعد عذاب کو ترک کر دینا معتزلہ کے نزدیک واجب ہے پھر جن آیات میں شفاعت کا ذکر کیا ہے ان کا کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ درجات کی بلندی کوئی خاص فائدہ نہیں ہے اور صغائر ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں اس لیے شفاعت کی آیات کو کبائر کی معافی پر محمول کرنا ہی لائق ہے۔
علامہ تفتازانی نے اس بحث میں کبائر کا ذکر بھی کیا ہے اس لیے ہم اس کو بھی نقل کر رہے ہیں۔
گناہ کبیرہ اس معصیت کو کہتے ہیں جو دین کے ساتھ بے پرواہی برتنے کی خبر دیتی ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
جس معصیت پر شارع نے خصوصیت کے ساتھ وعید سنائی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ
شرک، قتل ناحق، پاک دامن کو تہمت لگانا، زنا، میدان جہاد سے بھاگنا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، حرم میں کوئی گناہ کرنا، سود کھانا، چوری کرنا اور شراب پینا یہ تمام کام کبیرہ گناہ ہیں۔ (شرح المقاصد: ج:5، ص157 تا 161)
علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ
شفاعت کرنا عقلاً جائز ہے اور دلائل سمعیہ کے اعتبار سے شفاعت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهُ قَوْلًا ○ (طٰہٰ:109)
اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس کے قول سے وہ راضی ہو۔
وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء:28)
اور وہ صرف اس کی شفاعت کریں گے جس سے وہ راضی ہوگا۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کے متعلق اس کثرت سے احادیث مبارکہ فرمائی ہیں جو معناً متواتر ہیں اور آثار صحابہ اور ان کے بعد تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ میدان محشر میں مسلمان گناہ گاروں کی شفاعت کی جائے گی۔ خوارج اور معتزلہ نے شفاعت کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مسلمان گناہ گار دائماً دوزخ میں رہیں گے اور ان کا استدلال ان آیات کریمہ سے ہے۔
فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ (المدثر:48)
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○ (المومن:18)
حالانکہ یہ آیات کفار کے متعلق ہیں۔ وہ شفاعت کی احادیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ شفاعت درجات میں بلندی کے لئے ہوگی لیکن ان کی یہ تاویل باطل ہے اور شفاعت کی آیات اور احادیث میں یہ صراحت ہے کہ جو مسلمان دوزخ کا مستحق ہو چکا ہوگا اس کے لئے شفاعت کی جائے گی۔
تاہم شفاعت کی پانچ اقسام ہیں:
1- ایک شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور یہ میدان محشر کے خوف اور دہشت سے راحت پہنچانے اور حساب اور کتاب جلد شروع کرانے کے لئے ہوگی۔
2- مسلمانوں کے ایک گروہ کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔
3- جو مسلمان دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے ان کے لئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شفاعت کریں گے اور دیگر انبیاء

کرام علیہم السلام اور صلحاء بھی۔

4- جو گناہ گار مسلمان دوزخ میں داخل کر دیئے گئے ہوں گے۔ ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور ملائکہ کی شفاعت سے اور ان کے مسلمان بھائیوں کی شفاعت سے پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو۔

حدیث مبارکہ میں ہے: کفار کے سوا دوزخ میں کوئی نہیں رہے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 44)

5- اہل جنت کے درجات کی بلندی کے لئے شفاعت کی جائے گی۔ معتزلہ اس قسم کا اور پہلی قسم کا انکار نہیں کرتے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

نقل متواتر سے یہ ثابت ہے کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شفاعت کا سوال کرتے تھے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے حصول میں رغبت کرتے تھے۔ اس لیے ان لوگوں کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے جو شفاعت کا سوال کرنے سے منع کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ شفاعت تو گناہ گاروں کے لئے کی جائے گی سو جو شخص اپنے لیے شفاعت کا سوال کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو گناہ گار قرار دیتا ہے ان لوگوں کا اس دلیل سے شفاعت کے سوال کو منع کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شفاعت گناہ گاروں کے لئے کی جائے گی اسی طرح شفاعت تخفیف حساب کے لئے بھی کی جائے گی۔ اور درجات کی بلندی کے لئے بھی کی جائے گی۔ پھر ہر صاحب عقل اپنی تقصیر کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہوتا ہے اور اپنے اعمال پر مغرور نہیں ہوتا اور ان کو لائق شمار نہیں گردانتا اور اس سے ڈرتا ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہو جائے اور جو شخص اس وجہ سے شفاعت کے حصول کی دعا سے منع کرتا ہے کہ جب وہ کہے گا۔ اے اللہ عزوجل! مجھے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت عطا فرما تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو گناہ گار قرار دے رہا ہے تو پھر اس شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا بھی نہ کیا کرے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص 1023 تا 1025)

اس طویل بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ایک خاص مقام عطا فرمائے گا جہاں پر آپ ﷺ چاہے کبیرہ گناہ کرنے والے ہوں چاہے تخفیف حساب کروانے والے ہوں اور چاہے درجات کی بلندی کی شفاعت کروانے والے ہوں الغرض جس نے ایک بار بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو گا نبی مکرم شفیع معظم ﷺ ان میں سے ہر ایک کی شفاعت فرمائیں گے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ تلاش کرو۔ اس فرمان مقدس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وسیلہ کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جنت کا سب سے بلند درجہ ہے جو صرف کسی ایک شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3612)

یہ وہی بلند درجہ مقام ہے جہاں نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گناہ گار امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ گو اگرچہ بحث طویل ہوگئی ہے مگر نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام خاص اور عظمت بیان کرنے کے لئے ادنیٰ سی سعی کی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا ہے کہ مجھ بدکار و گناہ گار اور تمام امت مسلمہ کو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے بخش دے اور بروز حشر ہمارے گناہوں پر پردہ فرمادے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں جن کو صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے لیا ہے۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے روای ہیں بہت صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔

(مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:586)

قولہ عن عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے عالم بھی تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ سہمی قرشی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال بڑے تھے آپ رضی اللہ عنہ بڑے عالم حافظ تھے آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 63ھ میں حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا 73 تہتر میں 67 سڑسٹھ میں مکہ مکرمہ میں یا 55 میں طائف میں یا 65 میں مصر میں۔ یعلی ابن عطاء اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے لئے سرمہ تیار رکھتی تھی تاکہ لگا کر سوئیں مگر آپ رضی اللہ عنہ چراغ گل کر دیتے تھے پھر خوف خدا عزوجل سے رویا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں یعنی خراب ہوگئی تھیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:567)

قولہ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مراۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو اسحاق ہے آپ رضی اللہ عنہ کے والد یعنی ابو وقاص کا نام مالک ابن وہیب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قرشی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں پرانے مومن ہیں سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے آپ رضی اللہ عنہ تیسرے مومن ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کفار پر تیر چلایا۔ تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے مقبول ادعا تھے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب مجاب الدعوات تھا۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بددعا سے بہت ہی ڈرتے تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی تھی۔

اللھم سدد سھمہ واجب دعوتہ ۔خدایا سعد کا نشانہ اور دعا کبھی خالی نہ جائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ فدا ان کے سوا کسی سے نہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات اپنی منزل عتیق میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے قریب ہے لوگ میت شریف مدینہ منورہ لائے مروان ابن حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا کہ اس وقت وہ ہی حاکم مدینہ منورہ تھا۔ بقیع شریف میں دفن ہوئے۔ 55 پچپن میں وفات ہے ستر سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی عشرہ مبشرہ میں آخری وفات آپ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا آپ رضی اللہ عنہ سے ایک خلقت نے احادیث روایت کیں۔ (مراۃ المناجیح: ج:8 ص:582)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ ہے۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ چھ افراد کے بعد مسلمان ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ

چار کے بعد مسلمان ہوئے جس وقت انہوں نے اسلام قبول کیا آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک سترہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ قائم کی تھی جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہ خدا عزوجل میں خون بہایا اور وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہ خدا عزوجل میں تیر

چلایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا عزوجل میں تیر چلایا بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تھے اور درختوں کے پتوں کے سوا ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھنے کے بعد پہاڑ کی گھاٹیوں میں اپنی قوم کے خوف سے چھپ جاتے تھے۔ایک بار ایک گھاٹی میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔اچانک کچھ مشرکین آ گئے انہوں نے مسلمانوں کو برا کہا اوران کے دین کی مذمت کی پھران سے لڑائی چھڑ گئی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ایک مشرک کو مار کراس کا سر پھاڑ دیا۔اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون بہایا گیا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے خلاف جو فوج بھیجی اس کا امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کو قادسیہ کے مقام پر شکست دی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی مدائن کسریٰ کو عراق میں فتح کیا۔کوفہ کی بنیاد رکھی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر بنایا گیا پھر معزول کر دیا گیا۔جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شوریٰ میں رکھا تھا تو کہا اگر یہ خلیفہ بنا دیئے جائیں تو ٹھیک ورنہ میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ بنے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سعد کو گورنر بنائے کیونکہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا پھر آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کوفہ کا حاکم بنا دیا۔

قیس بن حازم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! سعد کی دعاؤں کو قبول کر۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوتی تھی لوگوں کو اس کا علم تھا اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا سے ڈرتے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ فتنہ سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور بھتیجے نے یہ چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیں مگر انہوں نے یہ بات نہیں مانی اور سلامتی کو طلب کیا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے 55ھ میں وفات پائی۔ایک قول 58ھ کا ہے اور ایک قول 54ھ کا ہے۔مروان نے نماز جنازہ پڑھائی مہاجرین سے فوت ہونے والے آپ رضی اللہ عنہ آخری صحابی تھے۔(اسد الغابہ:ج2،ص290تا293)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْاِقَامَةَ

باب! جب اقامت سنے تو کیا کہے؟

یہ باب اقامت کے جواب کے حکم میں ہے۔

444 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَوْ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ بِلَالًا اَخَذَ فِي الْاِقَامَةِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا و قَالَ فِيْ سَائِرِ الْاِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم فِي الْاَذَانِ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کے دوران جب قدقامت الصلوٰۃ کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامها الله و ادامها فرمایا اور تمام اقامت میں ویسے ہی جواب دیا جس طرح کہ اذان میں حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:251،السنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:211)

تشریح:

اقامت کے دوران جب اقامت کہنے والا قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو باقی نمازیوں پر مستحب ہے کہ وہ اس کے جواب میں اقامها الله و ادامها کہیں اور باقی تمام الفاظ ویسے ہی کہیں جس طرح اذان کے جواب میں کہے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واجعلنی من صالحی اهلها کی زیادتی بھی مشہور ہے۔

اور علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اقامت کا جواب مستحب ہے اس کا جواب بھی اسی طرح ہے فرق اتنا ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامها الله و ادامها مادامت السموات والارض کہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:57)

قوله عن ابی امامة رضی الله عنه

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے سے دو سال قبل پیدا ہوئے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو بعض محدثین نے تابعی کہا ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن سہیل ابن حنیف ہے انصاری اوسی ہیں مگر اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد اور کنیت ابو امامہ رکھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ سن سکے کہ بہت چھوٹے تھے اس لیے بعض محدثین نے آپ رضی اللہ عنہ کو تابعی کہا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے۔ اپنے والد اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحبت یافتہ تھے بانوے سال عمر ہوئی 100ھ میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:516)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْأَذَانِ

باب! اذان کے بعد کی دعا کا بیان

یہ باب اذان کے بعد کی دعا کے حکم میں ہے۔

445 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ اِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اذان سننے کے بعد کہا: اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اٰت محمداً الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاماً محموداً الذی وعدتہ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:250، معجم الاوسط: جز:5،ص:54، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:422، سنن ترمذی: جز:1،ص:357)

تشریح:

یہی روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد، معجم الصغیر، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔

اور الفاظ اس طرح ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی۔

''اے اللہ عزوجل! اس کامل نداء اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بلند مقام اور فضیلت عطا فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے'' تو اس شخص پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:614)

نبی کریم ﷺ جب اذان سنتے تو آپ ﷺ مخصوص دعا فرماتے جو کہ روایت سے ثابت ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے۔اے اللہ عزوجل! اس نداء کامل اور اس کے بعد قائم ہونے والی نماز کے رب عزوجل اپنے بندہ اور اپنے رسول محمد (مصطفیٰ ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ ﷺ کی شفاعت میں داخل کردے۔(معجم الاوسط: رقم الحدیث:3675)

نبی کریم ﷺ کا اس طرح دعا فرمانا امت کی تعلیم کے لئے ہے۔نبی کریم ﷺ نے اذان کے جواب دینے پر شفاعت کی خوش خبری عطا فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمداً عبده ورسوله

اے اللہ عزوجل! آپ ﷺ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ ﷺ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ ﷺ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت میں داخل فرمادے سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لئے شفاعت واجب ہو جائے گی۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث:12554)

اور ردالمحتار میں ہے: جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اس کے بعد یہ پڑھیں:

اللهم رب هذه الدعوة التامه والصلوٰة القائمة اٰت سيدنا محمد ن الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاماً محمود ن الذى وعدته واجعلنا فى شفاعته يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد ۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:84)

قوله عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ 18 غزوات میں شریک ہوئے آخری عمر مبارک میں آنکھوں سے نابینا ہو گئے تھے۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں سلمی ہیں بہت احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد شام و مصر گئے آخر نابینا ہو گئے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چورانوے سال ہوئی چوہتر 74 میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے زمین مدینہ منورہ صحابی سے خالی ہو گئی۔(مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:525)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب مَا يَقُولُ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ

باب! اذان مغرب کے وقت کیا کہے؟

اس باب میں اذان مغرب کے وقت خاص دعا پڑھنے کی حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

446 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ اِهَابٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ اَبِي كَثِيرٍ مَوْلَى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُولَ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِي

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی کہ میں اذان مغرب کے وقت کہا کروں ”اللهم ان هذا اقبال ليلك وادبار نهارك واصوات دعاتك فاغفرلي۔“

(مستدرک: جز:1،ص:314، معجم الکبیر: جز:33،ص:303، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:410 مصنف ابن ابی شیبہ)

تشریح

یہ خاص دعا ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تعلیم ارشاد فرمائی۔ قربان جائیے اس مقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اپنی امت کے لئے ہر وقت کی فکر رکھتے ہیں کہ میری امت ہر ثواب والا فعل کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگرچہ یہ دعا صبح کی اذان کے وقت منقول نہیں ہے مگر اسی پر قیاس کر کے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب اذان مغرب کے وقت یہ دعا اللهم هذا اقبال ليلك وادبار نهارك پڑھی جاتی ہے تو اس کے برعکس صبح کی اذان کے وقت یہ دعا پڑھی جائے اللهم هذا ادبار ليلك و اقبال نهارك الي آخره۔ مگر حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ امور توقیفی ہیں ان میں قیاس نہیں چل سکتا۔

قوله عن ام سلمة رضی الله عنها

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ان سے سلمہ، عمر، رقیہ اور زینب چار بچے پیدا ہوئے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ 4ھ میں وصال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ احد کی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے۔ ہجرت کے 35 ماہ بعد وفات پا گئے۔ عدت پوری ہونے کے بعد شوال چار ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ مصیبت پہنچے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ عزوجل مجھ کو اس مصیبت میں اجر عطا فرما دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 918)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

میں سوچتی تھی میرے لیے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اچھا کون ہوگا؟ مجھے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے انکار کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا مرحبا! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا شوہر بنا دیا میں نے اپنے بچوں کا عذر پیش کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو ان سے مستغنی کر دے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 918)

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں 61ھ یا 62ھ میں چوراسی سال کی عمر گزار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی یہ حکمت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تھی کہ اے اللہ عزوجل! مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے سے آپ رضی اللہ عنہا کی دعا کا اثر ظاہر ہوا نیز بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کرنا اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ قرار پایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تفصیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی وہ ایک بیوہ خاتون تھیں پچاس سال کی عمر تک آپ رضی اللہ عنہا نے دوسرا نکاح نہیں کیا پچیس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ہجرت سے دو سال پہلے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا تھا اور ہجرت کے ایک سال بعد ان کی رخصتی عمل میں آئی پھر واقعہ بدر کے دو سال بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے دو سال بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 3ھ میں حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 5ھ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 6ھ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ پھر 7ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر حضرت میمونہ بنت الحارث پھر حضرت فاطمہ

بنت سرتح پھر حضرت زینب بنت خزیمہ پھر ہند بنت یزید پھر اسماء سنت النعمان پھر قتیلہ بنت الاشعث پھر شتاء بنت اسماء رضی اللہ عنہن سے نکاح کیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جز:1، ص:145)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے گھر کے سامان پر نکاح کیا جس کی مالیت دس درہم تھی۔

(مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:3372)

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں 4 چار میں جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اسی سال شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چوراسی سال ہوئی 59 انسٹھ ھ میں وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہما نے روایات لیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:552)

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے:

ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور ام المومنین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند نے سب سے پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 3ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئیں (یعنی اکسٹھ ہجری میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ سے ہیں) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

(اسد الغابہ: ج:5، ص:560)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب اَخْذِ الْاَجْرِ عَلَی التَّاذِیْنِ

باب! اذان پر اجرت لینا

یہ باب اذان دینے پر اجرت لینے کے حکم میں ہے۔

447 حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سَعِیْدٌ الْجُرَیْرِیُّ عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ وَقَالَ مُوْسٰی فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اِنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِی الْعَاصِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اجْعَلْنِیْ اِمَامَ قَوْمِی قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا یَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِهٖ اَجْرًا

حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اور موسیٰ نے دوسری جگہ کہا کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قوم کا امام بنا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ ان کے امام ہیں اور ضعیف لوگوں کا خیال رکھنا مؤذن اذان پر اجرت نہ لینے والے کو مقرر کرنا۔

(مستدرک: جز:1،ص:314، معجم الکبیر: جز:9،ص:52، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:429، سنن النسائی: جز:3،ص:59)

تشریح: اذان دینے پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف

اذان دینے پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مؤقف اس طرح ہے۔

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

مؤذن کو اجرت دینے کے متعلق ایک قوم کا نظریہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایک قوم نے اس کو مکروہ کہا ہے جو علماء مکروہ کہتے ہیں ان کا استدلال حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے "ایسا مؤذن مقرر کرو جو اذان پر اجر نہ لے" اور جو لوگ اذان پر اجر لینے کو مباح کہتے ہیں وہ اس کو افعال غیر واجبہ پر قیاس کرتے ہیں اور اصل میں منشاء اختلاف یہی ہے کہ اذان دینا واجب ہے یا واجب نہیں ہے۔ (بدایۃ المجتہد: جز:2،ص:168)

فقہاء حنابلہ کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے۔

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جن عبادات کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے ان کو اجرت پر حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً امامت، اذان، حج اور تعلیم قرآن وغیرہ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

عطا، ضحاک بن قیس، امام ابوحنیفہ اور زہری کا بھی یہی قول ہے۔ زہری اور اسحاق نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے۔

عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ

معلمین کا اجرت لینا حرام ہے۔ حسن بصری، ابن سیرین، طاؤس، شعبی اور نخعی نے تعلیم قرآن پر شرط کے ساتھ اجرت لینے کو حرام کہا ہے۔ ابو طالب نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ ان بادشاہوں پر توکل کرنے یا اپنے اہل وعیال کے معاش میں عام لوگوں پر توکل کرنے یا قرض لے کر تجارت کرنے سے قرآن مجید کی تعلیم دینا بہتر ہے۔ اس نقل سے یہ معلوم ہوا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرنا کراہت کی بناء پر ہے تحریم کی بناء پر نہیں ہے یعنی ان کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے۔ ابوقلابہ، ابوثور اور ابن منذر نے بھی معلمین کی اجرتوں کو جائز کہا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے ایک شخص کا نکاح کر دیا اور جب تعلیم قرآن کو نکاح کا عوض اور مہر بنانا صحیح ہے تو پھر تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی صحیح ہے نیز حدیث صحیح میں ہے ''جن چیزوں پر تم نے اجر لے لیا ہے ان میں اجر کی سب سے زیادہ حق دار اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے'' نیز حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور عوض میں اس سے بکریاں لیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو اور جب دم پر اجرت لینا جائز ہے تو تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے نیز تعلیم قرآن پر بیت المال سے رزق لینا جائز ہے سو اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ جس طرح مسجدوں اور پلوں کے بنانے کی اجرت لینا جائز ہے اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی جائز ہے نیز اس کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ جو شخص خود حج نہ کر سکتا ہو اور کوئی شخص للہ فی اللہ اس کی طرف سے حج کرنے پر تیار نہ ہو وہ کسی دوسرے شخص کو اجرت دے کر اپنی طرف سے حج کراتا ہے۔ (المغنی: جز:5، ص:323)

فقہاء شافعیہ کا مؤقف یوں ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید یا اس کی کسی سورت معینہ کی تعلیم پر تعیین اور تحدید کے ساتھ اجرت لینا جائز ہے اسی طرح ضرورت مند شخص کے لئے فقہ اور حدیث مبارکہ وغیرہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے اور مردوں پر قرآن پڑھوانے کے لئے اجرت دینا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ شربینی نے مغنی میں کہا ہے کہ قبر پر مدت معلومہ کے لئے اجرت معینہ دینا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید جہاں بھی پڑھا جائے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس میں مردہ زندہ کی طرح ہے خواہ قرأت کے بعد دعا کی جائے یا نہیں۔ عام ازیں کہ قرأت اس مردہ کے لئے کی جائے یا نہیں۔ قرآن مجید پڑھنے کی منفعت بہر حال مردہ تک پہنچتی ہے اور قرأت پر اجرت دینا ایسا ہے جیسا کہ دعا پر اجرت دینا اور اس سے میت کو بہر حال فائدہ پہنچتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کتاب الام میں منع کیا ہے اس کا

کوئی اور محمل ہے۔ شہاب رملی نے بھی اس پر فتویٰ دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ (علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ)

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی شخص مال کی طلب کے لئے قرآن مجید پڑھتا ہے تو اس کو اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا بلکہ بعض اوقات وہ گناہ گار ہوتا ہے۔ (شرح المہذب: ج: 15، ص: 31)

گویا فقہاء شافعیہ کے نزدیک اذان پر اجرت لینا جائز ہے۔

فقہاء احناف کا مؤقف یوں ثابت ہوتا ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: اپنے بچے کو قرآن مجید، فقہ یا علم میراث پڑھوانے کے لئے کسی شخص کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ

جو عبادت کسی مسلمان کے ساتھ خاص ہو اس کو اجرت پر حاصل کرنا باطل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ

جس چیز کو قائم کرنا کسی عامل پر متعین نہ ہو اس چیز کو اجرت پر حاصل کرنا جائز ہے۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے یا دینے کی ممانعت کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید پڑھو اور اس سے روزی نہ کماؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرس علم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب کے لئے چپاتیوں کی شرط نہ لگاؤ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قرآن مجید کی ایک سورت کی تعلیم دی اس شخص نے اس کے عوض میں ان کو ایک کمان دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کی کمان پہنائے؟

انہوں نے کہا: نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: پھر تم اس کی کمان کو واپس کر دو۔

نیز جو شخص کسی کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے وہ اس عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور معلم مبعوث ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم میں کسی اجر کی طمع نہیں رکھتے تھے سو جو شخص اس عمل میں آپ کا خلیفہ ہو اس کو بھی اجر کی طمع نہیں رکھنی چاہئے۔ بلخ کے بعض آئمہ کرام نے اہل مدینہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اور یہ کہا ہے کہ

ہمارے اصحاب میں سے متقدمین نے اپنے نظریہ کی بنیاد اپنے زمانہ کے مشاہدات پر رکھی تھی کیونکہ اس زمانہ میں محض ثواب اور اجر آخرت کی بناء پر قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور فقہاء کرام بڑے ذوق اور شوق سے لوجہ اللہ علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے اور متعلمین بھی اس احسان کا بدلہ احسان سے دیتے تھے مگر اس زمانہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہو چکی ہیں اس لیے اب ہم کہتے ہیں کہ اجرت دے کر تعلیم حاصل کرنا جائز ہے تاکہ علوم دینیہ کی تعلیم معطل نہ ہو جائے اور زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جاتی تھیں بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کر دیا۔ اگر لوگوں نے رمضان یا غیر رمضان میں کسی شخص کو امامت کے لئے اجرت پر مقرر کیا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ نماز پڑھنے والا اپنے نفس کے لئے عمل کر رہا ہے وہ دوسرے شخص سے اس عمل کی اجرت کا مستحق نہیں ہوگا اسی طرح اگر اجرت پر مؤذن کا تقرر کیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ لوگوں کو نماز کی طرف بلانے میں مؤذن رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہے اور اس عمل کی منفعت اسی کو حاصل ہوگی کیونکہ جماعت کی کثرت سے اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔

اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو آخری وصیت یہ کی تھی کہ تم سب سے کمزور شخص کی رعایت کرتے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھانا اور اگر تم مؤذن بنو تو اذان پر اجرت نہ لینا، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا میں آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر میں تم میں سے بغض رکھتا ہوں۔
اس نے کہا: اے امیر المومنین اس کی وجہ کیا ہے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اذان پر اجرت لیتے ہو۔ (مبسوط: جز:16،ص:37)
میں کہتا ہوں: متقدمین نے اذان پر اجرت لینے کو حرام بتایا ہے اور متاخرین نے لوگوں کی سستی کی وجہ سے اذان پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ مؤذن وقت کی پابندی کرے گا اور وقت پر اذان دے گا اور مسلمان وقت پر نماز ادا فرمائیں گے لہٰذا فی زمانہ اذان پر اجرت لینا جائز ہے جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ حق دار اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ (صحیح البخاری: جز:1،ص:304)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام خیر اخزمی نے کہا ہے کہ
ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ: جز:3،ص:655)
علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: امام ابو عبد اللہ الخیر اخزعی نے کہا کہ

اس زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لئے بھی اجرت لینا جائز ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر: جز:8 ص:40)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اس زمانہ میں اجرت پر قرآن مجید کی تعلیم دینے، فقہ پڑھانے، امامت کرنے اور اذان دینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور اجرت پر تعلیم دلوانے والے کو مقررہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر پہلے اجرت طے نہ کی گئی ہو تو اس کو اجرت مثلی دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درمختار علی ردالمحتار: جز:5 ص:46)

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: متقدمین نے اذان پر اجرت لینے کو حرام بتایا مگر متاخرین نے جب لوگوں میں سستی دیکھی تو اجازت دی اور اب فتویٰ اسی پر ہے مگر اذان کہنے پر احادیث مبارکہ میں جو ثواب ارشاد ہوئے وہ انہیں کے لئے ہیں جو اجرت نہیں لیتے خالصاً اللہ عزوجل کے لئے اس خدمت کو انجام دیتے ہیں ہاں اگر لوگ بطور خود مؤذن کو صاحب حاجت سمجھ کر دے دیں تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے اور یہ اجرت نہیں۔ (غنیۃ المستملی: ص، 381)

قولہ قال انت امامھم و اقتد باضعفھم

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ قوم کی امامت کرو اور ضعیف لوگوں کی رعایت کرو۔

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: امام کو چاہئے کہ جماعت کی رعایت کرے اور قدر مسنون سے زیادہ طویل قرأت نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1 ص:86)

قولہ عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے طائف کا حاکم بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ ثقفی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور انور ﷺ نے طائف کا حاکم بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال تک حاکم رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں سے ہٹا کر عمان اور بحرین کا حاکم بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں وفد بنی ثقیف میں آئے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 29 انتیس سال تھی آپ رضی اللہ عنہ 10 دس ہجری میں آئے تھے آخر میں بصرہ میں رہے وہاں ہی وفات ہوئی۔ 51 اکیاون میں وفات پائی۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد جب ثقیف نے مرتد ہو جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم تم آخر مومنین ہو اب اول مرتدین نہ ہو چنانچہ وہ لوگ اس حرکت سے باز رہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8 ص:561)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الْاَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ

باب! دخول وقت سے قبل اذان کا بیان

یہ باب دخول وقت سے قبل اذان دینے کے حکم میں ہے۔

448 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ زَادَ مُوسٰى فَرَجَعَ فَنَادَى أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ أَيُّوبَ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ أَوْ غَيْرُهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ لِعُمَرَ مُؤَذِّنٌ يُقَالُ لَهُ مَسْعُودٌ وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ ذَاكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے قبل اذان دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ اذان دینے کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دی کیونکہ بندہ سو گیا تھا۔ موسیٰ نے یہ زیادتی کی ہے کہ پس واپس پلٹے تو اذان دوبارہ دی کیونکہ بندہ سو گیا تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ کو سوائے ایوب کے حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن سے روایت ہے کہ جسے مسروح کہتے تھے کہ انہوں نے صبح صادق سے قبل اذان دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم ارشاد فرمایا (کہ دوبارہ اذان دو) آگے سابقہ کی طرح روایت کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو حماد بن زید، عبیداللہ بن عمر نے نافع یا کسی اور سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن کو مسروح کہتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو دراوردی عبیداللہ، نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن کو مسعود کہتے تھے اور سابقہ کی طرح بیان کیا اور یہ اس سے اصح ہے۔

(سنن دارقطنی: جز:3، ص:58)

449 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ شَدَّادٍ مَوْلٰى عِيَاضٍ

بْنِ عَامِرٍ عَنْ بِلَالٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ لَا تُؤَذِّنْ حَتّٰى يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ هٰكَذَا وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ شَدَّادٌ مَوْلٰى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اذان نہ کہا کرو حتیٰ کہ تجھ پر فجر اس طرح نہ واضح ہو جائے اور اپنے مقدس ہاتھوں کو عرضاً کھلا فرما دیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شداد نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 449)

تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: طلوع فجر سے قبل فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فجر کے وقت سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اعلان کرتے تھے کہ کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن مکتوم اذان دیں۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 250)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کے علاوہ اور کوئی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان نماز کے وقت کا اعلان ہے اگر قبل از وقت اذان دی گئی تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا۔

(المغنی: جز: 1، ص: 246)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے قبل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے اگر نماز کے وقت سے قبل اذان دے دی جائے تو اول تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا۔

دوسرا یہ کہ ہوسکتا ہے کہ وقت سے قبل اذان کی صورت میں کوئی شخص سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز نہیں ہوگی اس کا ذمہ دار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہوگا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مؤذن امین ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 57)

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں اس کے برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کی اذان کا وقت سے قبل دینا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) رات کے وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں۔ (بخاری: جز: 1، ص: 87)

اس حدیث مبارکہ سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے قبل رات کو اذان دی گئی مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اذان فجر نماز کے لئے تھی اگر یہ نماز کی اذان ہوتی تو دوبارہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اذان دلوانے کی کیا ضرورت تھی؟ دوسرا یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لئے ہوتی تھی اور اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے کیونکہ ان کی اذان اس لیے ہوا کرتی تھی کہ سحری کے لیے تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:87)

نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے قبل اذان دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم ارشاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ اعلان کریں کہ انہوں نے بھولے سے اذان دے دی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:448)

اور اسی باب کے اندر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک اذان نہ دو۔ جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:449)

اور صحیح مسلم میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سے دھوکہ نہ کھائے نہ اس سفیدی سے جو صبح کے وقت ستون کی طرح ہوتی ہے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2441)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے قبل شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آ گیا تو اعادہ کیا جائے۔ (ہدایہ: جز:1، ص:45)

قوله ان العبد قد نام

نوم سے مراد غفلت ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی اور اذان طلوع فجر سے قبل پڑھ دی۔ یا نوم کو اپنی حقیقت پر محمول کیا جائے اور مطلب یہ لیا جائے کہ میری بے وقت آنکھ لگ گئی تھی بیدار ہونے پر یہ سوچ کر کہیں کہ دیر نہ ہوگئی ہو قبل از وقت اذان کہہ دی۔

قوله عن بلال رضی اللہ عنه

حضرت بلال رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مؤذن تھے اور سفر وحضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد شام کی جانب چلے گئے تھے اس لیے کہ دل محبوب بناء رہ نہیں سکتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں سب سے پہلے مکہ معظّمہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر کیا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آخر میں شام میں رہے آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کوئی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کی جماعت نے روایات لیں۔ بیس 20 میں دمشق میں وفات پائی۔ باب الصغیر میں دفن ہوئے 63 تریسٹھ سال عمر مبارک ہوئی۔

بعض نے کہا: حلب میں وفات ہے باب اربعین میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے مگر پہلی بات قولی ہے۔

مترجم (مفتی) احمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ

فقیر نے دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کی ہے بی بی سکینہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے متصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر اپنے پہلے مولیٰ امیہ ابن خلف کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں امیہ جمحی خود اپنے ہاتھوں سے آپ رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ مردود غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں چھیدا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سید ہیں انہوں نے ہمارے سید کو آزاد فرمایا۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:521)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: بلال بن رباح۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالکریم ہے۔

ایک قول یہ ہے: ابوعبداللہ۔

اور ایک قول یہ ہے: ابوعمرو۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے آپ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پانچ، سات یا نو اوقیہ چاندی میں خریدا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن اور خازن تھے۔ غزوہ بدر میں اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ سابقین اسلام میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے۔ ابوجہل آپ رضی اللہ عنہ کو دھوپ میں منہ کے بل گرا دیتا پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اوپر چکی رکھ دیتا حتیٰ کہ دھوپ کی شدت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی چربی پگھلنے لگتی۔ پھر وہ کہتا رب محمد (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں احد احد کہتے تھے۔ ایک دن جب آپ رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ احد احد کہہ رہے تھے۔

انہوں نے کہا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) احد احد کہتے رہو بخدا! اگر تم اس حال میں مر گئے تو تمہاری قبر میں بناؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مسلسل عذاب دیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن

خلف سے انتقام لینے پر قادر کر دیا اور انہوں نے اس کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا۔ جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خریدا تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر رکھ کر عذاب دیا جا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سفر اور حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے اور جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی ہے وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام جانے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس رہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا تھا تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کیا تھا تو میں اللہ عزوجل کی طرف جا رہا ہوں مجھے جانے دیجئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جانے دیا اور آپ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ وفات تک شام میں ہی رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ)! یہ کیسی بیوفائی ہے تم اب تک ہماری زیارت کے لئے نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گئے اور زار و قطار رونے لگے اور قبر سے لپٹنے لگے پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہما کو لپٹایا اور آپ رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔

انہوں نے کہا: ہماری خواہش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اذان دیں پھر آپ رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر چڑھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے **اللہ اکبر** کہا تو مدینہ لرزنے لگا جب **لا الہ الا اللہ** کہا تو اس کی لرزش زیادہ ہوگئی جب **اشھد ان محمداً رسول اللہ** کہا تو خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں پر گریہ نہیں دیکھا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ 20ھ میں دمشق میں فوت ہوئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔ (تریسٹھ سال تھی) (اسد الغابہ: جز: 1 ص 206 تا 209)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ)! مجھے وہ عمل بتاؤ جس کی تمہیں اسلام میں سب سے زیادہ منفعت کی امید ہو کیونکہ میں نے آج رات کو جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اسلام میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ امید ہو البتہ رات ہو یا دن جب میں مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو کے ساتھ اتنی رکعات پڑھ لیتا ہوں جتنی رکعات نماز اللہ تعالیٰ نے میری قسمت

میں لکھ دی ہے۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:6202)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے اس سماع کو خواب پر محمول کرنا ضروری ہے کیونکہ موت سے پہلے جنت میں کوئی شخص نہیں جاسکتا اور یہ بیداری کا واقعہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ معراج کی شب کو جنت میں داخل ہوئے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

علامہ کرمانی کی عبارت میں تضاد ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ موت سے پہلے جنت میں نہ جاسکنا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ جب سات آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گئے تو آپ ﷺ اس عالم سے نکل گئے اس لیے آپ ﷺ کا موت سے قبل جنت میں جانا ممتنع نہیں ہے اور میں اس جواب میں منفرد ہوں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت میں کیسے داخل ہو گئے حالانکہ کسی کا آپ ﷺ سے پہلے جنت میں داخل ہونا حرام ہے۔

علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جنت میں داخل ہونا لازم نہیں آتا باقی رہا آپ ﷺ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جوتیوں کی آہٹ سننا تو ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت سے باہر ہوں اور نبی کریم ﷺ نے جنت میں یہ آواز سن لی ہو۔ بعض علماء کرام نے اس جواب کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ حدیث مبارکہ کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ حضور انور ﷺ نے جنت میں اپنے آگے آپ رضی اللہ عنہ کی جوتیوں کی آہٹ سنی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خواب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جنت میں دیکھنا برحق ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب برحق ہوتے ہیں۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی ہیں۔ باقی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بیداری میں یہ عادت تھی کہ وہ آپ ﷺ سے آگے چلا کرتے تھے اس لیے نیند میں بھی آپ ﷺ کو اسی طرح دکھایا گیا اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حقیقت میں نبی کریم ﷺ سے پہلے جنت میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے اس عمل کی وجہ سے جنت میں گئے حالانکہ

حدیث مبارکہ میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس کا جواب یہ ہے کہ

جنت میں نفس دخول تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوگا اور درجات میں زیادتی اور کمی بیشی کا فرق اعمال کی وجہ سے ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمُ ادۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (النحل:32)

''وہ (پرہیزگار) جن کی روحوں کو فرشتے قبض کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ مسرور اور خوش ہوں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں تم پر سلام ہو تم جنت میں اپنے اعمال کی وجہ سے داخل ہو جاؤ''

اس آیت کریمہ کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جنت میں اصل دخول تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور درجات کا حصول اعمال کی وجہ سے ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:7، ص:208)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جنت میں چلنے کی آواز سننے کا واقعہ خواب میں ہوا۔

صحیح بخاری کی حسب ذیل روایات میں اس کی تصریح ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا میں نے وہاں ابوطلحہ کی بیوی رمیصاء کو دیکھا اور میں نے وہاں جوتیوں کی آہٹ سنی۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

کہا: یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں اور میں نے وہاں ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی۔

میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟

کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔

میں نے اس کو دیکھنے کے لئے ایک کے اندر جانا چاہا پھر مجھے تمہاری غیرت یاد آئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کروں گا۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:520)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا وہاں ایک عورت ایک محل کی ایک جانب وضو کر رہی تھی۔
میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟
کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا۔
پھر مجھے غیرت یاد آئی اور میں واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔
اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کروں گا۔ (صحیح البخاری: ج:1،ص:520)
ان دونوں روایتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آہٹ سننے کا واقعہ خواب میں رونما ہوا تھا جس طرح کہ حضرت رمیصا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے محل کو دیکھنے کا واقعہ خواب میں رونما ہوا۔
بہر حال معاملہ جو بھی ہو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ضرور ہوتی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب الْاَذَانِ لِلْاَعْمٰی

باب! نابینا کا اذان دینا

اس باب میں نابینا کی اذان دینے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

450 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ كَانَ مُؤَذِّنًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْمٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے اور وہ نابینا تھے۔
(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:427)

تشریح

نابینا کی اذان کے متعلق احناف کے تین قول ہیں۔ جائز ہے مکروہ ہے۔ جس طرح محیط میں ہے خلاف اولیٰ ہے جس

طرح کہ بدائع میں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ہوتی ہے کہ اگر نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان صحیح ہے اور بلا کراہت جائز ہے۔ جس طرح کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سمجھ والا بچہ اور غلام اور نابینا اور ولد الزنا اور بے وضو کی اذان صحیح ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:75)

قوله عن عائشه رضى الله عنها

آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ بہت زیادہ فصیحہ، فقیہہ اور مفسرہ تھیں۔ سوانح عمری جاننے کے لئے گزشتہ صفحات کی طرف رجوع فرمائیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ

باب! اذان ہونے کے بعد مسجد سے خروج کرنا

یہ باب اذان ہونے کے بعد مسجد سے خروج کرنے کے حکم میں ہے۔

451 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ اَبِى الشَّعْثَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ اَبِى هُرَيْرَةَ فِى الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوشعثاء سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں تھا تو ایک شخص باہر (مسجد سے) باہر نکل گیا جبکہ مؤذن نے اذان عصر دے دی تھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اس طرح کیا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 451)

تشریح:

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والا تین طرح کا ہے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ حکم ہے۔

1- جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی اذان کے بعد احناف کے نزدیک وہ مسجد سے نہ نکلے۔

2- جو نماز پڑھ چکا ہے مگر منفرداً

3-وہ شخص جو با جماعت نماز پڑھ چکا ہو۔

احناف کے نزدیک ان آخری دوقسموں والے نمازی کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کی ممانعت یہاں پر نہیں ہے مگر ایک شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اقامت نماز ہونے لگے تو پھر باوجود نماز پڑھ لینے کے بھی مسجد سے نکلنا مکروہ ہے مگر صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں وہ اس طرح کیونکہ ان دونمازوں کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور باقی تین نمازوں میں نہیں۔ فجر اور عصر میں اس لیے نہیں کہ ان دووقتوں میں نفل نماز مکروہ ہے اور مغرب میں اس لیے نہیں کہ نفل کی تین رکعات نہیں ہوتیں۔ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک مسجد سے نکلنے کی کراہیت کا حکم پہلی قسم اور دوسری قسم کے لئے ہے اور حنابلہ کے نزدیک یہ حکم تینوں کے لئے ہے۔

یاد رہے کہ

ابن ماجہ وغیرہ کی بعض روایات میں اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والے کو منافق کہا گیا ہے مگر اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے بشرطیکہ وہ بغیر کسی حاجت کے نکلا ہو اور واپسی کا بھی ارادہ نہ ہو اور اسی طرح اس چیز کا بھی فقہاء کرام نے استثناء کیا ہے کہ وہ شخص دوسری مسجد میں امامت یا اذان کے لئے نکلے تو جائز ہے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو چکی ہو مکروہ تحریمی ہے یہ غالب حکم پر ہے اور مراد دخول وقت ہے خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس شخص کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلّہ کی مسجد کی طرف جانا ہے درآنحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد سے سبق لینا ہے یا وعظ سننا ہے یا کوئی حاجت ہے اور وہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(درمختار: جز:1،ص:99)

ردالمختار میں قولہ لـلـنهي سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی حاجت و ضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا تو وہ منافق ہے اور اسی میں بحر سے ہے کہ اگر جماعت لوگوں نے اس لیے مؤخر کی کہ وقت مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز تو کوئی شخص چلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو اسے مکروہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہر میں اس پر کلام علماء کی وجہ سے جزم کا اظہار کیا ہے۔ ماتن کا قول الا لـمـن ينتـظـم (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے) وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت شروع ہو چکی ہو۔ (ردالمختار: جز:2،ص:54)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِی الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْإِمَامَ

باب! مؤذن کا امام کا انتظار کرنے کے متعلق

یہ باب مؤذن کا امام کا انتظار کرنے کے حکم میں ہے۔

452 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ ثُمَّ يُمْهِلُ فَاِذَا رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے پھر رک جاتے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لے آتا دیکھتے تو اقامت الصلوٰۃ ہوتی۔

(مستدرک: جز:1،ص:318، معجم الکبیر: جز:2،ص:221، سنن ترمذی: جز:1،ص:339، صحیح ابن خزیمہ: جز:3،ص:14)

تشریح

اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن کو اذان دینے کا تو پورا استحقاق حاصل ہے جب وقت آئے تو کہہ دے مگر اقامت میں اس کو امام کا انتظار کرنا چاہئے۔ جب امام نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں داخل ہو جائے تب اسے چاہئے کہ اقامت کہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِی التَّثْوِيبِ

باب! تثویب کا بیان

یہ باب تثویب کے حکم میں ہے۔

453 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُو يَحْيَى الْقَتَّاتُ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِی الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ قَالَ اخْرُجْ بِنَا فَاِنَّ هٰذِهِ بِدْعَةٌ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو کسی شخص نے ظہر یا عصر میں تثویب کہی ارشاد فرمایا کہ ہمارے ساتھ نکلو اس لیے کہ یہ بدعت ہے۔

(معجم الکبیر: جز:12،ص:403، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:424)

تشریح:

تثویب کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔

1-اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کہنا

2-صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا

3-اذان و اقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا

اگرچہ قول کے ذریعہ ہو جیسے کہ: حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ وغیرہ یا فعل کے ذریعہ ہو۔ جیسے کہ دروازہ کھٹکھٹانا وغیرہ۔

جمہور علماء تثویب کے تیسرے معنیٰ کے قائل نہیں وہ اس کو بدعت مانتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

هذا هو التثويب الذى كرهه اهل العلم واحدثه بعد النبى صلى الله عليه وسلم

اور احناف اس کے قائل ہیں مگر صرف فجر کی نماز میں۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ

قدماء احناف تو اس کو خاص کرتے ہیں صبح کی نماز کے ساتھ کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہے مگر متاخرین نے باقی نمازوں میں بھی اس کی اجازت دی ہے۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ تثویب فجر کی نماز میں تو علی العموم ہے عوام اور خاص سب کے لئے اور باقی نمازوں میں انہوں نے اس کی اجازت دی ہے صرف خواص کے لئے مثلاً امراء اور قضاۃ اور مفتیان کرام اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات امور مسلمین میں مشغول رہتے ہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: متاخرین نے تثویب مستحسن رکھی ہے یعنی اذان کے بعد نماز کے لئے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لئے شرع نے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں کیے بلکہ جو وہاں کا عرف ہو مثلاً الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا قامت قامت یا الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله۔ (درمختار: جز:2،ص:69)

اور عنایہ میں ہے: مغرب کی اذان کے بعد تثویب نہیں ہوتی۔ (العنایہ: جز:1،ص:314)

مگر علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: (مغرب کے بعد) دوبار کہہ لیں تو حرج نہیں۔

(درمختار: جز:2،ص:70)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس کو فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے ''صلوٰۃ'' کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر

مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی یا امام آ گئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اوراس کا اورصلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز ہے جس کی اجازت سے عامۂ کتب مذہب متون مثل

1-تنوالابصار
2-وقایہ
3-نقایہ
4-وغررالاحکام
5-کنز
6-غررالاذکار
7-وافی
8-ملتقی
9-اصلاح
10-نورالایضاح وشروح
11-درمختار
12-ردالمختار
13-طحطاوی
14-عنایہ
15-نہایہ
16-غنیہ شرح منیہ
17-صغیری
18-بحرالرائق
19-نہرالفائق
20-تبیین الحقائق
21-برجندی
22-قہستانی
23-درر
24-ابن ملک
25-کافی
26-مجتبیٰ
27-ایضاح
28-امدادالفتاح
29-مراقی الفلاح
30-وحاشیہ مراقی للعلامۃ الطحطاوی وفتاویٰ
31-مثل ظہیریہ
32-خانیہ
33-خلاصہ
34-خزانۃ المفتین
35-جواہراخلاطی
36-عالمگیری وغیرہا

مالامال ہیں وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین و الخلاف خلاف زمان لابرھان (عام آئمہ متاخرین اسی پر ہیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں)

مختصرالوقایہ میں ہے:

التثویب حسن فی کل صلاۃ (تثویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے)

علامہ غزی تمرتاشی میں ہے:یثوب الافی المغرب (مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لئے تثویب کہی جائے)

شرح محقق علائی میں ہے:یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف ومروجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے تثویب کہی جائے۔

حاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے:قولہ یثوب ،تثویب،اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے،درر،قولہ فی الکل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہئے کیونکہ امور دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی وکاہلی ہوچکی ہے۔قولہ بما تعارفوہ مثلاً کھانسنا یا نماز کھڑی ہوگئی نماز کھڑی ہوگئی یا نماز نماز اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنالیں تب بھی جائز ہے۔نہر نے مجتبٰی سے نقل کیا ہے۔

شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے۔

ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لئے ہے اور وہ متعارف ومشہور طریقہ سے حال ہوگا۔(فتاوٰی رضویہ:جز:8،ص361 تا362)

قولہ عن مجاھد رضی اللہ عنہ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد خاص ہیں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فقیہ اور مفسر تھے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ بھی مکہ معظمہ کے امام مفسرین،فقیہ اور قاری تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے:آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحجاج ہے عبداللہ ابن السائب مخزومی کے آزاد کردہ ہیں مکہ معظمہ کے عظیم الشان تابعی ہیں وہاں کے فقیہ بڑے قاری قرأۃ کے امام مفسرین کے پیشوا ہیں 100 ایک سو میں وفات ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ مشہور تابعی ہیں۔(مرأۃ المناجیح:جز:8،ص:607)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الصَّلٰوةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأتِ الْاِمَامُ يَنْتَظِرُوْنَهُ قُعُوْدًا

باب!اقامت نماز ہوجائے اور امام نہ آئے تو مقتدی بیٹھ کر امام کا انتظار کریں

یہ باب اقامت نماز کے وقت امام کے انتظار کرنے کے متعلق ہے۔

454 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ اَيُّوْبُ وَحَجَّاجٌ الصَّوَّافُ عَنْ يَحْيَى وَهِشَامٍ

الدَّسْتَوَائِيّ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ يَحْيَى وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى وَقَالَا فِيهِ حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عِيسَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ قَالَ حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرْ قَدْ خَرَجْتُ اِلَّا مَعْمَرٌ وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ قَدْ خَرَجْتُ

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اقامت کہنے لگیں تو کھڑے نہ ہوا کریں جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس طرح اس کو ایوب، حجاج صواف، یحییٰ اور ہشام دستوائی نے روایت کیا ہے کہ میں نے یحییٰ کو تحریر کیا اور اس کو معاویہ بن سلام اور علی بن مبارک بن یحییٰ دونوں نے روایت کیا اور اس میں فرمایا حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ نہ لو اور تم پر اطمینان کرنا ضروری ہے۔ معمر نے یحییٰ سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر کے کہا کہ جب تم مجھے دیکھ نہ لو میں گھر سے نکل آیا ہوں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نکل آیا ہوں کی بات معمر کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کی اور اس کو ابن عیینہ نے معمر سے روایت کرتے وقت ''میں نکل آیا ہوں'' والے الفاظ نہیں کہے۔

(السنن الصغیر: جز: 1، ص: 443، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 2، ص: 20، معجم الاوسط: جز: 8، ص: 344، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 465)

455 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ قَالَ اَبُو عَمْرٍو ح و حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّاْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی اقامت رسول اللہ ﷺ کے واسطے کہی جاتی تو لوگ اپنی اپنی جگہ پر نبی کریم ﷺ کے آنے سے قبل ہوتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 2، ص: 20، صحیح مسلم: جز: 3، ص: 278)

456 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَمَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

حمید سے روایت ہے کہ میں نے ثابت بنانی سے نماز کی اقامت ہو چکنے کے بعد کلام کرنے کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ بیان کر کے فرمایا کہ نماز کی اقامت ہو گئی تھی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں آ کر آپ کو کلام کے ذریعے سے اقامت ہو چکنے کے بعد منع

کیا تھا۔

(صحیح البخاری:جز:1،ص:230)

457 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ السَّدُوسِيُّ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ عَنْ اَبِيهِ كَهْمَسٍ قَالَ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ بِمِنًى وَالْاِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا فَقَالَ لِي شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ مَا يُقْعِدُكَ قُلْتُ ابْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ هٰذَا السُّمُودُ فَقَالَ لِيَ الشَّيْخُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْسَجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي الصُّفُوفِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا قَبْلَ اَنْ يُّكَبِّرَ قَالَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَلُونَ الصُّفُوفَ الْاُوَلَ وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَّمْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا

عون بن کہمس نے اپنے والد محترم کہمس سے روایت کیا ہے کہ ہم نے منیٰ میں نماز کے واسطے قیام کیا اور امام نکل چکا تھا تو ہم میں سے کچھ لوگ بیٹھ گئے۔ مجھ سے کوفہ کے ایک شیخ نے ارشاد فرمایا تمہیں کس نے بٹھا دیا میں نے کہا ابن بریدہ نے کہا یہ سمود ہے تو شیخ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن عوسجہ نے بیان کیا تو ان سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہم عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تکبیر سے قبل طویل دیر تک صفوں میں بیٹھے رہتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ ان بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں جو پہلی صفوں میں ملتے ہیں اور کوئی بھی قدم اللہ تعالیٰ کو اس قدم سے زیادہ محبوب نہیں جو صف میں ملنے کے لئے چلا ہو۔

(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:257)

458 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ.قَالَ اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اقامت نماز ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی ایک جانب سرگوشی فرماتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے واسطے تشریف نہ لائے حتیٰ کہ قوم سو گئی۔

(سنن النسائی:جز:3،ص:273،صحیح مسلم:جز:3،ص:37)

459 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ

فِي الْمَسْجِدِ إِذَا رَآهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ لَمْ يُصَلِّ وَإِذَا رَآهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْحَقَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم مِثْلَ ذٰلِكَ

سالم ابوالنضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز قائم کرتے وقت ملاحظہ فرماتے کہ کم لوگ ہیں تو تشریف رکھتے اور جب ملاحظہ فرماتے کہ مکمل جماعت ہوگئی تو نماز پڑھاتے۔ اور ابومسعود زرقی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 459)

تشریح

اگر نماز کے لئے اقامت شروع ہو جائے اور امام بھی مسجد میں نہ آیا ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ کھڑے نہ ہوں بلکہ بیٹھ کر امام کا انتظار کریں۔

اشکال

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ اقامت کا قاعدہ تو یہ ہے کہ اقامت امام کے آنے پر کہی جائے جس طرح کہ گزشتہ باب کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں گزر گیا ہے۔

جواب

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب ظاہر الفاظ حدیث کے مطابق باندھا ہے کیونکہ باب کی حدیث مبارکہ میں ایسے ہی ہے لہٰذا اصل اشکال حدیث پر ہوا جس کا جواب یہ ہے کہ علماء کرام نے کہا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر حجرہ طیبہ پر رہتی تھی وہ توجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہتے تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ دیکھ لیتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آنے کے لئے اپنی جگہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ فوراً اقامت شروع فرما دیتے تھے اور مقتدیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہوتا تھا تو انہی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب تک تم لوگ مجھے مسجد پہنچتے نہ دیکھ لو تو اس وقت تک نہ کھڑا ہوا کرو۔ لہٰذا تعارض نہ ہوا۔

☆ قوله ثابتا البناني عن الرجل يتكلم بعدما تقام الصلوٰة ۔

اقامت الصلوٰۃ اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کی گنجائش ہے یا نہیں؟

تو جواب یہ ہے کہ

اقامت صلوٰۃ اور نماز شروع کرنے کے درمیان بلا حاجت فعل مکروہ ہے اگر ضرورت کی وجہ سے تو جائز ہے یہی احناف

اور جمہور کا مذہب ہے بعض شوافع نے کہا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ احناف کے خلاف ہے کہ ان کے نزدیک اقامت کے فوراً بعد نماز شروع کرنا واجب ہے۔

☆ قوله اذا راٰهم قليلاً جلس

یعنی اقامت ہو چکنے کے باوجود اگر آپ ﷺ یہ محسوس کرتے کہ ابھی تک تمام نمازی نہیں پہنچے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر انتظار فرما لیتے تھے۔

☆ قوله هذا السمود

یعنی عجمی بادشاہوں کی عادت تھی خود بیٹھے رہتے اور لوگ ان کے ادب میں کھڑے رہتے یہ ممنوع ہے۔

☆ قوله محمود بن خالد .

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو اسناد کو بیان کیا ہے ایک حاء تحویل سے قبل والی روایت اور ایک حاء تحویل کے بعد والی روایت۔ پہلی سند میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم محمود بن خالد ہیں اور دوسری سند میں داؤد بن رشید اور ان کے استاد محترم ولید بن مسلم ہیں اور ولید کے استاد محترم اوزاعی ہیں جن کی کنیت ابو عمرو ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي التَّشْدِيْدِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ

باب! ترک جماعت پر تشدید

یہ باب ترک جماعت پر وعیدوں کے متعلق ہے۔

460 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِىْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ قَالَ زَائِدَةُ قَالَ السَّائِبُ يَعْنِىْ بِالْجَمَاعَةِ الصَّلٰوةَ فِى الْجَمَاعَةِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو گاؤں اور بستی میں تین اشخاص کے ہوتے ہوئے جماعت قائم نہ کریں تو شیطان ان پر حاوی ہو جاتا ہے پس تم پر جماعت

ضروری ہے کیونکہ بھیڑیا علیحدہ بکری کو کھا جاتا ہے۔ زائدہ نے فرمایا کہ سائب نے کہا جماعت سے باجماعت نماز ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 425، مستدرک: جز: 1، ص: 374)

461 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیُصَلِّیَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقَ مَعِی بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ اِلٰی قَوْمٍ لَا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ بِالنَّارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کا حکم دوں پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں اس شخص کو ساتھ ساتھ لے کر جاؤں جن کے ساتھ لکڑیوں کی گٹھڑیاں ہوں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں نہیں آتے تو ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 55، معجم الاوسط: جز: 1، ص، 138، سنن ابن ابی ماجہ: جز: 3، ص: 12)

462 حَدَّثَنَا النُّفَیْلِیُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْمَلِیحِ حَدَّثَنِی یَزِیْدُ بْنُ یَزِیْدَ حَدَّثَنِی یَزِیْدُ بْنُ الْاَصَمِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَتِی فَیَجْمَعُوْا حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِیَ قَوْمًا یُصَلُّوْنَ فِی بُیُوْتِهِمْ لَیْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَاُحَرِّقَهَا عَلَیْهِمْ قُلْتُ لِیَزِیْدَ بْنِ الْاَصَمِّ یَا اَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةَ عَنٰی اَوْ غَیْرَهَا قَالَ صُمَّتَا اُذُنَایَ اِنْ لَمْ اَكُنْ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَاْثُرُهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرَ جُمُعَةً وَلَا غَیْرَهَا

یزید بن اصم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنے نوجوانوں کو لکڑیوں کی گٹھڑیاں جمع کرنے کا حکم کروں پھر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بغیر عذر شرعی کے اپنے گھروں پر نماز پڑھتے ہیں تو ان کو آگ سے جلا دوں۔ میں نے یزید بن اصم سے استفسار کیا کہ اس سے جمعہ مراد ہے یا اس کے علاوہ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نہ سماعت کیا ہو جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا تھا۔ جمعہ اور اس کے علاوہ کا تذکرہ نہ فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 462)

463 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِیُّ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنِ الْمَسْعُوْدِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ

اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَافِظُوا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَیْثُ یُنَادٰی بِھِنَّ فَاِنَّھُنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی وَاِنَّ اللّٰہَ شَرَعَ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْھُدٰی وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنْھَا اِلَّا مُنَافِقٌ بَیِّنُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُھَادٰی بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ حَتّٰی یُقَامَ فِی الصَّفِّ وَمَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَہٗ مَسْجِدٌ فِیْ بَیْتِہٖ وَلَوْ صَلَّیْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَتَرَکْتُمْ مَسَاجِدَکُمْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَکَفَرْتُمْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان پانچ نمازوں کی حفاظت کرو جن کی خاطر اذان دی جاتی ہے کیونکہ یہی ہدایت کے راستے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہدایت کے راستے کھلے فرما دیئے تھے اور تحقیق ہم نے نماز سے پیچھے صرف منافق ہی کو دیکھا جس کا نفاق ظاہر ہو چکا تھا ہم نے دیکھا کہ ایک شخص دو اشخاص کے سہارے پر صف میں کھڑا ہو جاتا تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جس کے گھر میں مسجد نہ ہو اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے اور اپنی مساجد کو ترک کر دو گے تو تم نے اپنے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو ترک کیا اور اپنے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو ترک کرو گے لہٰذا تم نے کفر کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:463)

464 حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ اَبِیْ جَنَابٍ عَنْ مَغْرَاءَ الْعَبْدِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْہُ مِنِ اتِّبَاعِہٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلّٰی قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوٰی عَنْ مَغْرَاءَ اَبُوْ اِسْحٰقَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اذان کی آواز سنے اور اس کی اتباع سے کوئی عذر مانع ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوف یا مرض۔ تو اس کی ادا کی ہوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا روایت کیا ہے کہ مغراء ابواسحاق نے۔

(السنن الصغیر: جز:1،ص:432،المستدرک: جز:1،ص:373،السنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:75)

465 حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَھْدَلَۃَ عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ عَنِ ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ رَجُلٌ ضَرِیْرُ الْبَصَرِ شَاسِعُ الدَّارِ وَلِیْ قَائِدٌ لَا یُلَائِمُنِیْ فَھَلْ لِیْ رُخْصَۃٌ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِیْ قَالَ ھَلْ

تَسْمَعُ النِّدَاءَ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَا اَجِدُ لَكَ رُخْصَةً

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نابینا ہوں، گھر بھی قریب نہیں اور جو مجھے لاتا اس پر بھی کوئی جبر نہیں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ اذان کی آواز کو سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ کو کوئی رخصت نہیں ہے۔

(المستدرک: جز:1، ص:375، معجم الاوسط: جز:5، ص:148، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:13، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:58)

466 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّ هَلًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذَا رَوَاهُ الْقَاسِمُ الْجَرْمِيُّ عَنْ سُفْيَانَ لَيْسَ فِي حَدِيْثِهٖ حَيَّ هَلًا

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مدینہ منورہ میں کیڑے مکوڑے، درندے کثیر ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو تو ان کو سن کر حاضر ہوا کرو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو قاسم جرمی نے سفیان سے روایت ہے کہ ان کی حدیث مبارکہ میں حی ھلا نہیں ہے۔

(المستدرک: جز:1، ص:374، سنن النسائی: جز:3، ص:369، صحیح ابن خزیمہ: جز:2، ص:367)

تشریح

یہاں پر چند ابحاث ضروری ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث

جماعت میں آئمہ کرام کے نظریات

جماعت فرض ہے یا واجب؟

حنابلہ کا نظریہ

امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور بغیر جماعت کے نماز جائز ہی نہیں۔

(المغنی: جز:1، ص:228)

دلیل

ان کی دلیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کا گھر جلانے کا ارادہ فرمایا اور ابن ماجہ اور ابوداؤد کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاعذر بغیر جماعت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔

جواب

اس دلیل کا یہ جواب ہے کہ

یہ دلیل اولاً اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ اس میں خبر واحد سے فرضیت پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ ظنی الثبوت ہوتی ہے اور فرضیت کے لئے قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جس حدیث مبارکہ میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھر جلانے کے ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی لزوم اور فرضیت پر دلالت کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔

پہلا اس لیے کہ

آپ کا یہ قصد منافقین کے متعلق تھا۔

دوسرا اس لیے کہ

اگر جماعت سے پڑھنا فرض عین ہوتا تو آپ ﷺ کسی اور کو امام بنا کر خود جماعت ترک نہ فرماتے۔

تیسرا اس لیے کہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ جماعت سے نماز کا ثواب تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو تنہا نماز پڑھنا جائز ہی نہ ہوتا۔

چوتھا اس لیے کہ

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے حج کے موقع پر ساتھ تھا میں نے آپ ﷺ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی نماز ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ نے قوم کے آخر میں دو شخصوں کو دیکھا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو بلا کر لے آؤ۔ تو انہیں بلا کر لایا گیا اس حال میں کہ خوف کی وجہ سے ان کی گردن کی رگیں لرز رہی تھیں۔

آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی؟

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ ہم نے اپنی قیام گاہ میں پہلے نماز پڑھ لی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کیا کرو جب تم نے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لی ہو اور پھر مسجد میں جماعت کو پاؤ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی: ص:59)

دیکھو اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ ﷺ ارشاد فرما دیتے تمہاری نماز نہیں ہوئی۔

پانچواں اس لیے کہ

محمود بن ربیع انصاری سے روایت ہے کہ

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں نماز پڑھاتے تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ بارش اور سیلاب کی وجہ سے میں مسجد میں نہیں جا سکتا آپ ﷺ میرے گھر تشریف لا کر نماز پڑھا دیں تا کہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں تشریف لا کر نماز پڑھا دی۔ (صحیح بخاری: جز:1 ص:60)

اس طرح آپ ﷺ نے انہیں بلا جماعت نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرما دی۔

شوافع کا نظریہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1 ص:231)

دلیل

ان کی دلیل سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو وہ شیطان سے مغلوب ہیں تم جماعت کو لازم کر لو کیونکہ بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:460)

جواب

اس حدیث مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ یہ سنن کی حدیث مبارکہ ہے اور صحیحین یعنی بخاری اور مسلم کی حدیث مبارکہ کے مقابلہ میں مرجوح ہے جس سے فرض کفایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت کھڑی کرانے کے بعد ان لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ کیا جنہوں نے نماز جماعت سے نہیں پڑھی تھی اور فرض کفایہ کا قاعدہ یہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے اس کی فرضیت دوسروں سے ساقط ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض کفایہ ہوتی تو جب بعض لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تھی تو آپ ﷺ ان دوسرے لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ نہ فرماتے جنہوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ بعض لوگوں کی

جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینے سے ان سے فرضیت ساقط ہوگئی تھی۔

احناف و مالکیہ کا نظریہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے۔

(بدایہ مع فتح القدیر: ج:1، ص:299) (بدایۃ المجتہد: ج:1، ص:102)

دلیل

ان کی یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور سنن ہدیٰ میں سے یہ بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے جماعت چھوڑنے والے شخص کی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

(صحیح مسلم: ج:1، ص:233)

فقہاء کرام کے نظریات

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

داؤد ظاہری، عطاء، ابوثور، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ فرض کفایہ ہے۔

غایت میں مذکور ہے کہ

ہمارے عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:300)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مردوں کے حق میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

زاہدی نے کہا کہ

تاکید سے مراد وجوب ہے مگر جمعہ اور عید میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے اور غیر رمضان اور نوافل میں بہ طور تداعی کے جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ محلّہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماع کا تکرار کرنا مکروہ ہے۔ راستہ کی مسجد میں یا جس مسجد میں کوئی امام معین نہ ہو اور نہ مؤذن ہو وہاں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار: جز:1، ص:371)

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی لکھتے ہیں:

عاقل بالغ، آزاد قادر پر جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گناہ گار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کر دے تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گناہ گار ہوں۔

(غنیۃ المتملی: ص:508)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں:

فرض نمازوں کے لئے یا قضا نمازوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے اور جمعہ کے سوا کسی نماز میں جماعت واجب نہیں ہے۔

(الخرشی علی مختصر خلیل: جز:2، ص:17)

اس پر دلائل یہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا۔

اور اس نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہیں ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمادی جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کو بلایا۔

اور ارشاد فرمایا: تم اذان کی آواز سنتے ہو؟

اس نے عرض کیا:

ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر نماز کے لئے جاؤ۔ (صحیح مسلم: جز:1، ص:238)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہماری رائے یہ تھی کہ نماز کی جماعت صرف وہ شخص چھوڑتا ہے جو ایسا منافق ہو جس کا نفاق معلوم ہو یا وہ بہت بیمار ہو، بے شک ایک بیمار آدمی دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چل کر نماز پڑھنے کے لئے جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سنن الہدیٰ کی تعلیم دی اور سنن الہدیٰ میں سے یہ ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔

(صحیح مسلم: جز: 1، ص: 232)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے اس کو چاہئے کہ جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو وہ ان کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنن الہدیٰ میں سے ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ فلاں تارک جماعت اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کردو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

(صحیح مسلم: جز: 1، ص: 232)

ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ملتی ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

جمعہ میں جماعت فرض عین ہے اور باقی فرائض میں جماعت کے بارے میں اختلاف ہے۔

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ

فرض کفایہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ سنت ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

یہ فرض عین ہے۔ (روضۃ الطالبین: جز: 1، ص: 343)

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر پانچ وقتوں کی نماز کے لئے جماعت واجب ہے۔

شیخ تقی الدین وغیرہ نے کہا ہے کہ

یہ فرض کفایہ ہے۔ (الانصاف: جز: 2، ص: 210)

دوسری بحث

تارکِ جماعت کا حکم

عمداً ترک جماعت بلا وجہ شرعی گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔

مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

بلا وجہ شرعی عمداً ترک جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ''اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت اپنے گھروں میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے'' یعنی متقی لوگوں کے راستے سے ہٹ جاؤ گے اور اگر کسی نے ترک جماعت کو حلال جانا یا ہلکا سمجھا تو یہ دین سے گمراہ ہونا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:29،ص:284)

اور فتاویٰ رضویہ کی جلد سولہ میں فرماتے ہیں کہ

جو بلا عذر صحیح شرعی ترک جماعت کیا کرے فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔

غنیہ میں ہے۔

بلا عذر ترک جماعت کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔

نہر الفائق میں ہے۔

بلا عذر ایک بار جماعت کو چھوڑنا عراقیوں کے قول کے مطابق موجب گناہ ہے اور خراسانی تب اس کو گناہ قرار دیتے ہیں جب وہ ترک جماعت کو عادت بنا لے۔

ردالمحتار صدر واجبات میں ہے۔

راجح قول کے مطابق جماعت واجب ہے یا حکم واجب میں ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ تارک جماعت فاسق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:16،ص558 تا559)

اور جلد (10) دس میں فرماتے ہیں۔

ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:10،ص:768)

اور فتاویٰ رضویہ کی جلد گیارہ 11 میں ہے۔

بلا شبہ بلا عذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق و مسقط عدالت و وجہ رد شہادت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:11،ص:304)

تیسری بحث

جماعت کا سنن ہدیٰ ہونا

حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ ان پانچ نمازوں کی حفاظت کرو جن کے لئے اذان دی جاتی ہے کیونکہ یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے واسطے سنن الہدیٰ واضح فرما دیئے تھے۔ سنت کی دو قسمیں ہیں 1۔سنن الہدیٰ، 2۔سنن زوائد۔

اب یہاں پر سنت کی تعریفات اور اقسام واحکام و حجت بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

سنت کا معنیٰ ہے۔

طریقہ

اور سنت النبی کا معنیٰ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ (المفردات: ص:245)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

سنت کا لغوی معنیٰ ہے۔

طریقہ اور سیرت

اور اس کا شرعی معنیٰ ہے۔

جس کام کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو اس کو قولاً یا فعلاً مستحب قرار دیا ہو۔ اور یہ کام اس زمرے سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت ہیں یعنی قرآن وحدیث۔

حدیث مبارکہ میں ہے میں بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ تمہارے لیے سنت قائم ہو یعنی مجھ پر نسیان اس لیے طاری کیا جاتا ہے تا کہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی رہنمائی کروں اور یہ بتلاؤں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو وہ کیا کریں اور اسی معنیٰ میں حدیث ہے کہ حضور انور ﷺ وادی محصب میں اترے اور اس کو سنت نہیں کیا کبھی آپ کوئی کام کسی سبب خاص سے کرتے اور لوگوں کے لئے اس کو مشروع نہیں کرتے کبھی کسی سبب سے کوئی کام کرتے اور سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کام کو مشروع رکھتے جیسے پہلے نماز کو قصر کرنا سفر میں خوف کی وجہ سے تھا بعد میں خوف نہ ہونے کے شکل میں بھی سفر میں قصر کو قائم رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے رمل کیا اور اس کو سنت نہیں قرار دیا یعنی تمام امت کے عمل کے لئے اس کو قائم نہیں رکھا کیونکہ یہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا وہ یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے اصحاب کی قوت دکھائیں مگر یہ صرف حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ ہے باقی آئمہ طواف قدوم میں رمل کو سنت قرار دیتے ہیں۔ (نہایہ: جز:2،ص:409)

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

سنت کا شرعی معنیٰ ہے بغیر فرضیت اور وجوب کے جو طریقہ دین میں رائج کیا گیا ہو جس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت ہے اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو یہ سنن الہدیٰ ہیں اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن الزوائد ہیں۔ سنت الہدیٰ وہ ہے جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کے لئے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہیت یا اساءت ہے اور سنن الزوائد وہ ہیں جن پر عمل کرنا مستحسن ہے اور ان کا ترک کراہت نہیں ہے اور نہ اساءت ہے جیسے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، سنن الہدیٰ کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں جیسے اذان اور اقامت، سنت مؤکدہ کا مطالبہ واجب کی طرح ہے مگر واجب کے ترک پر سزا کا استحقاق ہے اور اس کے (احیاناً) ترک پر عتاب نہیں ہے۔ (کتاب التعریفات: ص53 تا54)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

بغیر لزوم کے دین میں جو طریقہ دائماً رائج کیا گیا ہو وہ سنت ہے۔

اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ

اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اس کے (احیاناً) ترک کرنے پر عتاب اور ملامت ہے اور سزا نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کو دائماً کیا ہو اور کبھی ترک نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے جیسے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی ترک نہیں فرمایا اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ترک فرمایا وہ سنت غیر مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو کبھی ترک نہ فرمایا ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ وجوب کی دلیل اور علامت ہے۔ (البحر الرائق: جز:1،ص:17)

سنت کے تارک کے بارے میں حکم اس طرح ہے۔

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں:

قنیہ میں مذکور ہے کہ

سنت (مؤکدہ) کا تارک فاسق ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے۔

اور تلویح میں مذکور ہے کہ

سنت مؤکدہ کو ترک کرنا حرام کے قریب ہے اور اس کا تارک شفاعت سے محروم ہونے کا مستحق ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔

اور شیخ زین نے شرح المنار میں لکھا ہے کہ

سنت مؤکدہ کے ترک سے گناہ گار ہوگا مگر یہ گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہوگا۔ (حاشیہ مراقی الفلاح: ص:39)

علامہ طحطاوی نے تلویح کے حوالہ سے اس حدیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے ''جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا'' یہ حدیث مبارکہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے اور یہ حدیث مبارکہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے میری شفاعت ہے'' اور سنت کا ترک گناہ کبیرہ نہیں ہے فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور سنت کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے بھی کم درجہ کا ہے۔ اگر بالفرض یہ حدیث مبارکہ ہو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو سنت مؤکدہ کو بہ طور تخفیف یا بہ طور انکار ترک کرے۔

علامہ شامی نے ابن الحاج کی شرح تحریر کے حوالے سے لکھا ہے۔

جو شخص بلا عذر سنت مؤکدہ کو بہ طور اصرار ترک کرے وہ ملامت کئے جانے اور عذاب کا مستحق ہوگا مگر سنت مؤکدہ کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہے۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:452)

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں۔

1- حرم شریف میں الحاد و زیادتی کرنے والا

2- اور اسلام میں جاہلیت کی سنت چاہنے والا

3- اور ناحق کسی کی خونریزی کے لئے اس کے قتل کی تلاش میں رہنے والا۔ (صحیح البخاری: جز:2، ص:1016)

علامہ طیبی سے مجمع البحار میں ہے۔

جب سنت جاہلیت کی طلب پر یہ وعید ہے تو برتنے والا بدرجۂ اولیٰ۔ (مجمع بحار الانوار: جز:3، ص:32)

مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے غیر کی سنت پر عمل کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: جز:3، ص:415)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ص:134)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرے گروہ سے نہیں۔ (کنز العمال: جز:7، ص:98)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت کا خلاف کرے وہ میرے زمرے سے نہیں۔
(تاریخ بغداد الخطیب: جز:7،ص:209)

حضرت ابن الفاروق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت اختیار کرے وہ میرا اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔
(کنز العمال: جز:8،ص:244)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یعنی ہر کام کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو ایک فتور تو جو فتور کے وقت بھی میری سنت ہی کی طرف رہے ہدایت پائے اور جو دوسری جانب ہو ہلاک ہو جائے۔ (کنز العمال: جز:16،ص:276)
حجیت سنت پر چند دلائل عرض کرتا ہوں۔
قرآن مجید میں ہے: وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7)
اور رسول تم کو جو (احکام دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔
اور مقام پر ارشاد فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: 80)
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔
اور مقام پر ارشاد فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
(آل عمران:31)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔
حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، احکام کو سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تم پر حبشی غلام مسلط کر دیا جائے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلاف دیکھیں گے۔ تم دین میں نئی نئی باتیں نکالنے سے خود کو بچانا کیونکہ یہ گمراہی ہے تم میں سے جو شخص اس چیز کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے اور خلفاء راشدین، مھدیین کی سنت پر عمل کرے اور اس کو داڑھوں سے پکڑ لے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2685)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت ضرور وہ کام کرے گی جو بنو اسرائیل نے کیے تھے بالکل برابر برابر حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلم کھلا بدکاری کی ہو تو میری امت میں بھی لوگ ایسا کریں گے اور بنو اسرائیل (72) بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں منقسم ہو گی اور ایک فرقے کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سا فرقہ ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس ملت پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2650)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا! تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟

انہوں نے کہا:

میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کتاب میں نہ ہو؟

انہوں نے کہا:

پھر سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ہو؟

انہوں نے کہا:

میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو توفیق عطا فرمائی۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1332)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ سوالات کیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک زمانہ تھا ہم بالکل فیصلہ نہیں کرتے تھے اور ہم اس مقام پر فائز نہ تھے پھر اللہ عزوجل نے ہمارے لیے وہ چیز مقدر کر دی جو تم دیکھ رہے ہو سو آج کے بعد جس شخص کو فیصلہ کرنا پڑے وہ کتاب اللہ کے مطابق

فیصلہ کرے پھر اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو جس کا حل کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ الخ
(سنن النسائی: رقم الحدیث 5412)

☆ ولو ترکتم سنۃ نبیکم لکفرتم
اگر تم گھروں میں نمازیں پڑھو گے تو اپنے نبی کی سنت کو ترک کرو گے تو تم نے کفر کیا۔
یہاں کفر کے چند محمل ہیں۔
یا تو کفر سے مراد مطلق ضلالت و گمراہی ہے جس طرح صحیح مسلم کی روایت میں ہے لضللتم۔
یا یہ مراد ہے کہ
اگر کفر سے مراد کفر ہی لیا جائے تو مطلب ہوگا ترک سنت کے وبال میں آہستہ آہستہ دوسری سنتیں چھوٹتی چلی جائیں گی اور پھر اس کی نحوست کے وبال سے واجبات اور فرائض چھوٹتے چلے جائیں گے اور پھر آگے یوں نہ ہو اسلام ہی سے خارج نہ ہو جائے۔ حاصل اس تاویل کا یہ ہے کہ کفر سے کفر بالفعل مراد نہیں بلکہ بالقوہ ہے جس کو مفضی الی الکفر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

☆ قولہ یا رسول اللہ ﷺ انی رجل ضریر البصیر الخ
حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نابینا شخص ہوں گھر دور ہے اور جو مجھے لے کر آتا ہے میرا اس پر کوئی جبر بھی نہیں تو کیا آپ ﷺ مجھے اجازت عطا فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر پر نماز پڑھ لیا کروں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اذان کی آواز سنتے ہو تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ کو اجازت نہیں ہے۔

اشکال

یہاں پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ نابینا ہونا شرعاً عذر ہے کما قولہ تعالیٰ لیس علی الاعمی حرج تو آپ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اجازت کیوں نہیں عطا فرمائی حالانکہ ایک صحابی جن کا نام عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ ہے انہوں نے بھی آپ ﷺ سے اسی طرح کے اعذار بیان کر کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تھی جس پر آپ ﷺ نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔

جواب

اس کے چند جوابات ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ
یہ واقعہ آیت عذر کے نزول سے قبل کا ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ

آپ ﷺ کی مراد نفی رخصت سے نفی جواز نہیں بلکہ مقصود احراز کی فضیلت کی نفی ہے یعنی ان صحابی کا مقصود یہ تھا کہ اگر میں اپنے عذر کی وجہ سے مسجد کی جماعت ترک کر دوں تو چونکہ یہ ترک کرنا عذر کی بناء پر ہوگا تو کیا اس صورت میں بغیر جماعت کے فضیلت جماعت حاصل ہوگی یا نہیں آپ ﷺ نے انکار فرمایا۔ اسی جواب کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہ صرف اسی صحابی کے ساتھ مخصوص ہے

مسئلہ

جو ترک جماعت کے لئے عذر ہیں وہ یہ ہیں۔

1-مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔

2-اپاہج

3-جس کا پاؤں کٹ گیا ہو۔

4-جس پر فالج گرا ہو۔

5-اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے۔

6-اندھا اگر چہ اندھے کے لئے کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے۔

7-سخت بارش اور

8-شدید کیچڑ کا حائل ہونا

9-سخت سردی

10-سخت تاریکی

11-آندھی

12-مال یا کھانے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

13-قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے۔

14-ظالم کا خوف

15-پاخانہ

16-پیشاب

17-ریاح کی حاجت شدید ہے۔

18-کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو۔

19-قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہے۔
20-مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لئے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا۔
یہ سب ترک جماعت کے لئے عذر ہیں۔ (درمختار: جز:2،ص347 تا349)

قولہ یا ابا عوف الجمعۃ عنٰی او غیرھا

گھروں کو آگ لگانے کی وعید سن کر یزید بن اصم نے پوچھا اے ابوعوف اس سے جمعہ مراد ہے یا دوسری کوئی نمازیں۔ فرمایا کہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی نہ سنا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت فرماتے تھے یعنی میں نے مطلق نماز ہی کے متعلق میں یہ وعید سنی ہے میرے استاد نے جمعہ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ
صحیح مسلم کی روایت میں جمعہ کی قید موجود ہے۔

انہ قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ بعض روایات میں عشاء کی نماز کا ذکر ہے اور بعض روایات میں جمعہ کی نماز کا ذکر ہے اور بعض روایات میں مطلق نماز کا ذکر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام صحیح ہیں ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

قولہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے قبل ایمان لائے، آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور صاحب اسرار بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے ہزلی ہیں، پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ناپسند کریں۔ اخلاق، عادات واطوار، طریقہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے، دراز قد، گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر مبارک پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے تھے۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:567)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابو عبدالرحمٰن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام مسعود تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟

میں نے کہا:

ہاں! لیکن میں امین ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک شش ماہہ بکری لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دودھ پیو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا۔

سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔

اور میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کلام (قرآن مجید) کی تعلیم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اور ارشاد فرمایا: تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب

سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین پہناتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشیدہ گفتگو سننے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک لانے والے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ابوجہل کے سینہ پر سوار ہو کر آپ رضی اللہ عنہ نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا! مجھے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ۔

میں نے عرض کیا!

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سناؤں! حالانکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۝

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا!

ہمیں اس شخص کے بارے میں بتایئے جو اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو تاکہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سنیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

جو شخص اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 32ھ میں وصال فرما گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ اور چند سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص256 تا260)

اس کی تحقیق کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ "وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝" کے بجائے "والذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى" پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قرأت متواترہ میں یہ آیت اس طرح ہے۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝

اور ایک روایت میں ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ کو اس طرح پڑھتے تھے۔

والذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى

اور اس سے قبل "وَمَا خَلَقَ" نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم شام میں گئے تو ہمارے پاس حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے۔

تو انہوں نے کہا:

تم میں سے کوئی ہے جو اس آیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے موافق پڑھتا ہو؟

میں نے کہا:

جی ہاں! میں ہوں۔

انہوں نے کہا:

تم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟

میں نے کہا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىo وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىo

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے مگر یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اس طرح پڑھوں۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰىo

اور میں ان کی اتباع نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4944)

ابوبکر الانباری نے کہا:

اس قسم کی ہر حدیث مردود ہے اور اجماع کے خلاف ہے اور امام ابوحمزۃ اور امام عاصم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی ایسی قرأت روایت کی ہے جو اجماع کے موافق ہے اور جو سنداً اجماع کے موافق ہو۔ اس کو قبول کرنا اس سند سے اولیٰ ہے جو اجماع کے مخالف ہو۔ جس نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے ہوسکتا ہے وہ بھول گیا ہو یا غافل ہو اور اگر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ صحیح ہو اور اس کی سند مقبول اور معروف ہو تب بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اس کی مخالفت کرتے تھے لہٰذا اس حدیث مبارکہ پر عمل کرنا چاہئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت سے ثابت ہو اور اس کو چھوڑ دینا چاہئے جو کسی ایک صحابی کی روایت ہو کیونکہ ایک شخص کو تو نسیان ہوسکتا ہے مگر پوری جماعت اور پوری ملت کو نسیان نہیں ہوسکتا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:20، ص72 تا73)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

یہ قرأت صرف علقمہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور ان کے علاوہ لوگوں نے "وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰىo" کی تلاوت کی ہے اور اسی پر سب کا اتفاق ہے حالانکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تک سند بہت قوی ہے۔

اور ہوسکتا ہے کہ

والذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو اور یہ نسخ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور علقمہ تک نہ پہنچا ہو۔ تعجب اس پر ہے کہ حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی مگر کسی نے بھی اس کے موافق قرأت نہیں کی اور نہ اہل شام نے۔ اس سے بھی یہ بات قوی ہو جاتی ہے کہ 'والذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى' کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

(فتح الباری: ج:9، ص:724)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ

اس معاملہ میں اور ایسے دوسرے امور میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ پہلے یہ قرأت تھی پھر منسوخ ہوگئی اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی ان کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوسکا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ "والذکر و الانثی" کی قرأت اس وقت کی ہو جب ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف نہیں پہنچا تھا اور اس پر اجماع ہے کہ اس میں ہر منسوخ التلاوت آیت کو حذف کردیا گیا ہے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ظاہر ہوگیا تو پھر کسی کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (عمدۃ القاری: جز:19،ص:426)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف جمہور کے مصحف کے مخالف تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے پاس بھی آپ کا مصحف تھا۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراض کیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ وہ اس مصحف کو ترک کرکے جمہور کے مصحف کی موافقت کریں اور آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مصاحف کو جلادیں جس طرح کہ دوسرے مصاحف کو جلادیا گیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور اپنے شاگردوں سے یہ کہا کہ تم لوگ اس مصحف کو چھپادو اور جب تم اس کو چھپاؤ گے تو قیامت کے دن اس کو لے کر حاضر ہوگے اور اس میں تمہاری فضیلت ہوگی پھر بطور انکار فرمایا! مجھے اس مصحف کے مطابق قرأت سے کون روکتا ہے؟ جس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے خود سنا ہے۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:293)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سات قرأت یعنی سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور ہر قبیلہ اپنی اپنی قرأت کے مطابق پڑھتا تھا۔ جب بکثرت فتوحات ہوئیں اور لوگ ناواقفیت کی بناء پر ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں لغت قریشی پر جمع کیا گیا تھا۔ اس نسخہ کی نقول تمام شہروں میں بھجوادیں اور باقی مصاحف کو منگوا کر جلادیا تاکہ امت میں اختلاف نہ ہو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ تمام مصاحف کا باقی رہنا قرآن مجید میں التباس اور اختلاف کا موجب ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد تھی۔ انہوں نے اپنے مصحف کو چھپا لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا کوئی اور شخص اس کو نکلوانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تمام شہروں میں بھجوائے تھے وہ مشہور ہوگئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی موافقت کی اور اس کو پڑھا جانے لگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ترک کردیا گیا اور وہ چھپا رہا حتیٰ کہ جب مصر میں بنوعبید کی حکومت ختم ہوگئی اور معز کی حکومت شروع ہوئی تو ان کے خزانوں میں وہ مصحف پایا گیا اور صدرالدین قاضی الجماعۃ نے اس کو جلانے کا حکم دیا۔ ہم نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح ہی سنا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:6،ص:291)

قولہ عن ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا خلیفہ مقرر فرما جاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآن مجید کی سورہ عبس نازل ہوئی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے زیادہ مشہور یہی نام ہے بعض حضرات نے عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو مکہ مکرمہ میں ابتداءً اسلام لائے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کر جاتے۔

ابن عبد اللہ نے کہا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ

جنگ قادسیہ سے آپ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے تھے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق قرآن مجید میں سورۂ عبس اور غیر اولی الضرر ایک آیت نازل ہوئی۔ (الاصابہ: ج:2،ص:523)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ ہے۔

اور اکثر مؤرخین نے کہا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبد اللہ ہے یہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے یہ بہت پہلے اسلام لے آئے تھے اور مہاجرین اولین میں سے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے قبل مدینہ منورہ میں آ گئے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

غزوہ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد آئے تھے۔

پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عام غزوات میں مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بناتے تھے اور یہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے یہ جنگ قادسیہ میں گئے اور وہیں شہید ہو گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہاں سے آ کر وصال فرما گئے۔

امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو تیرہ (13) غزوات میں اپنا خلیفہ بنایا۔

(الاصابہ: رقم الحدیث: 5780) (الاستیعاب: رقم الحدیث: 1969)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

شعبی بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ تیرہ (13) غزوات میں تشریف لے گئے اور ہر غزوہ میں آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

فائدہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

اور مشہور یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمرو بن قیس ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ام مکتوم ہے۔ حضرت عمرو بن مکتوم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ جنگ بدر سے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور القراء میں ٹھہرے۔ یہ مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لئے اذان دیتے تھے اور عام غزوات میں رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ

یہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ بدر گئے ہوئے تھے تو یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: جز: 4، ص 205 تا 206)

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری متوفی 630ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور جب رسول اللہ ﷺ حجۃ

الوداع کے لئے تشریف لے گئے تب بھی آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنایا تھا۔ (اسد الغابہ: رقم الحدیث: 1969)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں سورہ عبس نازل ہوئی جو نابینا تھے آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے! یا رسول اللہ ﷺ مجھے ہدایت دیجئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس قریش کے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض کیا اور دوسروں کی جانب متوجہ رہے۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے کہا:

کیا آپ ﷺ کے خیال میں میری بات میں کوئی حرج ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، اس کے متعلق یہ سورت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3331)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اس آیت اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ο کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

جس وقت رسول اللہ ﷺ عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور عباس بن عبد المطلب وغیرہم کو اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کے اسلام لانے کے درپے تھے اور اس پر بہت حریص تھے کہ وہ ایمان لے آئیں تا کہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے ان کے پیروکار بھی اسلام لے آئیں اس وقت ایک نابینا شخص عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے وہ نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھانے کا سوال کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو علم دیا ہے اس میں سے مجھے تعلیم دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات آئے اور آپ ﷺ دوسروں کی طرف متوجہ رہے تب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 28143)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو جو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی دخل اندازی سے ناگواری ہوئی تھی اس کا اگر تمام روئے زمین کے لوگوں کی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ اس وقت کافر سرداروں کو نصیحت کر رہے تھے اور ان کو اسلام کی طرف راغب کر رہے تھے اس توقع پر کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور ان کے اسلام لانے سے ان کی قوم کے بہت لوگوں کے اسلام لانے کی توقع تھی اور جب وہ اسلام لے آتے تو اسلام کو بہت زیادہ تقویت ہوتی اور نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ اجر و ثواب ہوتا اور جب حضرت عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے درمیان میں سوال کرنے سے آپ ﷺ کی وہ نصیحت منقطع ہو گئی تو جس اجر و ثواب کی آپ ﷺ کو توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ سو اس وجہ سے اس موقع پر آپ ﷺ کا منقبض اور تنگ دل ہونا کوئی بعید چیز نہیں ہے۔ نیز آپ ﷺ کے چہرے پر جو ناگواری کے تاثرات آئے اور ماتھے پر بل ظاہر ہوئے اور

آپ ﷺ نے پیٹھ موڑی۔ یہ ایسے امور ہیں جن کا تعلق مشاہدہ کرنے اور دیکھنے سے ہے اور حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے یہ تاثرات نہیں دیکھے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے ان سے سرد مہری کا سلوک کیا اور آپ ﷺ کافر سرداروں کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے متوجہ تھے اور اگر آپ ﷺ ان سے بے رخی اختیار کرتے تو نہ صرف ان کے اسلام لانے کی توقع نہ رہتی بلکہ ان کی وجہ سے ان کی قوم کے اور دیگر لوگوں کے اسلام لانے کی توقع بھی ختم ہو جاتی اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار کو اسلام کی دعوت دیں خواہ اس کوشش میں ہماری جانیں چلی جائیں اور ہمارا تمام مال خرچ ہو جائے اور اس کوشش میں اگر ہم کسی مسلمان کی طرف توجہ نہ کریں یا اس سے بے رخی برتیں تو اس عظیم مقصد کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تبلیغ اسلام کے بلند پایہ کام کے مقابلہ میں یہ کوئی قابل ملامت چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کا منصب عطا فرمایا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام بعض اوقات اپنے اجتہاد سے کوئی کام اللہ تعالیٰ سے اذن لیے بغیر کر لیتے ہیں وہ کام اپنی جگہ پر صحیح ہوتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کام کی اجازت نہیں لی ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ اس کام پر عتاب فرماتا ہے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے علاقہ سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا اگرچہ یہ کام حضرت یونس علیہ السلام کے بجائے کوئی عام شخص کرتا تو اس کی حمد و ثناء کی جاتی اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

1- حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے لوگ کافر تھے اور حضرت یونس علیہ السلام کے دین کی وجہ سے ان کے دشمن تھے سو یونس علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے کہ ان سے نجات پا جائیں اور اپنے دین کو سلامت رکھیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی عام شخص ایسا کام کرتا تو اس کی بہت مدح سرائی کی جاتی۔

2- جب حضرت یونس علیہ السلام ان کے کفر اور ان کی گمراہی کی وجہ سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو آپ کا چلا جانا ان کی گمراہی اور کفر ترک کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لئے انجام کار بہتر مؤثر ہوا، سو حضرت یونس علیہ السلام کا یہ اقدام ان کو نصیحت کرنے میں بہت مؤثر ثابت ہوا۔

3- حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے اس لیے چلے گئے کہ دوسرے لوگوں سے اپنے دین کی حمایت اور نصرت حاصل کریں اور جب خود ان کی قوم دین کے معاملہ میں ان کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی تھی تو دوسرے لوگوں سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا بہت مناسب اور مستحسن تھا۔ ان تین وجوہات کے پیش نظر اگر کوئی عام آدمی قوم کے پاس سے چلا جاتا تو ضرور مستحسن ہوتا لیکن نبی کا معاملہ مختلف ہوتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے ہر وقت رابطہ رہتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی اہم فیصلہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہ کرے اور چونکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر قوم کے پاس سے چلے گئے تھے اس لیے ان پر عتاب فرمایا گیا۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہ کر کے سرداران قریش کو تبلیغ اسلام میں مشغول رہنا اپنی جگہ پر بہت عظیم عبادت اور بہت بڑی نیکی تھی اور اگر کوئی عام آدمی یہ کام کرتا تو اس کے لئے یہ تمام

روئے زمین کی نیکیوں سے بڑھ کر عظیم کام تھا مگر چونکہ آپ ﷺ نبی تھے اور آپ ﷺ کا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رابطہ تھا اور آپ ﷺ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے اذن مخصوص لیے بغیر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہ کر کے سرداران قریش کی طرف تبلیغ میں مشغول رہے اس لیے آپ ﷺ پر ان آیات میں عتاب فرمایا۔

ثوری نے بیان کیا ہے کہ

اس کے بعد جب بھی نبی کریم ﷺ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ فرماتے تو ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔

اور ارشاد فرماتے۔

مرحبا ہو جس شخص کے لئے میرے رب عزوجل نے مجھ پر عتاب فرمایا۔

اور ارشاد فرماتے۔

کیا آپ کو کوئی کام ہے؟

اور آپ ﷺ نے ان کو دوبار مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا۔

ان آیات عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے دل میں تمام جہان والوں کے لئے شفقت اور رحمت رکھی تھی اور آپ ﷺ کی شفقت یہاں تک تھی کہ جو کفار اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی توحید پر ایمان نہیں لاتے تھے آپ ﷺ کو ان کا اس قدر غم ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ آپ ﷺ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعراء:3)

شاید آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ (النمل:7)

آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ط (فاطر:8)

سو آپ ان کے غم میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

اور ان آیات کی نظیر یہ آیت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط (التحریم:1)

اے نبی! جو چیزیں اللہ نے آپ کے لئے حلال کر رکھی ہیں آپ ان کے نفع سے اپنے آپ کو کیوں روک رہے ہیں آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں۔

اس آیت میں آپ ﷺ کو اپنی بیویوں کی رضا جوئی سے منع نہیں فرمایا کیونکہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ط وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ط

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ (الاحزاب:51)

آپ ان ازواج میں سے جن کو چاہیں دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس رکھ لیں اور آپ جن کو الگ کر چکے ہیں ان میں سے کسی کو اپنے پاس بلالیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اس میں اس کی زیادہ توقع ہے کہ ان کی ازواج کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہوں اور آپ جو کچھ بھی ان کو دیں اس پر وہ سب راضی رہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ التحریم میں آپ ﷺ کو ازواج کی رضا جوئی سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ آپ ﷺ اس قدر مشقت نہ اٹھائیں کہ ازواج کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کے نفع سے اپنے آپ کو روک لیں۔

اس لیے سورۂ عبس کی ان آیات کا محمل یہ ہے کہ

سرداران قریش کا ایمان سے اعراض کرنا آپ ﷺ پر اس قدر گراں گزرتا تھا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی "عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝" اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ ﷺ کے چہرے پر کس قدر شدید ناگواری ہوتی تھی نہ یہ کہ اس آیت میں آپ ﷺ کو ملامت کی گئی ہے یا آپ ﷺ پر عتاب کیا گیا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ: جز:5،ص 381 تا 382)

یہ توجیہ اس لیے محل اعتراض ہے کہ بعد کی آیات اس کے موافق نہیں ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ان آیات پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تادیب اور ملامت کے مستحق تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ پر کیوں عتاب فرمایا۔

رہا یہ کہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ملامت کے مستحق تھے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

1- حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کی وجہ سے اگرچہ دیکھ نہیں رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سرداران قریش سے گفتگو فرما رہے ہیں لیکن ان کی سماعت تو صحیح تھی۔ وہ کفار سے رسول اللہ ﷺ کے خطاب کی آواز سن رہے تھے پس ان کا نبی کریم ﷺ کے کلام کو منقطع کرنا اور نبی کریم ﷺ کی غرض پوری ہونے سے پہلے اپنی غرض پوری کرنے کی کوشش کرنا نبی کریم ﷺ کو ایذاء پہنچانا ہے اور یہ عظیم معصیت ہے۔

2- اہم کام کو مقدم کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے اور دین کی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور سرداران قریش ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور ان کا اسلام لانا ایک عظیم جماعت کے اسلام لانے کا سبب تھا اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اس اہم کام میں مداخلت کرنا ایک معمولی کام کی خاطر ایک عظیم خیر کو منقطع کرنے کا سبب تھا اس لیے ان کا یہ اقدام حرام تھا۔

3- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (الحجرات:4)

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو صرف نداء کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی نداء کفار کے ایمان قبول کرنے سے قطع کرنے کے حکم میں تھی اور رسول اللہ ﷺ کی مہم کے بہ ظاہر خلاف تھی لہٰذا اس کا ذنب اور معصیت ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ سو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا فعل گناہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کا فعل واجب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر کیوں عتاب فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

بہ ظاہر ایسا ہی تھا لیکن اغنیاء کو فقراء پر اور سرداروں کو کمزوروں پر مقدم کرنے سے فقراء کے دل ٹوٹ جاتے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ پر عتاب کیا گیا جبکہ آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ فقراء کو نہ دھتکاریں۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (الانعام:52)

اور ان لوگوں کو نہ دھتکاریں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

شاید یہ عتاب نبی کریم ﷺ کے ظاہری فعل پر نہیں کیا گیا بلکہ جو چیز آپ کے دل میں تھی اس پر عتاب کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سرداران قریش سے قرابت ان کے شرف اور ان کے بڑے مرتبہ کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی طرف میلان تھا اور آپ طبعی طور پر نابینا شخص سے اس کے نابینا ہونے کی وجہ سے اور اس سے قرابت نہ ہونے کی وجہ سے اور اس کے معزز نہ ہونے کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے اور جب اس وجہ سے آپ نے اس کے آنے پر تیوری چڑھائی اور پیٹھ پھیری تو آپ پر عتاب کیا گیا نہ کہ اس کے بے موقع سوال کرنے کی وجہ سے۔ (تفسیر کبیر: ج:11، ص:53)

امام رازی کا یہ دوسرا جواب بالکل صحیح نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ

امام رازی نبی کریم ﷺ کے دل کے حال پر کیسے مطلع ہو گئے کہ آپ کے دل میں سرداران قریش کی قرابت، ان کے شرف اور مرتبہ کی وجہ سے ان کی طرف میلان تھا اور نابینا شخص کے نابینا ہونے، اس سے عدم قرابت اور اس کے غیر معزز ہونے کی وجہ سے آپ اس سے متنفر تھے یہ قول آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے سراسر خلاف ہے۔ مزید یہ کہ دلوں کے حالات جاننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ابوجہل اور ابولہب کا تعلق سرزمین مکہ مکرمہ سے تھا اور وہ آپ ﷺ کے قرابت دار تھے لیکن آپ ﷺ ان

سے متنفر تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبش کے تھے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روم کے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے تھے اور یہ سب فقراء اور مساکین تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار نہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت کرتے تھے اور ان کی تکریم کرتے تھے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ!

اے اللہ عزوجل! مجھے مسکینی میں زندہ رکھنا اور مجھے مسکینی میں موت عطا کرنا اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر کرنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اغنیاء سے چالیس سال قبل پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تم کسی مسکین کو مسترد نہ کرنا خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا دو۔

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو قریب رکھو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم کو قریب رکھے گا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2352)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے پاس اتنا مال ہونا چاہئے جتنا کسی سوار کا سفر خرچ ہو اور تم اپنے آپ کو امیروں کی مجلس سے دور رکھنا اور پیوند لگانے سے قبل کسی کپڑے کو پرانا نہ کرنا۔

(شرح السنۃ: رقم الحدیث: 3115)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اس کی صورت میں اور رزق میں فضیلت دی گئی ہو اسے ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہئے جو اس کی بہ نسبت کم تر ہو یہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو کم تر نہیں جانے گا۔

عون بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

میں امیروں کی مجلس میں رہا تو مجھے یہی غم رہتا تھا کہ فلاں کی سواری میری سواری سے اچھی ہے اور فلاں کے کپڑے میرے کپڑوں سے اچھے ہیں اور جب میں فقراء کی مجلس میں آیا تو میں پرسکون ہو گیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1780)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی مساکین اور فقراء کی محبت ہے۔ (جامع الصغیر: رقم الحدیث: 7322)

ایک اور روایت میں ہے:

عبدالرحمٰن حبلی سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا میں فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہوں؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔

کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس تم رہتے ہو؟

اس نے کہا:

ہاں۔

پھر پوچھا۔

کیا تمہارے پاس رہنے کے لئے مکان ہے؟

اس نے کہا:

ہاں۔

کہا۔

پھر تم اغنیاء میں سے ہو۔

اس نے کہا:

میرا ایک خادم بھی ہے۔

کہا۔

پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تین شخص آئے اور انہوں نے کہا:

اے ابومحمد! بے شک ہم کسی چیز پر قادر نہیں ہیں نہ ہمارے پاس کھانے کا خرچ ہے نہ سواری ہے نہ سامان ہے۔

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:

جو تم چاہو اگر تم چاہو تو ہمارے پاس لوٹ آنا ہم تمہیں وہ چیز دیں گے جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کر دے گا اور اگر تم چاہو تو ہم سلطان کے پاس تمہارا ذکر کریں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

تو انہوں نے کہا:

ہم صبر کریں گے اور کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2979)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کو دوسروں پر فضیلت ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2896)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے ضعفاء اور کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ صرف ضعفاء اور کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 1702)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی آمدنی کم ہو اور اس کے بال بچے زیادہ ہوں اور وہ اچھی طرح نماز پڑھے اور مسلمانوں کی غیبت نہ کرے میں اور وہ قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ ہوں گے۔

(مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث 990)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ضعفاء مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ برہنگی کی وجہ سے ایک دوسرے کا ستر کر رہے تھے اور ان میں سے ایک شخص ہمیں قرآن پڑھ کر سنا رہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے درمیان کھڑے ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو قرآن پڑھنے والا خاموش ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا پھر فرمایا۔

تم لوگ کیا کر رہے تھے؟

ہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہمارا قاری ہے جو ہمارے سامنے قرآن پڑھتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب سنتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے ساتھ ہمارے درمیان عدل کریں پھر

آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا اس طرح حلقہ بناؤ سب نے حلقہ بنایا اور آپ ﷺ کا چہرہ سب کے سامنے ظاہر ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ ان میں میرے سوا اور کسی کو نہیں پہچانتے تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فقراء مہاجرین کی جماعت خوشخبری سنو! قیامت کے دن تم کو مکمل نور حاصل ہو گا اور تم اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ پانچ سو سال ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3666)

ایک اور روایت میں ہے:

ابوالاسلام سے روایت ہے کہ

میں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا۔

میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا حوض عدن سے لے کر عمان بلقاء تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں جس نے اس حوض سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔ اس حوض پر لوگوں میں سے سب سے پہلے فقراء مہاجرین آئیں گے جن کے سر کے بال غبار آلود ہوں گے اور ان کے کپڑے میلے ہوں گے۔ انہوں نے خوش حال عورتوں سے شادی نہیں کی ہو گی اور ان کے لیے بند دروازے نہیں کھولے گئے ہوں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا:

لیکن میں نے تو خوش حال عورت فاطمہ بنت عبدالملک سے شادی کی ہے اور میرے لیے بند دروازے کھولے گئے ہیں۔ میں اب اس وقت تک سر نہیں دھوؤں گا جب تک کہ میرے بال غبار آلود نہ ہو جائیں اور جب تک کپڑے میلے نہ ہوں ان کو نہیں دھوؤں گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4303)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف یوم پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور نصف یوم پانچ سو سال کا ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 676)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مساکین کی عیادت کرتے تھے اور ان کے متعلق سوال کرتے تھے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 1903)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے اپنی دل کی سختی کی شکایت کی۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ (المسند: رقم الحدیث: 9028)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیوہ اور مسکین کی پرورش کے لئے جدوجہد کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے اور میرا گمان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثل ہے جو اکتائے بغیر قیام کرے اور مسلسل روزے رکھے۔
(الترغیب والترہیب: جز: 3، ص: 351)

ایک اور روایت میں ہے:
عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت (الکہف 28) نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے گھر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں ان کے بال بکھرے ہوئے تھے اور انہوں نے معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے۔
اور کہا:
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے متعلق مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ لازم رکھوں۔
نیز فرمایا کہ
آپ دنیاوی زندگی کا ارادہ کرتے ہوں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ ان عبادت گزار مومنوں سے نظر ہٹا کر مالدار مشرکین کی طرف نہ دیکھیں کہ آپ ان کی مجالس میں بیٹھنا چاہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین میں سے بڑے بڑے مالدار لوگ آئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت خباب، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔
تو انہوں نے کہا:
جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اٹھا دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ بڑے لوگ ایمان لے آئیں پھر ان کی اتباع میں ان کے ماتحت لوگ بھی ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے قریب تھا کہ آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ان کے آنے پر اپنی مجلس سے اٹھا دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام:52)

اوران (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح وشام اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ اسی کی رضاجوئی چاہتے ہیں۔

پھر جب آپ ﷺ اٹھنے کا ارادہ کرتے تو آپ ﷺ اٹھ جاتے اور وہ مسکین مسلمان بیٹھے ہوئے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی ''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں جو صبح وشام اپنے رب عزوجل کی رضا چاہتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں کہ آپ دنیاوی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوں۔''

دنیاوی زندگی کی زینت سے مراد ہے ان امیروں اور چودھریوں کی مجلس۔ (جامع البیان: رقم الحدیث:17348)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مؤلفۃ القلوب آئے، عیینہ بن حصن اور الاقرع بن حابس وغیرہ۔

انہوں نے کہا:

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! (ﷺ) اگر آپ (ﷺ) مسجد میں صدر نشین ہوں اور ان بدبوؤں کو ہم سے دور کریں یعنی حضرت سلمان، حضرت ابوذر اور دیگر فقراء مسلمین کو (رضی اللہ عنہم) کیونکہ وہ اون کے موٹے کرتے پہنتے تھے جن کپڑوں سے ان کو بدبو آتی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں حتیٰ کہ یہ آیت ''اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا'' بے شک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ ان متکبروں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے ڈرایا۔ نبی کریم ﷺ ان مسکینوں کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے وہ مسجد کی پچھلی صفوں میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری وفات سے پہلے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اپنی امت کے ان لوگوں کے ساتھ رہوں۔ تمہارے ساتھ ہی میری زندگی ہے اور تمہارے ساتھ ہی میری موت ہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:17353)

ان احادیث مبارکہ سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کے دل میں امیر کافروں کی محبت تھی نہ غریب مسکین مسلمانوں سے نفرت تھی اللہ تعالیٰ امام رازی رحمۃ اللہ کی مغفرت فرمائے آپ اس دوسرے جواب کو ذکر نہ فرماتے تو بہتر تھا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات پر دوسرا سوال یہ وارد کیا ہے۔

جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے صرف تیوری چڑھانے پر عتاب کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابن ام مکتوم علیہ السلام کی بہت تعظیم ظاہر ہوتی ہے اور جب ایسا ہے تو پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نابینا وصف سے کیوں

ذکر فرمایا ہے کیونکہ نابینا کا وصف تو تحقیر کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

نابینا کا وصف حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی تحقیر شان کے لئے نہیں ذکر کیا گیا بلکہ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے مزید شفقت اور رعایت کے مستحق تھے تو اے محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے لئے یہ کیسے مناسب تھا کہ آپ ان پر سختی کرتے۔

اور ان آیات پر تیسرا سوال یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب مصلحت اپنے اصحاب کے ساتھ سلوک کریں اور کئی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی تادیب کرتے تھے اور بعض کاموں پر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محاسن آداب کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور کسی نامناسب کام پر تیوری چڑھانا بھی ان کی تادیب میں داخل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں مداخلت کرنا بھی نامناسب کام ہے تو اس پر تیوری چڑھانے پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیوں عتاب فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہر چند کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی تادیب میں ماذون تھے لیکن اس موقع پر اغنیاء کو فقراء پر ترجیح دینے سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ دنیا کو دین پر ترجیح دیتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔ (تفسیر کبیر: ج:11،ص:53)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اگر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش کو تبلیغ فرما رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام لانے کی توقع ہے اور پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں مداخلت کرتے تو ان کا یہ فعل بے ادبی ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی آپ پر عتاب فرمایا تا کہ اہل صفہ (فقراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے دل ٹوٹ نہ جائیں یا اس لئے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مومن فقیر، کافر غنی سے بہتر ہے اور یہ کہ مومن کی رعایت کرنا کافر غنی سے زیادہ لائق ہے۔ خواہ کافر کے ایمان لانے کی توقع ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ پر اعتماد ہو کہ اگر آپ ان کی طرف توجہ نہ بھی کریں تو ان کو ملال نہیں ہو گا اور دوسری جانب کفار کے مجلس سے اٹھ کر چلے جانے کا خطرہ ہو جیسا کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا فرما رہے تھے اور جس کی حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے سفارش کی تھی اس کو عطا نہیں فرمایا اور آخر میں آپ نے بہ طور پہ عذر فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں منہ کے بل گرا دے گا۔

ابن زید نے کہا:

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سوال پر اس لیے تیوری چڑھائی تھی اور ان سے اعراض کیا تھا کہ جو شخص حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو لے کر آ رہا تھا آپ ﷺ نے اس کو اشارہ کیا تھا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو روکے لیکن حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اس کو دھکا دیا اور انکار کیا۔

اور کہا کہ

وہ ضرور نبی کریم ﷺ سے مسئلہ معلوم کریں گے اور یہ ان کی طرف سے ایک قسم کا سخت رویہ تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰیO

انہوں نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا، اور غائب کے صیغہ سے کلام فرمایا اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا۔ آپ نے تیوری چڑھائی اور آپ نے منہ پھیرا پھر آپ سے انس فرمانے کے لئے بالمشافہ فرمایا:

وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰیO (عبس:3)

آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔

یعنی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو آپ سے قرآن اور دین کی تعلیم کا سوال کر رہے تھے وہ اس تعلیم پر عمل کرتے اور دین میں زیادہ تقویٰ اور پاکیزگی حاصل کرتے اور ان سے ناواقفیت کی ظلمت زائل ہو جاتی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

لعلہ کی ضمیر کافر کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی آپ جن کافروں کے اسلام قبول کرنے کی خواہش کر رہے ہیں آپ کو کیا پتا کہ آپ کی تبلیغ کا ان پر اثر ہوگا اور وہ پاکیزگی حاصل کر لیں گے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:19،ص183تا184)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کے دوران مداخلت کرنا بہ ظاہر ذنب اور معصیت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر عتاب کیوں فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ ﷺ کا تیوری چڑھانا برحق تھا لیکن آپ ﷺ کے اس فعل سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ اغنیاء کو فقراء پر مقدم کرتے ہیں اور فقراء کی دل آزاری کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب فرمایا اور اس پر متنبہ کیا کہ آپ ﷺ کا یہ فعل منصب نبوت کے شان شایان نہیں ہے اور آپ ﷺ کا یہ فعل ترک اولیٰ اور ترک افضل کے قبیل سے ہے۔ (روح البیان: جز:10،ص:392)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ فَضْلِ صَلٰوۃِ الْجَمَاعَۃِ

باب! جماعت کے ساتھ نماز کی فضیلت کا بیان

یہ باب جماعت کے ساتھ نماز کی فضیلت کے متعلق ہے۔

467 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الصُّبْحَ فَقَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ ھَاتَیْنِ الصَّلَاتَیْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِیْھِمَا لَاَتَیْتُمُوْھُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الرُّکَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰی مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِکَۃِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِیْلَتُہُ لَابْتَدَرْتُمُوْہُ وَاِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلَاتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلَاتُہٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلَاتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا کَثُرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صبح کی نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا فلاں موجود ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا فلاں موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ دونوں نمازیں منافقین پر بہت بھاری ہیں اگر تم جانتے ہوتے کہ ان دونوں میں کیا ہے تو گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے بھی ضرور آتے اور بے شک پہلی صف ملائکہ کی صف کی مثل ہے اور اگر تم جانتے کہ اس میں کیا فضیلت ہے تو ضرور جلدی کرتے۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کے ساتھ نماز پڑھنا علیحدہ پڑھنے سے بہت زیادہ بہتر ہے اور جس قدر زیادہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کو اس قدر زیادہ محبوب ہیں۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:422، المستدرک: جز:1،ص:375، المعجم الاوسط: جز:2،ص:231، السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:3،ص:67)

468 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ سَھْلٍ یَعْنِیْ عُثْمَانَ بْنَ حَکِیْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ عَمْرَۃَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْعِشَآءَ فِیْ جَمَاعَۃٍ کَانَ کَقِیَامِ نِصْفِ لَیْلَۃٍ وَمَنْ صَلَّی الْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ کَانَ کَقِیَامِ لَیْلَۃٍ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے عشاء اور فجر کی نمازیں با جماعت ادا کیں تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:463، سنن النسائی: جز:1،ص:375)

یہاں پر چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلی بحث! جماعت کی اہمیت

جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمانوں کو ایک امام کی اقتداء میں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے اور دوسرا گروہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ (نساء:102)

''جب ان میں موجود ہوں تو ان کو نماز کی امامت کرائیں۔ ان کی ایک جماعت ہتھیاروں سمیت آپ کے ساتھ نماز پڑھے ایک رکعت پڑھنے کے بعد وہ پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی نماز میں اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔''

جب میدان جنگ اور حالت خوف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے تو حالت امن میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کس قدر اہم ہوگا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور جماعت سے نہ پڑھیں وہ لوگ شیطان سے مغلوب ہیں پس تم جماعت کو لازم کر لو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:460)

اسی وجہ سے احناف اور شوافع کے نزدیک اگر کسی بستی کے لوگ با جماعت نماز نہ پڑھیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری: جز:5،ص:162، مغنی المحتاج: جز:1،ص:229)

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ

جس شخص کی جماعت اس کے کسی گناہ کی وجہ سے فوت ہوتی تھی سلف صالحین اس شخص کی تین دن تک تعزیت کرتے تھے

اور جس کی تکبیرۃ اولیٰ فوت ہو جاتی تھی اور جس کی جماعت رہ جاتی تھی اس کی سات دن تک تعزیت کرتے تھے۔

(مغنی المحتاج: جز: 1 ص: 228)

دوسری بحث! جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے کثیر فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں جن سے کثرت ثواب اور بخشش و مغفرت کی بشارت ملتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز جماعت تنہا پڑھنے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 645)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کامل وضو کیا پھر نماز فرض کے لئے چلا اور امام کے ساتھ پڑھی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1489)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر یہ نماز جماعت سے پیچھے رہ جانے والا جانتا کہ اس جانے والے کے لئے کیا ہے؟ تو گھسٹتا ہوا حاضر ہوتا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7886)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس دن با جماعت پڑھے اور تکبیرۂ اولیٰ پائے اس کے لئے دو آزادیاں لکھ دی جائیں گی۔

1- ایک نار سے

2- دوسری نفاق سے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 241)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چالیس راتیں مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھے کہ عشاء کی تکبیرہ اولیٰ فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 798)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن صبح کی نماز کو تشریف لانے میں دیر ہوئی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب دیکھنے لگیں کہ جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اقامت ہوئی اور مختصر نماز پڑھی سلام پھیر کر بلند آواز سے فرمایا: سب اپنی اپنی جگہ پر رہو میں تمہیں خبر دوں گا کہ کس چیز نے صبح کی نماز میں آنے سے روکا؟ میں رات میں اٹھا وضو کیا اور جو مقدر تھی نماز پڑھی پھر میں نماز میں اونگھا (اس کے بعد اسی کے مثل واقعات بیان فرمائے اور اس روایت میں یہ ہے) اس کے دست قدرت رکھنے سے ان کی خنکی میں نے اپنے سینہ میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کفارات کیا ہیں؟

میں نے کہا:

جماعت کی طرف چلنا اور مسجدوں میں نماز کے بعد بیٹھنا اور سختیوں کے وقت کامل وضو کرنا۔

اس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حق ہے اسے پڑھو اور سیکھو۔ (المسند: رقم الحدیث: 22170)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

میں نے اپنے رب عزوجل کو نہایت جمال کے ساتھ تجلی فرمائے ہوئے دیکھا۔

اس نے ارشاد فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)!

میں نے عرض کیا:

لبیك و سعدیك

اس نے ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہے ملاء اعلیٰ کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے کہا:

میں نہیں جانتا۔

اس نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے میں نے جان لیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

جو کچھ مشرق ومغرب کے درمیان ہے میں نے اس کو جان لیا۔

ارشاد فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) جانتے ہو ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا:

ہاں! درجات وکفارات اور جماعتوں کی طرف چلنے اور سخت سردی میں پورا وضو کرنے اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں اور جس نے ان پر محافظت کی خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ مرے گا اور اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے اس دن کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

اس نے فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)

میں نے عرض کیا:

لبيك و سعديك ۔

ارشاد فرمایا: جب نماز پڑھو تو یہی کہہ لو۔

"اللهم انى اسئالك فعل الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين واذا اردت بعبادك فتنة فاقبضني اليك غير مفتون"

فرمایا: اور درجات یہ ہیں۔

سلام عام کرنا اور کھانا کھلانا اور رات میں نماز پڑھنا جب لوگ سوتے ہوں۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث 3245)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوبکر بن سلیمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا بازار تشریف لے گئے راستہ میں سلیمان رضی اللہ عنہ کا گھر تھا ان کی ماں شفا کے پاس تشریف لے گئے۔

اور فرمایا کہ

صبح کی نماز میں، میں نے سلمان (رضی اللہ عنہ) کو نہیں پایا۔

انہوں نے کہا:

رات میں نماز پڑھتے رہے پھر نیند آ گئی۔

اور ارشاد فرمایا کہ

صبح کی نماز جماعت سے پڑھوں یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ رات میں قیام کروں۔ (المؤطا امام مالک: رقم الحدیث 300)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
فرماتے ہیں کہ
دو اور دو سے زیادہ جماعت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 972)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں۔
لوگوں نے عرض کیا:
اور دوسری صف پر۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں۔
لوگوں نے عرض کیا:
اور دوسری صف پر۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور دوسری صف پر۔
اور ارشاد فرمایا: صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 22326)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جو صف کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کر دے گا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 816)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں اس طرح صف باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب عزوجل کے حضور باندھتے ہیں۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ملائکہ اپنے رب عزوجل کے حضور صف باندھتے ہیں؟
ارشاد فرمایا: اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 430)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفیں ملاتے ہیں۔

(المستدرک: رقم الحدیث: 806)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس قدم سے بڑھ کر کسی قدم کا ثواب نہیں جو اس لیے چلا کہ صف میں کشادگی کو بند کرے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5240)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو صف کی کشادگی بند کرے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 4238)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے صف کے داہنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 676)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسجد کی بائیں جانب کو اس لیے آباد کرے کہ ادھر لوگ کم ہیں اسے دگنا ثواب ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11459)

ایک اور روایت میں ہے:

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ باجماعت نماز پڑھنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 5112)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3946)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا ولك الحمد کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ربنا ولك الحمد کہا کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:796)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سیدنا رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے اپنا سر اقدس اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔

پیچھے سے ایک شخص نے کہا:

ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمالی تو استفسار فرمایا۔

یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟

اس شخص نے عرض کیا:

میں ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس (30) سے زائد فرشتوں کو ان کلمات کو لکھنے میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:799)

زیادتی ثواب

☆ **قوله وان صلوٰة الرجل مع الرجل ازکی من صلاته وحده**

ازکی کہتے ہیں زیادتی یا کثرت کو یعنی تنہا نماز پڑھنے سے اس نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے جو صرف ایک شخص کو ملا کر ادا کی جائے اور ایک کے ساتھ پڑھنے کے مقابلہ میں دو اشخاص کے ساتھ پڑھنے کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے غرضیکہ نمازیوں کی تعداد جس قدر بڑھتی چلی جائے گی اس قدر ثواب اور افضیلت زیادہ ہوتی رہے گی۔ جمہور علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ جماعت کی کثرت پر ثواب زیادہ ہوتا ہے مگر علامہ شعرانی نے اس میں مالکیہ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک منفرد کی نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز کا جو ثواب وارد ہے وہ ہر حال میں حاصل ہوگا جماعت کی کثرت وقلت کو اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کیونکہ حدیث مبارکہ میں مطلق آیا ہے صلوٰۃ الرجل فی الجماعة تعدل خمساً و عشرين اب وہ خواہ جماعت

قلت میں یا کثرت میں ہو۔

☆ **قوله ان هاتين الصلاتين**

واقعہ یہ فجر کی نماز کا ہے مگر آپ ﷺ نے یہاں پر تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا اب اس میں دو احتمال ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

اس سے مراد صبح اور عشاء کی نماز ہو اس لیے کہ یہی دونوں وقت ایسے ہیں جو نیند اور غفلت کے ہیں۔ ایک ابتداء نیند کا وقت اور ایک انتہاء نیند کا وقت۔

دوسرا یہ ہے کہ

صلوٰتین سے مراد صبح کی نماز کی دونوں رکعت ہیں یا نماز فجر اور سنت فجر مراد ہیں۔ پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے بلکہ صحیحین کی ایک روایت میں عشاء اور فجر کی تصریح ہے۔

ولو تعلمون مافيهما ۔ سیاق کلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ بجائے خطاب کے نائب کے صیغہ **يعلمون** کے ساتھ ہو۔ اب یا تو یہ کہا جائے کہ منافقین تو مراد ہیں ہی کیونکہ کلام انہی کے متعلق ہو رہا ہے مومنین مخاطبین کو شامل کرنے کے لئے خطاب کا صیغہ لے آئے اور یا تو یہ کہا جائے کہ اس **عدول عن الغيبة الى الخطاب** میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منافقین سے اس چیز کی توقع کم ہے۔

☆ **قوله من صلى العشاء في جماعة**

اس روایت میں ہے جو عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے تو آدھی رات عبادت کا ثواب ملتا ہے اگر عشاء اور فجر دونوں کو جماعت کے ساتھ پڑھے تو پوری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ اس روایت میں تعارض ہے مسلم اور ترمذی کی روایت کے ساتھ ان میں صرف فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے پر پوری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت میں بھی قید ملحوظ ہے کہ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے پر پوری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے بشرطیکہ عشاء کی نماز بھی جماعت سے پڑھی ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

صحیح مسلم کی روایت قوی اس کو ترجیح حاصل ہے یعنی صرف صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے پر پوری رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے کثیر فوائد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1-تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

2-ہوسکتا ہے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہ ہو اور جماعت میں کوئی ایسا مقبول بارگاہ ہو جس کی وجہ سے سب کی نماز قبول ہو جائے۔

3-بعض لوگ قرأت صحیح نہیں کرتے یا طمانیت اور اعتدال سے رکوع اور سجود نہیں کرتے۔ تنہا نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز ناقص یا باطل بھی ہوسکتی ہے اور جماعت کے ساتھ نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

4-جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی شخص پر بے نمازی ہونے کی تہمت نہیں لگائی جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے اور کون شخص نافرمان ہے۔

5-اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں تقویت ملے گی وہ ایک دوسرے کے دکھ درد، صحت اور بیماری، خوشی اور غمی اور خوشحالی اور افلاس پر مطلع ہوسکیں گے اور ایک دوسرے کے کام آنے کے مواقع میسر آئیں گے۔

6-جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں قلبی رحمدلی پیدا ہوتی ہے۔

7-اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

8-دلی سکون پیدا ہوتا ہے۔

9-جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے وضو کر کے مسجد میں آتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک نیکی ملتی ہے۔

10-جب کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے آتا ہے تو راستہ میں اس کو دوسرے مسلمانوں کو سلام کرنے اور نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا موقع ملتا ہے۔

غرضیکہ اگر فوائد تحریر کیے جائیں تو کثیر ہیں بہرحال جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کثرت ثواب ہے۔

☆ **قولہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ**

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں کاتب وحی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو المنذر رکھی تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الطفیل۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو

خطاب دیا سید انصار، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطاب دیا سید المسلمین کا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں 19ھ انیس ہجری میں وفات پائی یعنی خلافت فاروقی میں۔ (مرأة المناجیح: ج:8،ص:515)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر (رضی اللہ عنہ)، سب سے زیادہ حیادار اور صادق عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) ہے اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ کے لئے لکھا وہ ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے۔ جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔

ابونعیم نے کہا کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 22ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

30ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے یہ خضاب نہیں لگاتے تھے۔ (اسد الغابہ: ج:1،ص:50)

قولہ عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شہزادیاں حضرت رقیہ وحضرت کلثوم رضی اللہ عنہن یکے بعد دیگرے تھیں۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کا ذی النورین لقب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت

ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اموی قرشی ہیں آپ رضی اللہ عنہ شروع اسلام میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے انہی کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں نہیں گئے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ منورہ میں رہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی غنیمت سے آپ رضی اللہ عنہ کو حصہ دیا نیز صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں جسماً شریک نہ ہوئے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر اہل مکہ کے پاس صلح کی بات چیت کرنے بھیجا تھا اور یہ بیعت آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہوئی تھی اسی خبر پر عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اہل مکہ مکرمہ نے شہید کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے داہنے ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہاتھ ہے اور بیعت کی چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت رقیہ و حضرت کلثوم (رضی اللہ عنہن) آگے پیچھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین ہے یعنی دو نور والے۔ آپ رضی اللہ عنہ یکم محرم 24 چوبیس کو خلیفہ بنے بیاسی (82) سال عمر پائی بارہ برس خلافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسود تجی مصری نے یا کسی اور نے شہید کر دیا اور جنت البقیع کے کنارہ پر دفن ہوئے شہادت اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن 35ھ پینتیس کو ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:560)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب عبد مناف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین اور امیر المومنین ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام کی ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ

میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص تھا۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قریش کے لوگ آتے رہتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علم، آپ رضی اللہ عنہ کی تجارت اور

آپ رضی اللہ عنہ کی حسن مجالست کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ ان لوگوں میں سے جن پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زیادہ وثوق اور اعتماد تھا ان کو وہ اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔

آپ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا اور ان کو اسلام کے احکام بیان کیے سو یہ سب مسلمان ہو گئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی جب مدینہ منورہ پہنچے تو حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں قیام کیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر میری تیسری صاحبزادی ہوتی تو میں اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمان (رضی اللہ عنہ) کی زوجیت میں دے دیتا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہتی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ تھا وہ چھ سال کی عمر کو پہنچ کر 4ھ میں راہی فردوس ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنفسہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا مرض الموت میں مبتلا تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا اور جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکوں پر فتح حاصل ہوئی اس دن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدر کے مجاہدین میں شمار کیا اور ان کو مال غنیمت سے حصے اور اجر میں شریک کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔

حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے اور پچھلے کام بخش دیئے اور وہ کام جو تم نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر کیے اور وہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پر چڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے وہ پہاڑ متزلزل ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ہے۔ ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

نزال بن سبرہ ہلالی کہتے ہیں کہ

ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔

اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمیں کچھ بتایئے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسے شخص ہیں جن کو ملاء اعلیٰ ذوالنورین کہہ کر بلاتے ہیں ان کے حبالہ عقد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے جنت میں گھر کے ضامن ہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق عثمان (رضی اللہ عنہ) ہیں یعنی جنت میں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت میں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا بیان کیا۔ اس وقت ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے گزرا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا۔ میں نے جا کر اس شخص کو دیکھا وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کہتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک قول یہ ہے کہ
یہ افضلیت میں ترتیب ہے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
یہ خلافت میں ترتیب ہے۔
ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ
ایام محاصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان سے جھانک کر کہا۔
میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جب کوہ حرا متزلزل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پیر مارا۔ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا اے حرا تھم جا تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔
لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔
ہاں۔
پھر کہا۔
میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا کوئی اس کی گواہی دیتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرکین مکہ مکرمہ کے پاس بھیجا۔
پھر فرمایا: یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے اور میرے لیے بیعت کی۔
لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔
ہاں!
پھر کہا۔
میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں! کیا کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے گھر کے بدلہ میں مسجد کو کون وسیع کرے گا تو میں نے اپنے مال سے اس مسجد کو وسیع کیا تھا۔
لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔
ہاں۔
پھر کہا۔
میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ غزوہ تبوک کے دن تنگ دست لشکر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا آج کے دن مقبول خرچ کون کرے گا؟ تو میں نے اپنے مال سے نصف لشکر کو تیار کیا تھا۔
لوگوں نے قسم کھا کر کہا۔

ہاں۔

پھر کہا۔

میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ جب چاہ رومہ کا پانی بک رہا تھا تو میں نے اس کنویں کو اپنے مال سے خریدا اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

لوگوں نے کہا:

ہاں۔(اسد الغابہ: جز:3،ص376 تا 381)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ متقی اور عبادت گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت خوف رکھتے تھے ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے متلاشی تھے۔ احادیث مبارکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے کثیر فضائل آئے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن دنوں خلیفہ تھے وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی پشت پر کنکریوں کے نشان تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں۔(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث:179)

ایک اور روایت میں ہے:

عبداللہ بن الرومی کہتے ہیں کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اٹھتے اور وضو کے لئے پانی لیتے۔

ان کی اہلیہ نے کہا:

آپ خادموں کو کیوں نہیں کہتے وہ آپ کے لئے پانی لے آئیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! ان کو نیند میں آرام کرنے دو۔(کتاب الزہد: ص:158)

ایک اور روایت میں ہے:

زہیمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور رات کے اول حصہ میں صرف تھوڑی دیر سوتے تھے۔(صفوۃ الصفوۃ: جز:1،ص:136)

ایک اور روایت میں ہے:

شرجیل بن مسلم سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے تھے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو سرکہ اور زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے۔(کتاب الزہد: ص:160)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارکہ آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو اس منزل سے نجات پا گیا اس کے لئے اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 186)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اس دن صبح کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے وہ خواب بیان کیا جو اس رات انہوں نے دیکھا تھا۔

انہوں نے کہا:

میں نے گزشتہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! آج روزہ ہمارے پاس افطار کرنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس دن روزہ رکھ لیا اور اس دن وہ شہید ہو گئے۔ (الطبقات: ج:3، ص:55)

ایک اور روایت میں ہے:

کثیر بن الصلت سے روایت ہے کہ

جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسی دن وہ سو گئے اور وہ جمعہ کا دن تھا جب وہ بیدار ہوئے۔

تو انہوں نے کہا:

اگر تم یہ نہ کہو کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) تمنائیں اور آرزوئیں کر رہے ہیں تو میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔

ان کے اصحاب نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرے ہم لوگوں کی طرح باتیں بنانے والے نہیں ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس جمعہ کو ہمارے پاس حاضر ہونے والے ہو۔ (الطبقات: ج:3، ص:55)

ایک اورروایت میں ہے:
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنت الفرافصہ نے بیان کیا ہے کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کواونگھ آ گئی جب وہ بیدار ہوئے۔
توانہوں نے کہا:
یہ لوگ مجھے شہید کردیں گے۔
میں نے کہا:
ہرگز نہیں !اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی زیارت کی ہے۔
انہوں نے فرمایا: آج رات ہمارے پاس روزہ افطار کرنا۔(الطبقات: جز:3،ص:55)
ایک اورروایت میں ہے:
زبیر بن عبداللہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ
جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چھریوں سے وار کیے گئے۔
توانہوں نے کہا:
بسم اللہ توکلت علی اللہ
خون آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی پر بہہ رہا تھا۔قرآن مجید آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا تھا آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور خون قرآن مجید پر بہہ رہا تھا حتیٰ کہ خون اس آیت پر ٹھہر گیا۔
فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (البقرہ:137)(الطبقات الکبریٰ: جز:3،ص:55)
ایک اورروایت میں ہے۔
ابن سیرین سے روایت ہے کہ
جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوشہید کردیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کہا:
تم نے آپ رضی اللہ عنہ کوشہید کردیا وہ ہررات نماز میں قیام کرتے تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کردیتے تھے۔
(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث:165)
ایک اورروایت میں ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا۔
اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں ایسے شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔
(صحیح مسلم: ص:122)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں عثمان (رضی اللہ عنہ) حیاء کو لینے میں سب سے سخت تر ہیں۔
(الصواعق الحرقہ: ص:108)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے فرمایا ہے کہ میں اپنی دو اچھی بیٹیوں یعنی ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن کو عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دوں۔ (الصواعق الحرقہ: ص:108)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) ایک حیادار شخص ہے میں خوفزدہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی تو وہ اپنی حاجت مکمل کر سکے گا۔ (صحیح مسلم: ص:117)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) بہت حیادار ہے حتیٰ کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔
(الصواعق الحرقہ: ص:108)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) میری امت میں تمام سے حیاء رکھنے والے اور سخی شخص ہیں۔
(الصواعق الحرقہ: 108)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ حیادار ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص:108)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان حیادار اور پردے میں رہنے والے شخص اور فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

(مسند ابی یعلی: ص:240)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔ (معجم الکبیر: ص:90)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم عثمان رضی اللہ عنہ کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص:108)

ایک اور روایت میں ہے:

ام عیاش سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کی شادی آسمانی وحی کے ذریعے کی ہے۔

(معجم الکبیر: ص:92)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کو حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) کے مہر کی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا ہے اور ان کے ساتھ سلوک بھی اسی طرح کرنا ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: ص:122)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ

اے عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیض پہنائے گا اگر منافقوں نے اس کو اتارنے کا ارادہ کیا تو اس کو نہ اتارنا حتیٰ کہ مجھ سے آ کر ملاقات کرنا۔ (مسند احمد: ص:482)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) دنیا و آخرت میں میرا ساتھی ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:109)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) جنتی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ص:147)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کا اس کی امت میں سے ایک خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔
(الصواعق المحرقہ: ص:109)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرا ساتھی جنت میں عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ص:121)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شفاعت سے ستر ہزار وہ شخص جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے جو آگ کے حق دار ہو گئے ہوں گے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:109)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام کے مابین کوئی فرق نہیں۔

(معجم الکبیر: ص:139)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیش العسرۃ کی تیاری فرما رہے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترغیب دلائی۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترغیب دلائی۔

تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین (300) سو احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) اس کے بعد جو چاہے کرے اس پر کچھ حرج نہیں۔ (سنن ترمذی: ص:161)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جیش العسرۃ کی تیاری فرما رہے تھے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں ان کو رکھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو الٹ پلٹ کرنے لگے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) آج کے بعد جو کام کرے گا اس کا اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (سنن ترمذی: ص:305)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان کا ارشاد فرمایا اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بن کر مکہ مکرمہ گئے تھے تو لوگوں نے بیعت کر لی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت میں لگے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے دوسرے

لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا اور حاجت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا استعارہ اور تمثیل کی طرح ہے کہ علم کے بیان میں طے ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی:ص:163)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے۔

1-ایک بار رومہ کے کنویں کو کھود کر جنت خریدی۔

2-اور دوسری بار جیش العسرۃ کو تیار فرما کر جنت خریدی۔ (مستدرک:ص:115)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عثمان (رضی اللہ عنہ) اخلاق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ (اوجز الخطاب فی بیان موقف الشیعۃ:ص:54)

ایک اور روایت میں ہے:

عصمۃ بن مالک سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صاحبزادی جن کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا وصال فرما گئیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دے دو۔ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دے دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کا نکاح کیا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ:ص:110)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک کی تمہارے ساتھ شادی کر دیتا حتیٰ کہ ان میں ایک بھی باقی نہ بچتی۔ (معجم الکبیر:ص:184)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا۔

اس نے کہا:

یہ شہید ہے جس کی قوم اس کو شہید کردے گی ہم اس سے حیاء کرتے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ:ص:110)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے عثمان (رضی اللہ عنہ) سے ویسے ہی حیا کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔ (مسند ابی یعلیٰ:ص:379)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا کا تذکرہ کیا گیا۔

آپ نے فرمایا: اگر وہ گھر میں ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ نہانے کے لئے کپڑے اتار دیں تو حیاء کی بناء پر کمر سیدھی نہیں کرسکتے تھے۔ (الصواعق المحرقہ:ص:110)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات تک نیام میں بند کر رکھی ہے جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو جائیں گے تو وہ اس تلوار کو بے نیام فرمادے گا اور پھر اس کو قیامت تک نیام میں نہیں فرمائے گا۔

(جواب اہل السنۃ النبویہ فی نقض کلام:ص:5)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کے موقع پر اپنے دائیں ہاتھ اقدس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ فرمایا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر اپنا دوسرا مقدس ہاتھ مارا پھر ارشاد فرمایا یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم 6ھ ذوالقعدہ کے ماہ اپنے چودہ سو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تھے اور کفار قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تھا۔ کفار سے صلح ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار سے معاملہ طے کرنے کے لئے اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا اسی دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لئے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یوم حدیبیہ کو ہم چودہ سو افراد تھے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1856)

عثمان بن موہب سے روایت ہے کہ

اہل مصر سے کچھ لوگوں نے بیعت اللہ کا حج کیا۔ اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

اس نے پوچھا۔

یہ کون لوگ ہیں؟

کسی نے کہا:

یہ قریش ہیں۔

اس نے پوچھا۔

ان میں جو بوڑھا آدمی ہے وہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا:

وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس نے کہا:

اے ابن عمر رضی اللہ عنہما! میں آپ رضی اللہ عنہ سے ایک چیز کا سوال کرتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتایئے! کیا آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں بھاگ گئے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں!

اس نے کہا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ وہ جنگ بدر میں بھی بھاگ گئے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں!

اس نے کہا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان سے غائب تھے اور اس موقع پر حاضر نہیں تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں!

اس نے کہا:

اللہ اکبر!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سنو! اب میں تمہیں اس کی وجوہ بیان کرتا ہوں۔ رہا جنگ احد میں بھاگنے کا معاملہ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت فرمادی اور رہا جنگ بدر سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقد نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھی اور وہ بیمار تھیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم کو اس شخص کا اجر ملے گا جو جنگ بدر میں حاضر ہوا اور مال غنیمت میں سے ان

کا حصہ بھی نکالا اور رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت کوئی اور شخص سرزمین مکہ مکرمہ میں اہل مکہ کے نزدیک معزز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سفارت کے لئے بھیج دیتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفارت کے لئے بھیج دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد بیعت رضوان منعقد ہوئی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق ارشاد فرمایا یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر دوسرا ہاتھ مارا۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی بیعت ہے۔

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا: جا! اب ان جوابات کو لے کر چلا جا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3698)

بیعت رضوان کا مفصل واقعہ یوں ہے۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پکڑ لیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معاف فرما دیا اور چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ ان کو مکہ مکرمہ بھیجیں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور مکہ مکرمہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن ابی العاص سے ہوئی اس نے ان کو پناہ دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ابوسفیان اور قریش کے دیگر سرداروں کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔

انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا۔

اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کرلو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کرلیں میں طواف کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بند کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا گیا۔

امام ابن اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہم اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اس قوم سے جنگ میں مقابلہ نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کرنے کے لئے بلایا پھر ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مرنے کے لئے بیعت کی ہے یعنی تادم مرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے رہیں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ

ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ (السیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف: جز:4،ص47تا48)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

پھر حاضرین میں سے تمام مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی جو خبر آئی تھی وہ باطل تھی۔ (تاریخ الامم والملوک: جز:2،ص:280)

امام محمد بن عمر بن واقد المتوفی 207ھ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں بہت ایمان افروز واقعہ لکھا ہے۔ وہ اس طرح کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفارت کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے۔

تو مسلمانوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عثمان (رضی اللہ عنہ) تو مکہ مکرمہ پہنچ گئے اب وہ طواف کرلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم کو یہاں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہو اور عثمان (رضی اللہ عنہ) مکہ مکرمہ پہنچ کر ہمارے بغیر بیت اللہ کا طواف کرلیں۔

مسلمانوں نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! جب عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہوں گے تو ان کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے کیا چیز مانع ہوگی؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا گمان یہی ہے کہ وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک کہ ہم طواف نہ کر لیں پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا۔

تم نے بیت اللہ کا طواف کر کے اپنی پیاس بجھالی؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے متعلق بہت برا گمان کیا ہے اگر میں وہاں مکہ مکرمہ میں ایک سال بھی رہتا اور نبی کریم ﷺ یہاں حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ ﷺ کے بغیر کبھی بھی طواف نہ کرتا۔ مجھے قریش نے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔

تب مسلمانوں نے کہا:

بے شک رسول اللہ ﷺ ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہیں اور ہم سب سے اچھا گمان کرنے والے ہیں۔

(کتاب المغازی: جز:2،ص:602)

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت رضوان منعقد ہوئی تھی وہ اپنی طبعی عمر تک باقی رہا تھا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین یہ بھول گئے تھے کہ وہ کون سا درخت ہے یا اس درخت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا کیونکہ لوگ اس درخت کی تعظیم اور اس درخت سے حصول برکت کے قصد سے اس کے پاس نمازیں پڑھنے لگے تھے۔

سعید بن مسیّب اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ان کے والد محترم بیان کرتے ہیں کہ

میں نے اس درخت کو دیکھا پھر میں ایک سال بعد وہاں گیا تو اس درخت کو نہیں پہچان سکا۔

محمود کی روایت میں ہے۔

پھر مجھے وہ درخت بھول گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4162)

طارق بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ

میں حج کرنے گیا تو میں نے چند لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

میں نے پوچھا۔

یہ کیسی مسجد ہے؟

انہوں نے کہا:

یہ وہ درخت ہے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی۔ پھر میں سعید بن مسیّب کے پاس گیا اور ان کو اس

واقعہ کی خبر دی۔

سعید نے کہا:

مجھے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ وہ بھی ان اصحاب میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔

انہوں نے کہا:

جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور اس کی شناخت پر قادر نہ ہوئے۔

سعید بن مسیب نے طنزاً کہا کہ

(سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے اصحاب تو اس درخت کو نہیں جانتے اور تم لوگوں نے اس درخت کو شناخت کر لیا پھر تم ان سے بڑے عالم ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1859)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

ان کے والد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

وہ ان اصحاب میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ پھر جب ہم اگلے سال وہاں گئے تو ہم اس درخت کو شناخت نہ کر سکے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4164)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو افراد تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا: آج تم روئے زمین پر سب سے بہتر لوگ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 4729)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا جس دن درخت کے نیچے بیعت ہو رہی تھی اور نبی کریم ﷺ لوگوں کو بیعت کر رہے تھے اور میں آپ ﷺ کے سرِ اقدس سے درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو ہٹا رہا تھا اور ہم اس دن چودہ سو افراد تھے۔

انہوں نے کہا:

ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی لیکن ہم نے یہ بیعت کی تھی کہ ہم آپ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1858)

یزید بن ابی عبید سلمہ بن اکوع کے آزاد کردہ غلام سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے سلمہ سے پوچھا کہ

حدیبیہ کے دن آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر کس چیز کی بیعت کی تھی۔

انہوں نے کہا:

موت پر۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2960)

طارق بیان کرتے ہیں کہ

سعید بن مسیب کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے۔

اور کہا:

میرے والد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ اس درخت کے پاس حاضر تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4165)

حافظ احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

سعید بن مسیب کا یہ کہنا کہ ان کے والد محترم اگلے سال اس درخت کو نہیں پہچان سکے یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی کو بھی اس درخت کی شناخت نہیں تھی کیونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔'' یہ حدیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس درخت کی شناخت تھی اور ان کو معلوم تھا کہ وہ درخت کس جگہ پر ہے اور طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان کو اس درخت کی صحیح جگہ یاد تھی اور منضبط تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس جگہ کو پہچانتے تھے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ ''اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو وہ جگہ دکھا دیتا'' اس وقت وہ درخت سوکھ کر جھڑ چکا تھا یا کسی اور وجہ سے اس کے آثار مٹ چکے تھے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وقت بھی اس درخت کی خاص جگہ کو اسی طرح پہچانتے تھے پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث مبارکہ پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو سزا دینے سے ڈرایا پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔ (فتح الباری: جز: 8 ص 217 تا 218)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کے ذہنوں میں اس درخت کی تعیین کو محو کرنے کی اور اس کی جگہ کی شناخت کو بھلا دینے کی حکمت یہ تھی کہ اس جگہ پر خیر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا نزول ہوا تھا اگر اس درخت کی جگہ کی شناخت اسی طرح لوگوں پر ظاہر اور معلوم ہوتی تو یہ اندیشہ تھا کہ جاہل لوگ اس درخت کی عبادت کرنے لگیں تو اس درخت یا اس کی جگہ کی شناخت کو مخفی کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ اس

درخت کے پاس جا کر نمازیں پڑھتے ہیں تو پہلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا کی دھمکی دی پھر اس درخت کو کٹوا دیا۔

(عمدۃ القاری: جز:17، ص:294)

جس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے امام ابن سعد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اس کی سند یہ ہے۔

امام محمد بن سعد فرماتے ہیں۔

ہم کو عبدالوہاب بن عطاء نے حدیث مبارکہ بیان کی۔

انہوں نے کہا:

ہم کو عبداللہ بن عون نے نافع سے روایت کیا کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں جس کو شجرۃ الرضوان کہا جاتا ہے اور وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو سزا کی دھمکی دی اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا سو اس درخت کو کٹوا دیا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ: جز:2، ص:76)

میں کہتا ہوں کہ

حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا اس حدیث مبارکہ کو صحیح کہنا ان کا تسامح ہے اس کی سند میں امام ابن سعد کے شیخ عبدالوہاب بن عطا حدیث صحیح کے راوی نہیں ہیں ان پر کافی تنقید اور جرح کی گئی ہے۔

حافظ ابوالحجاج یوسف مزی متوفی 742ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

ابوبکر مروزی بیان کرتے ہیں کہ

میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا۔

آیا عبدالوہاب ثقہ ہیں؟

انہوں نے کہا:

تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ ثقہ صرف یحییٰ القطان ہیں۔

یحییٰ بن معین نے کہا:

اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ان کا دوسرا قول ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

زکریا بن یحییٰ الساجی نے کہا:

وہ بہت سچا ہے مگر محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا:

وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

امام نسائی نے بھی کہا۔

وہ قوی نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا:

اس کی وہ حدیث مبارکہ لکھی جائے گی جو سچی ہو اور وہ خود قوی نہیں ہے۔(تہذیب الکمال: جز:12، ص:151)

اس کے متعلق ثقاہت کے دو قول ہیں زیادہ تر اقوال یہ ہیں کہ وہ قوی نہیں یعنی ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن معین اور امام نسائی سے اس کی ثقاہت کا قول نقل کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ روایت میں خطا کرتا تھا اور شدید وہمی تھا۔(تہذیب التہذیب: جز:6، ص:389)

شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی 748ھ لکھتے ہیں:

سعید بن عروبہ نے کہا:

یہ صدوق ہے۔

ابن معین نے کہا:

اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام احمد نے کہا:

یہ ضعیف الحدیث مضطرب ہے۔

دارقطنی نے کہا:

ثقہ ہے۔

ابن الجوزی نے کہا:

یہ غلطی کرتا تھا۔

رازی نے کہا:

یہ جھوٹ بولتا تھا۔

نسائی نے کہا:

یہ متروک الحدیث ہے۔(میزان الاعتدال: جز:4، ص:435)

نیز علامہ ذہبی نے اس کی عبادت اور گریہ وزاری کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں اور امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔(سیر اعلام النبلاء: جز:8، ص:292)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شجرۃ بیعت الرضوان کے پاس نماز پڑھنے کی وجہ سے اس درخت کو کاٹنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں جبکہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا تھا کہ ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنالیں۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تین چیزوں میں میں نے اپنے رب عزوجل کی موافقت کی۔

ایک یہ کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! کاش! آپ ﷺ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں۔

(پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی ط البقرہ:125) (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4483)

جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ درخت اس وجہ سے کٹوا دیا تھا کہ کہیں جاہل لوگ اس درخت کی عبادت نہ شروع کردیں۔ ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایسا مزاج ہوتا وہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی کبھی درخواست نہ کرتے کیونکہ اس میں بھی یہ اندیشہ تھا کہ جاہل لوگ اس پتھر کی عبادت نہ شروع کردیں بلکہ یہ اندیشہ زیادہ قوی تھا کیونکہ قوم عرب پتھروں کی عبادت کرتی رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ درخت کاٹنے کے متعلق یہ روایت بالکل بے اصل ہے خصوصاً اس لیے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بہ کثرت احادیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ بیعت رضوان کے ایک سال بعد ہی عام لوگ اس درخت کی جگہ بھول گئے تھے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس جگہ کا یاد رہنا ان کی انفرادی خصوصیت ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کے اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کی نقل کس طرح صحیح ہوسکتی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث مبارکہ کے خلاف ابن سعد کی حدیث مبارکہ کب معتبر ہوسکتی ہے؟ یہ حافظ ابن حجر کی عجب تحقیق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے سفر میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان جگہوں پر نمازیں پڑھتے تھے جن جگہوں کے متعلق ان کو علم ہوتا کہ ان جگہوں پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

چنانچہ موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ

میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ راستہ میں ان جگہوں کو تلاش کرتے تھے جن جگہوں پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی پھر ان ہی جگہوں پر نماز پڑھتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان جگہوں پر نماز پڑھتے تھے جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:483)

بہرحال یہ مقدس درخت تھا جس کے نیچے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تھی اور بیعت رضوان کے واقعہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آپ ﷺ نے کفار قریش سے جنگ کا قصد کیا اس میں رسول اللہ ﷺ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے انتہائی

محبت کا بیان ہے اور مکہ مکرمہ میں جب کفار قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ صرف تم خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہو تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے بغیر میں کعبہ کا طواف نہیں کروں گا اس میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انتہائی محبت کا اظہار ہے ان تمام امور کا شیعہ علماء نے بھی اعتراف کیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی 977ھ لکھتے ہیں:

کفار قریش نے کہا:

ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں آنے نہیں دیں گے اگر تم چاہو تو طواف کر کے واپس چلے جاؤ۔

انہوں نے کہا:

میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے طواف نہیں کروں گا۔ (منہج الصادقین: جز:8،ص:373)

ملا باقر مجلسی رافضی متوفی 1110ھ لکھتے ہیں:

کلینی کی روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی تا کہ جب بیعت توڑے گا تو اس کا گناہ اور عذاب زیادہ ہوگا۔

پھر مسلمانوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیسے خوش نصیب ہیں کہ کعبہ کا طواف کر لیں گے اور صفا و مروہ میں سعی کر لیں گے اور احرام کھول دیں گے۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا نہیں کریں گے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو حضور انور ﷺ نے پوچھا۔

تم نے طواف کیا تھا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب آپ ﷺ نے طواق نہیں کیا تو میں کیسے کر سکتا تھا۔ (حیات القلوب: جز:2،ص:425)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئی جس کی تحقیق یوں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کے وقت فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو خوف خداوندی اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل امصار سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی طرح کی باتیں تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔

اور عرض کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو اندر لے آؤ۔ اندر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے رفقاء کے ساتھ لٹا دیا جب آپ رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پالی تو واپس آ کر جمع ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین اشخاص کو خلافت کے معاملہ میں چنو تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر یہ تینوں علیحدہ ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں خلافت نہیں مانگتا تم دونوں میں سے کون اس معاملے سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اس کو اس کے حوالے کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اور اسلام جو ان میں حقیقی طور پر افضل اور امت مسلمہ کی بہتری کا خواہش مند ہے اس کو دیکھ لیں گے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ معاملہ میرے حوالے کر دو۔ اے علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تم سے افضل کے متعلق کوتاہی نہیں کروں گا۔

انہوں نے کہا:

ہاں! آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ میں لے گئے۔

اور فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری میں پہل حاصل ہے اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کو امیر بنالوں تو آپ رضی اللہ عنہ انصاف فرمائیں گے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ پر امیر بنا دوں تو سننے اور اطاعت کی حالت اپنائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہاں!

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص کو علیحدہ میں یہی بات کہی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں سے پکا عہد لے لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمالی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے تین راتیں بعد میں ہوئی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

لوگ ان دنوں میں جمع ہو کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مشاورت کرتے تھے اور کوئی صاحب الرائے علیحدگی میں کسی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں جانتا تھا جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے بیٹھے تو حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو بیعت کرنے کو تیار ہی نہیں۔ (الانتصار فی الرد علی المعتزلۃ القدریۃ: ص:879)

ایک اور روایت میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے لوگوں کے اندر نظر دوڑائی ہے وہ کسی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے ہم مثل نہیں جانتے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے خلاف الزام نہ اٹھائیں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ہم سنت اللہ، سنت رسول اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں خلفاء کی سنت پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور انصار مہاجرین نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال سے ایک گھنٹہ پہلے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا کہ شوریٰ کے بندوں کے ساتھ پچاس اشخاص لے کر آ جائیں۔ لگتا ہے وہ ایک گھر میں جمع ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور کسی کو اندر نہ آنے دیں اور تیسرا دن نہ گزرنے دیں کہ وہ خود میں سے ایک امیر کو مقرر کر لیں۔

اور مسند احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کس طرح کر لی۔

انہوں نے جواب دیا۔

میرا اس کے اندر کیا گناہ ہے! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کی۔

اور کہا کہ

میں کتاب اللہ، سنت رسول اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتا ہوں۔

انہوں نے کہا:

جس کی میں طاقت رکھتا ہوں پھر میں نے یہی بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کی۔

انہوں نے کہا:

اچھا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں کہا۔

اگر میں آپ رضی اللہ عنہ پر بیعت نہ کروں تو آپ رضی اللہ عنہ مجھے کس کے بارے میں مشورہ دیتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ مجھے کس کے بارے میں بیعت کا مشورہ دیں گے میں اور آپ تو خلافت کے طلب گار ہی نہیں۔

انہوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کروں گا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بڑے اشخاص سے مشورے لیے تو اکثر بندوں کی تمنا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں پایا۔ (مسند احمد: ص:31)

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی۔

تو انہوں نے کہا:

جو باقی بچ گئے ہیں ان سے ہمارے امیر بہتر ہیں اور ہم کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی ہے۔

ان تمام روایات سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے صحیح ہونے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع کا ثبوت ہوا اور یہ بھی کہ اس کے متعلق کوئی تنازع اور کوئی شبہ باقی نہ رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تمام بیعت کرنے والوں میں بذریعہ اتم شامل تھے۔ (الصواعق المحرقہ: ص:109)

24ھ کی ابتداء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ اور امیر المومنین منتخب ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت کے مطابق کار خلافت انجام دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور حکومت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ 24ھ میں آپ رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان اور آرمینیہ پر فوج کشی کر کے وہاں کے باشندوں کو مطیع کیا۔ 25ھ میں طرابلس کو فتح کیا۔ 26ھ میں الجزائر اور مراکش کے علاقے فتح کیے۔ 28ھ میں بحیرہ روم میں شام کے قریب قبرص کو بحری جنگ سے فتح کیا۔ 30ھ میں طبرستان کو فتح کیا۔ 33ھ میں قسطنطنیہ سے متصل علاقوں میں مرو در، طالستان اور جوز جان کو فتح کیا۔ اسلامی فتوحات کا یہ سیلاب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رک گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ سال تک تعطل رہا اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات اسلامیہ کو ایک بار پھر نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی۔ (تاریخ طبری: جز:3، ص:136)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔

تم وضوخانہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو۔

پھر یہ کہو۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔ وہ شخص گیا اور اس حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ دربان نے ان کے لئے دروازہ کھولا ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔

اور پوچھا۔

تمہارا کیا کام ہے؟

اس نے اپنا کام ذکر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا: تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا۔

اور ارشاد فرمایا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

تو اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا:

بخدا! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی لیکن ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر صبر کرو گے؟

اس نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم وضوخانے جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا:

ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ (معجم الصغیر: ج:1،ص:184)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اخیر میں ان کے خلاف بعض لوگوں نے شورش پیدا کر دی اور فتنہ وفساد کا ایک سیلاب اُمڈ آیا۔

اس شورش کے اسباب یہ ہیں۔

1- اس وقت کابل سے لے کر مراکش تک تمام علاقہ مسلمانوں کے زیرنگیں تھا جس میں سینکڑوں قومیں آباد تھیں۔ ان محکوم قوموں میں فطرۃً مسلمانوں کے خلاف جذبہ انتقام موجود تھا لیکن مسلمانوں کی قوت اور سطوت کے مقابلہ میں وہ بے دست و پا تھے اس لیے انہوں نے سازشوں کا جال پھیلایا جن میں یہودی اور مجوسی سب سے آگے تھے۔

2- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند مناصب پر اموی خاندان کے افراد کو مقرر کیا تھا ان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شام کے گورنر تھے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری، عامل مصر اور عبداللہ بن عامر بن کریز اموی، عامل بصرہ تھے اور مروان بن الحکم اموی کاتب تھے۔ ان چار کے علاوہ دو اموی عاملوں کو مقرر کر کے آپ نے انہیں معزول کر دیا جن میں سے ایک ولید بن عقبہ اور دوسرے سعید بن العاص تھے یہ تھے کل اموی افراد جن کے بارے میں مخالفین نے تہلکہ مچا دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کنبہ پروری اور اقربا پروری کر کے اپنے خاندان کے افراد کو حکومت کے عہدے سونپ دیئے اور یہ کسی نے نہ دیکھا کہ ان کے علاوہ قریباً بیس جگہ بلاد اسلامیہ میں گورنری اور دیگر اہم عہدوں پر سب غیر اموی افراد مقرر تھے نہ یہ کسی نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اسی فیصد عامل اموی خاندان سے لیے تھے چنانچہ اٹھارہ علاقوں میں آپ نے اموی افراد کو مقرر کیا۔ پھر اگر پانچ عہدے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امویوں کو تفویض فرمائے تو اس پر شورش اور ہنگامہ کھڑا کرنے کی کوئی اخلاقی اور شرعی وجہ نہ تھی۔

3- مجوسی چاہتے تھے کہ ایسا انقلاب پیدا کیا جائے جس میں ان کی مدد سے حکومت ایسے عام خاندان کی طرف منتقل ہو جس سے وہ زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کر سکیں۔

4- یہودی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں ایسا افتراق پیدا کر دیا جائے جس سے ان کی قوت پاش پاش ہو جائے۔ ان اغراض کے تحت ہر شخص اپنی کوشش میں مصروف تھا۔ اشتر نخعی، جندب اور صعصعہ نے کوفہ کو اپنی شرارتوں کا مرکز بنایا لیکن سب سے زیادہ خطرناک شخص ایک یہودی النسل نومسلم عبداللہ بن سبا تھا جس نے اپنی حیرت انگیز سازشانہ قوت سے مختلف الخیال مفسدوں کو ایک مرکز پر متحد کر دیا۔

عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کا طریقہ کار یہ تھا۔

1- بظاہر متقی اور پرہیزگار بننا اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش کرنا۔

2-عمال کو تنگ کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا۔

3-ہر جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقرباء پروری اور ناانصافی کی داستانیں مشہور کرنا مفسدین کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کنبہ پروری کا اتہام بالکل بے بنیاد ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی امیر و کبیر شخص تھے۔ عہد رسالت میں آپ کی فیاضی کی مثالیں یادگار ہیں۔ آپ نے بیس ہزار درہم دے کر ایک یہودی سے میٹھے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ بیش بہا رقم خرچ کر کے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے زمین خریدی اور بہت سے مواقع پر مسلمانوں کی اپنے مال سے خدمت کی۔ مفسدین کے اعتراض کے جواب میں آپ نے خود وضاحت فرمائی کہ میں اپنے اقرباء کو جو کچھ دیتا ہوں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں اور بیت المال کا مال نہ اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں نہ کسی دوسرے شخص کے لئے۔ (تاریخ طبری: جز:3،ص:136)

ایک مشہور اعتراض یہ تھا کہ حکم بن العاص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں وہ جلاوطن رہا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ منورہ بلا لیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم کی سفارش کر کے اس کو مدینہ منورہ بلانے کی منظوری لے لی تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے چونکہ یہ منظوری نہیں لی گئی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا اس پر اور کوئی گواہ نہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ منورہ نہیں بلایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جو حکم کو مدینہ منورہ بلایا وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے بلایا تھا۔

ایک مشہور اعتراض یہ تھا کہ

آپ نے طرابلس کے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ مروان کو بلاعوض دے دیا تھا یہ سراسر لغو بہتان ہے۔

علامہ ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

ابن الزبیر نے فتح کی بشارت اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ دار الخلافت روانہ کیا اس مال کو پانچ لاکھ دینار کے عوض مروان نے خرید لیا اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مال مروان کو مفت دے دیا گیا تھا یہ صحیح نہیں ہے۔

(تاریخ ابن خلدون: ج:2،ص:129)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلسل حالات کی اصلاح کی کوششیں کر رہے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں حالات کی تحقیق کے لئے وفود روانہ کیے جائیں چنانچہ 35ھ میں محمد بن مسلمہ کوفہ، اسامہ بن زید بصرہ، عمار بن یاسر مصر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شام اور بعض اور دیگر صوبہ جات کی طرف روانہ ہو گئے۔ نیز تمام ملک میں گشتی اعلان کر دیا گیا کہ میں عموماً حج کے موقع پر تمام حکام کو جمع کرتا ہوں اور جس حاکم کے خلاف کوئی شکایت پیش کی جاتی فوراً تحقیق کر کے اس کا ازالہ کر دیتا ہوں اس کے باوجود اگر کسی شخص کو کسی حاکم کے خلاف شکایت ہو تو مجھ سے بیان کرے میں تحقیق کر کے مظلوم کا حق ظالم سے

دلاؤں گا۔

ابن خلدون اور امام طبری نے بیان کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحقیق کے لئے جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھیجے تھے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سوا سب واپس آ گئے۔ مصر میں عبداللہ بن سباء، خالد بن ملجم اور کنانہ بن بشر وغیرہ شر پسند موجود تھے اور ان لوگوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو واپس نہیں آنے دیا حتی کہ یہ گمان کیا گیا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (تاریخ طبری: جز:3، ص:99)

ابن سباء کے تربیت یافتہ لوگوں نے آپس میں مل کر ایک سازش تیار کی اور بصرہ، مصر اور کوفہ سے تقریباً دو ہزار فتنہ پرداز اپنے اپنے شہروں سے حاجیوں کی وضع میں مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے تاکہ اپنے مطالبات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بزور تسلیم کرائیں جن میں سے ایک اہم مطالبہ یہ تھا کہ حاکم مصر عبداللہ بن ابی رباح کی جگہ محمد بن ابی بکر کو حاکم مقرر کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کر کے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا اور ابن سرح کی معزولی اور محمد بن ابی بکر کی تقرری کا پروانہ لکھ کر انہیں دے دیا۔ پھر یہ لوگ واپس چلے گئے چند دنوں کے بعد دفعتاً گھوڑوں کی ٹاپوں اور انتقام انتقام کی صداؤں سے مدینہ منورہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا کر اپنے گھروں سے نکلے دیکھا کہ مفسدوں اور باغیوں کی جماعت واپس آ گئی ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ ہمیں راستہ میں دربار خلافت کا ایک قاصد ملا جس کے پاس والئ مصر کے نام یہ ہدایت تھی کہ ان لوگوں کی گردن ماردی جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ سے مکمل لاعلمی اور حیرت کا اظہار کیا۔

باغیوں نے کہا:

جس خلیفہ کو اتنی سی بات کی خبر نہ ہو وہ خلافت کا اہل ہی نہیں ہے لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ (طبقات ابن سعد: جز:5، ص:32)

اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیض پہنائے گا لوگ اس کو اتارنے کی کوشش کریں گے تم اس قمیض کو مت اتارنا اور میں سمجھتا ہوں کہ قمیض سے مراد یہی خلافت قمیض ہے۔ (مشکوٰۃ: ص:262)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار پر تقریباً دو ہزار باغیوں نے کاشانہ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کر لیا جو مسلسل چالیس دن تک قائم رہا۔ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پانی پہنچانے کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ ایک بار حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کی کوشش کی مگر باغیوں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور بے ادبی سے مزاحمت کر کے انہیں واپس کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر آشوب وقت میں اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان جانثاروں کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھے۔ باغیوں کو سمجھانے کے لئے متعدد اکابر صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے مؤثر تقریریں کیں لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی چھت سے باغیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہ مسجد تنگ تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے عوض کون اس زمین کو خرید کر مسجد کے لئے وقف کرے گا۔ اس وقت میں نے وہ زمین مسجد کے لئے وقف کی تھی۔ آج تم اس زمین پر مجھے سجدہ نہیں کرنے دیتے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سوائے چاہ رومہ کے اور کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے عوض کون اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرتا ہے۔ اس وقت بھی صرف میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر لبیک کہی اور آج تم مجھے اس کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے لیکن باغیوں پر آپ کی اس تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ (تاریخ ابن خلدون: جز:2، ص:144)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بصیرت افروز آنکھوں نے اس فتنہ کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ شام چلئے تا کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی ناگہانی خطرہ سے دوچار نہ ہو جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

میں دیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اور کہیں نہیں جانا چاہتا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں حفظ ماتقدم کی خاطر شام سے آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے فوج بھجوا دوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں کو اس لشکر کی وجہ سے کوئی پریشانی ہو۔

محاصرہ کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا۔

میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لیجئے۔

1- آپ رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی عظیم جماعت یہاں موجود ہے اس کو لے کر نکلیے اور ان باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو نکال دیجئے۔

2- دوسری صورت یہ ہے کہ
پچھلی طرف سے نکل کر مکہ معظمہ چلے جایئے۔ مکہ حرم ہے وہاں یہ آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

3- تیسری صورت یہ ہے کہ
شام میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پناہ میں چلے جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی صورت کا یہ جواب دیا کہ اگر میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں اس امت کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو اپنی حکومت کی بقاء کے لئے مسلمانوں کا خون بہائے۔

دوسری صورت کا جواب یہ ہے کہ

مجھے ان لوگوں سے یہ توقع نہیں ہے کہ یہ حرم مکہ مکرمہ کی حرمت کا کوئی لحاظ رکھیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمتیں پامال ہوں۔

اور تیسری صورت کا جواب یہ تھا کہ

دار الہجرت اور دیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میں کہیں بھی نہیں جانا چاہتا۔ (مسند احمد: جز:1،ص:67)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر بہت وسیع تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم سمیت سات سو افراد موجود تھے جن کی قیادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ انہوں نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی۔

تو ارشاد فرمایا: اگر ایک شخص بھی میری خاطر لڑنا چاہے تو میں اس سے خدا کے لئے کہتا ہوں کہ وہ میری خاطر خون نہ بہائے۔ (مسند احمد: جز:1،ص:72)

آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیس (20) غلام تھے ان کو بھی بلا کر آخری وقت میں آزاد کر دیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا۔

امیر المومنین انصار دروازے پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں۔

ارشاد فرمایا: اگر وہ جنگ کی اجازت چاہتے ہیں تو انہیں بالکل اجازت نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد: جز:3،ص:48)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اجازت مانگی تو ارشاد فرمایا کہ

کیا تم یہ پسند کرتے ہو مجھ سمیت تمام دنیا کو قتل کر دو۔

عرض کیا۔

نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ تھا۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

یعنی

جس شخص نے بغیر قصاص یا فساد کے کسی شخص کو قتل کیا گویا اس نے تمام دنیا کے انسانوں کو قتل کیا۔

(طبقات ابن سعد: جز:3،ص:48)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں کا بیان فرمار ہے تھے اتنے میں ایک شخص کا گزر ہوا جو کپڑا اوڑھے جا رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

فتنوں کے وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا بیان کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ شخص ان فتنوں میں مظلوم شہید کیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور انور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان فتنوں سے مطلع کیا تھا اور صبر واستقامت کی تاکید فرمائی تھی۔

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ اس وقت کے منتظر تھے جو ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ سترہ ذوالحجہ 35ھ کو جمعہ کا دن تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور حضور انور ﷺ فرمار ہے ہیں عثمان جلدی کرو ہم تمہارے افطار کے منتظر ہیں۔

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا۔ (طبقات ابن سعد: جز:3،ص:53)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا۔ اب وقت قریب آپہنچا ہے پھر لباس تبدیل کیا اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد باغیوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مزاحمت کرتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو وہ اس فعل کو ناپسند کرتے۔

کنانہ بن بشر نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر زور سے لوہے کی سلاخ ماری جس سے آپ رضی اللہ عنہ گر پڑے اور زبان سے یہ کلمات شریفہ جاری ہوئے۔

بسم اللہ و توکلت علی اللہ

سواد بن حمران نے دوسری ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ شروع ہو گیا۔ عمرو بن الحمق نے سینہ پر چڑھ کر نیزوں کے پیہم نو وار کیے۔ ایک ازلی شقی نے بڑھ کر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے ذوالنورین کی شمع حیا بجھ گئی۔ (البدایہ والنہایہ: جز:7،ص:185)

مفسدین کے فساد اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تفصیلی واقعہ اس طرح ہے۔

ابن سعد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سال خلافت فرمائی اور چھ سال تک آپ رضی اللہ عنہ سے لوگ ناراض نہیں ہوئے بلکہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ چاہت کرتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ سخت انداز اپناتے تھے مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ بن گئے تو ان سے نرم انداز اپنایا۔ صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملات میں نرمی سے کام لیا اور آخری چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر فرمایا اور ان کو حکم الٰہی عزوجل کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال عطا فرمایا۔

اور فرمایا کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مال ترک کر دیا تھا اور میں نے اس کو لے کر اپنے اقارب میں تقسیم فرما دیا ہے جس کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا گیا۔

زہری نے ابن عساکر سے روایت کیا ہے کہ

میں نے ابن مسیب سے کہا کہ

کیا آپ رضی اللہ عنہ مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے کہ لوگوں کا اور آپ رضی اللہ عنہ کا معاملہ کس طرح کا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کیوں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔

ابن مسیب نے جواب دیا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت کی صورت میں قتل کیے گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل مظلوم تھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو اکیلا چھوڑا تھا وہ معذور تھا۔

میں نے پوچھا۔

وہ کس طرح؟

انہوں نے کہا:

جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو بہت زیادہ چاہتے تھے اور وہ بنی امیہ کے اس طرح ۔ کے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جن کو بی ریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے امراء اس طرح کے افعال کا ارتکاب کرتے تھے جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے متعلق لوگوں کی ناراضگی اختیار کر لیتے تھے مگر ان کو معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچا زاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دی اور ان کو والی بنا دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ لینے کا حکم فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم بنایا وہ وہاں کئی سال رہے تو مصر والے ان کو شکوہ اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ قلبی رنج تھا جس

کی وجہ سے بنو ہذیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی دکھ تھا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت غصہ تھا۔ مصر والے عبداللہ بن ابی سرح کا شکوہ لے کر آ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو کھینچا تو ابن سرح اس بات کو قبول کرنے سے انکاری ہو گئے جس سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو اشخاص گئے تھے ان میں سے ایک کو مار کر قتل کر دیا تو مصر والوں میں سے سات سو اشخاص نے مدینہ منورہ آ کر مسجد میں رہائش رکھ لی اور نماز کے اوقات کے معاملے میں ابن سرح نے جو ان سے سلوک کیا اس کا انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس شکوہ کیا تو طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت تیز کلام کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو فرمائیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہیں اور اس آدمی کو معزول کرنے کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح کرنے سے انکار فرما دیا۔ اس آدمی نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے عامل سے ان کو انصاف دلا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر فرمایا کہ

یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کی جگہ ایک شخص کا سوال کرتے ہیں اس سے قبل وہ خون کے مدعی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو معزول کر کے ان کے مابین فیصلہ فرما دیں۔ اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے ان کو انصاف دلا دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا: کوئی ایک شخص پسند کر لو میں اس کی جگہ اس شخص کو تمہارے اوپر حاکم بنا دیتا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بنا دیا جب وہ واپس جانے لگے تو مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرح کے معاملہ کا جائزہ لینے کے لئے ان کے ساتھ چلے گئے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے رفقاء بھی گئے اور جب وہ مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلے پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام غلام اونٹ کو اس طرح بھگائے جا رہا تھا کہ گویا اس کے پیچھے کوئی آ رہا ہے یا وہ خود کسی کا پیچھا کر رہا ہے۔

تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اس کو کہا۔

تمہیں کیا ہوا؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تو بھاگا ہوا ہے یا کسی کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

تو اس نے کہا:

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس روانہ فرمایا ہے۔

تو ان میں سے ایک شخص نے کہا:

مصر کے گورنر تو یہ ہیں۔

اس نے کہا:

میں ان کو نہیں ملنا چاہتا۔

اس آدمی نے محمد بن ابی بکر کو اس آدمی کے بارے میں بتایا تو اس نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو روانہ کیا وہ اس کو پکڑ کر آپ کے روبرو حاضر کیا۔

ایک شخص نے اس سے کہا۔

تو کس کا غلام ہے؟

اس نے ایک بار کہا۔

میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔

اور دوسری بار کہا۔

میں مروان کا غلام ہوں۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے اس کو پہچان لیا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔

محمد بن ابی نے اس سے پوچھا۔

آپ کو کس طرف بھیجا گیا ہے۔

اس نے کہا:

مصر کے گورنر کی طرف بھیجا گیا ہے۔

انہوں نے پوچھا۔

کس کے لئے۔

اس نے کہا:

ایک پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے۔

اس نے پوچھا۔

تیرے پاس کوئی رقعہ ہے۔

اس نے کہا:

نہیں۔

اس نے اس کی تلاشی لی مگر کوئی رقعہ نہ مل سکا۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں ابی سرح کے نام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط تھا۔ محمد بن ابی بکر نے ان مہاجرین اور انصار کو جمع کیا جو آپ کے ساتھ تھے پھر ان کی موجودگی میں اس خط کو کھولا۔

تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ

جب آپ کے پاس محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں شخص آئیں تو ان کے قتل کے متعلق سوچنا اور اس کے پاس جو مقرر کرنے کا خط ہے اس کو بے فائدہ اور جھوٹا سمجھنا اور جب تک میری رائے کا آپ کو پتہ نہ چلے تو اس وقت تک اپنے کام پر پکے رہنا اور جو

لوگ شکوہ و شکایت کرنے کے لئے آپ کی طرف آئیں ان کو اس وقت تک قید میں رکھنا جب تک ان کے بارے میں میری رائے آپ کو معلوم نہ ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ڈر کر مدینہ منورہ کی طرف واپس آ گئے اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام اشخاص کی مہریں لگوا دیں جو آپ کے ساتھ تھے اور ان میں سے ایک شخص کو خط دے دیا۔ مدینہ منورہ آ کر انہوں نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم اور نبی کریم ﷺ کے جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے ان کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا اور ان کو اس غلام کا واقعہ بتایا اور ان تمام کو وہ خط پڑھ کر سنایا جس سے مدینہ منورہ کے تمام اشخاص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے غصہ میں آ گئے اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کو غصے میں اور بھی زیادہ کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنا تو ہر شخص غم کی حالت میں تھا۔ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر بنو تیم وغیرہ کو آپ پر چڑھائی کے لئے لے آیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو ملاحظہ فرمایا تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عمار اور بدر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ غلام اور اونٹ بھی تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا۔

کیا یہ آپ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہاں۔

پھر کہا۔

کیا یہ اونٹ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہاں۔

پھر کہا۔

کیا یہ خط آپ رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

نہیں! آپ رضی اللہ عنہ نے قسماً فرمایا کہ میں نے یہ خط نہیں تحریر کیا اور نہ میں نے اس کو یہ کہا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی پتہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ مہر آپ رضی اللہ عنہ کی ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہاں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ کا غلام آپ رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر آپ رضی اللہ عنہ کا مہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ ہی نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسماً فرمایا کہ

میں نے نہ تو خط تحریر کیا ہے اور نہ میں نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو کبھی مصر کی جانب روانہ کیا ہے۔ لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک کرنے لگ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے حوالے کیا جائے۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں شک کرنے لگے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جھوٹی قسم نہیں اٹھائی۔

مگر چھ اشخاص نے کہا:

جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کریں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط والا معاملہ نہ جان لیں اس وقت تک ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دل سے بری نہیں جانتے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل ناحق کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں اگر وہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے تو ہم اس کو معزول کریں گے اگر مروان نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے تحریر کیا ہے تو ہم مروان کے متعلق جس قدر ہو سکا سوچیں گے اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو قتل کے ڈر سے ان کے حوالے کرنے سے انکاری ہوئے۔ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جھانک کر لوگوں سے استفسار فرمایا۔

کیا آپ لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔

انہوں نے جواب دیا۔

نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

کیا آپ لوگوں میں سعید تشریف فرما ہیں۔

انہوں نے جواب دیا۔

نہیں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچائے گا کہ وہ ہمیں پانی دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیج دیئے۔ ابھی وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کی وجہ سے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے حتیٰ کہ پانی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ نہیں ہوگا اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اپنی تلواریں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر لے کر کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچنا چاہے اس کو نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے بیٹوں کو روانہ کیا کہ کسی شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور انہیں کہیں کہ وہ مروان کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ معاملہ دیکھا تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر اندازی شروع کر دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں لتھڑ گئے اور مروان کو بھی گھر میں ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کا سر بھی زخمی ہوا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ ڈر لگا کہ کہیں بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی حالت دیکھ کر غصے میں نہ آجائیں۔ اور بڑا فتنہ نہ قائم کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا اگر بنو ہاشم نے آکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دور کر دیں گے اور ہم جس بات کے متمنی ہیں وہ تو پوری نہیں ہوگی میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا علم بھی نہ ہوگا۔ پس محمد بن ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کے رفقاء کو کچھ بھی علم نہ ہو سکا کیونکہ آپ کے سب رفقاء گھروں کی چھتوں پر تھے اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی زوجہ ہی تھی۔ محمد بن ابی بکر نے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو اس لیے کہ ان کے ساتھ ان کی زوجہ بھی ہے حتیٰ کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں جب میں ان کو ہتھے لے لوں تو تم دونوں داخل ہو کر ان کو مار مار کر قتل کر دینا۔ محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا۔

اگر تیرا باپ تجھے میرے ساتھ اس حالت میں ملاحظہ کرتا تو اس کو یہ بات بری لگتی تو اس نے ہاتھ کو ڈھیلا کر دیا۔ اتنے میں دونوں اشخاص نے داخل ہو کر مار مار کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور جس راستے سے آئے تھے بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے آوازیں لگائیں مگر آپ رضی اللہ عنہ کی چیخ و پکار گھر میں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی وجہ سے کسی کو نہ سنائی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل کر دیئے گئے ہیں۔ لوگوں نے آکر دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ

شہید ہو گئے تھے۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ منورہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس بات سے ان کے اوسان خطا ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آ کر ان کو شہید پایا۔ تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔

دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کس طرح شہید ہو گئے اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور انتہائی غصہ کے ساتھ اپنے گھر آ گئے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا اشد ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یہ اب تمہارا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس سے اہل بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ قائم ہوگا۔

تمام اہل بدر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا۔

ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو خلافت کا مستحق نہیں جانتا۔ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی سے آ کر پوچھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا ہے۔

اس نے کہا:

میں نہیں جانتی! دو اشخاص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جن کو میں نہیں جانتی جنہیں میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا اور جو کچھ انہوں نے کیا اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے بتایا تھا اس کے بارے میں پوچھا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا:

انہوں نے سچ کہا ہے! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا تذکرہ کیا تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر کے ان کے پاس سے چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے نہ ان کو پکڑا ہے اور نہ میں نے ان کو قتل کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے کہا:

اس نے سچ کہا ہے مگر ان دو بندوں کو اس نے داخل کیا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ: ص116 تا 117)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمان نے بیان کیا ہے کہ

محمد بن ابی بکر دیوار پھاند کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے ان کے ساتھ کنانہ بن بشر، سودان بن حمران اور حضرت عمرو بن الحق بھی تھے اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید سے سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارکہ کو پکڑ کر کہا۔

اے بڈھے احمق! تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بڈھا احمق نہیں ہوں۔ امیر المومنین ہوں۔

محمد بن ابی بکر نے کہا:

تجھے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور فلاں فلاں نہیں بچا سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میری داڑھی چھوڑ دو اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ اس داڑھی کو نہ پکڑتے۔

محمد بن ابی بکر نے کہا:

اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو وہ تمہارے افعال سے متنفر ہو جاتا۔

محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں ایک چوڑے پھل کا تیر تھا وہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پشانی میں گھونپ دیا۔ کنانہ بن بشر کے ہاتھ میں ایسے کئی تیر تھے وہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی کان کی جڑ میں گھونپ دیئے اور وہ تیر آپ رضی اللہ عنہ کے حلق کے آر پار ہو گئے۔ پھر اس نے اپنی تلوار سے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔

ابوعون نے بیان کیا ہے کہ

کنانہ بن بشر نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی اور سر پر لوہے کا ڈنڈا مارا اور سودان بن حمران نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر وار کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔

عبدالرحمان بن الحارث نے بیان کیا ہے کہ

کنانہ بن بشر کے حملہ کے بعد ابھی آپ رضی اللہ عنہ میں رمق حیات تھی پھر عمرو بن الحق آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر نو وار کیے بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حملہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کا خون قرآن مجید کے اوراق پر گرا۔ اٹھارہ ذوالحجہ چھتیس ہجری کو جمعہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (تاریخ الامم والملوک: جز:3،ص:424)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا انجام بہت برا ہوا عنقریب وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔

سودان بن حمران کو اسی وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ (الکامل فی التاریخ: جز:3،ص:90)

کنانہ بن بشر کو 36ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس لشکر نے قتل کر دیا تھا جس کو انہوں نے مصر کے لئے تیار کیا تھا۔

(تاریخ دمشق: جز:53،ص:198)

مالک بن الحارث الاشتر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا 38ھ میں کسی نے اس کو زہر کھلا دیا اور یہ مر گیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا پھر 38ھ میں یہ بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر سے شکست کھا کر قتل کر دیا گیا پھر اس کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا گیا۔ (الاستیعاب: جز:3، ص:423)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات سے چند سال قبل اسماء بنت عمیس سے شادی کی تھی ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی تھی اور محمد بن ابی بکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پروردہ تھے۔ (الاستیعاب: جز:3، ص:422)

سید مودودی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالک بن الحارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دیئے درآں حالیکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے نظام خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک ایسا کام نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت وملوکیت: ص:146)

علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن الحق صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور ہجرت کی۔ بعد میں انہوں نے کوفہ کو مسکن بنا لیا۔ انہوں نے جنگ جمل اور جنگ حنین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ زیاد کے زمانہ میں یہ موصل چلے گئے اور غار میں جا کر چھپ گئے وہاں ان کو سانپ نے ڈس لیا۔ زیاد کے عامل نے ان کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھیج دیا اس نے وہ سر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے یہ پچاس ہجری کا واقعہ ہے۔ (الاستیعاب: جز:3، ص:258)

علامہ ابن خلدون متوفی 808ھ لکھتے ہیں:

اصل قاتل کنانہ بن بشر تھا اور عمرو بن الحق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نیزوں کے متعدد وار کیے تھے۔

(تاریخ ابن خلدون: جز:2، ص:490)

اس امت کی سب سے پہلی ناشکری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اس کے بعد قتل پر قتل ہوتے گئے۔

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ

سب سے پہلے جنہوں نے اس نعمت کا کفر کیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو امن کی نعمت عطا فرمائی تھی وہ واپس لے لی۔ اور ان پر خوف مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے اور خون ریزی میں مشغول ہو گئے حالانکہ ان سے پہلے وہ بھائی بھائی تھے۔

(معالم التنزیل: جز:3، ص:427)

حمید بن بلال کہتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تھے اس وقت سے آج تک فرشتے تمہارے مدینہ منورہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا تو وہ فرشتے لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی بھی نہیں آئیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! تم میں سے جو شخص بھی ان کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ سوکھا ہوا (مفلوج) ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی تلوار تم سے اب تک میان میں رکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ اپنی تلوار کو میان سے نکال لے گا پھر کبھی اس تلوار کو میان میں نہیں رکھے گا۔

یا فرمایا کہ

قیامت تک میان میں نہیں رکھے گا اور جب بھی کسی نبی کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ میں ستر ہزار افراد قتل کیے گئے اور جب بھی کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا تو اس کے بدلہ میں 35 ہزار نفوس قتل کیے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث 20963)

امام ابوالقاسم علی بن الحسین ابن عساکر متوفی 571ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کے بعد کسی کو باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا ماسوا قتل عثمان (رضی اللہ عنہ) کے تم اس کو قتل کر دو گے اگر تم نے اس کو ذبح نہیں کیا تو تم کو بکریوں کی طرح ذبح کیے جانے کی بشارت ہو۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 41، ص: 294، الکامل لابن عدی: ج: 7، ص: 544)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی تلوار اس وقت تک میان میں رہے گی جب تک کہ عثمان زندہ رہیں گے اور جب عثمان کو قتل کر دیا جائے گا تو وہ تلوار میان سے باہر نکل آئے گی پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں داخل نہیں ہوگی۔

(کنز العمال: رقم الحدیث 32866)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پہلے ہی خبر دے دی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قاتلین اور قتل کے بارے میں بے شمار فرامین ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ) مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیے جائیں گے۔

احمد نے اس کو روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مقدس کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے گھر میں شہادت نوش فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آگے قرآن مجید رکھا ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا خون اس آیت پر گرا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (البقرہ:137)

اور الشفاء میں روایت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے وصال فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو جلد ایک قمیض پہنائے گا اور لوگ اس کو اتارنے کے خواہش مند ہوں گے اور اس کا خون اللہ تعالیٰ کے اس قول پر جاری ہوگا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (البقرہ:137)(الشفاء:ص:249)

اور حاکم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ میں یوں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) آپ سورہ بقرہ کی تلاوت کرتے ہوئے قتل ہوں گے اور آپ کے خون کا قطرہ پر فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پڑے گا۔

مگر الذہبی نے کہا:

یہ حدیث موضوع ہے یعنی آپ پڑھتے ہوں گے سے آخر تک۔ مگر وہ اخبار جن میں اصل قتل کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں جس طرح کہ بہت سی احادیث مبارکہ میں اس کا تذکرہ آیا ہے جس طرح کہ کنویں کی حدیث مبارکہ میں جو کہ گزشتہ اوراق میں گزر گئی ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان کی گئی ہے اور اس حدیث صحیح میں جس میں نبی کریم ﷺ نے فتنے کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک شخص آپ کے نزدیک سے گزرا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مظلوم کی صورت میں قتل کیا جائے گا۔

اس حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ

میں نے ملاحظہ کیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ 35ھ کے تشریق کے دنوں کے درمیان میں قتل کیے گئے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ البقیع میں حش کوکب میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ پہلے آدمی ہیں جو کہ اس مقام پر دفن کئے گئے۔

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ 18 ذوالحجہ کو جمعہ کے دن شہید ہوئے۔

اور اس طرح بھی فرمایا گیا ہے کہ

ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک (82) بیاسی سال تھی۔

ابن عساکر نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جس کو حمار کہا جاتا ہے۔

اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
میں محاصرہ کے لمحات میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔
اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہا۔
آپ رضی اللہ عنہ عامۃ الناس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ رضی اللہ عنہ پر نازل ہوگئی ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کو ملاحظہ فرما رہے ہیں میں آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گزار تین باتیں عرض کرتا ہوں۔ ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ جو بات چاہیں اس کو اختیار فرمائیں۔
ان میں ایک تو یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ باہر نکل کر ان کا مقابلہ فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کثیر اشخاص اور طاقت موجود ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ حق پر بھی ہیں اور وہ باطل پر ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکۃ المکرمہ روانہ ہو جائیں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے خون کو ہرگز مباح نہیں جانیں گے اور یہ بھی بات ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ وہاں کے ساکن بھی ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ شام روانہ ہو جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔
یہ بات کہ میں باہر نکل کر مقابلہ کروں۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خون ریزی کرنے والا سب سے پہلا حاکم بننا نہیں پسند کرتا۔
اور یہ کہ مکۃ المکرمہ روانہ ہو جاؤں۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
قریش میں ایک ملحد ہو کر مکۃ المکرمہ چلا جائے گا اس پر آدھی دنیا کا عذاب ہوگا میں ہرگز اس طرح کا آدمی نہیں بننا پسند کرتا۔
اور یہ کہ میں شام میں روانہ ہو جاؤں۔
میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو کبھی بھی نہیں ترک کروں گا۔ (مسند احمد: ص: 456)
ابن عساکر نے ابوثور الفہری سے روایت کیا ہے کہ
میں محاصرہ کی صورت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔
تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کے پاس دس باتیں چھپائی ہوئی ہیں میں اسلام میں چوتھا شخص ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی میری زوجیت میں عطا فرمائی وہ وصال فرما گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی سے میرا نکاح فرما دیا۔ میں نے کبھی بھی نہ گانا گایا اور نہ اس کی خواہش کی اور جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرم گاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی اس طرح کا نہیں گزرا جس

کے اندر میں نے اپنا غلام آزاد نہ کیا ہو علاوہ ازیں اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی چیز نہ ہو یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کئے ہیں اور نہ ہی میں جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا مرتکب ہوا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کیا ہے۔

ابن عساکر نے زین بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ

مجھے خبر ملی ہے کہ اس قافلے کے عام اشخاص کو جنون ہو گیا تھا جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی تھی۔

ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلا فتنہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور آخری فتنہ خروج دجال ہے اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ آدمی جس کا قلب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی محبوب رکھتا ہے وہ دجال کی پیروی کئے بغیر نہ مرے گا۔ اگر وہ دجال کا زمانہ پالے تو درست ورنہ اگر نہ پائے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لے آئے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اگر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کو طلب نہ کیا تو ان پر آسمان سے پتھروں کا برساؤ ہو گا۔

اسی طرح ابن عساکر نے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں تشریف لے گئے ہوئے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! میں اس بات پر رضامند نہ تھا اور نہ ہی میری یہ خواہش تھی۔

حاکم نے روایت کیا ہے اس کو قیس بن عبادہ سے صحیح قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا:

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے دن کہتے ہوئے سنا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے برأت کا طلب گار ہوں جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میری عقل سلامت نہ رہی اور میں اپنے نفس کو بھول گیا لوگ میرے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔

تو میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اس قوم کی بیعت لینے سے حیاء آتی ہے جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی حیاء آتی ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے سے قبل بیعت کر لوں۔ لہٰذا وہ لوگ چلے گئے۔ جب لوگ واپس پلٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے متعلق پوچھا۔

تو میں نے کہا:

اے اللہ عز وجل! میں جو قدم اٹھانے والا ہوں اس سے مجھے خوف لاحق ہوتا ہے پھر مجھے عزیمت حاصل ہو گئی تو میں نے بیعت لی۔ لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا دل پارہ پارہ ہو گیا ہے۔

تو میں نے کہا:

اے اللہ عز و جل! مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے۔ (مستدرک: ص: 101)

ابن عساکر نے ابو خلدۃ الحنفی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ

میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ میں نے ان کو شہید کیا ہے اور نہ کبھی اس طرح کی خواہش کی ہے میں نے تو ان کو منع کیا لیکن انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ص: 451)

ابن عساکر نے سمرۃ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

اسلام ایک مضبوط قلعے میں تھا انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اسلام میں ایک عظیم خلا پیدا کر دی ہے جو قیامت تک نہیں بھر سکے گی۔

عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے۔

اور فرمانے لگے۔

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو شہید نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی قسم! جو بندہ اس کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے وہ اس کی رہنمائی نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تم نے ان کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی بھی اس کو تمہارے بارے میں نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی شہید نہیں ہوا مگر اس نے اس کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل کیے اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا مگر اس نے ان کے متفق ہونے سے قبل 35 ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ص: 945)

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن المہدی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں بھی موجود نہ تھیں۔ اپنے بارے اتنا صبر کیا

کہ شہید ہو گئے اور لوگوں کو قرآن مجید پر جمع کیا۔

ابونعیم نے الدلائل میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جہجاء الغفاری نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا پکڑا اور اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابھی اس بات پر ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا فرمایا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔ (القول الاقوم فی معجزات النبی الاکرم: ص:325)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت ہی عظمت و شان کے مالک ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شان و رفعت میں کتابیں لکھتے لکھتے ہماری زندگی کی انتہاء تو ہو سکتی ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ کی شان و رفعت میں کتابیں پوری نہیں ہو سکتیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت کی ایک پلیٹ دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ فرمایا۔ میں جب اندر گیا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں میں ایک بار حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف اور دوسری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ جب میں واپس آیا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے استفسار فرمایا۔

تم ان دونوں کے پاس اندر گئے تھے۔

میں نے عرض کیا:

ہاں۔

ارشاد فرمایا: تم نے ان دونوں سے زیادہ خوبصورت جوڑا کسی جگہ ملاحظہ کیا۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبھی بھی نہیں۔ (الصواعق المحرقۃ: ص:107)

جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں جس طرح کہ روایت میں ہے۔

ابن سعد سے روایت ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مضبوط طریقہ سے باندھ دیا۔

اور کہا: اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے نئے دین کو چاہتے ہو جب تک تو اس دین کو ترک نہیں کرے گا اس وقت تک میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کے دین میں آپ رضی اللہ عنہ کی پختگی کو ملاحظہ کیا تو چھوڑ دیا۔

(المفصل فی شرح آیۃ الاکراہ فی الدین: ص:194)

اور جب مشرکین مکہ نے تنگ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ہجرت فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے شخص ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ ہو۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 108)

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

(الصواعق المحرقہ: 108)

یہاں پر آخری بحث کرنا یہ ضروری ہے کہ قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قصاص لیا گیا تھا یا نہیں اور قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) نے کیا سازش کی تھی؟

اس کی تحقیق یوں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد ہوگا اور قتل اور خونریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور برسر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین کی پناہ میں آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ سنایا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لے سکیں اور یہ کوشش کرو کہ وہ امیر المومنین کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم

ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔ (تاریخ ابن خلدون: ج:2،ص:494)

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تا کہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہمراہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین، حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجا انہوں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا۔ اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس قصد سے اس شہر میں آئی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں پھر آپ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟

انہوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:

تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون: ج:1،ص:500)

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گئے اور ان کی مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کی صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا۔ جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلا تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی انہوں نے باہر گٹھ جوڑ کر کے یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تا کہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی۔ سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بدعہدی کی۔ سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(تاریخ ابن خلدون: جز:1، ص503 تا504)

قاتلین عثمان کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر کس قدر تسلط اور تغلب تھا اس کا اندازہ شیعہ کی مستند اور مسلم کتاب نہج البلاغۃ کے اس اقتباس سے ہوتا ہے۔

چنانچہ نہج البلاغۃ میں ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب نے کہا: کاش آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو سزا دیتے جنہوں نے قتل عثمان کے لئے لشکر جمع کیا تھا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے بھائیو! جو بات تم جانتے ہو میں بھی اس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس ان پر قابو پانے کی طاقت کہاں ہے۔

حالت تو یہ ہے کہ

جس گروہ نے قتل عثمان (رضی اللہ عنہ) کے لئے لشکر کشی کی وہ پوری قوت اور طاقت کے ساتھ ہنوز باقی ہے یہ لوگ مجھ پر تسلط اور تغلب رکھتے ہیں میں ان پر تسلط اور تغلب نہیں رکھتا۔ اور آگاہ ہو جاؤ کہ قاتلین عثمان ایسے لوگ ہیں کہ تمہارے غلام تک ان کے پرجوش حامی ہیں اور تمہارے بادیہ نشین ان سے ملے ہوئے ہیں اور یہ قاتلین عثمان کہیں باہر نہیں خود تم میں موجود ہیں۔ ہنوز مدینہ سے باہر نہیں نکلے ہیں اور تمہیں ہر طرح کا ضرر پہنچا سکتے ہیں اور کیا تمہیں اس کا کوئی امکان نظر آتا ہے کہ تم ان پر غالب آ سکو۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ قتل جاہلیت کی بناء پر کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے پاس کمک اور امداد کی کمی نہیں ہے اور جب لوگوں کو ان کے

خلاف کارروائی کرنے کے لئے کہا جائے گا تو لوگ چند فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک فرقہ تو وہ ہوگا جس کی رائے تمہارے موافق ہوگی اور دوسرا فرقہ وہ ہوگا جس کی رائے تمہارے خلاف ہوگی اور تیسرا فرقہ وہ ہوگا جس کی رائے نہ یہ ہوگی نہ وہ۔ سوتم صبر سے کام لو حتیٰ کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور لوگوں کے حقوق آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکیں۔ میں جلد ہی مروت کے ساتھ اصلاح کروں گا اور جب میرے لئے کوئی چارہ کار نہیں رہے گا تو آخری دوا گرم لوہے سے داغ لگانا ہے۔

(خطبہ نمبر:166،ص:590)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلین سے قصاص لینے کی تاخیر کے سلسلہ میں ہے۔

اس عذر کا حاصل یہ ہے کہ

حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو قاتلین عثمان پر کما حقہ قدرت نہیں تھی۔

اسی لیے فرمایا: میں ان سے قصاص کس طرح لے سکتا ہوں اور قاتلین عثمان کو اسی طرح قوت اور شوکت حاصل ہے اور حضرت الامیر کے کلام کا صدق اس سے ظاہر ہے کہ اکثر اہل مدینہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف چڑھائی کرنے کے لئے آئے تھے وہ لوگ اہل مصر سے تھے اور کوفہ سے بھی ایک بڑی جماعت آئی تھی۔ وہ دور دراز سے سفر کر کے آئے تھے اور بہت سے بادیہ نشین اور غلام ان سے مل گئے تھے۔ ان کی بہت بڑی طاقت تھی اسی لیے فرمایا وہ تمہیں ہر طرح کا آزار پہنچا سکتے ہیں۔

روایت ہے کہ

حضرت الامیر نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ کیا پھر ارشاد فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کھڑے ہو جائیں تو چند آدمیوں کے سوا تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس بات کے صدق کی شہادت ہے کہ قاتلین عثمان اسی طرح طاقت ور تھے اور جب ان حالات کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کو ان کے خلاف کسی اقدام کرنے کی بالکل طاقت نہیں تھی۔

پھر آپ نے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے فرمایا: بے شک یہ قتل عثمان زمانہ جاہلیت کی کارروائی ہے اس کا کوئی شرعی جواز نہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا تھا جس کی سزا میں ان کو قتل کیا جاتا اور ان قاتلین کے بہت حامی اور مددگار ہیں۔

پھر آپ نے لوگوں کو انتظار کرنے کے لئے کہا اور ان کو ڈرایا کہ اگر قصاص میں جلدی کی گئی تو دین کی شوکت کمزور پڑ جائے گی اور اس سے بڑا فتنہ نمودار ہو جائے گا اس لیے مناسب یہ ہے کہ حالات کے پرسکون ہونے تک انتظار کیا جائے پھر شرعی طریقہ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے معین کر کے بتائیں کہ فلاں فلاں قاتل ہیں اور فلاں فلاں محاصرہ کرنے والے ہیں اور امام کے پاس مقدمہ پیش کریں تا کہ امام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق شرعی فیصلہ کرے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور اہل شام نے

شرعی مطالبہ کرنے کے بجائے میرے حکم کی مخالفت کی اور طاقت اور غلبہ سے قصاص کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں جو ہوا وہ ہوا۔ (شرح نہج البلاغۃ: جز:3، ص:322)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی 1399ھ لکھتے ہیں:

یہ تین رخنے تھے جن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کیا۔ ابھی انہوں نے کام شروع کیا ہی تھا اور شورش برپا کرنے والے دو ہزار آدمیوں کی جمعیت مدینے میں موجود تھی کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان سے ملے۔

اور کہا کہ

ہم نے اقامت حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے اب آپ ان لوگوں سے قصاص لیجئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں مگر میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ ہم ان پر کیا آپ حضرات اس کام کی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں۔

سب نے کہا:

نہیں۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں بھی وہی خیال رکھتا ہوں جو آپ کا ہے۔ ذرا حالات سکون پر آنے دیجئے تا کہ لوگوں کے حواس برجا ہو جائیں۔ خیالات کی پراگندگی دور ہو اور حقوق وصول کرنا ممکن ہو جائے۔

اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے بصرہ و کوفہ سے جہاں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بکثرت حامی موجود تھے۔ فوجی مدد حاصل کی جائے چنانچہ یہ قافلہ مکہ سے بصرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

(خلافت و ملوکیت: ص127 تا 128)

مزید لکھتے ہیں:

دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تابع فرمان بنانے کے لئے شام کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ بصرے کے اس اجتماع کی اطلاعات سن کر پہلے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مجبور ہو گئے لیکن بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے زیر اثر لوگ جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کو فطری طور پر ایک فتنہ سمجھ رہے تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

وہی قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) جن سے پیچھا چھڑانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ موقع کا انتظار کر رہے تھے اس تھوڑی سی فوج میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فراہم کی تھی ان کے ساتھ شامل رہے۔ یہ چیز ان کے لئے بدنامی کی موجب بھی ہوئی اور فتنے کی موجب بھی۔

بصرے کے باہر جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں اس وقت دردمند لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس بات کے لئے کوشاں ہوئی کہ اہل ایمان کے ان دونوں گروہوں کو متصادم نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ ان کے درمیان مصالحت کی بات چیت قریب قریب طے ہو چکی تھی مگر ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کے درمیان مصالحت ہو گئی تو پھر ہماری خیر نہیں اور دوسری طرف ام المومنین رضی اللہ عنہا کی فوج میں وہ لوگ تھے جو دونوں کو لڑا کر کمزور کر دینا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے بے قاعدہ طریقے سے جنگ برپا کر دی اور وہ جنگ جمل برپا ہو کر رہی جسے دونوں طرف کے اہل خیر روکنا چاہتے تھے۔

جنگ جمل کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ میں آپ دونوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ دونوں حضرات تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلا کر جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے ہٹ کر الگ چلے گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آگے کی صفوں سے ہٹ کر پیچھے کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے لیکن ایک ظالم عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

اور مشہور روایت کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا۔ بہر حال یہ جنگ برپا ہو کر رہی اور اس میں دونوں طرف کے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ یہ تاریخ اسلام کی دوسری عظیم ترین بدقسمتی ہے جو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد رونما ہوئی۔ اور اس نے امت کو ملوکیت کی طرف ایک قدم اور دھکیل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو فوج لڑی تھی وہ زیادہ تر بصرہ و کوفہ ہی سے فراہم ہوئی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اس کے پانچ ہزار آدمی شہید اور ہزاروں آدمی مجروح ہو گئے تو یہ امید کیسے کی جا سکتی تھی کہ اب عراق کے لوگ اس یک جہتی کے ساتھ ان کی حمایت کریں گے جس یک جہتی کے ساتھ شام کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت کر رہے تھے۔ جنگ صفین اور اس کے بعد مراحل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا اتحاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا تفرقہ بنیادی طور پر اسی جنگ جمل کا نتیجہ تھا۔ یہ اگر پیش نہ آئی ہوتی تو پچھلی ساری خرابیوں کے باوجود ملوکیت کی آمد کو روکنا عین ممکن تھا۔ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے تصادم کا یہی نتیجہ تھا جس کے رونما ہونے کی توقع مروان بن الحکم رکھتا تھا اسی لیے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگ کر بصرے گیا تھا اور

افسوس کہ اس کی یہ توقع سو فیصدی پوری ہوگئی۔ (خلافت وملوکیت: ص129 تا130)

نیز لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بےزار تھے بادل نخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت کرنے کے لئے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کرنے کے لئے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا۔ پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو ان کے اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار ہیں۔

اور انہوں نے جواب میں فرمایا: لعن اللہ قتلة عثمان

لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے۔ درآں حالیکہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(خلافت وملوکیت: ص:146)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی اس کتاب میں حضرت عثمان، حضرت معاویہ، ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی غلطیاں گنوائیں۔ اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات اور ان کے اختلافات میں ہمیں کسی فریق پر انگشت نمائی نہیں کرنی چاہئے اور ان کے تمام کاموں کی اچھی تاویل کرنی چاہئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے قصاص کا مطالبہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اخیر عمر تک قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے سکے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا کوئی شرعی ثبوت ہو۔

اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ

کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے ؟ اول تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نامعلوم تھے۔ دوسرا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے! مجھے سانس تو لینے دو فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جا سکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب بھی نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے لیکن ان پر پے در پے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن و سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکا۔ یہی وجوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہ لینے کی بنیں۔

الحمدللہ عزوجل! فقیر وحقیر نے ادنیٰ سی کوشش کر کے اس باب کے راوی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تمام حالات و واقعات پر مفصل و سیر حاصل بحث کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا ہے کہ اگر کہیں غلطی و کوتاہی ہوگئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِيْ فَضْلِ الْمَشْيِ اِلَى الصَّلٰوةِ

باب! نماز کی طرف چلنے کی فضیلت کا بیان

اس باب میں نماز کی طرف چلنے کے فضائل و احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

469 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَبْعَدُ فَالْاَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ اَعْظَمُ اَجْرًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسجد سے جس قدر دور ہے وہ اتنا ہی زیادہ اجر کا مستحق ہے۔

(المستدرک: جز:1،ص:326، سنن ابن ابی ماجہ: جز:3،ص:1، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:64، مسند احمد: جز:17،ص:306)

470 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ اَنَّ اَبَا عُثْمَانَ حَدَّثَهُ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ اَهْلِ

الْمَدِيْنَةِ اَبْعَدَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الرَّمْضَاءِ وَالظُّلْمَةِ فَقَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ فَنُمِيَ الْحَدِيْثُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرَدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ اِقْبَالِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِيْ اِلٰى اَهْلِيْ اِذَا رَجَعْتُ فَقَالَ اَعْطَاكَ اللّٰهُ ذٰلِكَ كُلَّهُ اَنْطَاكَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَزَّ مَا احْتَسَبْتَ كُلَّهُ اَجْمَعَ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی تھا کہ لوگوں میں سے مدینہ منورہ میں قبلہ رخ نماز پڑھنے والے میں میرے علم میں کوئی آدمی بھی اس طرح کا نہیں جس کا گھر مسجد سے دور ہو اور وہ مسجد میں کوئی بھی نماز پڑھنے سے رہ گیا ہو میں نے کہا آپ ایک گدھے کو خریدیں جس پر آپ گرمی اور سردی کے دنوں میں بیٹھ کر آجایا کریں تو ارشاد فرمایا میں اس کو محبوب نہیں جانتا کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو۔ پس یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارے میں استفسار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا مسجد کی جانب آنا لکھ دیا جاتا ہے اور واپس پلٹنا جب میں گھر والوں کی جانب پلٹ جاتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تمام عطا فرمایا جو تم نے گمان کر کے کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:64، سنن الدارمی: ج:1، ص:332)

471 حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا اِلٰى صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهُ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى تَسْبِيْحِ الضُّحٰى لَا يَنْصِبُهُ اِلَّا اِيَّاهُ فَاَجْرُهُ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلٰوةٌ عَلٰى اَثَرِ صَلٰوةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِيْ عِلِّيِّيْنَ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو پاکیزگی حاصل کر کے اپنے گھر سے فرض نماز کے واسطے چل پڑا تو اس کو حج کے واسطے احرام باندھ کر نکلنے والے کی مانند اجر ملے گا اور جو چاشت کی نماز کے واسطے نکلے اور اسی ہی کے لئے چلا ہو تو اس کو عمرہ کرنے والے کی مانند اجر ملے گا اور ایسی دو نمازوں کے مابین کوئی ایسی لغویات نہ کی ہو تو وہ علیین میں لکھ دی جاتی ہیں۔

(معجم الاوسط: ج:3، ص:314)

472 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِيْ بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِيْ سُوْقِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً وَذٰلِكَ بِاَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ

وَاَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا الصَّلٰوۃَ وَلَا یَنْھَزُہُ اِلَّا الصَّلٰوۃُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَۃً اِلَّا رُفِعَ لَہٗ بِھَا دَرَجَۃٌ وَّحُطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃٌ حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَ فِیْ صَلٰوۃٍ مَا کَانَتِ الصَّلٰوۃُ ھِیَ تَحْبِسُہٗ وَالْمَلَائِکَۃُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِہِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ اللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ مَا لَمْ یُؤْذِ فِیْہِ اَوْ یُحْدِثْ فِیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ ثواب ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو احسن طریقے سے وضو کرے اور مسجد کو آئے اس کا ارادہ صرف نماز کا ہو اس کو صرف نماز ہی لانے والی ہو تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہو جائے جب مسجد میں داخل ہو گیا تو وہ نماز میں ہے جب تک اس کو نماز روکے رہے گی اور فرشتے اس شخص کے واسطے دعا کرتے رہتے ہیں جو اپنی اسی جگہ پر بیٹھا رہے جس جگہ اس نے نماز ادا کی اور کہتے ہیں اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ عزوجل اس پر رحم فرما۔ اے اللہ عزوجل! اس کی توبہ قبول فرما جب تک اذیت نہ دے یا حدث لاحق نہ ہو۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:1، ص:415، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:61)

473 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِلَالِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃُ فِیْ جَمَاعَۃٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ صَلٰوۃً فَاِذَا صَلَّاھَا فِیْ فَلَاۃٍ فَاَتَمَّ رُکُوْعَھَا وَسُجُوْدَھَا بَلَغَتْ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْفَلَاۃِ تُضَاعَفُ عَلٰی صَلَاتِہٖ فِی الْجَمَاعَۃِ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا پچیس نمازوں کے برابر ہے جب جنگل میں نماز ادا کی تو اس کے رکوع اور سجود کو مکمل طریقے سے ادا کیے تو وہ پچاس نمازوں کو پہنچ جاتی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبدالواحد بن زیاد نے اس حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ کسی شخص کا جنگل میں ادا کی ہوئی نماز کا ثواب جماعت کی نماز سے کئی درجہ زیادہ ہے اور آگے حدیث روایت فرمائی۔

(المستدرک: جز:1، ص:326)

تشریح:

☆ قوله الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجراً

یعنی جس آدمی کا گھر مسجد سے جس قدر زیادہ بعید ہوگا اس قدر اس کا ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ آگے حدیث مبارکہ میں مسجد میں جانے والے کے لئے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک خطا معاف ہوتی ہے اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ ہیں۔

الا ادلکم علی ما یمحو اللہ به الخطایا ویرفع به الدرجات

مگر یاد رہے کہ گھر مسجد سے دور ہونا الگ بات ہے اور گھر کا مسجد کے قریب ہونا الگ بات ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گھر سے دور مسجد افضل ہو گھر کے قریب مسجد سے یہ دونوں علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ہر ہر قدم پر نیکی ملنا اور بات ہے اور مکان کا مسجد کے قریب ہونا یہ مکان کے لئے موجب شرف ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے شوم الدار بعده عن المسجد اور اسی طرح مسند احمد کی روایت میں ہے۔"فضل الدار القریبة من المسجد علی الدار الشاسعة کفضل الغازی علی القاعد۔"

☆ قوله من خرج من بیته متطهرًا الٰی صلاة مکتوبة فاجره کاجر الحاج المحرم

جو آدمی اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے واسطے مسجد جائے تو اس کا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو گھر سے احرام باندھ کر حج کے لئے جائے۔احرام صحت حج کے لئے ایسے ہی شرط ہے جس طرح طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

ایک بات تو یہ ہے کہ

گھر سے باوضو ہو کر نماز کے لئے جانا موجب فضیلت ہے۔

دوسری بات یہ کہ

تقدیم الاحرام افضل ہے میقات پر احرام باندھنے سے۔

اس دوسری بات میں اختلاف ہے۔

ظاہریہ کے نزدیک تقدیم الاحرام علی المواقیت جائز ہی نہیں اور آئمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے مگر افضلیت میں اختلاف ہے۔احناف وشوافع کے نزدیک تقدیم افضل ہے اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ میقات ہی سے احرام باندھا ہے۔

☆ قوله وصلاة علی اثر صلاة لا لغو بینهما کتاب فی علیین۔

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کہ ان کے درمیان کوئی لغو کلام یا فعل نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے علیین میں لکھی

جاتی ہے۔

یہاں علیین سے مراد اچھے اعمال کا دفتر ہے جس میں نیک لوگوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔

☆ **قوله صلاة الرجل فی جماعة تزید علی صلاته فی بیته وصلاته فی سوقه خمسا وعشرین درجة**

اس حدیث مبارکہ میں جماعت کی نماز کی افضلیت بیان فرمائی جارہی ہے منفرد کی نماز پر کہ جو نماز گھر یا بازار میں ادا کی جائے۔ جماعت کی نماز اس سے پچیس درجہ زیادہ ثواب کی حامل ہے۔

اشکال

اس روایت میں جماعت کا ثواب 25 گنا آیا ہے اور بعض روایتوں میں 27 گنا آیا ہے۔ بظاہر ان میں تعارض واقع ہو رہا ہے۔

جواب

ایک جواب تو یہ ہے کہ

آپ ﷺ پر احکام بتدریج نازل ہوتے رہے ہیں اس لیے ہوسکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا اجر عطا فرمایا ہو اور بعد میں اجر زیادہ کر کے ستائیس گنا کر دیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ بعض جگہوں کی برکت یا بعض نمازیوں کے خلوص نیت، خضوع، خشوع اور عبادت میں مشقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زیادہ اجر عطا فرما کر ستائیس گنا فرمادے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

عدد قلیل کی تصریح عدد اکثر کے منافی نہیں ہوتی پچیس کہنے سے ستائیس کی نفی نہیں ہوتی۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کہ ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہیں اس نے کہا میرے پاس سو روپے ہیں اس سے ہزار کی نفی نہیں ہوتی۔

☆ **قوله فاذا اصلاها فی فلاة فاتم رکوعها وسجودها بلغت خمسین صلاة**

یعنی جب کوئی شخص نماز جنگل میں کامل رکوع اور سجود کے ساتھ ادا کرے تو اس کا ثواب پچاس گنا ملتا ہے۔

یہاں پر دو احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

جماعت کے ساتھ پڑھنا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

منفرد پڑھنا۔

جو حضرات منفرد کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو شخص جنگل میں جو کہ خوف و دہشت کی جگہ ہوتی ہے تنہائی میں فریضہ نماز کو مکمل رکوع وسجود کے ساتھ پڑھے گا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا گویا جنگل کی یہ نماز جماعت کی نماز سے بھی زیادہ ہو گئی۔

ایک احتمال یہ بیان کیا جاتا ہے کہ

مسافر اور جنگل میں اکیلے شخص سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے لیکن انہوں نے اہتمام کر کے جماعت کی صورت پیدا کر لی تو ثواب دوگنا ہو گیا پچیس سے پچاس ہو گیا۔

بعض نے یہ احتمال بیان کیا ہے کہ

سفر اور جنگل میں جماعت کا اہتمام کرنے میں مشقت ہوتی ہے اس وجہ سے ثواب بڑھ گیا۔ پچیس جماعت کے اور پچیس مشقت کے یہ کل پچاس درجے ہو جاتے ہیں۔

بعض حضرات نے پچیس، ستائیس اور پچاس درجات کا یہ مطلب کیا ہے کہ نماز کا ثواب پچیس یا ستائیس یا پچاس بار دگنا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر

64=2x32=2x8=2x4=2x2=2x1

اسی طرح 25 بار ضرب دیں گے تو جواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس آئے (33554432) اور ستائیس بار ضرب دینے سے جواب تیرہ کروڑ بیالیس لاکھ سترہ ہزار سات سو اٹھائیس آئے گا (134217728) پچاس گنا کا حساب کرنا کیلکولیٹر کے بس کی بات ہی نہیں لہٰذا آپ خود ضربیں دے کر حساب معلوم کر لیں۔

☆ قولہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور کاتب وحی تھے آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں قرآن مجید حفظ کیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں کاتب وحی تھے آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو المنذر رکھی تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الطفیل۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطاب دیا سید انصار (اور) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطاب دیا سید المسلمین کا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

مدینہ منورہ میں 19ھ انیس ہجری میں وفات پائی یعنی خلافت فاروقی میں۔(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:516)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ سب سے زیادہ حیاء دار اور صادق عثمان ہے اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ کے لئے لکھا وہ ابی بن کعب ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے۔ جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔

ابونعیم نے کہا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 22ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ 30ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے آپ رضی اللہ عنہ خضاب نہیں لگاتے تھے۔(اسد الغابہ: جز:1،ص:50)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلٰوةِ فِي الظَّلَامِ

باب! اندھیرے میں نماز کی طرف چل کر جانے کا بیان

474 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ أَبُو سُلَيْمَانَ الْكَحَّالُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بشارت سنا دو کہ اندھیرے میں مساجد کی

طرف جانے والوں کے لئے قیامت کے دن مکمل نور ہوگا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:424، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:63، شعب الایمان: ج:3، ص:72)

تشریح:

اندھیری رات میں نماز کے لئے مساجد کی طرف چل کر جانے کا بہت زیادہ ثواب اور قیامت کے دن مکمل نور نصیب ہوگا۔

مومنین کا نور بہت ہی زیادہ ہوگا چنانچہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ

بعض مومنوں کا نور اس قدر ہوگا کہ اس سے مدینہ منورہ سے عدن تک روشن ہو جائے گا اور بعض مومنوں کے نور سے صرف ان کے قدموں کی جگہ روشن ہوگی۔ (جامع البیان:26024)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مومنوں کو ان کے نیک اعمال کے حساب سے نور دیا جائے گا۔ بعض کا نور کھجور کے درخت جتنا ہوگا بعض کا نور مرد کی قامت کے برابر ہوگا کم سے کم نور انسان کے انگوٹھے کے برابر ہو گا۔ (جامع البیان: رقم الحدیث:26025)

☆ قولہ یوم القیامۃ

یقیناً قیامت کا منظر ہولناک ہوگا ہر شخص پر نفسا نفسی کا عالم ہوگا مگر اللہ تعالیٰ جس پر اپنا خاص فضل و رحمت فرمائے گا وہی امان میں ہوگا۔

حصول رضا الٰہی عزوجل کے لئے قیامت کے چند احوال بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ اندھیروں میں ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک نور بھیجے گا جب مومنین اس نور کو دیکھیں گے تو اس نور کی جانب چل پڑیں گے اور وہ نور جنت کی طرف رہنمائی کرے گا۔ پس جب منافقین دیکھیں گے کہ مومنین اس نور کی روشنی میں جنت کی طرف جا رہے ہیں تو وہ بھی مومنین کے پیچھے چل پڑیں گے تب اللہ تعالیٰ منافقین پر اندھیرا کر دے گا اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے! تم ہماری طرف دیکھو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں کیونکہ ہم دنیا میں تمہارے ساتھ رہے تھے تو مومنین کہیں گے! تم اسی اندھیرے میں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے تھے اور وہیں نور تلاش کرو۔ (جامع البیان: رقم الحدیث:26027)

قیامت کے دن مجرموں کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ ہنس دیے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟
ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بندہ کی اپنے رب عزوجل سے اس بات پر ہنسی آئی ہے کہ
بندہ کہے گا: اے میرے رب عزوجل! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیوں نہیں!
بندہ عرض کرے گا: آج میں اپنے خلاف، اپنے سوا کسی اور گواہی دینے کی اجازت نہیں دوں گا۔
اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہوگی یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا تم بتاؤ، پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا دور ہو دفع ہو۔ میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2969)
ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو کیا سورج کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم کو اپنے رب عزوجل کو دیکھنے سے صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تم کو سورج یا چاند دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندہ سے ملاقات کرے گا۔
اور اس سے ارشاد فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی؟
کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی؟
اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے؟
اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا ہوا تھا؟
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟
وہ کہے گا: نہیں۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا۔
اور ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی تھی؟

کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی؟

کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے؟

اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوش حال زندگی میں نہیں چھوڑا تھا۔

وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب عزوجل!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تیرا یہ گمان تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟

وہ کہے گا: نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اس طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ تیسرے بندے کو بلا کر اسی طرح فرمائے گا۔

وہ بندہ کہے گا: اے میرے رب عزوجل! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا۔ میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ابھی پتا چل جائے گا۔

پھر اس سے کہا جائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں۔ وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا۔ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا۔ تم بتاؤ۔ پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو اور جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ منافق ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2968)

ایک اور روایت میں ہے: حکیم بن معاویہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ گے کہ تمہارے مونہوں پر پٹی باندھی ہوئی ہوگی اور کسی آدمی کا جو عضو سب سے پہلے کلام کرے گا وہ اس کی بائیں ران اور اس کی ہتھیلی ہوگی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:19909)

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا مگر مومنوں پر طویل نہ ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر ہوگا سو یہ کس قدر طویل دن ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن پر یہ دن اس سے بھی کم وقت میں گزرے گا جتنے وقت میں وہ دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:1390)

ایک اور روایت میں ہے: سعید الصواق سے روایت ہے کہ
انہیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ قیامت کے دن مومنوں کا فیصلہ اتنی دیر میں کر دیا جائے گا جتنی دیر عصر سے غروب آفتاب تک ہوتی ہے پھر وہ جنت کے باغات میں جا کر قیلولہ کریں گے حتیٰ کہ تمام لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث 19980)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ٥ (السجدۃ:5)
اس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے۔
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن سے اس دن میں تخفیف کی جائے گی حتیٰ کہ اس کو فرض نماز پڑھنے میں دنیا میں جتنا وقت لگتا تھا اس پر وہ دن اس سے بھی کم وقت میں گزرے گا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:3، ص:24)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کا دن کافر پر پچاس ہزار سال کی مقدار میں گزرے گا۔

(شعب الایمان: جز:1، ص:324)

روایت ہے کہ
قیامت کے دن کی مقدار کم کر کے مومنوں پر صرف اتنی کر دی جائے گی جتنی مقدار عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک ہوتی ہے۔ (معالم التنزیل: جز:3، ص:441)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کا دن مومنین پر اتنے وقت میں گزرے گا جتنا وقت ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے۔ (المستدرک: جز:1، ص:84)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب العلمین کے سامنے لوگ اس دن کے نصف تک کھڑے ہوں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ مومنوں کے لئے وہ دن اتنا آسان گزرے گا جتنا وقت آفتاب کے غروب کی طرف مائل ہونے سے لے کر آفتاب کے غروب ہونے تک لگتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 2578)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
کافر کے لئے قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا مقرر کیا جائے گا کیونکہ اس نے دنیا میں نیک عمل نہیں کیے۔

(مسند احمد: جز:3، ص:75)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ فرماتے ہیں:

قیامت کے دن کی مقدار ہمارے شمار کے اعتبار سے پچاس ہزار سال صرف کفار کے لئے ہوگی جن کی مغفرت نہیں ہوگی اور جن مومنین کی مغفرت ہوگی ان کے اعتبار سے قیامت کے دن کی مقدار اتنی ہوگی جتنا ظہر سے عصر تک کا وقت ہوگا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کا دن مومنین پر اتنی مقدار کا ہوگا جتنی مقدار ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔

(البعث والنشور: رقم الحدیث:124)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کا دن مومنوں پر اتنی مقدار کا ہوگا جتنی مقدار ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔

(البعث والنشور: رقم الحدیث:125)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر کے لئے قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا کیا جائے گا کیونکہ اس نے دنیا میں کئی (نیک) عمل نہیں کیا تھا اور کافر ضرور دوزخ کو دیکھے گا اور یہ گمان کرے گا کہ وہ اس میں چالیس سال کی مسافت تک گرنے والا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:336)

قیامت کے دن ہر شخص پر نفسا نفسی کا عالم ہوگا حتیٰ کہ وہ شفیع ڈھونڈیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک دستی اٹھالی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی لگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے دانتوں سے کھانے لگے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا جس میں وہ پکارنے والے کی آواز سن سکیں گے اور سب کو دیکھ سکیں گے۔ سورج ان کے قریب ہو جائے گا۔ لوگوں کو اس قدر رنج و غم ہوگا جس کو وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ پھر وہ لوگ آپس میں کہیں گے تم دیکھ رہے ہو کہ تمہاری کیا حالت ہو چکی ہے۔ سنو کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو تمہارے رب عزوجل کے پاس تمہاری شفاعت کرے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ اور عرض کریں گے۔

آپ علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست اقدس سے پیدا کیا ہے اور آپ علیہ السلام میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجئے۔ کیا

آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حالت میں ہیں؟

پس حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ

آج میرا رب عزوجل غضب میں ہے وہ اتنے شدید غضب میں پہلے نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور اس نے مجھے ایک درخت سے کھانے سے منع کیا تھا اور میں نے اس کی (بظاہر) معصیت کی۔ مجھے اپنے نفس کی فکر ہے۔ مجھے اپنے نفس کی فکر ہے۔ مجھے اپنے نفس کی فکر ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جا کر کہیں گے کہ

اے نوح علیہ السلام! بے شک آپ علیہ السلام زمین والوں کے سب سے پہلے رسول ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا نام بہت شکر ادا کرنے والا بندہ رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی طرف ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟

حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے۔

آج میرا رب عزوجل سخت غضب میں ہے وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں نہ تھا نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور بے شک میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی۔ نفسی، نفسی، نفسی۔ تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے کہ

اے ابراہیم (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور تمام زمین میں سے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟

وہ ان سے فرمائیں گے کہ

آج میرا رب عزوجل بہت غضب میں ہے وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں نہ تھا نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے (بظاہر) تین جھوٹے بولے تھے نفسی، نفسی، نفسی، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے۔

اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو رسالت سے اور اپنے کلام سے سرفراز کیا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟

وہ فرمائیں گے۔

بے شک آج میرا رب عزوجل سخت غضب میں ہے وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں نہ تھا نہ اس کے بعد اتنے غضب

میں ہوگا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا گیا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا تھا، نفسی، نفسی، نفسی، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے کہ

اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور آپ علیہ السلام نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا۔ آپ علیہ السلام ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ

آج میرا رب عزوجل بہت غضب میں ہے وہ اس سے پہلے اتنے غضب میں نہ تھا نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا اور وہ کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے نفسی، نفسی، نفسی تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے۔

اے (سیدنا) محمد! (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو بخش دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) ارشاد فرمایا: پھر میں عرش کے نیچے جاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ عزوجل میرے لیے حمد وثناء کے ایسے کلمات کھول دے گا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھولے ہوں گے۔

پھر مجھ سے کہا جائے گا۔

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! میری امت۔

اے میرے رب عزوجل! میری امت۔

پس کہا جائے گا۔

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دائیں دروازے سے اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کر دیجئے جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور باقی دروازوں میں بھی وہ لوگوں کے شریک ہوں گے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جنت کے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور بصریٰ میں فاصلہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4712)

کعب بیان کرتے ہیں کہ

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

انہوں نے کہا: اے کعب (رضی اللہ عنہ)! ہمیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاؤ۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! کیا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی حکمت نہیں ہے۔

انہوں نے کہا: نہیں لیکن ہمیں ڈرایئے!

میں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن ستر نبیوں کے عمل کے برابر عمل لے کر جائیں تو قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر اپنے عمل کو حقیر پائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور زیادہ بیان کرو۔

انہوں نے کہا: اگر مشرق میں دوزخ میں بیل کے نتھنے کے برابر بھی سوراخ کیا جائے تو اس کی تپش سے مغرب میں کھڑے ہوئے آدمی کا دماغ کھولنے لگے گا حتیٰ کہ اس کی تپش سے اس کا دماغ بہنے لگے گا۔

انہوں نے کہا: اور زیادہ بیان کرو۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! بے شک قیامت کے دن دوزخ ایک لمبا سانس لے گی جس کے اثر سے ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل گھٹنوں کے بل گر جائے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن دوزخ ایک لمبا سانس لے گی جس کے اثر سے ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل گھٹنوں کے بل گر جائے گا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔

اور کہیں گے۔

اے میرے رب عزوجل! نفسی، نفسی! میں آج تجھ سے صرف اپنے نفس کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کافی دیر تک سر جھکا کر بیٹھے رہے۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کیا آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کو نہیں پاتے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیسے؟

تو میں نے یہ آیت پڑھی: يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا (النحل: 111)

جس دن ہر متنفس اپنی جان کی طرف سے جھگڑتے ہوئے آئے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 12671)

قیامت کے دن اعمال نامہ بندہ کی حیثیت کے مطابق دیا جائے گا اگر وہ مسلمان تھا تو اس کا چہرہ سفید کر دیا جائے گا اور اگر وہ کافر تھا تو اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کا جسم ساٹھ ہاتھ کا کر دیا جائے گا اور اس کا چہرہ سفید کر دیا جائے گا اور اس کے سر پر چمکتے ہوئے موتیوں کا تاج پہنایا جائے گا وہ اپنے اصحاب کے پاس جائے گا وہ اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے اے اللہ عزوجل! ہم کو بھی ایسا کر دے اور ہم کو اس میں برکت دے حتیٰ کہ وہ شخص ان کے پاس پہنچ کر کہے گا خوش خبری تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا اور رہا کافر تو اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا اور اس کا جسم حضرت آدم علیہ السلام کی صورت کے مطابق ساٹھ ہاتھ کر دیا جائے گا اور اس کو (ذلت کا) ایک تاج پہنایا جائے گا اور اس کے اصحاب اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے ہم اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! اس کو ہمارے پاس نہ لانا جب وہ ان کے پاس آئے گا تو وہ کہیں گے۔ اے اللہ عزوجل! اس کو ذلیل کر وہ کہے گا اللہ تعالیٰ تم کو دور کر دے تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3136)

قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ اس نے عہد شکنی کی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور ہر عہد شکن کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا۔

پھر کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6177)

قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں گے اور اسی حالت میں ان کا حشر ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ ننگے بدن، ننگے پیر اور غیر مختون ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورتیں اور مرد سب ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) وہاں پر معاملہ اس سے کہیں سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2859)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک نصیحت کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم سب اس حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کیے جاؤ گے کہ تم ننگے بدن، ننگے پیر غیر مختون ہو گے۔

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الانبیاء:104)

"جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم اس کو ضرور پورا کرنے والے ہیں۔"

سنو! قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔

سنو! عنقریب میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کو بائیں طرف سے پکڑا جائے گا۔

پس میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! میرے اصحاب!

پس کہا جائے گا۔

(کیا) آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں کیا نئی چیزیں داخل کر لی تھیں۔ تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح عبد صالح نے کہا تھا اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

پھر مجھ سے کہا جائے گا۔

جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے یہ اس وقت سے اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6526)

قیامت کے دن بندوں کا حساب پاؤں کے پوروں پر صف بہ صف کھڑا کر کے حساب لیا جائے گا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلند آواز سے ندا فرمائے گا میں اللہ عزوجل ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہوں اور میں سب سے بڑا حاکم ہوں اور سب سے جلد حساب لینے والا ہوں۔ اے میرے بندو! آج تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے تم اپنی حجت لے آؤ اور اپنا جواب آسان بنالو کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا اور تم سے حساب لیا جائے گا اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو پیروں کے پوروں پر صف بہ صف کھڑا کرو تاکہ ان کا حساب لیا جائے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 38992)

قیامت کے دن اہل دوزخ کو حسرت ہوگی اور اہل جنت شکر گزار ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب سب اہل دوزخ جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو کہیں گے۔

کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ان کو حسرت ہوگی اور جب سب اہل جنت دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھیں گے تو کہیں

گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو دیکھنا ان کے لئے باعث شکر ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا مگر جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا اگر وہ نیک کام کرتا تا کہ اس کو حسرت ہو، اور کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا اگر وہ برے کام کرتا تا کہ اس کا شکر زیادہ ہو۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث 18660)

جب جنتی ہمیشہ جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی ہمیشہ دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں جنت اور دوزخ کے درمیان میں لاکر ذبح کردیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت کو سرمئی مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا اے اہل جنت! تو وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے۔

تو وہ کہے گا: تم اس کو پہچانتے ہو؟

وہ کہیں گے: یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ لیں گے۔

پھر وہ ندا کرے گا: اے اہل دوزخ! تو وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے۔

وہ کہے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟

وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور وہ سب اس کو دیکھ لیں گے پھر اس مینڈھے کو ذبح کردیا جائے گا۔

پھر منادی کہے گا: اے اہل جنت! اب دوام ہے پس موت نہیں ہے۔

اور کہے گا: اے اہل دوزخ! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4730)

قیامت کے دن کوئی رشتہ قائم نہ رہے گا اور سب اپنے اپنے حقوق وصول کریں گے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نکاح اور سسرال کا رشتہ قائم رہے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس طرح لوگ دنیا میں اپنے اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں آخرت میں کوئی اس طرح اپنے نسب پر فخر نہیں کرے گا اور جس طرح دنیا میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تم کس قبیلہ سے ہو اور تمہارا کیا نسب ہے آخرت میں کوئی کسی سے اس طرح سوال نہیں کرے گا اور اس دن کے شدید خوف اور دہشت کی وجہ سے کوئی شخص دوسرے سے متعارف نہیں ہوگا۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا اس دن ان کے درمیان کوئی نسب نہ ہوگا اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو وہ سب کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔

ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:50)

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال کریں گے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے صور کے وقت کوئی کسی سے سوال نہیں کرے گا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر کوئی زندہ شخص نہیں ہوگا اور نہ ان کے درمیان کوئی رشتہ ہوگا اور نہ وہ کسی سے سوال کریں گے۔ (جامع البیان: رقم الحدیث:1425)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن کسی بندہ یا بندی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو تمام اولین و آخرین کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا یہ فلاں بن فلاں ہے جس شخص نے اس سے اپنا کوئی حق لینا ہو وہ اس سے اپنا حق وصول کر لے پھر کوئی عورت اپنے باپ سے کوئی حق لینے آئے گی یا اپنے شوہر سے اپنا حق لینے آئے گی یا اپنے بھائی سے یا اپنے بیٹے سے۔

پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔

فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ (المومنون:101)

تو اس دن ان کے درمیان رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گے۔

پھر اس سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ان لوگوں کے حقوق ادا کرو۔

وہ شخص کہے گا: اے میرے رب عزوجل! دنیا فنا ہو چکی ہے اب میں ان کو حق کہاں سے دوں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا۔

اس شخص کی نیکیوں میں سے ہر شخص کو اس کے حق کے مطابق نیکیاں دے دو اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگا اور اس کی نیکیوں میں سے رائی کے دانہ کے برابر ایک نیکی رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی اس نیکی کو بہت زیادہ بڑھا دے گا حتیٰ کہ اس نیکی کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النساء:40)

"بے شک اللہ ایک ذرہ کے برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی ایک نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دگنا چوگنا کر دے گا اور خاص اپنے پاس سے اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا"

اگر وہ شخص شقی ہو تو فرشتے کہیں گے۔

اے رب عز وجل! اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق کے طلب کرنے والے باقی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

حق داروں کے گناہ لے کر اس کے گناہوں میں ڈال دو اور اس کو جہنم کی طرف دھکا دے دو۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 19427)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو غصہ میں لائے وہ مجھے غصہ میں لاتی ہے اور جس چیز سے وہ خوش ہو اس سے میں خوش ہوتا ہوں اور قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے سوا میرے نسب کے اور میرے نکاح کے اور میری سسرال کے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 19114)

ایک اور روایت میں ہے: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے چپکے چپکے کوئی بات کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آ کر الصفہ (چبوترے) پر کھڑے ہو گئے۔ وہاں حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ملے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔

عقیل غضب ناک ہوئے اور کہا: اے علی (رضی اللہ عنہ) جوں جوں تمہاری عمر بڑھ رہی ہے تمہاری غیر دانش مندی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے یہ نکاح کیا تو ایسی ایسی خرابیاں ہوں گی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کا یہ مشورہ خیر خواہی کی وجہ سے نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درہ سے گھبرا کر اس نے ایسی باتیں کی ہیں اور مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب اور نسب کا رشتہ منقطع ہو جائے گا سوا میرے سبب اور میرے نسب کے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسے اور فرمایا: عقیل پر افسوس ہے وہ احمق اور جاہل ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2633)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حسن بن حسن نے حضرت مسور بن مخرمہ کی بیٹی کا اپنے لیے رشتہ مانگا۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: حسن بن حسن سے کہنا کہ میں کسی وقت اس کا جواب دوں گا پھر ان کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے بعد کہا۔

مجھے تمہارے نسب کے رشتہ اور تمہارے سسرالی رشتے سے کوئی نکاح کا رشتہ یا کوئی نسب کا رشتہ یا کوئی سسرالی رشتہ زیادہ عزیز نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ فاطمہ میری شاخ ہے جو چیز اس کو خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور جو چیز اس کو رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتی ہے اور بے شک قیامت کے دن تمام نسب کے رشتے منقطع ہو جائیں گے سوا میرے نسب اور میرے نکاح کے رشتہ کے۔

اور بات یہ ہے کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تمہارے نکاح میں ہے اگر تم اس کے اوپر میری بیٹی کو بہ طور سوکن لاؤ گے تو اس سے ان کو رنج ہو گا پھر حضرت مسور رضی اللہ عنہ معذرت کر کے چلے گئے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 30)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ہر نکاح کا رشتہ اور ہر نسب کا رشتہ منقطع ہو جائے گا سوا میرے نکاح اور میرے نسب کے رشتے کے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2635)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا سوا میرے سبب اور نسب کے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2634)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ان کی قوم کو نفع نہیں پہنچائے گا۔ نہیں! نہیں بلکہ میرا رشتہ دنیا اور آخرت میں ملا ہوا ہے اور اے لوگو! جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔

ایک شخص کہے گا: میں فلاں ہوں۔

اور دوسرا شخص کہے گا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔

اور اس کا بھائی کہے گا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ارشاد فرمائیں گے: تمہارا نسب میں پہچانتا ہوں لیکن تم نے میرے بعد دین میں نئی باتیں نکالیں اور تم میرے بعد مرتد ہو گئے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 11081)

قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں میں جھگڑا ہو گا انبیاء کرام علیہم السلام فرمائیں گے کہ ہم نے اپنی

امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائے اور ان کی امتیں اس کا انکار کریں گی اور عام کفار اپنے کافر سرداروں سے جھگڑا کریں گے۔ عوام کہے گی کہ ہمیں ان سرداروں نے گمراہ کیا ہے۔ ہم نے ان کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا کفر کیا تھا اور وہ اس کا کفر کریں گے۔ مسلمانوں کے بعض گروہ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے حتیٰ کہ جانور بھی ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ قیامت کے دن مختلف فریق اپنے رب عزوجل کے سامنے جھگڑا کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو نہ کوئی سامان ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے اس کو گالی دی اس پر تہمت لگائی اور اس کا مال کھایا اس کا خون بہایا اور اس کو مارا پھر اس کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور اس کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2581)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی عزت یا اس کی کسی بھی چیز پر ظلم کیا ہو وہ آج ہی اس سے معاف کرا لے اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں اس کے پاس درہم ہوگا نہ دینار ہوگا۔ اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے وہ نیک عمل میں لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیک عمل نہیں ہوگا تو جس پر اس نے ظلم کیا ہے اس کے گناہ اس کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2449)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسی جھگڑا کریں گے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 852)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ظالم حاکم کو لایا جائے گا اور اس کی رعایا اس سے جھگڑا کرے گی اور وہ اس پر غلبہ حاصل کرے گی۔

پھر اس سے کہا جائے گا کہ

تم جہنم کے ارکان میں سے ایک رکن کو بھر دو۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 1644)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ضرور حق داروں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی

بکری سے بے سینگ کی بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:رقم الحدیث:2582)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن لوگ آپس میں جھگڑا کریں گے حتیٰ کہ روح جسم کے ساتھ جھگڑا کرے گی۔

پس وہ روح جسم سے کہے گی: تم نے یہ کام کیے تھے۔

اور جسم روح سے کہے گا: تم نے یہ منصوبہ بنایا تھا اور تم نے حکم دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کے لئے ایک فرشتہ بھیجے گا۔

وہ کہے گا: تم دونوں کی مثال اس طرح ہے کہ ایک دیکھنے والا اپاہج شخص ہو اور دوسرا اندھا ہو وہ دونوں ایک باغ میں گئے۔

اپاہج نے اندھے سے کہا۔

میں یہاں پر بہت پھل دیکھ رہا ہوں لیکن میں ان تک پہنچ نہیں سکتا۔

تب اندھے نے کہا: تم مجھ پر سوار ہو جاؤ اور ان پھلوں کو توڑ لو۔ پس اس اپاہج نے اندھے پر سوار ہو کر پھل توڑ لیے، بتاؤ ان دونوں میں سے کون مجرم ہے؟

روح اور جسم دونوں نے کہا: وہ دونوں مجرم ہیں۔

تب فرشتہ ان دونوں سے کہے گا۔

تم دونوں نے خود اپنے خلاف فیصلہ کر دیا یعنی جسم روح کے لئے بہ منزلہ سواری ہے اور روح بہ منزلہ سوار ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:10،ص:175)

امام محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: صادق کاذب سے

مظلوم ظالم سے

ہدایت یافتہ گمراہ سے

اور کمزور متکبر سے جھگڑا کرے گا۔

ابن زید نے کہا: مسلمان کافر سے جھگڑا کرے گا۔ (جامع البیان: ج:24،ص:4)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ O (الزمر:31)

پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم دنیا میں جھگڑے کے بعد قیامت کے دن پھر جھگڑا کریں گے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

انہوں نے کہا: پھر تو یہ معاملہ بہت ہی سخت ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3236)

قیامت کے دن جو امور سب سے پہلے واقع ہوں گے وہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے شفاعت ہو گی اور مجھے اس پر فخر نہیں۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:4308)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن وہ شخص سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہو گا جو اپنے تنگ دست مقروض کو کشادگی تک مہلت دے گا یا اپنے قرض کو اس پر صدقہ کر دے گا۔

اور اس سے کہے گا: تم پر جو میری رقم تھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:377)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جو سب سے پہلے میرے حوض پر آئیں گے یہ وہ شخص ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث:24715)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مخلوقات میں سے جس کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(الجامع الصغیر: رقم الحدیث:2836)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جس کو آگ کا حلہ پہنایا جائے گا وہ ابلیس ہے۔

(مسند البزار: رقم الحدیث:3495)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے بندوں کے درمیان جس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6864)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ سے سب سے پہلے اس کی نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس سے کہا جائے گا۔

کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا اور تجھے ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3358)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن سب سے پہلے عورت سے اس کی نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا پھر اس کے شوہر کے حقوق کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 45094)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام شفاعت کریں گے پھر شہداء شفاعت کریں گے پھر موذنین شفاعت کریں گے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3471)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر ان کی جو قریش میں سے قریب ہیں پھر جو انصار میں سے قریب ہیں پھر جو اہل یمن میں سے مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری اتباع کی پھر باقی عربوں کی پھر عجمیوں کی اور میں سب سے پہلے اصحاب فضیلت کی شفاعت کروں گا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث 18538)

قیامت کے دن جب سب ہلاک ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا آج کس کی بادشاہی ہے اس وقت کوئی جواب نہیں دے گا پھر اللہ تعالیٰ خود ہی ارشاد فرمائے گا اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے جو واحد سب پر غالب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔

اور پھر ارشاد فرمائے گا: بادشاہ میں ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6519)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔

پھر ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 7382)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور تمام زمینوں کو اپنی بائیں مٹھی میں پکڑ لے گا۔

پھر ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں جبارین کہاں ہیں، متکبرین کہاں ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 7413)

قیامت کے دن لوگ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت کے دن دس سال تک لوگ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے حتیٰ کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام پکار کر کہیں گے۔ اے میرے رب عزوجل! میں اپنے نفس کے سوا تجھ سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

(معالم التنزیل: ج:4،ص:188)

کعب احبار نے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

قیامت کے دن دوزخ چنگھاڑ رہی ہوگی اور اس وقت ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل دوزانو بیٹھا ہوا ہوگا۔

حتیٰ کہ حضرت خلیل الرحمان علیہ السلام یہ فرمائیں گے۔

اے میرے رب عزوجل! آج میں تجھ سے اپنے نفس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ فرمائیں گے کہ آج کے دن میں اپنے نفس کے سوا تجھ سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کرتا میں تجھ سے اپنی ماں مریم کے متعلق بھی سوال نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:4،ص:165)

قیامت کے دن مومنین جنت میں ہوں گے اور منافقین عذاب میں مبتلا ہوں گے تو ان کے درمیان ایک مکالمہ ہوگا۔

مجاہد سے روایت ہے کہ

منافقین، مومنین کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے اور ان کے ساتھ نکاح کرتے تھے اور ان کے ساتھ معاشرتی زندگی گزارتے تھے اور قیامت کے دن ان سب کو نور دیا جائے گا پھر جب منافقین اس دیوار تک پہنچیں گے تو ان کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت وہ ظلمت اور عذاب میں ہوں گے اور مومنین جنت میں ہوں گے۔

اس وقت منافقین مومنوں سے کہیں گے۔

کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں رہتے تھے، ہم نماز پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرتے تھے اور وارث ہوتے تھے۔

مومنین کہیں گے۔

ہاں تم اسی طرح کرتے تھے لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا۔ تم نے منافقت کی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب کا انتظار کرتے رہے اور دین میں شک کرتے رہے اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے تم کو فریب میں مبتلا رکھا اور تم کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روک لیا اور تم کو گمراہ کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور تم کو عذاب میں ڈال دیا۔ (جامع البیان، ج:27،ص:294)

قیامت کے دن گرمی کی شدت سے لوگوں کے پسینہ کی مختلف صورتیں ہوں گی کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا۔ کسی کا پسینہ گھٹنوں تک اور کسی کا پسینہ کوکھوں تک ہوگا اور کسی کا کان تک ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المطففین :6 کی تفسیر میں فرمایا: حتیٰ کہ اس دن ایک شخص اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوب جائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4938)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قیامت کے دن سورج کو لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کی مقدار پر ہوگا۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے اپنے پسینہ میں ہوں گے۔ کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا اور کسی کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا اور کسی کی کوکھوں تک پسینہ ہوگا اور بعض لوگ وہ ہوں گے کہ پسینہ ان کی لگام بنا ہوا ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2864)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن انسان کا پسینہ ستر گز تک پھیلا ہوا ہوگا اور وہ انسان کے منہ اور کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7077)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی احتمال ہے کہ محشر کے ہولناک احوال کا مشاہدہ کرنے اور اس کے خوف سے اس شخص کو یہ پسینہ آیا ہو اور جتنی اس کو امید ہو اس کے بہ قدر یہ پسینہ ہو۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

یہ اس کا اور دوسروں کا ملا جلا پسینہ ہو۔ اس پسینہ کی وجہ لوگوں کا اژدھام اور رش بھی ہو سکتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

یہ پسینہ اژدھام اور لوگوں کے رش کی وجہ سے ہوگا اور سورج کے قرب کی وجہ سے حتیٰ کہ لوگوں کے سروں میں مغز چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کی طرح کھول رہا ہوگا اور لوگوں کے سانسوں کی گرمی کی وجہ سے ہر شخص کا پسینہ نکلے گا۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 7: ص: 226)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا منظر پر خطر ہے اسی لیے ہمیں اس دن کی ہولناکیوں سے بچنے کے لئے نیک اعمال کرنے چاہئیں۔ مساجد کو آباد کرنا چاہئے یہ نہ دیکھیں کہ رات کا اندھیرا چھا گیا ہے لہٰذا اب مسجد میں نہیں جاتا۔ یہ افسوس بندے کو قبر و حشر میں ہوگا کہ کاش نیکیاں کر لیتا۔ کاش اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتا آج مجھے یہ ندامت تو نہ اٹھانی پڑتی۔

مجھ بدکار و خطاکار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے موقع مناسبت سے لفظ یوم القیامۃ پر قیامت کے جتنے مجھ سے احوال بیان ہو سکے بیان کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمام امت مسلمہ کی قبر و حشر بہتر فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

☆ قولہ عن بریدہ رضی اللہ عنہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے قبل اسلام لائے۔
مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ اسلمی ہیں غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے مگر اس میں شریک نہ ہوئے۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے مدینہ منورہ کے باشندے تھے پھر بصرہ چلے گئے وہاں سے خراسان کے جہاد میں گئے وہاں ہی شہید ہوئے یعنی یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں 62ھ میں وفات ہوئی۔ مرہ میں آپ کی قبر شریف ہے۔(مرأۃ المناجیح :جز:8،ص:521)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ فِي الْمَشْيِ اِلَى الصَّلٰوةِ

باب! نماز کو جاتے وقت کے انداز کا بیان

اس باب میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے وقت وقار وسکون کے انداز کا بیان فرمایا گیا ہے۔

475 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُمْ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ ثُمَامَةَ الْحَنَّاطُ اَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ اَدْرَكَهُ وَهُوَ يُرِيْدُ الْمَسْجِدَ اَدْرَكَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ قَالَ فَوَجَدَنِيْ وَاَنَا مُشَبِّكٌ بِيَدَيَّ فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَاِنَّهٗ فِيْ صَلٰوةٍ

ابوثمامہ حناط کا بیان ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس وقت پایا کہ وہ مسجد کے ارادے سے آئے تو ان کی ملاقات ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے اس حال میں پایا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں داخل کی ہوئی تھیں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کی جانب نکلے تو انگلیاں آپس میں داخل نہ کرے اس لیے کہ وہ نماز میں ہے۔

(سنن دارمی:جز:1،ص:381،شرح السنۃ:جز:1،ص:124،صحیح ابن حبان:جز:5،ص:382)

476 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَضَرَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ الْمَوْتُ فَقَالَ اِنِّيْ مُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا مَا اُحَدِّثُكُمُوْهُ اِلَّا احْتِسَابًا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ

عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ حَسَنَةً وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً فَلْيُقَرِّبْ اَحَدُكُمْ اَوْ لِيُبَعِّدْ فَاِنْ اَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى فِيْ جَمَاعَةٍ غُفِرَ لَهٗ فَاِنْ اَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا بَعْضًا وَّبَقِيَ بَعْضٌ صَلّٰى مَا اَدْرَكَ وَاَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذٰلِكَ فَاِنْ اَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا فَاَتَمَّ الصَّلٰوةَ كَانَ كَذٰلِكَ

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص کی موت آ پہنچی تو اس نے لوگوں کو کہا کہ تم لوگوں کو حدیث بیان کرتا ہوں مگر ثواب کی نیت سے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھے طریقے سے وضو کرے پھر نماز کو نکلے کہ وہ سیدھا پاؤں نہیں اٹھاتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور الٹا پاؤں نہیں اٹھاتا مگر اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے لہٰذا جو چاہے مسجد سے قریب رہے یا دور رہے پس اگر مسجد میں پہنچ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے پس اگر وہ مسجد میں کچھ نماز ہو چکنے کے وقت اور کچھ باقی رہتی کے وقت آئے تو جس قدر پائے اس کو پڑھ لے اور جو باقی بچ جائے اس کو پورا کرے تو اس کے لئے بھی وہی اجر ہے۔ اگر مسجد میں اس وقت کہ لوگوں نے نماز ادا کر لی تھی تو نماز کو مکمل پڑھے تو اس کے لئے وہی کچھ ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:69)

تشریح:

مسجد کی طرف جانا چونکہ عبادت ہے اس لیے سکون و وقار سے جانا چاہئے اور ایسی حالت نہ اپنانا چاہئے جو غفلت کی وجہ بنے مثلاً نماز کو جاتے وقت ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں داخل کرنا یہ ایسی حرکت ہے جو فضول اور لغو ہے اسی وجہ سے حدیث مبارکہ میں منع فرمایا گیا ہے۔

☆ **قوله فليقرب احدكم اوليبعد**

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

1- مسجد کے قریب گھر بنائے یا دور بنائے۔

2- قدم قریب قریب رکھے یا دور دور یعنی بڑے بڑے قدم تو اسی کے مطابق ثواب ملے گا۔ یہاں پر او تخییر کے لئے نہیں بلکہ اس کا معنی متعین ہے کہ مکان اور بنائے قدم چھوٹے چھوٹے رکھے ثواب زیادہ حاصل کرے۔

☆ **قوله فان اتى المسجد وقد صلوا**

جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلے تو ہر سیدھے قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور الٹے قدم پر ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے پھر اگر مسجد میں پہنچ کر جماعت سے نماز ادا کرے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اگر اس نے پوری نماز

جماعت سے ادا نہیں کی بلکہ مسبوق ہو گیا یا ساری ہی بغیر جماعت کے پڑھی تب بھی یہی اجر ملے گا۔

قولہ عن سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سید التابعین ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں پیدا ہوئے اور بہت بڑے متقی تھے آپ کے کثیر شاگرد ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو سال گزرے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو سید التابعین کہا جاتا ہے۔ فقہ، حدیث، زہد، تقویٰ، ورع میں یکتا تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت سے ملاقات ہے بہت تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔

مکحول فرماتے ہیں کہ

میں نے طلب علم میں زمین چھان ماری ابن مسیّب سے بڑا اعلام نہ پایا آپ نے چالیس حج کئے 93 ترانوے میں وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: جز: 8، ص: 550)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيمَنْ خَرَجَ يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَسُبِقَ بِهَا

باب! جو نماز کے ارادے سے نکلا تو جماعت ہو چکی

اس باب میں نماز کے ارادے سے نکلنے والے کو اگر جماعت ہو چکی تھی تو اس کو ان کے برابر ثواب ملنے کا بیان ہے۔

477 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِىْ ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِىْ ابْنَ طَحْلَاءَ عَنْ مُحْصِنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْئَهُ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَجْرِهِمْ شَيْئًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے وضو کیا تو اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کو چلا تو لوگوں کو نماز ادا کر چکنے والا پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی مثل ثواب عطا فرمائے گا جو جماعت میں حاضر ہوئے اور اس کی وجہ سے ان کے اجر میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:985،المستدرک:جز:1،ص:328)

تشریح:

یعنی اگر کوئی شخص وضو کر کے جماعت کے ارادے سے نکلا مگر جب پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کو جماعت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر خصوصی انعام ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِیْ خُرُوجِ النِّسَآءِ اِلَی الْمَسْجِدِ

باب !عورتوں کا مسجد کی طرف جانے کا بیان

اس باب میں عورتوں کا مسجد کی طرف جانے یا نہ جانے کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

478 حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِیَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مساجد میں آنے سے منع نہ کرو لیکن ان کو چاہیے کہ وہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:134،سنن دارمی: جز:1،ص:330،شرح السنۃ: جز:1،ص:208،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:592)

479 حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مساجد سے منع نہ کرو۔

(معجم الاوسط: جز:3،ص:363)

480 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ حَدَّثَنِیْ حَبِیْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا نِسَائَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُهُنَّ خَیْرٌ لَهُنَّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی عورتوں کو مساجد سے منع نہ کیا کرو اور ان

کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 480)

481 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِاللَّیْلِ فَقَالَ ابْنٌ لَهٗ وَاللّٰهِ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ فَیَتَّخِذْنَهٗ دَغَلًا وَّاللّٰهِ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ قَالَ فَسَبَّهٗ وَغَضِبَ وَقَالَ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنُوْا لَهُنَّ وَتَقُوْلُ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو عورتوں کو مساجد کی طرف جانے کی اجازت دے دیا کرو تو اس کے بیٹے نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم تو ان کو اجازت نہیں دیں گے وہ تو دھوکہ دے دیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ان کو کبھی اجازت نہیں دیں گے۔

راوی فرماتے ہیں کہ آپ نے سب وشتم کیا اور غضب ناک ہوئے، ارشاد فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اجازت دے دیا کرو اور آپ کہتے ہیں کہ ان کو کبھی اجازت نہیں دیں گے۔

(معجم الکبیر: جز: 12، ص: 399، مسند احمد: جز: 10، ص: 391)

تشریح:

اس باب کی احادیث مبارکہ کی تشریح اگلے باب کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

بَابُ التَّشْدِیْدِ فِیْ ذٰلِكَ

باب! اس بارے میں تشدید

اس باب میں عورتوں کا مساجد کی طرف نہ جانے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

482 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ یَحْیٰی فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ اَمُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَتْ نَعَمْ

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب عورتوں کی حالت کو ملاحظہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ضرور مساجد میں آنے سے روکتے جس طرح کہ

بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔
یحییٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے عمرہ سے کہا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا تو اس نے کہا ہاں۔
(معجم الصغیر: جز:1 ص:271، الموطا: جز:1 ص:198، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3 ص،133، صحیح ابن خزیمہ: جز:3 ص:98)

483 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْاَةِ فِىْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِىْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِىْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِىْ بَيْتِهَا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت کی اس کے گھر میں ادا کی ہوئی نماز افضل ہے اس سے جو اس نے صحن میں ادا کی اور اس کی حجرے میں نماز ادا ہوئی افضل ہے اس نماز سے جو اس نے اپنے گھر میں ادا کی۔
(المستدرک: جز:1 ص:328، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3 ص:131، شرح السنۃ: جز:1 ص:208، صحیح ابن خزیمہ: جز:3 ص:95)

484 حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَآءِ قَالَ نَافِعٌ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَهٰذَا اَصَحُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کاش ہم اس دروازے کو عورتوں کے واسطے ترک کر دیں۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے آخری وقت تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو اسماعیل بن ابراہیم، ایوب، نافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہی اصح ہے۔
(معجم الاوسط: جز:1 ص:303)

تشریح:

عورتوں کا مساجد میں جانے کا مسئلہ اختلافی ہے اس لیے یہاں پر فقہاء کرام کا اختلاف مسئلہ فیہ بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں: ایسی بوڑھی عورت جس پر مردوں کو عموماً شہوت نہ ہوتی ہو اس کا عید، نماز استسقاء اور فرائض پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے اور اگر جوان عورت خوشبو نہ لگائے اور زینت کا اہتمام نہ کرے

اور سادے اور دبیز کپڑے پہنے اور اس کے جانے میں کسی فتنہ کا خوف نہ ہو اور راستہ میں مردوں کی بھیڑ نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کا فساد کا خطرہ ہو تو اس کا بھی فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور قرابت داروں کے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اس کا گھر سے نکلنا حرام ہے اگر عورت اپنے خاوند سے مسجد میں جانے کا مطالبہ کرے تو اس کے خاوند کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا خواہ وہ عورت بوڑھی ہو اگر چہ اس کے خاوند کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ اس کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرے اور اگر فتنہ کا خدشہ ہو تو عورت کے نکلنے کی ممانعت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر: جز: 1، ص: 335)

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ دردیر مالکی نے جوان عورت کے نکلنے کی جو شرائط ذکر کی ہیں یہ اس جوان عورت کے متعلق ہیں جو خوبصورت نہ ہو اور جو عورت خوبصورت ہو وہ بالکل نہ نکلے اور جوان عورت کے لئے جو فرائض میں جانے کا لکھا ہے اس سے مراد جمعہ کے علاوہ باقی فرائض ہیں۔ جمعہ، عید اور نماز استسقاء کے لئے جوان عورت بالکل نہ نکلے کیونکہ ان میں لوگوں کا اژدھام زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وعظ کی محفلوں میں بھی جوان عورتوں کا جانا شدید مکروہ ہے خواہ ان کے لئے بیٹھنے کا الگ انتظام ہو۔

(الشرح الکبیر: جز: 1، ص: 336)

نیز علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

بوڑھی عورت کا جانا جو جائز ہے یہ بھی خلاف اولیٰ ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی نے کہا ہے کہ

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ میرے نزدیک عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ

ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو بالکل ضرورت نہیں ہوتی یہ عورتیں بالکل مردوں کی طرح ہیں یہ مسجد میں فرائض پڑھنے کے لئے اور ذکر اور وعظ کی محفلوں میں جاسکتی ہیں اور میدان میں عیدین، نماز استسقاء اور اپنے اہل اور اقارب کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جاسکتی ہیں اسی طرح اپنی دیگر ضروریات پوری کرنے بھی جاسکتی ہیں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ

ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کی حاجت ہوسکتی ہے یہ مسجد میں فرائض پڑھنے جاسکتی ہیں اور ذکر اور علم کی مجالس میں بھی جاسکتی ہیں لیکن اپنی دیگر حاجات میں زیادہ باہر نہ نکلیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ مکروہ ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ

جوان عورت جو خوبصورت نہ ہو یہ مسجد میں فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور اقارب کی نماز جنازہ میں جاسکتی ہے لیکن نماز عید اور نماز استسقاء اور علم اور ذکر کی مجالس میں نہ جائے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ

ایسی جوان عورت جو خوبصورت ہو وہ گھر سے بالکل باہر نہ نکلے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر:336)

فقہاء شافعیہ کا مؤقف

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کو احادیث مبارکہ میں منع کیا ہے لیکن عورتوں کے مسجد میں جانے کا جواز چند شرائط سے مشروط ہے اور یہ شرائط بھی احادیث مبارکہ سے ماخوذ ہیں۔

عورت نے خوشبو نہ لگائی ہو۔

بناؤ سنگھار نہ کیا ہو۔

پازیب نہ پہنی ہو جس کی آواز سنائی دے۔

شوخ لباس نہ پہنا ہو۔

مردوں کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔

جوان یا خوبصورت عورت نہ ہو جس سے فتنہ کا خدشہ ہو۔

اور راستہ میں کسی خرابی اور فساد کا خوف نہ ہو۔

حدیث مبارکہ میں جو عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کے لئے منع کیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے اور یہ اس وقت مکروہ ہے جب عورت کا شوہر ہو اور یہ تمام شرائط پائی جائیں اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو عورت کا مسجد میں جانا حرام ہے۔

(شرح للنواوی: جز:1، ص:183)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العبد نے کہا ہے کہ

عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کی ممانعت کا حکم تمام عورتوں کو شامل ہے لیکن فقہاء کرام نے اس حکم کو چند شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے۔

ایک شرط یہ ہے کہ

وہ خوشبو نہ لگائے کیونکہ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائے اور اچھے کپڑے اور زیورات کا نہ پہننا بھی اسی سے ماخوذ ہے اسی طرح مردوں کے ساتھ مخلوط ہونا بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ بعض مالکی اور دوسرے فقہاء نے جوان اور

بوڑھی عورت کا فرق بھی کیا ہے لیکن اگر جوان عورت بھی ان چیزوں سے اجتناب کرے اور خصوصا رات کو باپردہ ہو کر جائے تو فتنہ سے محفوظ رہے گی۔ بکثرت احادیث مبارکہ میں عورت کے حق میں گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اس صورت میں فتنہ سے محفوظ رہتی ہے۔ اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ عورتوں نے بناؤ سنگھار کے بہت شوخ و تنگ طریقے اختیار کر لیے ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عورتوں نے جواب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔

بعض علماء نے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں جانے کو مطلقاً منع کیا ہے۔ لیکن یہ رائے مخدوش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو بہر حال علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عورتوں نے کیا کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع فرما دیں۔ اس لیے صرف ان عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنا چاہئے جو بناؤ سنگھار کا اہتمام کرتی ہوں۔

اور اولیٰ یہ ہے کہ

اس پر غور کیا جائے کہ آیا عورتوں کے مساجد میں جانے سے کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے تو ان کو منع کیا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائیں اور ان کی اجازت کو رات کے وقت کے ساتھ مقید کیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان کے مسجد میں جانے میں کوئی خرابی ہو تو پھر ان کو اجازت نہ دی جائے۔ (فتح الباری: جز:2، ص:350)

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

جوان یا خوبصورت عورتوں کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ ہے اور شوہر اور ولی کا ان کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا بھی مکروہ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عورتوں نے جواب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔ نیز جوان یا خوبصورت عورتوں کے جانے میں فتنہ ہے ہاں جو عورتیں جوان یا خوبصورت نہ ہوں ان کا جانا مکروہ نہیں اور ان کو مساجد میں جانے کی اجازت دینا مستحب ہے۔ (مغنی المحتاج: جز:1، ص:230)

فقہاء حنابلہ کا موقف

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں نماز پڑھتی تھیں درآں حالیکہ وہ چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں اور اندھیرے میں ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو اور وہ بغیر خوشبو لگائے نماز کے لئے جائیں۔

نیز ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو اور ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا، حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (المغنی مع شرح الکبیر: جز:2،ص:37)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ نے ایک قول ذکر کیا ہے۔

دوسرے قول کے متعلق علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مردادی حنبلی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

دوسری روایت یہ ہے کہ

عورتوں کا مسجد میں فرض نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نفل جائز ہے۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ

ان کا مسجد میں نماز پڑھنا مطلقاً غیر مستحب ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ

مطلقاً مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اکیلی نماز پڑھیں۔

رہا عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا تو مشہور مذہب یہ ہے کہ

جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح فروع میں ہے یہی قاضی اور ابن تمیم کا مختار ہے۔ مذہب اور مسبوک الذہب میں بھی اسی پر جزم ہے۔

رعایۃ کبریٰ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے۔ ہدایہ، خلاصہ، رعایۃ صغریٰ، حاوبین وغیرہا سب کتابوں میں یہی لکھا ہے اور بوڑھی عورتوں کے لئے مردوں کے ساتھ جانا جائز ہے محرر میں بھی یہی لکھا ہے۔ (انصاف: جز:2،ص:213)

نیز علامہ مردادی لکھتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ نے ظاہر احادیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ

عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا مکروہ ہے۔
اور علامہ مجد نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ
مرد کو جب فتنہ یا ضرر کا خدشہ ہو تو وہ عورت کو مسجد میں جانے سے منع کر دے۔
اور مجمع البحرین میں ہے کہ
جب فتنہ یا ضرر کا خوف ہو تو عورت کو منع کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔
علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ
اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا۔
قاضی نے کہا ہے کہ
جب فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا۔
ابن تمیم اور ابن حمدان نے رعایت کبریٰ اور حاوی کبیر میں یہ لکھا ہے کہ
جب فتنہ اور ضرر کا خدشہ نہ ہو تو پھر عورت کو منع کرنا مکروہ ہے۔
نصیحۃ میں لکھا ہے کہ
عید کے دن عورت کو نکلنے سے سختی سے منع کیا جائے گا۔
اور یہ کہا ہے کہ
اس وقت میں ان کو روکنا خود ان کے لئے فائدہ کی وجہ سے ہے اور جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ ان کو مسجد میں جانے سے روکنا مکروہ ہے اس وقت میں بھی ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (انصاف: ج:2،ص:243)

احناف کا مؤقف

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں:
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی لیکن اب صرف بوڑھی عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ (کتاب الحجۃ: ج:1،ص:306)
نیز امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں:
میں نے (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا۔
کیا آپ عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں۔
انہوں نے ارشاد فرمایا: پہلے ان کو یہ اجازت دی جاتی تھی لیکن اب میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں۔
میں نے پوچھا۔

کیا آپ عورتوں کو جمعہ اور فرض با جماعت کو بھی مکروہ کہتے ہیں؟

فرمایا: ہاں۔

میں نے پوچھا۔

با جماعت کو بھی مکروہ کہتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: ہاں۔

میں نے پوچھا۔

کیا آپ کسی عورت کو اجازت دیتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: جو بہت بوڑھی عورت ہو وہ عشاء، فجر اور عیدین کی نمازوں میں جا سکتی ہے اور اس کے سوا اور کسی نماز میں نہیں جا سکتی۔ (المبسوط: جز:1،ص:360)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

عیدین کے لئے جانا عورتوں پر لازم نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

پہلے عورتوں کو عیدین کے لئے رخصت دی جاتی تھی لیکن اب میں جوان عورتوں کے لئے اس کو مکروہ کہتا ہوں۔ کیونکہ ان کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور باہر نکلنے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس میں فتنہ ہے البتہ بوڑھی عورتوں کو عیدین اور مغرب، عشاء اور فجر کی با جماعت نماز پڑھنے کے لئے گھر سے جانے کی اجازت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بوڑھی عورتوں کو بھی ظہر، عصر اور جمعہ کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے بوڑھی عورتوں کی تمام نمازوں اور نماز استسقاء اور نماز کسوف کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کے نکلنے میں کوئی فتنہ نہیں ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کی طرف مرد کم رغبت کرتے ہیں اور بوڑھی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں، بیماروں کا علاج کرتی تھیں ان کو پانی پلاتی تھیں اور ان کو کھانا پکا کر دیتی تھیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بوڑھی عورتوں کو رات کی نمازوں میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ پردے میں چھپی ہوئی جائیں اور رات کا اندھیرا ان کے اور مردوں کی نگاہوں کے درمیان حائل ہو اور دن کی نمازوں میں اور جمعہ میں چونکہ شہر میں بھیڑ ہوتی ہے اس کو دھکے لگیں گے اور بسا اوقات وہ گر پڑے گی اور اس میں فتنہ ہے کیونکہ بوڑھی عورت میں ہر چند کہ جوان مرد رغبت نہیں کرتے لیکن بوڑھے مرد ان میں رغبت کرتے ہیں اور کبھی جوان مرد بھی شدت شہوت کے غلبہ سے اس کے ساتھ چھیڑ خوانی کر سکتے ہیں اور اس کو دھکا دے سکتے ہیں اور عید کی نماز چونکہ کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی ہے اس لیے بوڑھی

عورتیں مردوں سے الگ کسی راستہ سے جانے پر قادر ہوں گی تا کہ ان کو دھکے نہ لگیں۔ باقی اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں کہ وہ عیدگاہ جا کر نماز پڑھیں یا صرف مسلمانوں کی جمعیت میں اضافہ کے لئے عیدگاہ جائیں جیسا کہ عہد رسالت میں حائضہ عورتیں عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔ (المبسوط: جز:6، ص:157)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ

عورتوں کا جماعات میں جانا مکروہ ہے۔

اور شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ

اس سے جوان عورتیں مراد ہیں اور جماعت سے جمعہ، عید، کسوف اور استسقاء کی نماز باجماعت مراد ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

ان کا نماز باجماعت کے لئے گھروں سے نکلنا جائز ہے۔

اور ہمارے فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ

ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہو وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس زمانہ میں جبکہ فتنہ اور فساد عام ہو گیا ہے تو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی حرمت زیادہ واضح ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بوڑھی عورتیں تمام نمازوں کے لئے جا سکتی ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن عورتوں کو پتھر مارتے اور ان کو مسجد سے نکال دیتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق پوچھا۔

تو انہوں نے فرمایا: تمہارا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

ابراہیم نخعی عورتوں کو جمعہ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ

ایک عورت بصرہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھتی ہے۔

تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے تو اس کا سر پھوڑ دیتے۔ (عمدۃ القاری: جز:6، ص:157)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عورتوں نے جو بناؤ سنگھار اب ایجاد کیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو

مسجد میں جانے سے اس طرح منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد سے روک دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: جز:1،ص:120)

علامہ بدرالدین حنفی متوفی 855ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان بدعات اور منکرات (برائیوں) کو دیکھ لیتیں جن کو اس زمانے میں عورتوں نے ایجاد کیا ہے تو وہ عورتوں کے گھر سے نکلنے پر اس سے بھی زیادہ شدت سے انکار کرتیں کیونکہ آج کل کی عورتوں نے بناؤ سنگھار میں جن خرافات کو ایجاد کیا ہے وہ بیان سے باہر ہیں وہ انواع واقسام کے ریشمی کپڑے پہنتی ہیں اور مختلف اطوار سے بالوں کی آرائش کرتی ہیں۔ تیز خوشبوئیں لگا کر ناز ونخرے کے ساتھ بن ٹھن کر مردوں کے اژدھام میں بازاروں میں چلتی ہیں اور اکثر اوقات ان کا چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ بعض عورتیں مختلف سواریوں پر سوار ہو کر چلتی ہیں اور بعض عورتیں بلند آواز سے گانا گاتی ہیں۔ بعض عورتیں فحش کاروبار کرتی ہیں، بعض عورتیں مردوں کے ساتھ مل جل کر رہتی ہیں، بعض عورتیں دکانوں پر بیٹھ کر سودا بیچتی ہیں، بعض عورتیں عورتوں کی دلالی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اجرت پر نوحہ کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اجرت پر گاتی بجاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تھوڑا سا عرصہ گزرا تھا تو عورتوں نے اتنی آزادی اور بے راہ روی اختیار کرلی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرمادیتے تو اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو آٹھ سو سال گزر چکے ہیں اور اس طویل عرصہ میں عورتیں اپنی بے راہ روی اور بے حیائی میں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ روش کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرمادیتے حالانکہ ان کو منع کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قواعد شرعیہ معلوم تھے جن کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کے مادے کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں اس طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ فرمایا کہ

اگر عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو منع نہ کرو۔ جس کا مفہوم ہے دن میں ان کو نکلنے سے منع کیا جائے گا اور رات کو چونکہ اندھیرا ہوتا ہے اس لیے ان کے نکلنے میں دیکھے جانے کا احتمال نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:6،ص158 تا159)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عورتوں کی بے راہ روی کا نقشہ کھینچا ہے وہ ان کے زمانہ کا حال ہے مگر اب تو یہ حال ہے کہ عورتیں باریک تنگ اور چست لباس پہن کر فخر محسوس کرتی ہیں۔ پورے بازو اور آدھا سینہ برہنہ ہوتا ہے اس کو وہ اپنا شعار

بناتی ہیں اور سینہ اکڑا اکڑا کر چلتی ہیں تا کہ ہمیں کوئی دیکھے۔ بعض عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں جس سے پیٹ اور کمر کھلی ہوئی ہوتی ہے اور نیم عریاں بلاؤز پہنتی ہیں سر کے بال کٹوا کر انگریزوں جیسی وضع قطع رکھتی ہیں اور اس پر فخر محسوس کرتی ہیں۔ سرخی پاؤڈر لگا کر اور تیز خوشبو سے خود کو مزین کر کے گھر سے نکلتی ہیں حالانکہ ایسی عورت کو زانیہ قرار دیا گیا ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور دفتروں میں مخلوط تعلیم اور مخلوط کاروبار کا نظام عام ہے اور اس اختلاط کے سبب سے رومان پرورش پاتے ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کے کیسز کی بھرمار رہتی ہے۔ اب تو حال یہ ہے کہ عورتیں ریڈیو پر اپنی آواز کا جادو جگاتی ہیں اور فلمیں بناتی ہیں اور ٹی وی پر اپنی نمائش کا اظہار کرتی ہیں جس کی وجہ سے نوجوانوں اور بچوں کے ذہنوں پر برے اثرات پڑتے ہیں اور اخبارات میں آئے دن اغوا، عصمت دری اور دیگر فواحش کی خبریں چھپتی رہتی ہیں ان تمام مصائب اور رذائل کا حل یہ ہی ہے کہ عورتوں کو پردے میں رکھا جائے اور اصلی بات ہی یہی ہے کہ عورت نام ہی پردہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب:33)

اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کے بے پردگی کے ساتھ نہ رہو۔

روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 1173)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر آنکھ زانیہ ہے اور جب عورت معطر ہو کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہوتی ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث 2786)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

ساری فضیلت تو مردوں نے لوٹ لی وہ جہاد کرتے ہیں اور راہ خدا عزوجل میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں جس سے ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو عورت گھر کے اندر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے برابر اجر پالے گی۔

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے شوہر ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنا حویلیوں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا حویلیوں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1689)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی سب سے بہتر نماز وہ ہے جو ان کے گھروں کے اندرونی حصہ میں ہو۔

(مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 7205)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فلاں فلاں لشکر میں جانے کی اجازت دیتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لڑنے کا ارادہ نہیں ہے میں تو صرف زخمیوں اور بیماروں کو دوا دوں گی یا بیماروں کو پانی پلاؤں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ آگے چل کر یہ چیز امر شرعی بن جائے گی اور اس سے یہ استدلال کیا جانے لگے گا کہ فلاں عورت جہاد میں گئی تھی تو میں تم کو اجازت دے دیتا لیکن تم (اپنے گھر میں) بیٹھو۔

(مجمع الزوائد: جز: 5، ص: 324)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عورتیں واجب الستر ہیں جو عورت اپنے گھر سے بلا حجاب نکلتی ہے شیطان اس کو تاکتا ہے اور یہ کہتا ہے تو جس شخص کے

پاس سے بھی گزرے گی اس کے دل کو لبھائے گی اور عورت اپنے کپڑے پہن کر نکلتی ہے۔

اس سے کہا جاتا ہے؟

تم کہاں جارہی ہو؟

وہ کہتی ہے۔

میں بیمار کی عیادت کرنے جارہی ہوں یا جنازہ پڑھنے جارہی ہوں یا مسجد میں نماز پڑھنے جارہی ہوں اور عورت کے گھر میں نماز پڑھنے کی مانند اس کی کوئی عبادت نہیں ہے۔(مجمع الزوائد: جز:2،ص:35)

یہ آیت مبارکہ اور احادیث مبارکہ صراحت سے دلالت کررہی ہیں کہ عورتیں گھر میں ہی رہیں اور بغیر کسی شرعی ضرورت کے عورتوں کا گھروں سے نکلنا جائز نہیں ہے اور نماز کے لئے مسجد میں جانا عورتوں کے لئے کوئی شرعی ضرورت تو نہیں کیونکہ عورتوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

درمختار میں ہے"عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی نماز، جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں یونہی وعظ کی مجالس میں جانا ناجائز ہے۔(درمختار: جز:2،ص:367)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب السَّعْيِ اِلَى الصَّلٰوةِ

باب! نماز کی طرف دوڑنا

یہ باب نماز کی طرف نہ دوڑنے کے حکم میں ہے۔

485 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ كَذَا قَالَ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ اَبِي ذِئْبٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ وَمَعْمَرٌ وَشُعَيْبُ بْنُ اَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوا وَ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحْدَهُ فَاقْضُوا وَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ فَاَتِمُّوا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ قَتَادَۃَ وَاَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّھُمْ قَالُوْا فَاَتِمُّوا

سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑ کر نہ آیا کرو اور آہستہ آیا کرو کیونکہ تم پر اطمینان سے جانا ضروری ہے۔ پس جس قدر پالو اتنی پڑھ لیا کرو اور جس قدر باقی بچے اس کو پورا کرلیا کرو۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زبیدی اور ابن ابی ذئب اور ابراہیم بن سعد اور معمر اور شعیب بن ابوحمزہ نے زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ جتنی باقی بچ جائے اس کو پورا کرو۔ ابن عیینہ نے زہری سے اکیلے روایت کیا ہے کہ پورا کرو۔ محمد بن عمرو اور ابو سلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جعفر بن ربیعہ، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکمل کرو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور ابوقتادہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام نے روایت کیا ہے مکمل کرو۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:427)

486 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الطَّیَالِسِیُّ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْتُوا الصَّلٰوۃَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ فَصَلُّوْا مَا اَدْرَکْتُمْ وَاقْضُوْا مَا سَبَقَکُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَکَذَا قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَلْیَقْضِ وَکَذَا قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبُوْ ذَرٍّ رَوٰی عَنْہُ فَاَتِمُّوْا وَاقْضُوْا وَاخْتُلِفَ فِیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے واسطے سکون سے آیا کرو جتنا پالو اس کو پڑھ لو اور جو رہ جائے وہ (بعد) مکمل کرلو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی طرح ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکمل کرو۔ اور اسی طرح ابورافع نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکمل کرو اور پڑھو اور اس میں اختلاف بیان فرمایا گیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:486)

تشریح:

جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑ کر نہیں جانا چاہئے بلکہ سکون کے ساتھ جانا چاہئے کیونکہ نماز کی طرف چلنے والا نماز کے حکم میں ہے لہٰذا بھاگنا فضول ہے اور احترام مسجد کے بھی خلاف ہے۔

☆ **قولہ فما ادرکتم فصلوا ومافاتکم فاتموا**

یعنی جس قدر نماز امام کے ساتھ پالو اس کو پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو بعد میں پورا کرلو۔

اختلاف آئمہ کرام

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ

مسبوق نے جو نماز امام کے ساتھ پڑھی وہ اول ہے اور جو سلام پھیرنے کے بعد پڑھے گا وہ آخر ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے۔

وما فاتکم فاتموا

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مسبوق کو جو نماز امام کے ساتھ ملی ہے وہ آخر ہے اور جو رہ گئی ہے وہ اول ہے اور مافاتکم فاتموا کا مطلب یہ ہے کہ جو پہلی نماز رہ گئی ہے اس کو پورا کرو۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ

بعض روایات میں ہے۔

واقض ما سبقك

جو نماز رہ گئی ہے اس کو قضا کرو اور ظاہر ہے قضا پہلی نماز ہوتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مسبوق کی رہی ہوئی نماز قرأت کے اعتبار سے اول ہے اور رکعات کے اعتبار سے آخر ہے۔

مسئلہ

مسبوق نے جب امام کے فارغ ہونے کے بعد رکعت اپنی شروع کی تو حق قرأت میں یہ رکعت اول قرار دی جائے اور حق تشہد میں پہلی نہیں بلکہ دوسری تیسری چوتھی جو شمار میں آئے مثلاً تین یا چار رکعات والی نماز میں ایک اس کو ملی تو حق تشہد میں یہ جواب پڑھتا ہے دوسری ہے لہٰذا ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور اگر واجب یعنی فاتحہ یا سورت ملانا ترک کیا تو اگر عمداً ہے تو اعادہ واجب ہے اور سہواً ہو تو سجدہ سہو۔ پھر اس کے بعد والی میں بھی فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس میں نہ بیٹھے۔ پھر اس کے بعد والی میں فاتحہ پڑھ کر رکوع کر دے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر ختم کر دے دو ملی ہیں دو جاتی رہیں تو ان دونوں میں قرأت کرے ایک میں بھی فرض قرأت ترک کیا نماز نہ ہوئی۔ (درمختار: ج:2،ص:418)

مسئلہ

لاحق مسبوق کا حکم یہ ہے کہ جن رکعتوں میں لاحق ہے ان کو امام کی ترتیب سے پڑھے اور ان میں لاحق کے احکام جاری ہوں گے۔ ان کے بعد امام کے فارغ ہونے کے بعد جن میں مسبوق ہے وہ پڑھے اور ان میں مسبوق کے احکام جاری ہوں

گے۔مثلاً چار رکعت والی نماز کی دوسری رکعت میں ملا پھر دو رکعتوں میں سوتا رہ گیا تو پہلے یہ رکعتیں جن میں سوتا رہا بغیر قرأت ادا کرے صرف اتنی دیر خاموش کھڑا رہے جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے پھر امام کے ساتھ جو کچھ مل جائے اس میں متابعت کرے پھر وہ فوت شدہ مع قرأت پڑھے۔(درمختار:جز:2،ص:416)

☆ قوله قال ابو داؤد كذا قال الزبيدی

زہری سے روایت کرنے والے کثیر ہیں اکثر نے فاتموا کہا اور ابن عیینہ نے فاقضوا کہا۔اسی کو بیان فرما رہے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ

باب ! مسجد میں دوبار جماعت ہونے کا بیان

یہ باب تکرار جماعت فی المسجد کے حکم میں ہے۔

487 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي وَحْدَهُ فَقَالَ أَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّيَ مَعَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اکیلے نماز ادا کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اس شخص کے ساتھ نماز پڑھے۔

(السنن الصغیر للبیہقی:جز:1،ص:487)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

دوسری جماعت مسجد میں ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔

امام احمد و اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے۔جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام احمد و اسحاق بن راہویہ کا مذہب جواز اور امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب عدم تکرار جماعت لکھا ہے مگر یہ کراہت مسجد محلہ کے متعلق ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں مسجد شارع میں بالاتفاق جائز ہے۔

مسئلہ

مسجد محلہ میں جس کے لئے امام مقرر ہو۔امام محلہ نے اذان و اقامت کے ساتھ بطریق مسنون جماعت پڑھ لی ہو تو

اذان واقامت کے ساتھ ہیأت اولیٰ پر دوبارہ جماعت قائم کرنا مکروہ ہے اور اگر بے اذان جماعت ثانیہ ہوئی تو حرج نہیں جبکہ محراب سے ہٹ کر ہو اور اگر پہلی جماعت بغیر اذان ہوئی یا آہستہ اذان ہوئی یا غیروں نے جماعت قائم کی تو پھر جماعت قائم کی جائے اور یہ جماعت جماعت ثانیہ نہ ہوگی ہیأت بدلنے کے لئے امام کا محراب سے داہنے یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہونا کافی ہے۔ شارع عام کی مسجد جس میں لوگ جوق در جوق آتے اور پڑھ کر چلے جاتے ہیں یعنی اس کے نمازی مقرر نہ ہوں اس میں اگرچہ اذان واقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ قائم کی جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہی افضل ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان واقامت سے جماعت کرے یونہی اسٹیشن وسرائے کی مساجد ہیں۔ (درمختار وردالمحتار: ج:2، ص342 تا344)

قولہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ حدیث تھے بہت سے صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔

مراۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے راوی ہیں بہت صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74ھ چوہتر میں وفات ہوئی۔ چوراسی سال عمر مبارک ہوئی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بن اسد کی قبر کے برابر۔
(مراۃ المناجیح: ج:8، ص:586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ اَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ

باب! جس نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی پھر جماعت میسر ہوئی تو ان کے ساتھ پڑھ لے

اگر کسی شخص نے گھر میں تنہا پڑھ لی پھر مسجد میں آیا تو جماعت ہو رہی تھی تو اسے چاہئے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے تو یہ اس کے نفل ہو جائیں گے۔

488 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ فَلَمَّا صَلَّى اِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَدَعَا بِهِمَا فَجِئَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا قَالَا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ

فِي رَحْلِهِ ثُمَّ اَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمِنًى بِمَعْنَاهُ

جابر بن یزید بن اسود نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی اس حال میں کہ وہ نوجوان لڑکے تھے پس جب آپ نے نماز پڑھی تو دو اشخاص نے نماز پڑھی اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے پاس بلایا تو وہ آگئے ان کی پسلیوں کا گوشت ڈھل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکے رکھا ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے گھر میں نماز ادا کر لی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اس طرح نہ کیا کرو جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں نماز ادا کر چکے پھر امام کو اس حال میں پائے کہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ وہ اس کے لئے نفل ہو جائے گی۔

جابر بن یزید کے والد محترم نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں نماز ادا کی۔ آگے اسی معنیٰ کے ساتھ روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 488)

489 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ نُوْحِ بْنِ صَعْصَعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ جِئْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ اَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ فَانْصَرَفَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰى يَزِيْدَ جَالِسًا فَقَالَ اَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيْدُ قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلَاتِهِمْ قَالَ اِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَاَنَا اَحْسَبُ اَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ فَقَالَ اِذَا جِئْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَوَجَدْتَ النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهٰذِهِ مَكْتُوْبَةٌ

یزید بن عامر سے روایت ہے کہ میں آیا اور نبی کریم ﷺ نماز کی حالت میں تھے تو میں بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فارغ ہو کر ہمارے پاس تشریف لائے تو یزید کو بیٹھے ہوئے ملاحظہ فرمایا پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے یزید کیا تم اسلام نہیں لائے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں! میں تو اسلام (کب کا) لے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو تمہیں کس چیز نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے

رو کے رکھا۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی اور میں نے گمان کیا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے واسطے آؤ اور لوگوں کو نماز میں دیکھو تو ان کے ساتھ پڑھ لیا کرو اگر تم نے اس نماز کو پڑھ لیا ہو کیونکہ وہ تیرے واسطے نفل ہو جائے گی اور یہ فرض ہی رہے گی۔

(السنن للبیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:302)

490 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَفِيفَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیَّ فَقَالَ يُصَلِّیْ اَحَدُنَا فِیْ مَنْزِلِهِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَاْتِی الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَاُصَلِّیْ مَعَهُمْ فَاَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ لَهٗ سَهْمُ جَمْعٍ

بکر نے عفیف بن عمرو بن میتب سے سنا کہ بنی اسد بن خزیمۃ کے ایک شخص نے ان کو حدیث بیان کی کہ اس نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی نماز پڑھ لیتا پھر مسجد میں آتا اور نماز کھڑی ہوتی تو وہ ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتا میرے اندر اس کے بارے میں شک ہوتا۔ پس حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو اس کا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:490)

تشریح:

اگر کوئی شخص اکیلے فرض نماز پڑھ چکا پھر اس کو جماعت نماز میں میسر ہو جائے تو احناف کے نزدیک فجر، عصر اور مغرب میں جماعت میں شریک نہ ہو باقی ظہر، عشاء، جمعہ، عیدین میں شریک ہو سکتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام نمازوں میں دوبارہ نفل کی نیت سے شریک ہو سکتا ہے۔

احناف کی دلیل

دار قطنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اس میں بھی یہ مضمون ہے جو کہ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھ لے پھر امام کو نماز میں پائے تو وہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے مگر اس میں فجر و مغرب کا استثناء ہے اور عصر کو ہم فجر پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ جیسے فجر کے بعد نفل جائز نہیں عصر کے بعد بھی جائز نہیں۔

شوافع کی دلیل

زیر بحث روایت ہے جس کی عبارت اوپر ہماری دلیل میں آچکی ہے انہوں نے اس پر استدلال کر کے کہا کہ روایت میں مطلق جماعت کے ساتھ مل جانے کا حکم ہے کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے۔

توہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

دارقطنی کی روایت میں فجر، مغرب کا استثناء موجود ہے اور عصر، فجر پر قیاس ہے اسی طرح اگر مغرب میں جماعت کے ساتھ مل جائے تو اس کے تین نفل ہوں گے جو کہ وتر ہیں اور نفل وتر نہیں ہوتے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: نهى عن البتيرا .

ہماری دلیل کراہت کو مستلزم ہے تمہاری دلیل اباحت کو۔ تعارض کے وقت کراہت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر صبح کا واقعہ ہے مگر بعض روایتوں میں یہ واقعہ ظہر کا ہے۔

یہ قاعدہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال .

تیسرا جواب یہ ہے کہ

اس روایت میں قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا کہ جو گھر میں اکیلے نماز پڑھ لے اگر اس کو جماعت میسر ہو جائے تو اس میں شریک ہو سکتا ہے مگر اس قاعدے پر جہاں عمل کرنا ممکن ہو گا وہاں عمل کیا جائے گا جہاں کوئی ممانعت آ گئی وہاں عمل نہیں ہو گا تو ان تین نمازوں میں ممانعت ہے عمل نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کہ نوافل پڑھنے کا عام حکم ہے مگر اوقات مکروہ میں مکروہ ہیں تلاوت کا حکم عام ہے لیکن حالت جنابت میں ممنوع ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا صَلّٰی فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ اَدْرَكَ جَمَاعَةً اَيُعِيْدُ

باب! جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے پھر دوسری جماعت میسر ہو تو کیا اعادہ کرے؟

یہ باب ایک نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد دوسری نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے کے بیان میں ہے۔

491 حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَعْنِيْ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ قَالَ اَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ اَلَا تُصَلِّيْ مَعَهُمْ قَالَ قَدْ صَلَّيْتُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَلُّوا صَلٰوةً فِيْ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ

سلیمان بن یسار یعنی مولی میمونہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو لوگ نماز ادا کر رہے تھے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کیوں نماز ادا نہیں فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میں نے نماز پڑھ لی ہے بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک نماز کو دن میں دوبارہ نہ پڑھا کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 491)

تشریح:

یہ حدیث مبارکہ پچھلے باب کی روایات کے خلاف ہے جن میں جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز نفل پڑھ سکتے ہیں۔ اور یہاں جو شخص جماعت سے نماز پڑھ چکا ہو اس کو اب دوبارہ نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

قوله عن سليمان بن يسار رضى الله عنه

آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ متقی اور فقیہ تھے۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوایوب ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی اہل مدینہ سے ہیں۔ عظیم الشان تابعی فقیہ، فاضل، ثقہ، عابد، متقی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سات فقہاء کرام میں سے تھے تہتر سال عمر پائی۔ 107 ایک سو سات میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:551)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ جُمَّاعِ الْإِمَامَةِ وَفَضْلِهَا

باب !لوگوں کی امامت اوراس کی فضیلت

یہ بات امامت کی فضیلت کے متعلق ہے۔

492 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ أَبِيْ عَلِيِّ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهُ وَلَهُمْ وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ

ابی علی ہمدانی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جولوگوں کو وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو اور لوگوں کو ثواب ملے گا اور جو اس میں کچھ کوتاہی برتے ان پر وبال ہے اور لوگوں پر نہیں۔

(المستدرک:ج:1ص:328)

تشریح:

امامت کرانا ایک افضل عمل ہے مگر اس میں اگر کوتاہی ہوئی تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔آج کے دور میں ہر شخص امام بننے کی کوشش کرتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ وہ یہ نہیں سوچتا کہ میں اس کا اہل بھی ہوں کہ نہیں لہٰذا امام اس شخص کو کھڑا کرنا چاہئے جو اس کا اہل بھی ہو۔

قوله عقبة بن عامر رضى الله عنه

آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اور تابعین عظام نے روایات لی ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے:آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں عتبہ بن ابی سفیان کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔58 اٹھاون میں مصر میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اور بہت تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث مبارکہ نقل کیں۔(مرأۃ المناجیح:ج:8ص:535)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّدَافُعِ عَلَى الْإِمَامَةِ

باب! امامت پر مدافعت کرنے کی کراہیت

یہ باب امامت پر مدافعت کرنے کی کراہیت میں ہے۔

493 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ حَدَّثَتْنِيْ طَلْحَةُ اُمُّ غُرَابٍ عَنْ عَقِيْلَةَ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِيْ فَزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهُمْ عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ اُخْتِ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ الْفَزَارِيِّ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَتَدَافَعَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ اِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ

سلامۃ بنت حر بہن خرشہ بن حر فزاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ لوگ امامت کے لئے ایک دوسرے کو کہیں گے مگران کو نماز پڑھنے کے لئے امام نہیں مل سکے گا۔

(معجم الکبیر: جز:24، ص:311، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:129، مسند احمد: جز:55، ص:113)

تشریح:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ لوگ امامت کو اپنے اوپر سے ہٹائیں گے ہر ایک نماز پڑھانے سے اپنی جان بچائے گا غلبہ جہالت کی بناء پر یا یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ لوگ آپس کے اختلافات کی وجہ سے امام کو امامت سے ہٹائیں گے ایک کہے گا میں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا دوسرا کہے گا میں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا یہ تمام آپس میں جھگڑے کی وجہ سے ہوگا۔

☆ قولہ عن سلامۃ بنت حر

آپ ازدیہ ہیں فزاریہ ہیں۔

مراۃ المناجیح میں ہے: آپ ازدیہ یا فزاریہ (ہیں) (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:553)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

باب! امامت کا مستحق کون؟

اس باب میں امامت کے استحقاق کا بیان ہے۔

494 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِي اِسْمٰعِيلُ بْنُ رَجَاءٍ سَمِعْتُ اَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَقْدَمُهُمْ قِرَائَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَائَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَّلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهٖ وَلَا فِي سُلْطَانِهٖ وَلَا يُجْلَسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِاِسْمٰعِيلَ مَا تَكْرِمَتُهُ قَالَ فِرَاشُهُ حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فِيهِ وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذَا قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ عَنْ شُعْبَةَ اَقْدَمُهُمْ قِرَائَةً حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ اَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَائَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً وَلَمْ يَقُلْ فَاَقْدَمُهُمْ قِرَائَةً قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ اَرْطَاةَ عَنْ اِسْمٰعِيلَ قَالَ وَلَا تَقْعُدْ عَلٰى تَكْرِمَةِ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کی زیادہ قرأت کرتا ہو اور قدیم قرأت کرنے والا ہو۔ اگر وہ قرأت میں برابر ہوں تو وہ امامت کرے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ پس اگر ہجرت میں مساوی ہوں تو عمر میں زیادہ امامت کرے اور کوئی بھی کسی کے گھر میں امامت نہ کرے اور اس کی سلطنت میں اور اس کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی نہ بیٹھے سوائے اس کی اجازت سے۔

شعبہ نے کہا کہ میں نے اسماعیل سے کہا کہ بیٹھنے کی جگہ سے کیا مراد ہے تو اس نے کہا اس کا فراش۔

شعبہ نے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ اس میں فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کی جگہ امامت نہ کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یحییٰ قطان نے شعبہ سے روایت کیا کہ قدیم قرأت کرنے والا۔ اوس بن ضمعج حضرمی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے

کہ ارشاد فرمایا کہ اگر قرأت میں مساوی ہوں تو جو سنت کا زیادہ جاننے والا ہو پس اگر سنت میں بھی برابر ہوں تو مقدم ہجرت کرنے والا کرے اور قدیم قرأت کرنے والا نہ فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حجاج بن ارطاق نے اس کو اسماعیل سے روایت کیا ہے کہ کوئی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے مگر اجازت سے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:309، شرح السنۃ للبغوی: جز:1، ص:202)

495 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحَاضِرٍ يَمُرُّ بِنَا النَّاسُ اِذَا اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا اِذَا رَجَعُوْا مَرُّوْا بِنَا فَاَخْبَرُوْنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَذَا وَكَذَا وَكُنْتُ غُلَامًا حَافِظًا فَحَفِظْتُ مِنْ ذٰلِكَ قُرْآنًا كَثِيْرًا فَانْطَلَقَ اَبِيْ وَافِدًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهٖ فَعَلَّمَهُمُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ يَؤُمُّكُمْ اَقْرَؤُكُمْ وَكُنْتُ اَقْرَاَهُمْ لِمَا كُنْتُ اَحْفَظُ فَقَدَّمُوْنِيْ فَكُنْتُ اَؤُمُّهُمْ وَعَلَيَّ بُرْدَةٌ لِيْ صَغِيْرَةٌ صَفْرَاءُ فَكُنْتُ اِذَا سَجَدْتُ تَكَشَّفَتْ عَنِّيْ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ وَارُوْا عَنَّا عَوْرَةَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا لِيْ قَمِيْصًا عُمَانِيًّا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحِيْ بِهٖ فَكُنْتُ اَؤُمُّهُمْ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ اَوْ ثَمَانِ سِنِيْنَ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَكُنْتُ اَؤُمُّهُمْ فِيْ بُرْدَةٍ مُوَصَّلَةٍ فِيْهَا فَتْقٌ فَكُنْتُ اِذَا سَجَدْتُ خَرَجَتِ اسْتِيْ

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اس جگہ پر قیام پذیر تھے جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضری دینے والے ہم سے ہو کر گزرتے تھے۔ جب وہ واپس پلٹ کر ہمارے پاس سے گزرنے لگتے تو وہ ہمیں بتاتے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ یہ بتایا ہے۔ میں قوت حافظہ والا لڑکا تھا اور میں نے ان سے کثیر قرآنی آیتیں حفظ کر لی تھیں۔ میرے والد محترم اپنی قوم میں چند لوگوں کا وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز کی تعلیم ارشاد فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کی امامت زیادہ قرأت کرنے والا کرے تو قرآن مجید حفظ کرنے کی وجہ سے میں زیادہ جانتا تھا تو مجھے آگے کیا اور میں امامت کراتا۔ مجھ پر زرد چادر ہوا کرتی پس جب میں سجدے میں جاتا تو میرا ستر کھل جاتا عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا: اپنے قاری کا ستر تو ہم سے چھپالیں تو میرے لیے عمانی قمیض خریدی گئی۔ پس میں اسلام لانے کے بعد اس قدر کسی بات سے بھی خوشی محسوس نہ کرتا تھا میں امامت کراتا اور میری عمر سات سال ہوا کرتی تھی۔ عمرو بن سلمۃ سے اسی خبر کے ساتھ روایت کر کے فرمایا میں پھاڑی ہوئی چادر جس میں پیوند لگے ہوتے تھے پہن کر امامت کراتا پس میں جب سجدہ میں جاتا تو میری پشت ننگی ہو جاتی تھی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:495)

496 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ وَفَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَنْصَرِفُوا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ يَؤُمُّنَا قَالَ أَكْثَرُكُمْ جَمْعًا لِلْقُرْآنِ أَوْ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ قَالَ فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ جَمَعَ مَا جَمَعْتُهُ قَالَ فَقَدَّمُونِي وَأَنَا غُلَامٌ وَعَلَيَّ شَمْلَةٌ لِي فَمَا شَهِدْتُ مَجْمَعًا مِنْ جَرْمٍ إِلَّا كُنْتُ إِمَامَهُمْ وَكُنْتُ أُصَلِّي عَلَى جَنَائِزِهِمْ إِلَى يَوْمِي هَذَا قَالَ أَبُو دَاوُد وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا وَفَدَ قَوْمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبِيهِ

عمرو بن سلمہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک وفد لے کر نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضری دی پس جب واپس پلٹنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہماری امامت کون کرائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو قرآن مجید کا زیادہ حافظ ہو یا قرآن مجید کو لے لیا ہو تو قوم میں سے میرے سوا کسی نے حفظ زیادہ نہیں کیا ہوا تھا تو مجھے آگے کر دیا اور میں لڑکا تھا اور مجھ پر تہبند ہوا کرتا۔ فرماتے ہیں کہ پس جس مجمع میں میں موجود ہوتا تو میں ہی ان کا امام ہوا کرتا اور میں نے ہی اس وقت تک ان کے جنازے پڑھائے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو یزید بن ہارون، مسعر بن حبیب جرمی نے عمرو بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میری قوم کا وفد نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوتا۔ اور انہوں نے اپنے والد محترم کے بارے میں نہیں فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:496)

497 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ ح و حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ نَزَلُوا الْعُصْبَةَ قَبْلَ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا زَادَ الْهَيْثَمُ وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب پہلے ہجرت کرنے والے آئے تو انہوں نے عصبہ میں ٹھہراؤ کیا رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے قبل ان لوگوں کی امامت حضرت سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اور ان کو کثیر قرآن مجید یاد تھا۔ ہیثم نے یہ زیادتی کی ہے کہ ان میں حضرت عمر بن خطاب اور ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:89)

498 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اَوْ لِصَاحِبٍ لَهُ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا سِنًّا وَفِىْ حَدِيْثِ مَسْلَمَةَ قَالَ وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ مُتَقَارِبَيْنِ فِى الْعِلْمِ و قَالَ فِىْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيلَ قَالَ خَالِدٌ قُلْتُ لِاَبِىْ قِلَابَةَ فَاَيْنَ الْقُرْآنُ قَالَ اِنَّهُمَا كَانَا مُتَقَارِبَيْنِ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو یا ان کے ساتھی کو جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دیا کرو پھر اقامت کہا کرو پھر ان میں جو عمر میں بڑا ہو امامت کرائے اور مسلمۃ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے عرض کیا قرآن مجید کون زیادہ جانتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ دونوں متقارب تھے۔

(معجم الکبیر: جز:19،ص:288، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:120)

499 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْحَنَفِىُّ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں بہترین لوگ اذان دیں اور تمہاری امامت تمہارا قاری کرے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:499)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت کے لئے قاری کو مقدم کرنا چاہئے یا عالم دین کو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قاری کو مقدم کرنا چاہئے۔ (المغنی: جز:2،ص:5)

اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ

عالم دین کو مقدم کرنا چاہئے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز:1،ص:301، اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:332)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو۔

آئمہ ثلاثہ اس دلیل کا یہ جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

قاری سے مراد وہ شخص نہیں جو قرآن مجید کو تجوید اور عمدگی سے پڑھتا ہو بلکہ قاری سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کا علم رکھتا ہو لہٰذا یہ حدیث مبارکہ آئمہ ثلاثہ ہی کی دلیل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے عمدہ قرأت کرنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور سب سے بڑے عالم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بجائے عالم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور آپ ﷺ کا یہ عمل مبارک اس حدیث مبارکہ کی عملی تفسیر ہے کہ جو سب سے بڑا عالم ہو اسی کو ہی امام بنایا جائے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ

قرأت کا تعلق نماز کے صرف ایک رکن کے ساتھ ہے اور نماز کے باقی تمام ارکان، واجبات، سنن، آداب، نماز کے مفسدات اور مکروہات ان تمام چیزوں کا تعلق علم دین سے ہے بلکہ قرأت میں بھی بعض دفعہ ایسی الجھنیں پیش آجاتی ہیں جن کو صرف عالم دین ہی حل کر سکتا ہے قاری کو اس کی کیا خبر ہے لہٰذا نماز میں امام عالم دین ہی سب سے زیادہ مستحق ہے۔

اشکال

یہاں پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنا اس وجہ سے نہ ہو کہ وہ اعلم تھے بلکہ ایک خاص مصلحت کی بناء پر ہو یعنی خلیفہ مقرر کرنے کی طرف اشارہ مقصود ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

دونوں مصلحتوں میں منافات ہی کیا ہیں امام صلوٰۃ بھی تو وہی ہوتا ہے جو خلیفہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ استخلاف بھی اسی لیے ہو وہی اعلم تھے۔

اشکال

دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کا قاری ہی سب سے زیادہ عالم ہوتا تھا تو پھر آگے حدیث مبارکہ میں قاری کا مقابل سب سے زیادہ عالم کیوں قرار دیا گیا ہے۔

فان كانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر قاری کا مدمقابل سب سے زیادہ عالم کو نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اعلم بالسنۃ کو ٹھہرایا گیا ہے تو گویا قاری تو قرآن مجید کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوا اور اس کا مدمقابل حدیث مبارکہ میں اعلم بالسنۃ کو قرار دیا گیا ہے۔

اشکال

اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس زمانہ کا قاری ہی سب سے زیادہ عالم ہوتا تھا تو لازم آئے گا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ ہوں کیونکہ زیادہ قاری وہی تھے۔

اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ

بالعموم اس زمانہ میں سب سے زیادہ قاری ہی سب سے زیادہ عالم ہوتا تھا اگر ایک آدھ کا اس میں استثناء ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ

سب سے زیادہ مستحق امامت وہ شخص ہے جو نماز وطہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو اگرچہ باقی علوم میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو۔ اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش سے بچتا اس کے بعد وہ شخص جو تجوید کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی اشخاص ان باتوں میں مساوی ہوں تو وہ کہ جو زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام رہا شبہات سے بھی اجتناب کرتا ہو۔ اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے پھر زیادہ خوبصورت پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو۔ پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں، غرض چند شخص برابر ہوں تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے جس کے نام قرعہ نکلے وہ امامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنایا تو برا کیا مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (درمختار: جز:2، ص350 تا 354)

مسئلہ

امام معین ہی امامت کا حق دار ہے اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔

(درمختار: جز:2، ص:354)

مسئلہ

کسی کے مکان میں جماعت ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط امامت پائے جائیں تو وہی امامت کے لئے اولیٰ ہے اگرچہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو۔ ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے بوجہ فضیلت علم کے کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:83)

مسئلہ

سلطان وامیر وقاضی کسی کے گھر میں جمع ہوئے تو احق سلطان ہے پھر امیر پھر قاضی پھر صاحب خانہ۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:354)

مسئلہ

جس کو کچھ قرآن یاد ہوا گرچہ ایک ہی آیت ہو وہ امی کی اقتدا نہیں کرسکتا اور امی امی کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔ جس کو کچھ آیتیں یاد ہیں مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا جس کی وجہ سے معنیٰ فاسد ہوجاتے ہیں وہ بھی امی کے مثل ہے۔ (درمختار وردالمحتار: جز:2،ص:389)

مسئلہ

امی نے امی اور قاری کی امامت کی تو کسی کی نماز نہ ہوگی اگرچہ قاری درمیان نماز میں شریک ہوا ہو یونہی اگر قاری نے امی کو خلیفہ بنایا ہو اگرچہ تشہد میں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:412)

مسئلہ

جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے اس پر واجب ہے کہ تصحیح حروف میں رات دن پوری کوشش کرے اور اگر صحیح خواں کی اقتداء کرسکتا ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کی اقتداء کرے یا وہ آیتیں پڑھے جس سے حروف صحیح ادا کرسکتا ہو اور یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہوجائے گی اور اپنے مثل دوسرے کی امامت بھی کرسکتا ہے یعنی اس کی کہ وہ بھی اسی حروف کو صحیح نہ پڑھتا ہو جس کو یہ اور اگر اس سے جو حروف ادا نہیں ہوتا دوسرا اس کو ادا کرلیتا ہے مگر کوئی دوسرا حرف اس سے ادا نہیں ہوتا تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کرسکتا اور اگر کوشش بھی نہیں کرتا تو اس کی خود بھی نہیں ہوتی دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہوگی۔ آج کل عام لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے ان کی نمازیں خود باطل ہیں امامت تو درکنار، ہلکا جس سے حرف مکرر ادا ہوتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی اگر صاف پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے تو اس کے پیچھے پڑھنا لازم ہے ورنہ اس کی اپنی ہوجائے گی اور اپنے مثل یا اپنے سے کمتر کی امامت بھی کرسکتا ہے۔ (درمختار وردالمحتار: جز:2،ص:395)

☆ **قوله فقد مونی فکنت اؤمهم...... وانا سبع او ثمان سنين**

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید زیادہ حفظ کیا ہوا تھا تو مجھے امامت کے لئے آگے کیا گیا اور میں امامت کراتا تھا۔

اس حدیث مبارکہ کے آخر میں فرماتے ہیں امامت کراتے وقت میری عمر سات سال تھی۔

اختلاف آئمہ کرام

فرائض میں بچے کی امامت کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ جمہور علماء آئمہ

ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ بچہ نفل پڑھنے والا ہے اور فرض نماز پڑھنے والے کی نماز نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔

سوال

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ تو بچے تھے پھر ان لوگوں نے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امامت پر کیوں مقرر کیا؟

جواب

ان لوگوں نے ایسا اپنے اجتہاد سے کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس کی خبر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہوئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا۔

یومکم اقرؤکم .

اور خطاب جو تھا وہ حاضرین کو تھا جو بالغ مرد تھے پھر انہوں نے اس طرح کیا کہ پورے خاندان میں جو زیادہ قاری تھا اس کو امامت پر کھڑا کر دیا حالانکہ وہ بچہ تھا۔ اور انہوں نے قاری کو قیاس کر کے بچے کی قید کو ملحوظ نہ رکھا اور وہ ابتدائی دور تھا جس میں ان کو ان مسائل کا علم نہ تھا کیونکہ اسلام ابھی پھیل رہا تھا اور لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہو رہے تھے شوق عبادت کی وجہ سے انہوں نے اس طرح نماز پڑھ لی۔ لہٰذا اس پر بچے کی امامت پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

فعن ابن عباس لا یوم الغلام حتی یحتلم

وعن ابن مسعود لا یوم الغلام الذی لا تجب علیه للحدود

اور امامت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ

1-اسلام 2-بلوغ 3-عاقل ہونا 4-مرد ہونا 5-قرأت

6-معذور نہ ہونا۔ (نور الایضاح: ص:73)

اور درمختار میں ہے: بالغ مرد کی اقتداء بچے کے پیچھے مطلقاً اگرچہ نفل نماز میں ہو اصح مذہب پر درست نہیں ہے۔

(درمختار: جز:1، ص:84)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: بارہ برس سے کم عمر کی تخصیص نہیں بلکہ صحیح ومختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو۔ امامت بالغین کے لئے بلوغ شرط ہے خواہ یہ ظہور آثار مثل احتلام وانزال خواہ بتمامی پانزدہ سال۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:10، ص:607)

سوال! فاسق کی امامت کا کیا حکم ہے

جواب: امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں نماز جائز نہیں بعض احناف کے

نزدیک بھی فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر احناف کے نزدیک جائز ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ابوداؤد فرماتے ہیں کہ

میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: جب امام نشہ کرتا ہو تو؟

ارشاد فرمایا: اس کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھو۔

ایک اور شخص نے سوال کیا کہ میں نے ایک شخص کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر مجھے علم ہوا کہ وہ امام نشہ کرتا ہے کیا میں نماز دہراؤں۔

ارشاد فرمایا: ہاں۔(المغنی: جز:2،ص:9)

علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی 786ھ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں کیونکہ جب اس سے امور دینیہ میں خیانت ظاہر ہوگئی تو ان میں سے زیادہ اہم امر میں اس پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔(عنایہ علی ہامش فتح القدیر: جز:1،ص:304)

علامہ شربینی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور جواز اس لیے ہے کہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور وہ بدعتی جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی وہ فاسق کی طرح ہے بلکہ فاسق بدعتی سے اولیٰ ہے کیونکہ فاسق کے برخلاف بدعتی کا اعتقاد اس سے الگ نہیں ہوتا۔(المغنی: جز:1،ص:242)

بعض احناف فاسق کی امامت اور اقتداء کو ناجائز اور مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

فاسق معلن مثلاً شرابی یا زانی کے بارے میں ابن الحبیب کہتے ہیں۔

جو شخص اس کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ ہمیشہ نماز دہرائے مگر یہ کہ امام حاکم ہو۔(عمدۃ القاری: جز:5،ص:232)

علامہ فخرالدین عثمان بن علی زیلعی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھے۔
(تبیین الحقائق: جز:1،ص:135)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے کہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا

کہ اس کی تعظیم نہ کی جائے اگر اس کو مسجد سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے کسی اور مسجد میں چلا جائے اور اگر صرف وہی جمعہ پڑھاتا ہو تو پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ص:181)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی 1231ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ

فاسق کی امامت اور اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ص:181)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 776ھ لکھتے ہیں: اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گناہ گار ہوں گے کیونکہ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:479)

علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی 827ھ لکھتے ہیں: جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتداء مکروہ ہے فاسق جمعہ پڑھائے اور اس کو ہٹانا ممکن نہ ہو تو بعض فقہاء کرام نے کہا کہ اس کی اقتداء کرلے اور اس کی امامت کی وجہ سے جمعہ ترک نہ کرے۔ (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ: جز:4، ص:55)

علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نابینا، دیہاتی، غلام، ولد الزنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے غیر کی امامت میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ ہے۔ (المبسوط: جز:1، ص:40)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: بحر، نہر اور محیط کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ

فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:525)

علامہ فخر الدین حسن بن منصور اور زجندی متوفی 295ھ لکھتے ہیں: جہمیہ، قدریہ اور رافضی غالی وغیرہم کے سوا اقتداء جائز اور مکروہ ہے اسی طرح اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے۔ جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پالیتا ہے۔

(فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ: جز:1، ص:92)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: اگر تم سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہرحال بہتر ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاوی سے نقل کر چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ

ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو ٹھیک ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ (البحر الرائق: جز:1، ص:349)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: غلام اور فاسق وغیرہ کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

(در مختار علی ہامش الرد: جز:1، ص:523)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ حصکفی نے فاسق کی اقتداء کو مکروہ تنزیہی اس لیے قرار دیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں فاسق کے غیر کی اقتداء کو مستحب قرار دیا ہے۔

البحر الرائق نے مجتبیٰ اور معراج کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ

فاسق وغیرہ کا امام ہونا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المحتار: جز:1، ص:523)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاسق کے پیچھے نماز اگر پڑھ بھی لیتے تو نماز کو دہراتے تھے۔

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ ولید بن عتبہ بن ابی معیط کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے وہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ ایک دن اس نے صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دی۔

پھر کہنے لگا: کیا اور زیادہ پڑھاؤں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ زیادہ نماز پڑھتے ہیں (یعنی نماز پڑھ کر دہراتے ہیں)۔

(شرح فقہ اکبر: ص:76)

جس طرح فاسق کی امامت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے اسی طرح حاکمیت کے حوالے سے امام بنانے میں بھی اختلاف ہے۔

شوافع کا نظریہ

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: جس چیز پر علماء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اگر مسلمان بغیر فتنہ اور ظلم کے امیر کو معزول کرنے پر قادر ہوں تو ان پر اس کا معزول کرنا واجب ہے ورنہ ان پر صبر کرنا واجب ہے۔

بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ

ابتداءً فاسق کو کسی منصب کا امیر بنانا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی امیر پہلے ٹھیک تھا بعد میں فاسق ہو گیا تو اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ

اس کے خلاف خروج کرنے سے منع کیا جائے گا مگر یہ کہ اس سے کفر صادر ہو پھر اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔

(فتح الباری: جز:13، ص:8)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک تم کسی امام سے علی الاعلان کسی ایسے کفر کو نہ دیکھ لو جس پر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو۔ اس وقت تک اس کے خلاف خروج نہ کرو۔

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ

امراء اور احکام کی امارت اور حکومت میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان پر اعتراض نہ کرو ہاں! اگر تم ان پر کوئی ایسی برائی دیکھو جس کا برا ہونا قواعد اسلام سے یقینی طور پر ثابت ہو تو ان پر انکار کرو اور تم جہاں کہیں بھی ہو حق کو بیان کرو۔ لیکن ان کے خلاف خروج کرنا اور ان سے قتال کرنا یہ اجماع مسلمین سے حرام ہے۔ خواہ وہ امراء فاسق اور ظالم ہوں اور اس کی تائید میں بہ کثرت احادیث مبارکہ وارد ہیں اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ سلطان فسق سے معزول نہیں ہوتا اور ہماری فقہ کی بعض کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ فسق سے معزول ہو جاتا ہے تو یہ غلط ہے اور اجماع کے خلاف ہے اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف خروج کے حرام ہونے کی علماء نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے فتنہ اور فساد ہوگا اور مسلمانوں کا خون بہے گا لہٰذا فاسق کو اس کے منصب پر باقی رکھنے کی بہ نسبت اس کو معزول کرنے میں فساد زیادہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی اور اگر اس سے بعد میں کفر صادر ہو تو وہ معزول ہو جائے گا اور اگر وہ نمازوں کو ترک کرے یا نماز کی طرف دعوت دینے کو ترک کرے یا بدعت کا ارتکاب کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اور بعض بصریوں نے کہا: فاسق کی امامت منعقد ہو جائے گی اور اس کو برقرار رکھا جائے گا کیونکہ وہ تاویل کرنے والا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر امام پر بعد میں کفر طاری ہو یا وہ شریعت میں تغیر کرے یا کسی بدعت کا ارتکاب کرے تو وہ امامت کے منصب سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اس کو معزول کر دیں اور کسی امام عادل کو مقرر کریں بہ شرطیکہ یہ ممکن ہو بدعتی کو معزول کرنا واجب نہیں ہے ہاں اگر وہ اس پر قادر ہوں تو پھر واجب ہے اور اگر ان کا اسی سے عاجز ہونا یقینی ہو تو وہ اس سرزمین سے ہجرت کر جائیں اور اپنے دین کو بچائیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: فاسق کی امامت ابتداءً منعقد نہیں ہوتی۔

اور اگر خلیفہ بعد میں فسق کرے تو بعض نے کہا: اس کو معزول کرنا واجب ہے بہ شرطیکہ اس سے فتنہ اور جنگ نہ ہو۔

اور جمہور اہل سنت کے فقہاء، محدثین اور متکلمین نے یہ کہا کہ

امام اور خلیفہ ظلم اور فسق سے معزول نہیں کیا جائے گا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

اس پر اجماع ہے۔

اس پر اعتراض یہ ہے کہ

حضرت حسن، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور اہل مدینہ نے بنوامیہ کے خلاف خروج کیا اور قرن اول کے مسلمانوں نے حجاج کے خلاف خروج کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلے اس مسئلہ میں اختلاف تھا بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ امام اور خلیفہ اگر خلافت کے بعد فسق کرے تو اس کے خلاف خروج سے منع کیا جائے گا۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:125)

حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ

تمام مسلمان جس کی امامت اور بیعت پر متفق ہو جائیں اس کی امامت ثابت ہو جائے گی۔

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دل سے کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا وہ اس کی حتی المقدور اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس سے امامت میں نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو۔

اور حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت کسی ایک شخص کی امامت پر مجتمع ہو پھر کوئی دوسرا شخص اس کے خلاف خروج کرے تو اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ

باغیوں سے قتال کیا جائے گا اور اسی کے حکم میں اس شخص کی امامت ہے جس کو امام اول نے امام مقرر کر دیا ہو جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا اور اگر کوئی شخص امام کے خلاف خروج کرے اور اپنی طاقت سے اس کو زیر کرے اور اپنی تلوار سے مسلمانوں کو مغلوب کرے حتی کہ وہ اس کی اطاعت کا اقرار کر لیں تو اب وہ امام ہو جائے گا اور اس سے قتال کرنا اور اس کے خلاف خروج کرنا حرام ہو گا کیونکہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیر کے خلاف خروج کیا ان کو قتل کر دیا اور تمام ممالک اور ان کے باشندوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور سب نے طوعا و کرہا اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اب وہ امام ہو گیا اور اس کے خلاف خروج حرام ہو گیا۔ (المغنی: جز:9،ص:5)

مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: علماء کی ایک جماعت نے "لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا" سے یہ

استدلال کیا ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ صالح ہو اور نظام سلطنت کو قائم کر سکتا ہو۔

اور امام مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ جو شخص امامت کا اہل ہوگا ہم اس سے نزاع نہیں کریں گے۔

اور فاسق اور ظالم امامت کے اہل نہیں ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○

اس وجہ سے حضرت ابن الزبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے خروج کیا اور عراق کے صالحین اور علماء نے حجاج کے خلاف خروج کیا اور اہل مدینہ نے بنوامیہ کے خلاف خروج کیا جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ برپا ہوا۔

اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ

ظالم امام کی اطاعت پر صبر کرنا اس کے خلاف خروج کرنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کے خلاف خروج کرنے میں امن کو خوف سے بدلنا ہے، خون بہانا ہے، مسلمانوں پر لوٹ مار کا دروازہ کھولنا ہے اور زمین میں فساد کرنا ہے۔ بعض معتزلہ اور خوارج کا مذہب اس کے برعکس ہے کہ ظالم امام کے خلاف خروج کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ

ظالم نہ نبی ہو سکتا ہے نہ خلیفہ نہ حاکم نہ مفتی نہ نماز کا امام اور نہ اس کی حدیث کی روایت قبول کی جائے گی نہ احکام میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ البتہ وہ فسق کی وجہ سے از خود معزول نہیں ہوگا حتیٰ کہ ارباب حل وعقد اس کو معزول کردیں اور اس کے دیئے ہوئے سابقہ احکام میں سے جو صحیح ہوں گے وہ بدستور نافذ رہیں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ

باغیوں اور خوارج کے احکام میں جو احکام کسی بھی اجتہاد کے اعتبار سے صحیح ہوں ان کو باقی رکھا جائے گا جب تک کہ وہ نصوص کے مخالف نہ ہوں یا اجماع کے منافی نہ ہوں کیونکہ ان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ ایام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خوارج نے خروج کیا اور ان کے احکام کو باقی رکھا گیا انہوں نے جو مسلمانوں سے زکوٰۃ لی تھی اور جو حدود قائم کی تھیں ان کو باطل نہیں قرار دیا گیا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:2، ص108 تا109)

احناف کا موقف

علامہ ابو بکر حصاص حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت "لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ" سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کا نبی ہونا جائز ہے نہ نبی کا خلیفہ ہونا جائز ہے نہ قاضی نہ مفتی نہ حدیث کی روایت کرنا نہ کسی معاملہ میں شہادت دینا اور اس کے لئے ہر وہ منصب ناجائز ہے جس کی رو سے دوسروں پر اس کی کوئی چیز لازم ہو اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نماز کے آئمہ نیک اور صالح ہونے چاہئیں نہ کہ فاسق

اور ظالم کیونکہ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امور دین میں امامت کے منصب کے لئے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں فاسق کا امام اور خلیفہ ہونا جائز ہے اور یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسق حاکم اور قاضی تو نہیں بن سکتا امام اور خلیفہ ہوسکتا ہے۔ متکلمین میں سے زرقان نے اس کو ذکر کیا اور یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلیفہ اور قاضی دونوں کے لئے عادل اور صالح ہونا شرط ہے اور فاسق کے لئے دونوں منصب جائز نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس چیز کی نسبت کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوگی حالانکہ بنوامیہ کے ایام میں ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قضاء کے لئے عہدہ کے لئے مجبور کیا لیکن آپ نے اس منصب کو قبول نہیں کیا اس نے آپ کو قید کرلیا اور وہ ہر روز آپ کو کوڑے مارتا تھا لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ جب آپ کی جان کا خوف ہوا تو فقہاء نے یہ کہا۔ آپ اس کا کوئی اور کام قبول کرلیں تو آپ نے گھاس کے گٹھوں کو گننا قبول کرلیا۔ تب اس نے آپ کو رہا کیا۔ پھر بنوعباس کے دور میں خلیفہ منصور نے آپ کو قضا کے عہدہ کو قبول کرنے کا حکم دیا آپ نے پھر انکار کیا اس نے بھی آپ کو قید کرلیا۔ حتیٰ کہ آپ نے مضافات شہر سے بغداد میں آنے والی اینٹوں کے گننے کو قبول کرلیا۔ ظالم اور فاسق آئمہ کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مشہور تھا۔ زید بن علی امامت کے مدعی تھے اور وہ اس منصب کے لئے موزوں تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی مالی امداد کرتے تھے اور ان کی نصرت کرنے اور ان کی حمایت میں قتال کرنے کا خفیہ طور پر فتویٰ دیتے تھے اسی طرح عبداللہ بن حسن کے دو صاحبزادوں محمد اور ابراہیم کی بھی انہوں نے تائید کی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جب قاضی فی نفسہ عادل اور صالح ہو تو اس کا ظالم امام کی طرف سے منصب قضا کو قبول کرنا جائز ہے۔ یہ صحیح مذہب ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فاسق کی امامت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جب قاضی خود صالح ہوگا اور اس کو اقتدار حاصل ہوگا تو وہ احکام شرعیہ کو نافذ کرسکے گا۔ (احکام القرآن: جز: 1 ص 69 تا 71)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو نیک ہو، قادر ہو۔

صاحب رائے ہو اور بہادر ہو تا کہ قصاص لینے میں، حدود قائم کرنے میں، میدان جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور وہ قریشی ہو اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں ہے۔

بعض علماء کرام نے یہ شرط لگائی ہے کہ

وہ اصول دین اور فروع میں اجتہاد کرسکتا ہو اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور آئمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لئے عدالت شرط نہیں ہے اس لیے فاسق کو بھی امام بنانا جائز ہے لیکن یہ مکروہ ہے اور جب نیک شخص کو امام بنایا جائے اور وہ بعد میں فاسق ہوجائے تو وہ معزول نہیں ہوگا لیکن وہ معزول کیے جانے کا مستحق ہوگا بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو اس کو نیکی کی دعوت

دی جائے اور اس کے خلاف خروج کرنا واجب نہیں ہے۔

اسی طرح فقہاء احناف نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

اور تمام آئمہ احناف نے بالاتفاق اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض بنو امیہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور ان کے دیئے ہوئے عہدے قبول کیے ہیں۔

لیکن اس توجیہ پر اعتراض یہ ہے کہ

یہ بنو امیہ امام نہ تھے بلکہ ملوک تھے انہوں نے غلبہ سے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور متغلب کے دیئے ہوئے عہدوں کی ضرورت کی بناء پر قبول کرنا جائز ہے اور کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نیک ہو (کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار اور گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (المسائرہ مع المسامرۃ: جز:1،ص:296)

علامہ ابن ہمام نے امام کے متعلق جو نیک ہونے کی شرط لگائی ہے اس کے متعلق علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے امام کے لئے ورع (نیک) کی شرط لگانے میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی ہے اور اس سے مقصود فاسق سے احتراز کرنا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات خواہش نفس کی پیروی میں بیت المال کا غلط استعمال کرے گا اور مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ (المسامرہ: جز:1،ص:287)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں: امام کے لئے یہ شرائط ہیں۔

مرد ہونا بالغ ہونا قادر ہو قرشی ہو

ہاشمی، علوی یا معصوم ہونے کی شرط نہیں ہے۔

فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے اگر فتنہ نہ ہو تو وہ فسق کی وجہ سے معزول کر دیا جائے گا اور اس کو نیکی کی دعوت دینا واجب ہے اور جو طاقت سے غلبہ حاصل کر لے اس کی سلطنت صحیح ہے۔ (درمختار: جز:1،ص:369)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: علامہ حصکفی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام کے لئے عدالت کی شرط نہیں ہے اور علامہ ابن ہمام نے مسائرہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں عدالت کی شرط لگائی ہے۔ (ردالمحتار: جز:1،ص:368)

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں: معتزلہ نے کہا ہے کہ

فاسق امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ

آیت میں ظالم سے مراد کافر ہے یعنی کافر مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا۔ (مدارک التنزیل علی ہامش الخازن: جز:1،ص:87)

علامہ نسفی حنفی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ

آئمہ احناف کے نزدیک فاسق امام بن سکتا ہے۔علامہ ابن ہمام، علامہ حصکفی، علامہ شامی اور صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور اس مذہب کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے اس کے برعکس علامہ ابوبکر حصاص نے یہ لکھا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراط ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت میں سے امامت کا دعویٰ کرنے والوں کی خفیہ طور پر مدد کی اور ابن ہبیرہ اور خلیفہ منصور نے ان کو قضا کی جو پیش کش کی تھی اس کو بھی قبول نہ فرمایا۔

سوال! نابینا کی امامت کرنا کیسا؟

جواب:

اس بارے میں شوافع اور احناف کا مذہب بیان کیا جاتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے ہاں اس مسئلہ میں تین قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

نابینا کی امامت بینا سے افضل ہے کیونکہ لہو ولعب اور دوسری ناجائز چیزوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کا خشوع زیادہ کامل ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

نابینا سے بینا کی امامت افضل ہے کیونکہ بینا ہونے کے سبب وہ نجاستوں سے زیادہ احتراز کرتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

دونوں مساوی ہیں۔

اور یہ تیسرا قول ہمارے اصحاب کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔
(شرح للنواوی: جز:1،ص:394)

علماء احناف کے نزدیک یہ اقوال ہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔(درمختار علی ردالمختار: جز:1،ص:523)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: نابینا چونکہ قبلہ کی سمت متعین نہیں کرسکتا اور نہ اپنے کپڑے کو نجاست سے بچا سکتا ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر اس سے افضل شخص نہ ملے تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔(مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی:ص:180)

علامہ ابراہیم حصی متوفی 776ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست کو نہیں دیکھ سکتا تاکہ اس سے بچ سکے اور کبھی وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کو پتا نہیں چلتا۔(غنیۃ المستملی:ص:479)

الحمدللہ عزوجل ''امامت کا مستحق کون؟'' کے متعلق متعلقہ مسائل مع مذاہب آئمہ کرام کے بیان کردیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی وکوتاہی ہوگئی ہوتو وسیلۂ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور میری اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن سلمہ نے سات سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت فرمائی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے زیادہ قاری تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ مخزومی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اپنی قوم کی امامت کرتے تھے کیونکہ ان میں قرآن مجید کے زیادہ قاری آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

کہا گیا ہے کہ

اپنے والد محترم کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آخر میں بصرہ میں رہے آپ رضی اللہ عنہ چھ سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کرتے تھے سجدہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا ستر کھل جاتا تھا۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:537)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِمَامَةِ النِّسَآءِ

باب !عورتوں کی امامت کا بیان

یہ باب عورتوں کی امامت کرانے یا نہ کرانے کے احکام میں ہے۔

500 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُمَيْعٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ جَدَّتِیْ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَلَّادٍ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ اُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَنْصَارِيَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا قَالَتْ قُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِیْ فِی الْغَزْوِ مَعَكَ اُمَرِّضُ مَرْضَاكُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَرْزُقَنِیْ شَهَادَةً قَالَ قَرِّیْ فِیْ بَيْتِكِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْزُقُكِ الشَّهَادَةَ قَالَ فَكَانَتْ تُسَمَّى الشَّهِيدَةُ قَالَ وَكَانَتْ قَدْ قَرَاَتِ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَاْذَنَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْ دَارِهَا مُؤَذِّنًا فَاَذِنَ لَهَا قَالَ

وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا اِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَغَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتّٰى مَاتَتْ وَذَهَبَا فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِى النَّاسِ فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هٰذَيْنِ عِلْمٌ اَوْ مَنْ رَآهُمَا فَلْيَجِيْ بِهِمَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَصُلِبَا فَكَانَا اَوَّلَ مَصْلُوبٍ بِالْمَدِيْنَةِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَضْرَمِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ اُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْاَوَّلُ اَتَمُّ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِى بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا وَاَمَرَهَا اَنْ تَؤُمَّ اَهْلَ دَارِهَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا رَاَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا

ام ورقہ بنت عبداللہ بن نوفل انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کو جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ غزوہ کی اجازت عطا فرمایئے تاکہ مریضوں کی دیکھ بھال کرسکوں شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا رتبہ عطا فرمادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھر میں ٹھہری رہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کا رتبہ عطا فرمائے گا۔ فرمایا کہ ان کو شہیدہ سے موسوم کیا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی تلاوت فرماتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤذن رکھنے کا اذن حاصل کیا تو آپ رضی اللہ عنہا کو اذن مل گیا اور آپ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام اور لونڈی کو مدبر کیا ہوا تھا۔ ایک رات دونوں کھڑے ہوئے اور چادر سے گلا گھونٹ کر شہید کر دیا اور دونوں فرار ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کو لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جن کو ان کا پتہ ہو یا جس نے ان کو دیکھا ہو ان کو حاضر کرے۔ لہٰذا ان کے بارے میں سولی حکم فرمایا گیا تو دی گئی۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے ان دونوں کو سولی چڑھائی گئی۔ حسن بن حماد حضرمی، محمد بن فضیل، ولید بن جمیع، عبدالرحمٰن بن خلاد نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اور پہلی حدیث مبارکہ اتم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے (کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا شہیدہ تھیں) اور آپ رضی اللہ عنہا کے لئے مؤذن قائم فرمایا جو کہ اذان دیا کرتا اور آپ رضی اللہ عنہا کو حکم ارشاد فرمایا اپنے اہل والوں کی امامت کیا کرو۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہا کے مؤذن کو دیکھا کہ نہایت ہی بوڑھے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:25، ص:135)

تشریح: عورتوں کی امامت میں اختلاف فقہاء کرام

عورت کی امامت کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے معاملات کا والی عورت کو بنا دیا۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمان خلاد سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے ان کے گھر جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک مؤذن مقرر فرمایا تھا جوان کے لئے اذان دیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔

عبد الرحمان فرماتے ہیں کہ

میں نے ان کے مؤذن کو دیکھا وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مرد عورت کے پیچھے نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ

عورت کی امامت مطلقاً صحیح نہیں ہے مردوں کے لئے نہ عورتوں کے لئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: عورت کسی صورت میں امام نہ بنے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:1،ص:356)

علامہ عبدری مالکی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک عورت کی امامت صحیح نہیں ہے اور جو شخص بھی عورت کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے خواہ وقت نکل جائے۔ (التاج والاکلیل: جز:2،ص:92)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اگر عورت مردوں کو نماز پڑھائے تو مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر عورت عورتوں کو نماز پڑھائے تو جمعہ کی نماز کے سوا یہ تمام نمازوں میں صحیح ہے اور جمعہ کی نماز میں دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ

یہ نماز نہیں ہوگی۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

نماز ہو جائے گی۔ (شرح المہذب: جز:4،ص:255)

فقہاء حنبلیہ کا مؤقف

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: آیا عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے۔

امام سے ایک روایت یہ ہے کہ

یہ مستحب ہے۔

حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن، عطاء، ثوری، اوزاعی، امام شافعی، اسحاق اور ابوثور سے روایت ہے کہ

عورت، عورتوں کی امامت کرائے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

یہ غیر مستحب ہے۔ اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے اس کو مکروہ کہا ہے لیکن وہ اگر پڑھیں گے تو نماز ہو جائے گی۔

شعبی، نخعی اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ

نوافل میں عورتوں کا امامت کرانا جائز ہے، فرائض میں جائز نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری اور سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہما نے کہا ہے کہ

عورت فرض نماز میں نہ امامت کرائے نہ نفل میں کرائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

عورت کسی شخص کی کسی نماز میں امامت نہ کرے کیونکہ عورت کا اذان دینا مکروہ ہے۔

اور اذان کی تعریف یہ ہے کہ

جماعت کی دعوت دینا اور جب اس کے لئے جماعت کی دعوت دینا مکروہ ہے تو جماعت کرانا بھی مکروہ ہے۔

اور ہماری دلیل حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے۔ (المغنی: جز:2، ص:17)

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ

عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ (الانصاف: جز:2، ص:263)

فقہاء احناف کا مؤقف

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

تنہا عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ فعل حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہے اور وہ امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے جیسے برہنہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس لیے یہ فعل مکروہ ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو جو عورت امام بنے وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو

جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ (ہدایہ اولین: ص:123)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: مسبوط میں اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ سروجی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ

یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہے جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ہجرت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نو سال کی تھی۔ اور آپ رضی اللہ عنہا نو سال آپ ﷺ کے ساتھ رہیں اور نماز میں امامت انہوں نے بلوغت کے بعد ہی کی ہوگی تو یہ ابتداء اسلام کیا ہے مگر یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جب عورتوں نے مسجد میں جا کر آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو یہ فعل منسوخ ہو گیا۔

لیکن مستدرک کی روایت میں یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔

اور امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینہ میں امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ

تراویح کی جماعت نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد مروج ہوئی ہے۔

اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں اور ان کے لئے ایک مؤذن مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایک غلام اور باندی نے چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔ اور زبان رسالت کی پیش گوئی کے مطابق شہیدہ ہو گئیں۔

عبدالرحمان نے کہا: میں نے ان کے مؤذن کو دیکھا تھا وہ بوڑھا شخص تھا۔

یہ تمام روایات دعویٰ نسخ کی نفی کرتی ہیں۔

سنن ابوداؤد کی روایت کی سند میں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خالد انصاری پر ابن القطان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں کا حال معلوم نہیں لیکن امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ان حدیثوں کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو جو نماز پڑھانے کی اجازت دی تھی اس سے اس اجازت کا دوام اور استمرار لازم

نہیں آتا اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو رمضان المبارک میں امامت کرتی تھیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ تراویح کی امامت کرتی تھیں۔

اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ناسخ کا علم نہ ہوا ہو لیکن اس کے باوجود یہ سوال قائم رہے گا کہ وہ کون سا ناسخ ہے جس نے ان احادیث مبارکہ کو منسوخ کر دیا۔

بعض علماء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ

سنن ابوداؤد اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہما میں یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

عورت کو اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا حجرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی در کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ

بالکل اندرونی کوٹھڑی جماعت کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اس حدیث مبارکہ کو بعض علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام ورقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث مبارکہ کا نسخ قرار دیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ کا ناسخ واضح نہیں ہے اور اگر اس کو ناسخ مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت کا اب امامت کرنا مسنون نہیں ہے اور یہ کراہت تحریم کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اس فعل کا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہونا لازم آئے گا اور ہم پر یہ الزام نہیں ہے کہ ہم اس کو مکروہ تحریمی ثابت کریں ہمارا مقصود تو حق کی اتباع کرنا ہے خواہ وہ کسی جگہ ہو۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص 306 تا 307)

جن فقہاء کرام نے عورتوں کی امامت کو جائز کہا ہے انہوں نے ان احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

ولید بن جمیع سے روایت ہے کہ

میری دادی نے حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لئے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا۔ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن حفظ کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کے لئے گئے۔

تو حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت عطا فرمائیں میں زخمیوں کی دوا دارو کروں گی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے بھی شہادت مقدر فرما دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شہادت مقدر کر دی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کا نام شہیدہ رکھ دیا اور نبی

کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ

وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں انہوں نے ایک باندی اور غلام کو مدبر کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا وہ دونوں قتل کر کے بھاگ گئے اور پکڑے گئے اور ان کو پھانسی دی گئی اور یہ پہلے لوگ تھے جن کو مدینہ منورہ میں پھانسی دی گئی۔

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں۔

(سنن کبریٰ: جز:3،ص:130)

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ

چلو شہیدہ کے پاس جائیں اور ہم ان کی زیارت کریں اور آپ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ ان کے لئے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو فرض نماز پڑھائیں۔

مسلم بن ولید بن جمیع نے اس سے استدلال کیا ہے کہ

میں اس مسئلہ میں اس حدیث مبارکہ کے سوا اور کسی حدیث متصل کو نہیں جانتا۔

اور ہم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

وہ اذان دیتی تھیں اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ (المستدرک: جز:1،ص:203)

رائطہ حنفیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔

(سنن کبریٰ: جز:3،ص:131)

عطاء سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (سنن کبریٰ: جز:3،ص:131)

حجیرہ سے روایت ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔ (سنن کبریٰ: جز:3،ص:131)

امام دارقطنی سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں امامت کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ (سنن دار قطنی: جز:1،ص:403)
رائطہ حنفیہ سے روایت ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرض نماز میں ہماری امام ہوئیں اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (سنن دار قطنی: جز:1،ص:404)
حجیرہ بنت حصین سے روایت ہے کہ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (سنن دار قطنی: جز:1،ص:404)
ان احادیث مبارکہ کا یہ جواب ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو جو نماز پڑھانے کی اجازت دی تھی اس سے اس اجازت کا دوام اور استمرار لازم نہیں آتا اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی ہو۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا یہ جواب ہے کہ
ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ناسخ کا علم نہ ہوا ہو۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ
ہمارے فقہاء کرام نے ان روایات کو منسوخ مانا ہے جس طرح کہ بدائع الصنائع وغیرہ میں ہے۔
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مبارکہ کا یہ جواب ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کب ثابت ہے کہ انہوں نے امامت پر دوام اور استمرار رکھا ہو لہٰذا عورت کا امامت کرانا مکروہ تحریمی ہے جس طرح کہ ہمارے فقہاء کرام نے تصریح کی ہے۔
علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عورت کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔ (درمختار: جز:1،ص:565)
مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔
(بہار شریعت: جز:1،ص:569)

☆ **قوله قرى فى بيتك فان الله عزوجل يرزقك الشهادة قال فكانت تسمى الشهادة**

حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے غزوہ بدر میں جانے کی اجازت عطا فرمائیے تاکہ میں وہاں جا کر مریضوں کی مرہم پٹی کیا کروں گی شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس حیلے سے شہادت کا رتبہ عطا فرما دے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گھر میں ہی رہو اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کا رتبہ عطا فرمائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی دن سے آپ رضی اللہ عنہا کا نام

شہیدہ ہونا مشہور ہو گیا۔

آپ ﷺ کے اس علم غیب کی خبر من وعن پوری ہوئی وہ یوں کہ اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام اور لونڈی کو مدبر کیا ہوا تھا ایک رات کو انہوں نے چادر سے آپ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹ دیا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا شہیدہ ہو گئیں۔

اور سنن کبریٰ کی روایت کے آخری الفاظ میں اس طرح ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں۔ (سنن کبریٰ: جز:3،ص:130)

اور علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایک غلام اور باندی نے چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر شہیدہ کر دیا تھا۔ اور وہ زبان رسالت کی پیش گوئی کے مطابق شہیدہ ہو گئیں۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:306)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب حاصل تھا اس لیے تو حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا کو شہیدہ ہونے کی خبر عطا فرما دی۔ اب میں موقع مناسبت سے نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو ثابت کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کو کئی قسم کا علم عطا فرمایا گیا مگر جس علم کی نبی کریم ﷺ نے خبر عطا فرمائی ہے وہ تین قسم پر ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ سے میرے پروردگار نے کوئی چیز پوچھی جس کا میں جواب نہیں دے سکا تب اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین اور آخرین کا علم عطا فرما دیا اور مجھے کئی اقسام کا علم عطا فرمایا۔ ایک علم کی وہ قسم تھی جس کے متعلق مجھ سے عہد لیا کہ میں کسی کو اس پر مطلع نہیں کروں گا اور میرے علاوہ کوئی اور شخص اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسری علم کی قسم وہ قسم تھی جس کو ظاہر کرنے یا پوشیدہ رکھنے کا مجھے اختیار عطا فرمایا اور تیسری علم کی قسم وہ تھی جس کے متعلق مجھے حکم دیا کہ میں امت کے ہر خاص و عام کو اس کی تبلیغ کروں۔ (مدارج النبوت: جز:1،ص:168)

نبی کریم ﷺ کے علم کی وسعت کا اندازہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا ○ (نساء:113)

اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا اور ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اور کثیر احادیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کا علم غیب ثابت ہے۔
دلائل ملاحظہ ہوں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں دو شخص آئے ایک قبیلہ انصار کا تھا اور دوسرا ثقیف کا۔ انصاری نے سبقت کی۔
نبی کریم ﷺ نے ثقفی سے ارشاد فرمایا: اے ثقفی! انصاری نے تم پر سبقت کر لی ہے۔
انصاری نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں خود اس کو مقدم کرتا ہوں۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ثقفی اپنی حاجت بیان کرو اور اگر تم چاہو تو میں خود بیان کروں کہ تمہارا سوال کیا ہے۔
ثقفی نے کہا:
اگر آپ ﷺ ایسا کریں تو زیادہ اچھا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی نماز، رکوع اور سجود اور روزوں کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہو اور یہ کہ تمہارے لیے ان میں کیا اجر ہے۔
ثقفی نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم رات کے اول حصہ میں اور اس کے آخر میں نماز پڑھو اور درمیانی حصہ میں نیند کرو اور اگر تم رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھو تو یہ بھی کافی ہے اور جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھو۔ پھر اپنا سر اٹھاؤ حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جائے اور جب تم سجدہ کرو تو اپنی پیشانی کو زمین پر لگاؤ۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید راتوں یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کی راتوں میں روزہ رکھو۔
پھر آپ ﷺ انصاری کی طرف متوجہ ہوئے۔
اور ارشاد فرمایا: اپنی حاجت بیان کرو اور اگر چاہو تو تمہارا سوال میں بیان کروں۔
انصاری نے عرض کیا: اگر آپ ﷺ خود ہی بیان فرما دیں تو زیادہ اچھا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم مجھ سے یہ سوال کرنے آئے تھے کہ وقوف عرفہ کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے اور کنکریاں مارنے کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟
انصاری نے عرض کیا: ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے گھر سے بیت الحرام کے قصد سے نکلتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم کے عوض تم کو ایک نیکی ملتی ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور جب تم عرفات میں ٹھہرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے اور

فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے: یہ میرے بندے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز سے آئے ہیں یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں اور اگر یہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا! پس اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں یا ایام دنیا یا بارش کے قطروں جتنے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ وہ سب گناہ دھو ڈالے گا اور تم جب کنکریاں مارتے ہو تو وہ تمہارے لیے جمع ہو جاتی ہیں۔ تمہارے ہر بال کے گرنے سے تمہیں ایک نیکی مل جاتی ہے اور جب تم اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرتے ہو تو گناہوں سے اس طرح صاف اور پاک ہو جاتے ہو جیسے تم اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوئے ہو۔ (المصنف: ج:5، ص:16)

قربانی جایئے اس غیب جاننے والے مقدس نبی پر جس نے انصاری اور ثقفی کے دلوں کے سوالات جان لیے اور ان کو ان سوالات کو بھی خود ارشاد فرمایا اور ان کا جواب بھی خود عطا فرمایا اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے فرماتا ہے اس کو بھی نبی کریم ﷺ بذریعہ اتم جانتے ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انصاری اور ثقفی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ بات معروف اور صحیح تھی کہ رسول اللہ ﷺ علم غیب جانتے ہیں ورنہ اعتراض کرتے کہ آپ ﷺ علم غیب کو کیا جانیں یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور یہ آیات کریمہ پڑھتے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (الانعام:59)

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (الانعام:50)

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ (الاعراف:188)

مگر انہوں نے یہ اعتراض نہ فرمایا بلکہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو سر خم تسلیم فرما لیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا اور ہے۔

حضرت ابوزید عمر بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افزا ہوئے پھر آپ ﷺ نے ہم کو خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ ظہر آ گئی۔ آپ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افزا ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ عصر آ گئی پھر آپ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ماکان وما یکون کی خبریں دیں پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:7134)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی شان میں چند اشعار سنائے جن میں ایک شعر یہ ہے۔

فاشهد ان الله لا رب وغيره وانك مامون على كل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ یہ اشعار سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے۔ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے سواد (رضی اللہ عنہ) تم کامیاب ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم: جز: 1، ص: 114)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو امور پیش ہونے والے تھے آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب امور بیان فرما دیئے جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا جب میں نے دیکھا تو وہ یاد آ گئیں جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6604)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3192)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب حاصل ہے اسی لیے ما کان و ما یکون کی خبریں عطا فرمائیں۔ اب مفسرین اور علماء کرام کے اس حوالے سے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا علم کلیات اور جزئیات کو محیط ہے۔ (المرقات: جز: 10، ص: 151)

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں: لوح و قلم، علوم نبی کریم ﷺ سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور انور ﷺ کے علم انواع انواع ہیں، کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، موارف اور معارف کہ ذات و صفات الٰہی عزوجل سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم تو حضور ﷺ کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے پھر بایں ہمہ وہ حضور انور ﷺ ہی کی برکت سے تو ہے ﷺ۔ (الزبدۃ شرح قصیدہ بردہ: ص: 116)

علامہ ابن جریر لکھتے ہیں:

اولین اور آخرین کی خبروں اور ما کان وما یکون میں سے جو کچھ آپ ﷺ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتلا دیا۔ (جامع البیان: جز:5،ص:373)

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کے ساتھ تجلی فرما کر حضور انور ﷺ پر قرآن نازل فرمایا جس صفت علم سے آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ غائب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ما کان وما یکون کو جان لیا۔

(روح المعانی: جز:6،ص:22)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ ﷺ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن ہے۔ (روح المعانی: جز:15،ص:154)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعیین، آیات کبریٰ، امور آخرت، علامت قیامت، اچھے اور برے لوگوں کے احوال اور ما کان وما یکون کا علم اس قبیل سے ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے بغیر وحی کے نہیں جانا۔ (الشفاء: جز:2،ص:100)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: نبوت کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما یکون کا علم ہو۔

اور تینتالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما کان کا علم ہو جن کو ان سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔ (فتح الباری: جز:12،ص:367)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کو جو ما کان وما یکون کا علم ہے وہ قرآن مجید سے متضاد ہے اور قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔

(براہین قاطعہ: ص:51)

اشرف علی تھانوی کے خلیفہ شیخ مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ ﷺ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔ (توضیح البیان فی حفظ الایمان: ص:12)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے اس سے آگاہ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی آپ ﷺ کے علم ما کان وما یکون کا انکار نہ فرمایا۔

آپ ﷺ کو علم کلی عطا فرمایا گیا اور علم کلی کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ کل مخلوقات کا علم ہے نہ کہ خالق کا علم ہے اور نبی کریم ﷺ کے اس علم کلی کو ما کان وما یکون کے علم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا علم متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے۔

آپ ﷺ کو علم کلی دفعتہً دیا گیا یا تدریجاً دیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء:113)

اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل عظیم ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: اولین اور آخرین کی خبروں اور ما کان وما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) میں سے جس کو آپ ﷺ پہلے نہیں جانتے تھے اس سب کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم دے دیا۔

(جامع البیان: جز:5،ص:373)

امام ابوالحسن بن مسعود البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ احکام میں سے جو کچھ نہیں جانتے تھے۔

اور ایک قول ہے۔

آپ ﷺ علم غیب سے جو کچھ نہیں جانتے تھے اس کا علم آپ ﷺ کو دے دیا۔ (معالم التنزیل: جز:1،ص:700)

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد الخازن متوفی 741ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کو احکام شرع اور امور دین میں سے جن کا علم نہیں تھا ان کا علم آپ ﷺ کو دے دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو علم غیب سے جن چیزوں کا علم نہیں تھا آپ ﷺ کو ان کا علم دے دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو مخفی چیزوں، دلوں کی باتوں، منافقین کے احوال اور ان کے مکر وفریب کا علم دے دیا۔

(تفسیر الخازن: جز:1،ص:426)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

آپ ﷺ کو دنیا وآخرت کے بیان کا علم دیا اور حلال اور حرام کا علم دیا تا کہ اس علم سے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے سامنے استدلال کر سکیں۔

ضحاک نے فرمایا: آپ ﷺ کو خیر اور شر کا علم دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: جز:4،ص:1064)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ مخفی چیزوں اور امور دین اور احکام میں سے جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا علم دے دیا۔ (تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی: جز:3،ص:349)

تفسیر بیضاوی کی شرح میں علامہ اسماعیل بن محمد قونوی حنفی متوفی 1195ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ کو ان مخفی امور کا علم دے دیا جو غیب ہیں جن کا حواس ادراک کر سکتے ہیں نہ بداہت عقل ان کا تقاضہ کرتی ہیں۔ (حاشیۃ القونوی: جز:7،ص:296)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ جن مخفی امور کو نہیں جانتے تھے ان کا علم آپ ﷺ کو دے دیا۔ (روح البیان: جز:2،ص:243)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور ان کے اسرار پر آپ ﷺ کو مطلع فرمایا اور ان کے حقائق سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ کو ان میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا اسی طرح آئندہ بھی آپ ﷺ کو مطلع فرمائے گا تاکہ منافقین آپ ﷺ کو پھسلانے پر قادر نہ ہوسکیں۔

2- اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اولین کی خبروں سے مطلع کیا تاکہ آپ ﷺ منافقین کے مکروفریب سے محفوظ رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم عطا فرمایا اس کے متعلق ارشاد فرمایا: وہ بہت کم ہے۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا O (بنی اسرائیل:85)

اور صرف آپ ﷺ کے علم کے متعلق ارشاد فرمایا وہ عظیم ہے۔

وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا O (النساء:113)

یہ آپ ﷺ کے علم کے شرف عظیم پر دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:4، ص:217)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ جن مخفی امور، دل کی باتوں، منافقوں کی سازشوں، امور دین اور احکام شرع کو نہیں جانتے تھے ان سب کا علم آپ ﷺ کو عطا فرمادیا اور آپ ﷺ کو دین کے اسرار سے مطلع اور حقائق شرح سے واقف کردیا۔ (روح المعانی: ج:4، ص:210)

ان مفسرین کے اقوال سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو دفعۃً علم کلی عطا فرمایا گیا۔

اب اس بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا۔

میرے رب عزوجل نے فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)

میں نے کہا: حاضر ہوں یارب عزوجل۔

ارشاد فرمایا: ملاءِ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میں نہیں جانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3244)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم: جز:4، ص:390)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز میں آنے کے لئے دیر کی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے پھر رسول اللہ ﷺ جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر کر بہ آواز بلند ہم سے ارشاد فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو۔ پھر ہماری طرف مڑے۔

اور ارشاد فرمایا: میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز میں آنے سے کیوں دیر ہوگئی۔ میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی رکعات نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آئی پھر مجھے گہری نیند آ گئی اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔

اس نے فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)

میں نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔

ارشاد فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3233)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا۔

اور ارشاد فرمایا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) کیا تم جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ (مسند احمد: جز:1، ص:368)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا حتیٰ کہ میرے لیے وہ تمام چیزیں منکشف ہوگئیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔ (مسند احمد: جز:4، ص:366)

ایک اور روایت میں ہے: پھر میرے لیے ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو پہچان لیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3235)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے لیے اٹھالیا اور میں دنیا کی طرف اور قیامت تک دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ان ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں جو اللہ عزوجل کے حکم سے روشن ہیں۔ اس نے اپنے نبی کے لئے ان کو روشن کیا جس طرح پہلے نبیوں کے لئے روشن کیا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 31979)
ان احادیث مبارکہ واقوال سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی دفعتہً عطا فرمایا گیا ہے۔
اب علم کلی تدریجاً کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔
قرآن مجید میں ہے: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ (ھود: 120)
رسولوں کی خبروں میں سے ہم آپ کو وہ بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو ثابت اور برقرار رکھیں۔
اور جگہ ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ (المومن: 78)
اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسول بھیجے ان میں سے بعض کا قصہ ہم نے آپ سے بیان فرمایا اور بعض کا قصہ ہم نے آپ سے بیان نہیں فرمایا۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم ہے وہ قرآن عظیم سے متضاد ہے اور قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور قرآن مجید دفعتہً نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تدریجاً تیئس سال میں نازل ہوا ہے۔ پس جب بھی کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں اضافہ کرتی حتیٰ کہ قرآن مجید کا نزول ہوگیا پس ہر چیز کی تفصیل اور اس کا بیان مکمل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نعمت کو مکمل کر دیا جیسا کہ اس نے قرآن مجید میں اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس اگر قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے پہلے یہ اعتراض کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض نبیوں کا قصہ بیان نہیں کیا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہیں تھا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قصہ یا کسی واقعہ میں توقف فرمایا (جیسا کہ اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے سوال کے موقع پر ایسا ہوا) حتیٰ کہ وحی نازل ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کردہ امور منکشف ہوگئے تو وہ قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان ہونے کے منافی نہیں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی ہونے کے منافی ہے جیسا کہ کسی بھی عقل مند پر مخفی نہیں ہے۔ پس منکرین علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے لئے جب بھی بعض واقعات اور روایات سے استدلال کریں گے خواہ ان واقعات اور روایات کی تاریخ کا علم نہ ہو تو ان کا استدلال باطل ہوگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ واقعہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے پہلے کا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی تکمیل قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اور اگر وہ واقعہ قرآن مجید کے نزول کی

تکمیل کے بعد کا ہو تو منکرین کو اس پر صریح نص پیش کرنی ہو گی اور اس کے بغیر ان کا دعویٰ محض باطل ہو گا اور منکرین رسول اللہ ﷺ کے علم کی تقصیر اور تنقیص اس کے بغیر ثابت نہیں کر سکتے۔

اور اگر بہ فرض محال وہ کوئی ایسی روایت لے آئیں جس کے متعلق قطعیت سے ثابت ہو کہ وہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد کی ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کے بعض علم کی نفی ہوتی ہو تب بھی وہ ہمیں مضر نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء:113)

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔''

اور ہم اس آیت قطعی الدلالۃ سے آپ ﷺ کا علم کلی ثابت کر چکے ہیں اور جو روایات خبر واحد کے قبیل سے ہوں اور وہ قرآن مجید کے معارض ہوں تو ان کو نہ سنا جاتا ہے نہ قبول کیا جاتا ہے بلکہ ان کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور منکرین کے سرخیل شیخ انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں۔ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ (براہین قاطعہ :ص:51)

سو منکرین پر لازم ہے کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے علم کلی کی نفی کرنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن مجید کی آیت یا حدیث متواتر کی طرح کوئی ایسی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت روایت پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کو فلاں چیز کا اصلاً علم نہیں ہوا اور اس طرح نہ ہو کہ آپ ﷺ کو علم تو تھا لیکن آپ ﷺ نے اس کو مخفی رکھا کئی ایسی چیزیں ہیں کہ آپ ﷺ کو ان کا علم تھا لیکن آپ ﷺ نے ان کو ظاہر نہیں کیا اور اس کو مخفی رکھا اور اس کی دلیل یہ بھی ثابت ہو کہ مکمل توجہ کے بعد بھی آپ ﷺ کو علم نہیں ہوا کیونکہ بسا اوقات آپ ﷺ کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ کی توجہ نہیں ہوتی۔ (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ :ص83 تا85)

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ چاہے علم کلی دفعۃً ہو یا تدریجاً ہو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم کلی عطا فرمایا ہے۔

اب بحث طلب بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علوم خمسہ کا علم تھا یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو علوم خمسہ کا علم عطا فرمایا گیا۔

اور علوم خمسہ یہ ہیں۔

1- قیامت کب واقع ہو گی؟
2- بارش کب ہو گی؟
3- ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟
4- انسان کل کیا کرے گا؟

5-کون شخص کس جگہ مرے گا؟

اب ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم عطا فرمایا گیا کہ قیامت کب قائم ہوگی اور قیامت میں کیا کیا ہوگا اور قیامت سے پہلے کیا کیا ظاہر ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ارض حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:7118)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مقدس ثابت ہو چکا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا اور جہل کا ظہور ہوگا اور زنا ہوگا اور شراب پی جائے گی اور مرد چلے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:81)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:1944)

جس طرح نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم عطا فرمایا گیا اسی طرح والدہ کے رحم میں بچہ یا بچی ہونے کا علم بھی عطا فرمایا گیا جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔

وہ کہتا ہے: اے رب عزوجل! یہ نطفہ ہے۔

اے رب عزوجل! یہ جما ہوا خون ہے۔

اے رب عزوجل! یہ گوشت کا لوتھڑا ہے۔

پھر جب اس کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے۔

تو فرشتہ پوچھتا ہے: یہ مذکر ہے یا مؤنث؟

یہ بدبخت ہے یا نیک بخت؟

اس کا رزق کتنا ہے؟

اس کی مدت حیات کتنی ہے؟

پھر وہ ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 318)

ایک اور روایت میں ہے: قابوس نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ عنقریب فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3923)

جس طرح والدہ کے رحم میں بچہ یا بچی ہونے یا قیامت کا علم عطا فرمایا گیا اسی طرح مرنے کی جگہ کا علم بھی عطا فرمایا گیا جس طرح کہ صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔

یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2873)

اسی طرح بارش کے نزول کا علم بھی عطا فرمایا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اتنی زبردست بارش نہ ہو جس سے کوئی پختہ بنا ہوا گھر محفوظ رہے گا نہ خیمہ۔ (مسند احمد: ج: 2، ص: 262)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس بارش کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے اور بارش کے ساتھ فلاں فلاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ کہاں بارش ہو رہی ہے اور کس کو رزق مل رہا ہے اور اس کے قطروں سے کیا مل رہا ہے۔ (المستدرک: ج: 2، ص: 403)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور یاجوج ماجوج کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔

اس کے اخیر میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے نبی اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے

گا تو صبح کو وہ یک لخت مر جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہو گی پھر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2937)

اسی طرح کل اور آئندہ واقعات کا بھی علم تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہم کو ابتداء آفرینش سے خبریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنی منازل میں داخل ہو گئے اور اہل نار اپنی منازل میں داخل ہو گئے جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3192)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔

ان شاء اللہ کل فلاں کا فر اس جگہ گرے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2873)

اور خیبر کے واقعہ سے ایک دن قبل فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2301)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا فرمائے گئے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دی اور ان میں بعض خبریں واقع ہو چکی ہوں گی اور بعض ہوں گی۔

یہاں تک تو وہ بیان تھا جو احادیث مبارکہ سے بیان کیا اب علماء کرام کے اقوال سے علوم خمسہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی لکھتے ہیں: اور بعض علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح الصدور: ص: 319)

علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔ (روح المعانی: جز: 15، ص: 154)

نیز علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں کہ

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع عطا فرمائی مگر اس طریقہ پر

نہیں کہ اس میں علم الٰہی کا اشتباہ ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ ﷺ کے خواص میں سے ہو لیکن مجھے اس پر قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔ (روح المعانی: جز:21،ص:113)

امام رازی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ (تفسیر کبیر: جز:10،ص:678)

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں: علماء کرام نے فرمایا کہ

حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے اس وقت تک وصال نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرما دیا مگر آپ ﷺ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔ (تفسیر صاوی: جز:3،ص:215)

علامہ زرقانی المواہب کی شرح میں لکھتے ہیں: علم قیامت اور باقی ان چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے۔

علماء کرام نے یہی کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ ﷺ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔

(شرح مواہب اللدنیہ: جز:1،ص:265)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(المفہم: جز:1،ص:156)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دے دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔ (ارشاد الساری: جز:7،ص:178)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ ﷺ کو نہ دیا ہو اور بعض علماء کرام نے قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور انور ﷺ سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ ﷺ کو عطا کیے ہیں۔ ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ ﷺ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔ (مدارج النبوۃ: جز:2،ص:40)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

(سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو قیامت کے متعلق بھی علماء کرام نے اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری: جز:8، ص:403)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات متبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔ (شرح المقاصد: جز:5، ص:6)

سید عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہو گا حالانکہ آپ ﷺ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

(الابریز: ص:483)

اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علامہ بیجوردی شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا۔

علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اس کو بطور حدیث بیان کیا ہے کہ بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور انور ﷺ کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی سے راوی ہیں۔

یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، فلاں کہاں مرے گا۔ یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ پر مخفی نہیں اور کیونکہ یہ چیزیں حضور انور ﷺ سے پوشیدہ ہیں حالانکہ حضور انور ﷺ کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انہیں سے ہے ﷺ۔

(خالص الاعتقاد: ص:43)

جس آیت کو منکرین پیش کر کے نبی کریم ﷺ کے علوم خمسہ کی نفی کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝ (لقمان:34)

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے اور کوئی

نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا بے شک اللہ ہی جاننے والا خبر دینے والا ہے۔

☆ اگر منکرین اس کے معانی اور تفسیر کو سمجھتے ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں نہ کرتے۔ انہوں نے تو اس کا شان نزول ہی نہیں سمجھا اور نہ ہی واضح مطلب جانا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ

مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ

مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے۔

روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے قیامت کے وقت سے متعلق سوال کیا اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں۔ بارش کب ہوگی اور میری عورت حاملہ ہے اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مونث اور مجھے گزشتہ کل کا تو علم ہے مگر آئندہ کل میں کروں گا اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا ہوں مگر میں کہاں مروں گا۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا زعم یہ تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا وحی، الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے۔

لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء کرام علیہم

السلام، اولیاء کرام اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔ (جن:26تا27)

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے: اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اس کے سوا (بذات خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔ (الانعام:59)

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرمادیا۔

مثال کے طور پر

خروج دجال

نزول عیسیٰ علیہ السلام

اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

اس طرح بعض اولیاء نے بھی الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے۔

انہوں نے کہا کہ

میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے پر ہی فوت ہوئے تھے۔

(روح البیان: جز:7،ص103تا105)

علامہ احمد شہاب خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے۔ جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث مبارکہ بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی جو بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوا اپنے

پسندیدہ رسول کے۔(نسیم الریاض: جز:3،ص:150)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: یہ جاننا چاہیے کہ ہر غیب کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے اور مغیبات کا حصر ان پانچ چیزوں میں نہیں ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے ان پانچ چیزوں کے علم کی نفی اس لیے کی ہے کہ کفار اور مشرکین ان کے متعلق بہ کثرت سوال کرتے تھے اور لوگوں کو ان کے جاننے کا اشتیاق تھا۔

علامہ قسطلانی نے کہا کہ

ان پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا حالانکہ غیب تو غیر متناہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچ کی تخصیص دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتی۔

علامہ قسطلانی کی بیان کردہ توجیہ تو صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے علم پر مطلع فرمادے اور یا اللہ تعالیٰ اسی کو ان پانچ چیزوں کا اجمالی علم عطا فرمادے اور جو علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ علم محیط ہے جو ان پانچ چیزوں کے ہر ہر احوال کو مکمل تفصیل کے ساتھ شامل ہے۔فیض القدیر کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان پانچ چیزوں اور دیگر غیوب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونے اور نبی کریم ﷺ کے ان غیوب کی خبریں دینے میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کسی جگہ بارش نازل فرمانا چاہتا ہے تو جو فرشتے بارش نازل کرنے پر مامور ہیں ان کو مطلع فرماتا ہے اور وہ ان جگہوں پر بادلوں کو ہانک کر لے جاتے ہیں اور ان کو علم ہوتا ہے کہ بارش کب ہو گی اور کس جگہ ہو گی۔

اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے جو یہ جان لیتا ہے کہ یہ بچہ مذکر ہے یا مونث ہے اور وہ ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے اس کا رزق کتنا ہے اس کی عمر کتنی ہے اور یہ شقی ہے یا سعید ہے۔سو نبی کریم ﷺ کا غیب کی خبریں دینا اور فرشتوں کو ماؤں کے رحموں کا علم ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ غیب کا علم اور خصوصاً ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اسی میں منحصر ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے ساتھ وہ علم خاص ہے جو علم کلی ہے اور ہر ہر جزی کو محیط اور شامل ہے لہٰذا فرشتوں کو جو علم ہے اور بعض خواص کو جو علم دیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے۔

اور علامہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں کہا ہے کہ

ہر چند کہ اولیاء اللہ پر بعض چیزیں عیاں ہو جاتی ہیں مگر ان کا علم یقینی نہیں ہوتا اور ان کا الہام ظنی ہوتا ہے اور نجومیوں کا علم تو بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو قیامت کا علم عطا فرمایا ہے وہ غایت اجمال میں ہے اگرچہ دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا علم بہت کامل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو قیامت کا علم کامل طریقہ پر عطا فرمایا ہو مگر آپ ﷺ نے کسی کو اس پر مطلع نہ فرمایا ہو اور اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے آپ ﷺ پر یہ واجب کر دیا ہو

کہ آپ ﷺ اس علم کو مخفی رکھیں اور یہ چیز نبی کریم ﷺ کے خواہی میں سے ہو۔ (روح المعانی: جز: 21، ص 168 تا 170)

ان اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علوم خمسہ کا علم عطا فرمایا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض چیزوں کی خبر دی اور بعض چیزوں کی حکمت کی وجہ سے خبر نہ عطا فرمائی۔

اب چند احادیث مبارکہ علم غیب مصطفیٰ ﷺ پر عرض کرتا ہوں۔

عبدالملک بن عبید وغیرہ محدثین بیان کرتے ہیں کہ

شیبہ بن عثمان اپنے اسلام لانے کی داستان بیان کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب فتح مکہ کا سال آیا اور نبی کریم ﷺ نے بزور مکہ مکرمہ پر قبضہ کرلیا۔

تو میں نے کہا: میں بنو قریش کے ہمراہ بنو ہوازن کے پاس حنین میں چلا جاتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ جلد ہی یہ دونوں گروہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا باہم مل کر مقابلہ کریں اور میں موقع پا کر تمام قریش کی ہزیمت کا بدلہ لے لوں۔

میں کہا کرتا تھا کہ

اگر عرب وعجم میں کوئی شخص بھی باقی نہ رہے سب محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی اطاعت اختیار کرلیں تب بھی میں آپ ﷺ کی اتباع نہ کروں گا چنانچہ میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے منتظر تھا۔ آتش انتقام سینے میں بھڑک رہی تھی پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نبی کریم ﷺ اپنے خچر سے نیچے آئے میں تلوار سونت کر اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے ان کے قریب ہوا۔ میں نے تلوار ابھی لہرائی تھی کہ بجلی کی طرح آگ کے شعلے بلند ہوئے جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے بینائی چھن جانے کے خوف سے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ اسی اثناء میں نبی کریم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور آواز دی۔ اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھیرا۔

اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔

شیبہ بیان کرتے ہیں کہ

بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے میرے سینہ کا بغض وکینہ جاتا رہا۔

نبی کریم ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: میرے قریب آجاؤ اور قتال کرو۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر تیغ زنی شروع کی۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس وقت مجھے سب سے زیادہ یہ عزیز تھا کہ میں اپنی جان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا دفاع کروں۔ اس گھڑی میری حالت یہ تھی کہ میرا والد بھی میرے سامنے آتا تو اس کو بھی تہ تیغ کر دیتا۔ اس کے بعد حضور انور ﷺ اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹے اور خیمہ میں تشریف لائے میں بھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور انور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا حالانکہ میں نے ان

ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا۔

میں نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیے۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی: ص: 171)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی 1350ھ علامہ ابن اثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ شریف کی کنجی انہیں اور ان کے چچازاد بھائی عثمان بن طلحہ کو عطا فرمائی۔

اور ارشاد فرمایا: یہ کنجی لے لواے اولاد ابی طلحہ! یہ تمہارے پاس ہمیشہ تک رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی تم سے چھین نہ سکے گا۔ ابوطلحہ ان بنوشیبہ کا جد ہے جو بیت اللہ شریف کے دربان ہیں کعبہ شریف کی کنجی آج انہی کے پاس ہے۔

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

آج تک یعنی 1317ھ تک کنجی برداری کا منصب اسی گھرانے کے پاس ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کہ یہ کنجی ہمیشہ تک ابی طلحہ کے گھرانے میں رہے گی میں ایک اور معجزہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ابوطلحہ کی نسل باقی رہے گی اور وہ نسل درنسل اس منصب کے وارث بنیں گے۔ نیز یہ بشارت ہے کہ ان کے سوائے کسی ظالم کے کوئی یہ چابی چھین نہ سکے گا۔ چنانچہ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج تک کوئی اس منصب پر تسلط نہیں جما سکا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص: 359)

- ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن لائے گئے اور ان دونوں کنگنوں کو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنایا گیا اور وہ کنگن اس کے شانوں تک پہنچے۔

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ کسریٰ بن ہرمز کے کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بنی مدلج کے اعرابی کے ہاتھوں میں ہیں۔ (مواہب اللدنیہ: جز: 3، ص: 96)

امام ابی بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کنگنوں کو اس وجہ سے پہنا کر نبی کریم ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کسریٰ کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ (دلائل النبوۃ: ج: 6، ص: 325)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس لیے پہنایا تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس وقت بشارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں کے زیر نگین ہو گا مگر حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے دل میں اس کو ناممکن سمجھا۔

اور کہا: کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟

حضور انور ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا: عنقریب اس کے زیورات اس کو پہنائے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا تھا تاکہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا ہے اور حضور انور ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل و کرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

(روض الانف: جز:2، ص:323)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بنی کلب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا تو وہ گئیں جب وہ واپس آئیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟

انہوں نے عرض کیا: میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔

حضور انور ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: تم نے ایک خاص بات دیکھی ہے تم نے دیکھا ہے کہ اس کے رخسار پر ایک تل ہے جس کو دیکھ کر تمہارے بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اس پر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے یعنی آپ ﷺ کو ہر شے کا علم ہے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:181)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عورت کو دیکھنے بھیجا جس کے لئے آپ ﷺ نے پیغام نکاح دیا تھا۔

تو انہوں نے آ کر کہا: میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا ہے جس سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی خواہ کوئی آپ ﷺ سے کتنا ہی چھپائے کسی میں یہ جرأت ہے۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ: جز:1، ص:314)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے خود پتھر اٹھایا۔

آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے پتھر اٹھایا۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد (اسی ترتیب سے) یہ خلفاء ہوں گے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:6،ص:200)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پتھر لائے آپ ﷺ نے اس کو رکھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پتھر لائے آپ ﷺ نے اس کو رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور آپ ﷺ نے اس کو رکھا اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد اس ترتیب سے خلفاء ہوں گے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: ج:10،ص:85)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے اور آپ ﷺ مسجد قبا تعمیر فرما رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس کی تعمیر فرما رہے ہیں اس حال میں کہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف یہی تین حضرات ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد یہی صاحبان خلافت ہیں۔ (خصائص الکبریٰ: ج:2،ص:195)

قربان جائیے اس غیب داں نبی مکرم ﷺ پر کہ جن کی خبر من وعن پوری ہوئی اور پوری دنیا اس پر گواہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص نے (جنگ بدر میں) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنوسلمہ سے تھا۔

ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ابوالیسر! تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟

انہوں نے کہا: اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس (رضی اللہ عنہ) تم اپنا فدیہ بھی ادا کرو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی ادا کرو اور اپنے حلیف عتبہ بن حجدم کا فدیہ بھی ادا کرو جن کا تعلق بنوالحارث بن فہر سے ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا۔

اور عرض کیا: میں اس غزوہ سے قبل اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے معاملے کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا عطا فرمائے گا مگر تمہارا حال ظاہر ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا وصول فرما چکے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے لے کر (بطور غنیمت) دیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس اور مال تو نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تو نے مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا۔

اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو اس مال سے اتنا فضل کو دینا اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبداللہ کو دینا۔

تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 3310)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم نے روانگی کے وقت مکہ مکرمہ میں ام الفضل بنت کے پاس رکھا تھا جبکہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا۔

تم نے ان سے کہا تھا کہ

اگر مجھے اس سفر میں موت آ گئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبداللہ کے لئے اتنا اتنا ہے۔

انہوں نے کہا کہ

قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد: جز: 4، ص: 14)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں: غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا: تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔

اس پر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: کیا آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اس کو فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟

اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے۔

اے میرے بھتیجے تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔(روض الانف: جز:3،ص:134)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافی متوفی 942ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا۔

اور تم نے کہا تھا کہ

اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے۔

الفضل

عبداللہ

اور قثم

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔(سبل الہدیٰ والرشاد: جز:4،ص:69،نسیم الریاض: جز:4،ص:197)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں بخدا! اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔(خصائص الکبریٰ: جز:1،ص:341)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔

تو انہوں نے عرض کیا: میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عباس (رضی اللہ عنہ) وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا اور

اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور آپ کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(الوفا با حوال المصطفیٰ: جز:1،ص:317)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے عمیر سے ارشاد فرمایا کہ

تمہیں کیا ہوا کہ ہتھیار لئے ہو۔

انہوں نے کہا کہ

حاضر ہوتے وقت میں بھول کے تلوار لئے چلا آیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کیوں آئے ہو؟

عمیر نے عرض کیا کہ

میں اپنے لڑکے کے فدیہ میں آیا ہوں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے حرم میں صفوان بن امیہ سے عہد کیا؟

عرض کیا کہ

میں نے کچھ نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا: تم نے یہ کہا کہ مجھے اس شرط پر قتل کرو گے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں دے گا تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے عیال کا خرچ برداشت کرے گا۔

عمیر نے کہا کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا۔

(طبقات ابن سعد: جز:4،ص:200)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟

اس نے کہا: میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنویں میں ڈالے جانے والے قریش کا ذکر کیا۔

پھر تو نے کہا: اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے

ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل وعیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھائی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔

عمیر نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (السیرۃ النبویہ: ج:3،ص:214)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ لکھتے ہیں:

حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ

ہم چار بھائی تھے۔ الربیع رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا اور سخت روزے رکھنے والا تھا اس کی وفات ہوگئی ہم اس کے اردگرد کھڑے تھے اور کسی کو کفن خریدنے کے لئے بھیج چکے تھے کہ اچانک اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور سب کو سلام کیا۔ لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔

اور پوچھا: اے بنی عبس کے بھائی! کیا تم اپنی موت کے بعد گفتگو کر رہے ہو۔

اس نے کہا: میں تمہارے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اللہ تعالیٰ بالکل غصے میں نہ تھا اس نے میرا پھولوں، خوشبو اور ریشم کے بچھونوں سے استقبال کیا۔

سنو! ابوالقاسم ﷺ! میری جنازہ کے منتظر ہیں لہٰذا جلدی کرو اور مجھے دیر نہ ہونے دو پھر ایسے ہوا جیسے ایک کنکر کو طشت میں پھینکا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ معاملہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:4،ص:368)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں بسند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک شخص ہوگا جو مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح بتا کر اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا: میرا بھائی ربیع فوت ہوگیا۔ وہ ہم میں گرمی کے دنوں میں زیادہ روزہ دار اور سردی کی راتوں میں زیادہ قیام کرنے والا تھا۔ میں نے اس کے جسم پر چادر ڈالی تو وہ ہنسنے لگا۔

اس پر میں نے کہا: اے بھائی! کیا مرنے کے بعد بھی (دنیاوی) زندگانی ہے؟

اس نے کہا: نہیں بات یہ ہے کہ میں اپنے رب عزوجل سے ملا اور میرا رب عزوجل مجھ سے روح و ریحان اور ایسے وجہ کریم کے ساتھ ملا جو غضب ناک نہ تھا۔

میں نے پوچھا: تم نے معاملہ کو کیسا دیکھا؟

اس نے کہا: جتنا تم گمان کر سکتے ہو اس سے زیادہ آسان میں نے دیکھا۔
اس کے بعد یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔
تو انہوں نے فرمایا: ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا۔
اور ایک روایت میں ہے کہ
میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور وہ خیر التابعین سے ہوگا۔ (خصائص الکبریٰ: ج:2، ص:253)
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
اس کے بعد یہ معاملہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔
تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔
(سیر اعلام النبلاء: ج:4، ص:361)
محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ روایت کرتے ہیں: (کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا نکلنا اتنا ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔
اور آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ
ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اس امت کا ایک شخص اپنی موت کے بعد کلام کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:4، ص:368)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
زمانہ جاہلیت میں دو انوار اور معجزات کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا مگر میں نے سختی سے روک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحمل و برداشت سے کام لیا۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور جسے میں چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔
میں نے کہا تھا کہ
اے محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس وقت قریش مر چکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت و رسوائی کو برداشت کر لیں گے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) ایسا نہیں ہے اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں داخل ہو گئے اس کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

باتیں میرے دل میں گھر کر گئی تھیں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور انور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جھڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کر دیا۔ فتح مکہ کے روز حضور انور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرما دی۔

اور ارشاد فرمایا: یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی تم سے کسی کا چابی لینا دراصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہوگا۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: جز:3،ص:409)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی 1066ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔ (سیرۃ حلبیہ: جز:3،ص:54)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

ابوسفیان بن حرب فتح مکہ مکرمہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا۔

اے کاش میں محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ رہا تھا کہ حضور انور ﷺ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دے کر ارشاد فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے۔

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ: جز:5،ص:102)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ روایت کرتے ہیں: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ مکرمہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور انور ﷺ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دے کر ارشاد فرمایا۔ اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے۔

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور یہ بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ ﷺ آگاہ ہو گئے۔ (السیرۃ النبویہ: جز:3،ص:541)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ہم نے متصل سند سے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت نقل کی ہے کہ حضور انور ﷺ ابوسفیان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب ابوسفیان نے آپ ﷺ کو دیکھا تو دل میں کہا کاش میں جانتا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ پر غلبہ پایا ہے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوسفیان۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم پر غالب آیا ہوں۔

تو ابوسفیان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (روض الانف: جز:4، ص:173)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

مزید العصری بیان کرتے ہیں کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ دوران گفتگو ارشاد فرمایا۔ عنقریب اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس جانب روانہ ہو گئے تو (13) تیرہ افراد پر مشتمل ایک ان سے ملا۔

تو استفسار فرمایا: کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟

تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عبدالقیس سے ہیں۔ (دلائل النبوہ: جز:5، ص:327)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے اس رات جس کی صبح عبدالقیس کا وفد آیا تھا۔

افق کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جن کو اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ سفر کی صعوبتوں نے ان کے جانوروں کو دبلا کر دیا ہے ان کا زادراہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے سردار کی ایک نشانی ہے۔

پھر یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! عبدالقیس کو معاف فرما وہ حصول مال کے لئے میرے پاس نہیں آئے وہ اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ (طبقات الکبریٰ ابن سعد: جز:1، ص:314)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ صحار بن عباس اور مزیدہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ

اشج عبدالقیس دارین کے راہب کا دوست تھا۔ ایک سال اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے مگر صدقہ نہیں کھاتا اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ سارے ادیان پر غالب آجائے گا اس کے بعد راہب کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد اشج نے تحقیق کے لئے اپنے بھانجے کو مکہ مکرمہ بھیجا وہ ہجرت کے سال آیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور نبوت کی نشانیوں کو صحیح پا کر اسلام لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو سورہ الحمد اور سورہ العلق کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد اس کو حکم دیا کہ اب جا کر اپنے ماموں کو اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ اس نے لوٹ کر اپنے ماموں کو تمام حالات سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے اشج اسلام لے آیا مگر ایک عرصہ تک اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا پھر سولہ مردوں کے ساتھ روانہ ہوا اور مدینہ منورہ آیا جس صبح یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا اسی رات نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی

فرمائی کہ مشرق کی طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا بلکہ برضا و رغبت آ رہے ہیں ان کے رہنما کی ایک علامت ہے چنانچہ اشج عبدالقیس اپنی قوم کے چند نفوس کے ساتھ آیا یہ فتح مکہ کے سال کا واقعہ ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص:365)

حضرت یزید بن رومان اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومہ کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر نصرانی تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ تم اس کو اس حالت میں پاؤ گے کہ وہ جنگلی گائے کے شکار میں مصروف ہوگا چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلعے کے اتنے قریب پہنچ گئے جہاں سے آدمی نظر آ سکتا تھا رات چاندنی تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعہ کی چھت پر تھا اسی اثناء میں ایک جنگلی گائے قلعہ کے دروازے کے ساتھ سر ٹکرانے لگی۔

اکیدر کی بیوی نے اس سے کہا۔

کیا آپ نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟

اس نے کہا: نہیں!

اس کی بیوی نے کہا: کیا اس طرح کے شکار کو چھوڑا جا سکتا ہے؟

اکیدر نے کہا: نہیں کوئی یہ موقع ہاتھ سے ضائع نہیں کر سکتا۔ وہ قلعہ کی چھت سے نیچے آیا۔ حکم دیا کہ گھوڑے پر زین رکھی جائے پھر اس پر سوار ہوا اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے چند آدمی تھے۔ وہ اپنے شکار کے لئے روانہ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی انہوں نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کے بھائی حنان کو قتل کر دیا جس پر دیباج کی سنہری قبا تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو چھین کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اکیدر کے ہمراہ بھیج دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بخشی فرمائی اور جزیہ پر صلح کر لی۔ پھر اس کو رہا کر دیا۔ بنو طے کے ایک شخص بجیر نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے۔

بابرکت ہے وہ جو نیل گائیوں کو ہنکا کر لانے والا ہے میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر طالب ہدایت کو ہدایت دیتا ہے۔ پس جو شخص تبوک والے نبی سے منحرف ہوتا ہو تو ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شاعر کو دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اس دعا کا ثمرہ یہ ہے کہ نوے سال کی عمر میں اس شخص کی نہ تو ریڑھ میں حرکت ہوئی نہ اس کا کوئی دانت ٹوٹا۔

(دلائل النبوۃ الامام للبیہقی: جز:5، ص:251)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کو دومہ

کے اکیدر کی طرف بھیجا یہ اکیدر بن عبد الملک تھا۔ یہ بنو کندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا بادشاہ تھا یہ نصرانی تھا۔
حضور انور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس کو بیل کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔

(سیرۃ النبویہ: جز:5،ص:207)

ایک اور روایت میں ہے: امام عبد الملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: منافقین کے سرداروں میں سے ایک سردار آج مر گیا ہے۔ رفاعہ بن زید تابوت کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جب حضور انور ﷺ غزوہ بنو مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اس کو دیکھ کر گھبرا گئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ آندھی کفار کے عظیم سرداروں میں سے ایک سردار کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب حضور انور ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہو گئے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید اسی دن مرا تھا جب شدید آندھی آئی تھی۔ (سیرۃ النبویہ: جز:2،ص60 تا61)

ایک اور روایت میں ہے: حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ منافقین کا پیشوا مر چکا تھا۔ (نسیم الریاض: جز:4،ص:193)

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے دوران سفر وادی قریٰ میں ایک خاتون کے باغ کے پاس سے گزرے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا۔ حضور انور ﷺ کا اندازہ دس وسق تھا۔

اس عورت نے کہا: تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لینا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔
ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔

(دلائل النبوہ لابی نعیم اصبہانی: ص:473)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس آندھی سے نہ ڈرو یہ آندھی ایک بڑے منافق کی وجہ سے چلی ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے رفاعہ بن زید کی موت کی خبر سنی جو بنی قینقاع سے تعلق رکھتا تھا یہ یہودیوں کا ایک سردار تھا اور منافقوں کی پناہ گاہ تھا یہ اسی دن مرا تھا جس روز آندھی چلی تھی۔

(سیرۃ النبویہ: جز:4،ص:255)

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک منافق کی موت کی وجہ یہ آندھی بھیجی گئی ہے جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:14418)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے پھر جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ: جز:1،ص:310)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یوم الدار کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے۔

اور فرمایا کہ کیا تم اس شخص سے حیاء نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیاء کرتے ہیں۔

ہم نے کہا: وہ کون ہے۔

راوی نے کہا ہے کہ

میں نے حضور انور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔

تو اس نے کہا: یہ شخص شہید ہے اس کی قوم اس کو قتل کرے گی اور ہم ملائکہ اس سے حیاء کرتے ہیں۔

بدر بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے ایک گروہ کو دور کیا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:4939)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

بزار و طبرانی رحمہم اللہ نے اوسط میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک قریشی آدمی کو قتل کر کے فرمایا: آج کے بعد جبر کے ساتھ کسی قریشی کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر ایک شخص عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا لہٰذا تم اس شخص کو قتل کر دینا۔ اگر تم نے اس کو قتل نہ کیا تو تم بکریوں کی مانند قتل کیے جاؤ گے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:207)

نیز امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے اس وقت فرمایا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے محصور کر رکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فتنہ و اختلاف رونما ہوگا۔

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے اس وقت کیا حکم ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم امیر اور ان اصحاب کے دامن سے وابستہ رہنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

(خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:207)

نیز امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ چلے۔ اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ تھا۔

اس نے کہا: یہ شہید ہوں گے اور ان کی قوم ان کو شہید کرے گی اور ہم تمام فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔

(خصائص الکبریٰ: ج:2،ص:207)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی 360ھ روایت کرتے ہیں: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

پھر ارشاد فرمایا: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:66998)

ایک روایت میں ہے: حضرت کعب مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں۔ اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپتے ہوئے گزرا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا۔

میں نے کھڑے ہوکر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا: یہ شخص؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3704)

ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3708)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب یوم الدار یعنی وہ دن آیا جس میں ان کو محصور کیا گیا۔

تو ہم نے عرض کیا: کیا آپ جنگ نہیں کریں گے۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس معاملہ کا عہد لیا ہے لہٰذا میں اس پر اپنی جان کا خیال نہ کروں گا صابر رہوں گا۔ (دلائل النبوۃ الامام بیہقی: ج:6،ص:391)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا۔ (کنزالعمال: رقم الحدیث: 32802)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میرے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلاؤ۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

پھر میں نے عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ کو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں!

پھر میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: عثمان رضی اللہ عنہ کو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

پس جب وہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے عائشہ رضی اللہ عنہا) ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سرگوشی فرمانے لگے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا پھر یوم دار آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے۔

ہم نے کہا: اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ قتال نہیں فرمائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (اسی دن کی) وصیت فرمائی تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 24298)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

صبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا: بے شک میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) آج ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اسی روز انہیں شہید کر دیا گیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4554)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہو گی اس دن آسمان کے فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3172)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو روزے سے رہنے لگے۔ ایک دن افطار کا وقت آیا تو انہوں نے بلوائیوں سے افطار کے لئے شیریں پانی مانگا مگر انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے تشنگی کے عالم میں رات بسر کی پھر جب سحر کا وقت آیا۔

تو آپ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چھت سے رونق افروز ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانی کا ڈول تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ) پانی پیو تو میں نے پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا۔

پھر ارشاد فرمایا: اور زیادہ پیو تو میں نے پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:209)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ابو سہد رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) کو فرمایا جب وہ محصور تھے کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی پس میں اسی پر صابر ہوں۔

اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ اس کا انتظار کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:501)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو کسی کو بھیج کر بلوایا اور وہ اس وقت محصور تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اپنا سر اٹھا کر اس روز کو دیکھو۔ آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز رونق افزا ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! کیا تم محصور ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول لٹکایا اور میں نے اس سے پانی پیا اور میں اپنے اندر اس کی ٹھنڈک اب تک پا رہا ہوں۔

اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ وہ تمہیں ان پر غالب کر دے گا اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطار کرو تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کو اختیار کیا ہے اور وہ اسی دن شہید کیے گئے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:209)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تین باتوں سے محفوظ رہا اس نے نجات پائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا باتیں ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری رحلت ہے اور اس خلیفہ کا قتل ہے جو حق پر قائم رہ کر حق پر جان دے گا۔

(دلائل النبوۃ: جز:6، ص:392)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! میرے بعد تمہیں خلافت دی جائے گی اور منافقین چاہیں گے کہ تم اس کو چھوڑ دو تم اس کو نہ چھوڑنا اور تم اس دن روزہ رکھنا کیونکہ تم میرے پاس افطار کرو گے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: جز:41، ص:294)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ایک ایسے شخص کو بلوہ کرو گے جو چادر سے عمامہ باندھے گا اور وہ جنتی لوگوں کی بیعت لے گا تو جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوہ کیا تو وہ حیری چادر کا عمامہ باندھے بیعت لے رہے تھے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:208)

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ قریب تر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص گزرا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔ (فضائل صحابہ لابن حنبل: رقم الحدیث:828)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے قتل کرو گے اور تمہارے شریر لوگ تمہاری دنیا کے وارث بن جائیں گے۔

(دلائل النبوۃ: جز:6، ص:391)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے ''المعرفہ'' میں عبدالرحمٰن بن عدیس سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور وہ لبنان کے پہاڑوں میں قتل کیے جائیں گے۔

ابن لہیعہ رحمۃ اللہ نے کہا: عبدالرحمٰن بن عدیس ان بلوائیوں میں شامل تھا جو اہل مصر کے ساتھ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض سے چلے تھے۔ ان بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک یا دو سال بعد لبنان کے ایک پہاڑ میں ابن عدیس کو قتل کیا گیا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:209)

حاکم رحمۃ اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چکی پینتیس (35) یا چھتیس (36) یا سینتیس (37) سال کے بعد گھومے گی تو اگر وہ لوگ ہلاک ہوئے تو راہ صواب ہلاک ہونے والوں میں ہیں اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو ستر سال تک قائم رہے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا یا نبی اللہ ﷺ یہ مدت گزشتہ سال سے ہے۔

ارشاد فرمایا: نہیں! جو آئندہ آئے گا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ بنی امیہ کی حکومت اس سال میں رہی حتیٰ کہ جب ان میں سستی در انداز ہوئی تو 70ھ کے قریب خراسان سے دعویٰ کرنے والوں کا ظہور ہوا۔ (خصائص الکبریٰ: ج:2، ص:208)

ایک اور روایت میں ہے: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے قریب کسی کو نہیں دیکھا جو اپنی نشست برخواست اور زندگی کے عام معمولات میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ ہو۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور سر اٹھا کر رونے لگیں پھر دوبارہ آپ رضی اللہ عنہا پر جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسنے لگیں جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے۔

تو میں نے ان سے کہا: جب آپ پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں تو رونے لگی تھیں پھر جب آپ دوبارہ جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنسنے لگی تھیں۔ اس کا کیا سبب تھا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آپ کا راز بتا رہی ہوں۔ پہلی بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ اس درد اور اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر دوسری بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ ﷺ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ ﷺ کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3872)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا۔

اور کہا کہ: کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا ایلچی نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ جب نبی کریم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس ایلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس ایلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی کریم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی۔ (مجمع الزوائد: جز: 8، ص: 290)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا۔

اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا ایلچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس ایلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس ایلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا۔ تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے رب عزوجل نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی۔

(دلائل النبوۃ: جز: 4، ص: 391)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں: دوسرے دن وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے صاحب (باذان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ اسی شب کو جو شب سہ شنبہ 10 جمادی الاولیٰ 7ھ تھی۔ سات بجے میرے رب عزوجل نے اس کے رب (کسریٰ) کو قتل کر دیا ہے۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 1، ص: 260)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے جبکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو بطور امانت ایک انصاری کو دے دیں اور حفاظت کا حکم دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر پہنچا جب عقیق کے مقام پر پہنچا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا جو فدیہ کے طور پر لایا تھا اس کو دو اونٹ بہت اچھے لگے اور عقیق کی وادیوں میں ان کو چھپا دیا۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔

عرض کیا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے یہ اونٹ اس کا فدیہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے۔

حارث نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ حارث مسلمان ہو گیا ساتھ ہی اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی قوم کے کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ حارث نے دونوں اونٹوں کو لانے کے لئے ایک شخص بھیجا جو ان دونوں اونٹوں کو لے آیا۔

اونٹ حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو حارث کے حوالے کر دیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرلیا اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ حضور انور ﷺ نے ان کے والد کو دعوت نکاح دی ان کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح نبی کریم ﷺ سے کر دیا اور حضور انور ﷺ نے چار سو درہم مہر عطا کیا۔ (سیرۃ النبویہ: جز:4،ص:259)

حضرت عبداللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو غزوہ بنی مصطلق میں جویریہ بنت الحارث بطور غنیمت عطا فرمائی تو ان کا باپ حارث ان کی رہائی کے لئے فدیہ لے کر آیا جب وادی عقیق میں پہنچا تو ان اونٹوں کی طرف دیکھا جو اپنی بیٹی کے فدیے میں دیئے تھے اس کو دو اونٹ ان میں سے بہت پسند آئے پس ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں غائب کر دیا پھر دیگر اونٹوں کو ہنکا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

اور عرض کیا: یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) میری بیٹی آپ (ﷺ) کے ہاں گرفتار ہے یہ اس کا فدیہ ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ دونوں اونٹ کہاں ہیں جو تم نے وادی عقیق میں غائب کیے ہیں۔

یہ سن کر حارث نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ واقعی میں نے ان دونوں اونٹوں کو عقیق میں غائب کیا اور اس بات پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی آگاہ نہ تھا اس کے بعد حارث نے اسلام قبول کرلیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص:361)

عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے۔

حارث نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ (سیرۃ النبویہ: جز:6،ص:59)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہ

تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:447)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک مصری شخص نے فرمایا کہ

ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ہدایا تقسیم کیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا۔ ان سے ان کی وجہ پوچھی گئی۔

تو انہوں نے فرمایا کہ

میں نے ان کے متعلق حضور انور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے عمار رضی اللہ عنہ! تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء: جز:7،ص:197)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھیں۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی زلف مبارک کو دست اقدس سے صاف فرمار ہے تھے آپ ﷺ کے بال مبارک گھنگھریالے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سمیہ کے نور نظر یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

(سیرۃ النبویہ: جز:3،ص:25)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں: جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف اور دوسری اینٹ حضور انور ﷺ کی طرف سے جبکہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔

حضور انور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: لوگوں کے لئے ایک گنا جبکہ تمہارے لئے دوگنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (روض الانف: جز:2،ص:338)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عمار (رضی اللہ عنہ) فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:239)

ایک اور روایت میں ہے: امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عمار (رضی اللہ عنہ) فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (فضائل صحابہ لابن حنبل: رقم الحدیث:1597)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یوم صفین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا اور اس کو دیکھ کر انہوں نے تبسم کیا۔

لوگوں نے ان سے پوچھا: اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے؟

تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں آخری غذا جس کو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت اس کے بعد آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:6،ص:210)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر ان کو افاقہ ہوا تو دیکھا کہ ہم سب ان کے ارد گرد رو رہے ہیں۔

اس وقت انہوں نے فرمایا: کیا لوگ ڈر رہے تھے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا مجھے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا ہوا دودھ ہوگا۔ (دلائل النبوۃ: ج:6،ص:421)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابی البختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جنگ صفین میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میرے پاس دودھ کا شربت لاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ دنیا کا آخری شربت جو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہوگا چنانچہ دودھ لایا گیا اس دودھ کو انہوں نے نوش فرمایا پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

ابی البختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا تو وہ مسکرائے۔

اور کہا کہ

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہوگا حتیٰ کہ تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔ (طبقات ابن سعد: ج:3،ص:257)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ لکھتے ہیں: عطاء بن سائب کے سلسلہ سند سے ابوالبختری اور میسرہ کا قول مروی ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے روز دودھ پیش کیا گیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے نوش فرما کر ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس کے بعد میرے بطن میں کوئی چیز نہیں جائے گی اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ قتال میں مشغول ہو گئے اور بالآخر قتال کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:1،ص:141)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ازواج میں سے وہ زوجہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے تو ہم ناپتی تھیں کہ کس کے ہاتھ طویل ہیں تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں ان کے ہاتھ طویل تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرتیں اور صدقہ دیا کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 101)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک جگہ جمع ہو کر اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ طویل تھے مگر ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔ حضور انور ﷺ نے ہاتھ کی طوالت سے صدقہ اور نیکی میں زیادتی مراد لی تھی اور یہ خوبی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ (روض الانف: جز:2، ص:364)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی 354ھ لکھتے ہیں: وہ (زینب بن جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کی فوت ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ (الثقات: جز:3، ص:144)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ زینت بن جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھیں۔ (الاستیعاب: جز:4، ص:1850)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی 810ھ لکھتے ہیں: وہ زینت بن جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھیں۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام: ص:57)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: وہ زینت بن جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی فوت ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ (دلائل النبوۃ: جز:7، ص:285)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن ابزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی چار تکبیرات کہیں اور یہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی تھیں جس کی وفات ہوئی تھی۔ (شرح الزرقانی علی الموطا: جز:2، ص:78)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے زینب رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ و رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلی زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے وفات پائی۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: جز:8، ص:211)

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں راوی کو وہم ہو گیا ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا اور یہ انتقال

دور فاروقی میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال محمد بن عبداللہ بن مسلم کی روایت کے مطابق دور معاویہ رضی اللہ عنہ میں شوال 54ھ کو ہوا اور یہی روایت ہمارے نزدیک زیادہ صحیح وقابل اعتماد ہے۔ (طبقات ابن سعد: جز:8،ص:55)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہوگیا ہے، واللہ اعلم آپ نے ہدیوں کو اس کی طرف بھیجنے سے پہلے خبر دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کے فوت ہونے سے پہلے آپ نے ان کلمات کو صادر فرمایا اس کے بعد جب وہ فوت ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن اس کے فوت ہونے کی خبر دے دی اور اس پر نماز پڑھی تھی۔ (دلائل النبوۃ: جز:4،ص:412)

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے نجاشی کی طرف سے چند مشک کے اوقیے اور جوڑے بھیجے ہیں۔ میں اس کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہوگیا ہے اور میں ان ہدیوں کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اس کو میری طرف واپس کردیا ہے تو یہ غیبی خبر ایسے ہی واقع ہوئی جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نجاشی فوت ہوگیا اور ہدیہ واپس آگئے۔ (سیرۃ النبویہ: جز:3،ص:493)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی 360ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا ہے ان کے لئے استغفار کرو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:2347)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:309)

امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے لئے استغفار کرو۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: جز:1،ص:657)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:6932)

امام ابومنصور محمد بن محمد محمود الماتریدی متوفی 333ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ
جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔
(تاویلات اہل السنۃ: جز: 2،ص:567)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ لکھتے ہیں:
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین بار یہ دعا کی اے اللہ عزوجل نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:1478)
امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی 748ھ لکھتے ہیں:
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین بار یہ دعا فرمائی۔
اے اللہ عزوجل! نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔ (سیر اعلام النبلاء: جز:1،ص:437)
امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
نجاشی نے کہا: اگر میں ملک (حکمرانی) کے مسائل میں نہ ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کو چومتا۔
(صفوۃ الصفوۃ: جز:1،ص:518)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید زمین پر چل رہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:125)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ارادہ رکھتا ہو کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ (اعلام النبوۃ: ص:181)
امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی 643ھ روایت کرتے ہیں: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو محبوب رکھتا ہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھے تو اس کو چاہئے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ (الاحادیث المختارۃ: رقم الحدیث:850)
امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جو شخص شہید کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3739)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: حضرت عبدالعزیز دراوردی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔
(سیرۃ النبوۃ: جز:4،ص:29)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بے شک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چاہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اس کو چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یوم جمل میں شہید ہوئے۔ (الاستیعاب: جز:6،ص:766)

قربان جائیے اس مقدس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی ہر ہر خبر سچی ثابت ہوئی۔

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں: علامہ زبیر نے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کافی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا جب وہ واپس آیا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟

اس نے عرض کیا: ہاں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال نے تجھے وہاں روکے رکھا۔

اس نے عرض کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ میں ان کے حسن و جمال کی دلکشی میں کھویا رہا۔
(روض الانف: جز:2،ص:91)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی 942ھ لکھتے ہیں: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ابی عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز ہدیتاً بھیجی اور وہ قاصد کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر وہ قاصد آیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تم کس کے لئے ٹھہرے رہے؟

پھر ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ کس بناء پر تم ٹھہرے رہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایک نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالتے تھے اور ایک نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر اور یہ دیکھتے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ حسین ہے۔

اس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس بات نے مجھے ٹھہرائے رکھا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جز:10،ص:54)

نیز علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی 942ھ لکھتے ہیں: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ روایت کی کہ مجھ سے محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مبارکہ بیان کی کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالمقدام نے حدیث

مبارکہ بیان کی۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ بکری کے پائے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیجے وہ آدمی کچھ دیر ٹھہرا رہا۔

نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بتادوں کہ کس لیے تم وہاں ٹھہرے رہے۔

اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کران کے حسن پر تعجب کر رہے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: جز: 10، ص: 54)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ شخص یزید بن معاویہ ہے۔ (خصائص الکبریٰ: جز: 2، ص: 236)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل وانصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک شخص جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔ (البدایہ والنہایہ: جز: 6، ص: 224)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر اندھیری رات کے ٹکڑے کی مانند فتنے آئے جب ایک رسول گیا تو دوسرا رسول آ گیا اور نبوت منسوخ ہوگئی اور بادشاہت آ گئی۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ یاد رکھو اور گنو۔ پھر جب پانچ تک پہنچے۔

تو ارشاد فرمایا: یزید، اللہ عزوجل! یزید میں برکت نہ دے اس کے بعد آپ کے چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے۔

اور ارشاد فرمایا: مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی اور ان کے مقتل کی مٹی لائی گئی ہے اور مجھے ان کے قاتل کی خبر دی گئی اس کے بعد جب شمار دستی تک پہنچی۔

تو ارشاد فرمایا: ولید، یہ فرعون کا نام ہے۔ وہ اسلامی شریعت کا ڈھانے والا ہوگا اس کے اہل بیت کا ایک شخص اس کا خون بہائے گا۔ (خصائص الکبریٰ: جز: 2، ص: 237)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی 282ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل وانصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک شخص جس کا نام

یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔ (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث: رقم الحدیث: 616)

ایک اور روایت میں ہے: امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انصاری سے روایت کی اس نے کہا کہ

ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی دعوت کی جب کھانا رکھا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ لے کر منہ میں اس کو چبایا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے ناحق پکڑ لیا گیا تھا۔

اس عورت سے پوچھا گیا تو اس عورت نے کہا کہ

اس کی ہمسایہ نے اس گوشت کو اپنے شوہر کی اجازت لئے بغیر بھیجا تھا۔ (خصائص الکبری: جز: 2، ص: 176)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ متوفی 275ھ روایت کرتے ہیں۔

انصار کے ایک شخص سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کھودنے والے کو وصیت فرما رہے تھے کہ پیروں کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو جب آپ واپس ہوئے تو عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آیا آپ نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے پس کھانا لایا گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے اپنا ہاتھ رکھا سب نے کھایا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ میں ایک لقمہ چبا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ علم ہوا کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر لیا گیا ہے۔

پھر اس عورت کو بلایا گیا۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کسی کو منڈی کی طرف بھیجا تھا تاکہ میرے لیے بکری خرید لی جائے تو بکری نہیں ملی میں نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمت کے عوض بھیج دے تو وہ پڑوسی نہیں ملا میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے وہ بکری مجھے بھیج دی۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیدیوں کو کھلا دو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3332)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اسی بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔ (الوفا باحوال المصطفی: جز: 1، ص: 314)

امام علی بن عمر الدار قطنی البغدادی متوفی 385ھ روایت کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے۔ (سنن دار قطنی: جز: 4، ص: 285)

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پہلے ہی خبر دے دی جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سچ ملاحظہ فرمایا۔

حافظ بیہقی احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے بال گرد آلود ہیں اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں خون کی بوتل ہے۔

میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں شروع دن سے اس خون کو اس وقت تک جمع کرتا رہا ہوں تو میں نے اپنے خواب کے وقت کو یاد رکھا تو یہ وہی وقت تھا جس دن وہ شہید کیے گئے۔

(دلائل النبوۃ: جز:7، ص:48)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے۔

آپ نے شمر بن ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا گویا میں چتکبرے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میری اہلبیت کا خون پی رہا ہے۔ چونکہ شمر ملعون برص کے مرض میں مبتلا تھا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:213)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ آئے انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ مدینے سے دو دن کی مسافت پر جا کر ان سے ملے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار کرنے کو فرمایا تو حضور انور ﷺ نے آخرت کو اختیار فرمایا اور دنیا کو رد فرمایا چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے جزو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ میں سے کسی کو دنیا کبھی نہیں حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات سے اس دنیا کو اس چیز کے ساتھ پھیر دیا ہے جو آپ حضرات کے لئے اس سے بہتر ہے لہٰذا آپ واپس چلئے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار کر دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ کہتے ہوئے معانقہ کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ آپ شہید ہیں۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:213)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور آپ کی داڑھی شریف گرد آلود ہے۔

یہ حال دیکھ کر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی مقتل حسین (رضی اللہ عنہ) سے آ رہا ہوں۔ (دلائل النبوۃ: جز:7، ص:48)

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپ دوپہر کے وقت ایک شیشی اٹھائے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا چیز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا خون ہے میں آج دن سے لے کر اب تک یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔

حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم نے وہ دن یاد رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 2165)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ کی نعلین مبارک ٹوٹ گئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ کر اس کو سینے لگے۔

پھر کچھ دور چل کر ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص وہ ہے جو قرآن مجید کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح کہ اس کی تنزیل پر جنگ کرتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا وہ میں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! مگر وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے۔ یعنی (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ)۔

(خصائص الکبریٰ: جز: 2، ص: 234)

امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ متوفی 694ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بے شک تم میں سے ایک تاویل قرآن مجید پر جھگڑا کرے گا جیسے کہ اس کے نزول پر جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ کیا وہ میں ہوں اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ جوتے کے سینے والا حجرے میں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جوتا مبارک دیا تھا تا کہ اس کو سی لے۔ (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص: 76)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کیے گئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے نوفل اپنی جان کا فدیہ ادا کرو۔
انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدے میں ہیں۔
عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ (طبقات ابن سعد: جز:4،ص:46)
علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ
جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنا فدیہ دے کر آزادی حاصل کرلو
تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے۔
یہ سن کر اس نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دے کر رہائی حاصل کرلی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص:347)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ
جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:
اپنا فدیہ دے کر آزادی حاصل کرلو۔
تو انہوں نے جواب دیا کہ
میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے۔
یہ سن کر نوفل پکار اٹھے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دے کر رہائی حاصل کرلی۔

(خصائص الکبریٰ: جز:1،ص:342)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں: مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔
کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوہ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ کو قید کیا گیا۔

واقعہ یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔

انہوں نے عرض کیا کہ

میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ (روض الانف: جز:3، ص:176)

ایک اور روایت میں ہے: امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمر کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعید کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔
(خصائص الکبریٰ: جز:1، ص:386)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں: حافظ بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار فرما دیا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعید کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہے ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص:344)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں: ایک موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک یہ ثعلبہ بن سعید رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوش خبری دینے آرہے ہیں چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے اس کے

عمل پر حضور انور ﷺ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (سیرۃ النبویہ: جز:4،ص:205)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی 1066ھ لکھتے ہیں: ابھی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرماتھے کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعید کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہے ہیں۔ (سیرۃ حلبیہ: ج:2،ص:676)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

ابھی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرماتھے کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں جوتے ثعلبہ بن سعید کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔ (دلائل النبوۃ: جز:4،ص:25)

ایک اور روایت میں ہے: امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: میرا یہ فرزند سردار ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان اس کے ذریعہ سے صلح کرائے گا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:226)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی 535ھ لکھتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ نبوۃ پر دلالت کرتی ہے کہ اس طرح ہوا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے عراقی اور شامی لشکروں میں صلح فرمادی۔

(دلائل النبوۃ: رقم الحدیث:114)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ اگلوں اور پچھلوں میں بدبخت ترین کون ہے؟

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگلوں کا سب سے زیادہ بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں کا بدبخت ترین وہ ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ ﷺ نے اس مقام پر اشارہ فرمایا جہاں وہ نیزہ مارے گا۔

ام جعفر سریہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ یکایک انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنی داڑھی پکڑ کر اس کو ناک تک بلند کیا کہ تیرے لیے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی پھر جمعے کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث:172)

حضرت عثمان بن صہیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ
ایک دن حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: یہ بتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بدبخت شخص کون تھا۔
عرض کیا: جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے درست جواب دیا ہے۔ یہ بتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے بدبخت کون ہے؟
انہوں نے عرض کیا: معلوم نہیں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص آپ کو کنپٹی پر وار کر کے شہید کر دے گا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بدبخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ (یعنی داڑھی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب) کو خون آلود کرتا اور میں درجہ شہادت کو پا لیتا۔ (مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 485)
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔
حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس جگہ اور اس جگہ ضرب لگائی جائے گی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں زخموں سے خون بہہ کر تمہاری داڑھی کو رنگین کر دے گا۔
(خصائص الکبریٰ: جز: 2، ص: 210)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بدبخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں!
ہم نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص اے علی (رضی اللہ عنہ) جو تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا حتیٰ کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی۔ (سیرۃ النبویہ: ج: 3، ص: 144)
امام کبیر ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ عشیرہ میں ہم رکاب تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا وہاں ہم نے چند چھوٹی سی کھجوروں کو دیکھا اور ان کے نیچے مٹی کی دھول پر ہی سو گئے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نے بیدار نہ کیا آپ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو آہستہ سے ٹٹولا اور حالت یہ تھی کہ ہم مٹی سے لت پت تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) اٹھو! کیا میں تمہیں بتلاؤں نہیں کہ سب سے بدبخت انسان کون ہے؟
ایک تو قوم ثمود کا وہ مرد احمر جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تم پر اس جگہ وار کرے گا۔ آپ

نے اپنے سر کی ایک جانب اشارہ کیا اور یہ تر ہو جائے گی۔ آپ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑ لی۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی: ص:497)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی 429ھ روایت کرتے ہیں: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) میں نہیں مروں گا جب تک میری داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ نہ دیا جائے۔ (اعلام النبوۃ: ص:179)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی 643ھ روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ

میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک میں خلیفہ نہ بن جاؤں پھر میری داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ دیا جائے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے اور ابوفضالہ رضی اللہ عنہ بھی یوم صفین کے روز قتل ہوئے۔ (الاحادیث المختارۃ: جز:2، ص:324)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ (المستدرک: رقم الحدیث 4443)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی مثل ہو گی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔ (تاریخ بغداد: رقم الحدیث: 1141)

امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت کی مثل ہو گی پس ہم حاضر تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: رقم الحدیث: 435)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:180)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث: رقم الحدیث:615)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (دلائل النبوۃ: جز:6،ص:496)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شیطان شام میں پکارے گا اور دو تہائی شامی قدر کو جھٹلائیں گے۔

(البدایہ والنہایہ: جز:6،ص:234)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: حاکم و بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم نے بطریق محمد بن زیاد الہانی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر رکھا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا تو وہ 100ھ تک زندہ رہے اور ان کے چہرے پر مہاسہ تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بچہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک یہ مہاسہ اس کے چہرے سے دور نہ ہو جائے تو وہ فوت نہ ہوئے جب تک کہ وہ مہاسہ دور نہ ہوا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:242)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے جن زید الخیر کا ذکر فرمایا تھا وہ زین بن صوحان رضی اللہ عنہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد تابعین میں سے ایک شخص ہوگا وہ زید الخیر ہے وہ اپنے جسم کا ایک حصہ بیس سال پہلے جنت کی طرف بھیجے گا چنانچہ ان کا بایاں ہاتھ نہاوند میں قطع ہوا۔ اس کے بعد وہ بیس سال زندہ رہے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے یوم الجمل میں شہید ہوئے۔ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے سے پہلے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان سے نکلا ہے اور اپنی طرف سے آنے کا اشارہ کیا ہے اور میں اس کو ملنے والا ہوں۔

(خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:238)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اس سے خوش ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے اس کو چاہئے کہ وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: ج:10، ص:107)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جو چاہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ: رقم الحدیث: 2999)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی 429ھ روایت کرتے ہیں۔

بے شک رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: کون سا زید جس کا ایک عضو جنت میں پہلے داخل ہوگا تو نہاوند کے دن زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کٹ گیا۔ (اعلام النبوۃ: ص:185)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ اگلے روز جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریب ہوئے۔

انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ رات ہم نے آپ سے یہ سنا جندب کیا ہے جندب؟

زید نے اس سے خیر قطع کر دیا اس کی کیا حقیقت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں دو آدمی ہوں گے ان میں سے ایک دوسرے کو تلوار مارے گا جس سے حق و باطل کے درمیان تفریق ہو جائے گی دوسرے کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کاٹا جائے گا اور دوسرے موقع پر وہ قتل ہوگا۔

اجلح کہتے ہیں کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کی موجودگی میں ایک جادوگر کو قتل کیا اور زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ یوم جلولاء کے موقع پر کاٹا گیا اور جمل کے دن قتل کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد: ج:6، ص:123)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے خذیم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس وقت ہجرت کی جبکہ آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا یہ حیرۂ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم حیرۂ میں داخل ہوں اور میں اس کو ویسے ہی پاؤں جس طرح کہ آپ نے صفت بیان کی تو کیا وہ میرے لئے ہوگی۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے لئے ہے چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور ہم مسیلمہ کذاب کے استیصال سے فارغ ہوئے تو حیرۂ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہمارے داخل ہونے کے بعد جو عورت سب سے پہلے

ہمیں ملی وہ شیما بنت نفیلہ تھی اور اسی حال میں تھی جس حالت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی یعنی وہ اپنے خچر شہباء پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے تھے اور میں اس کے ساتھ متعلق ہوگیا۔

اور میں نے کہا: یہی وہ عورت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر مجھ سے شہادت طلب فرمائی اور میں نے اس کی شہادت پیش کی۔ وہ شہادت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کی تھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو میرے حوالہ کر دیا۔ پھر اس کا بھائی ہمارے پاس صلح کی غرض سے آیا۔

اور اس نے کہا: اس کو فروخت کر دو۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! دس سو درہم سے کم نہ کروں گا تو اس نے مجھے ایک ہزار درہم دے دیئے۔

پھر مجھ سے فرمایا: اگر تم ایک لاکھ درہم مانگتے تو ضرور دیتا۔

میں نے کہا: میں دس درہم سے زیادہ گنتی جانتا ہی نہ تھا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:187)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ لکھتے ہیں: حضرت خزیم رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں یہ وہی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ یہ حیرہ بیضاء ہے جس کو میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے۔

حضرت خزیم رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے حیرہ کو فتح کر لیا اور ہم نے شیماء کو اسی حالت میں پایا تو کیا وہ میری ہو گئی۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں وہ تیری ہو گئی پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے چل پڑے چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کیا پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی طرف چل دیئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر حیرہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے انہیں (شیماء) بنت نفیلہ سیاہی مائل ایک طاقتور خچر پر سوار ملی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی حالت بیان فرمائی تھی چنانچہ اس کو دیکھتے ہی خزیم رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چمٹ گئے اور اس کا دعویٰ کرنے لگے۔ ان کے متعلق حضور انور ﷺ کے فرمان کی گواہی حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے دی۔ لہٰذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شیماء حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ پھر شیماء کے پاس اس کا بھائی عبدالمسیح قلعے کے نیچے اتر کر آیا اور خزیم رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا شیماء کو مجھے بیچ دے۔

حضرت خزیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بخدا میں ایک ہزار سے کم نہیں کروں گا چنانچہ عبدالمسیح نے ایک ہزار دے کر شیماء کو لے لیا۔

اور پھر کہنے لگا کہ

اگر تم ایک لاکھ بھی مانگتے میں وہ بھی دینے کو تیار تھا۔ حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو یہ سمجھتا رہا کہ مال دس سو (یعنی ایک ہزار) سے زیادہ ہوتا ہی نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: جز:1، ص:364)

ایک اور روایت میں ہے: امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اس کو دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گا چنانچہ وہ دعا کرے گا۔

اللهم دع لی فی جسدی منه ماه اذكر به نعمتك علی.

اے اللہ عزوجل! میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کردے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہٰذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اس کو لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:220)

امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت محارب بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میری امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو ننگے ہونے کی وجہ سے اپنی مسجد اور عیدگاہ میں نہیں جاسکتے اور ان کا ایمان ان کو لوگوں سے مانگنے سے روکتا ہے ان میں اویس قرنی اور فرات بن حیان رضی اللہ عنہما ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء: جز:9، ص:38)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس امت میں میرا خلیل اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے۔

(طبقات ابن سعد: جز:6، ص:163)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا: اہل یمن کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا اور یمن میں صرف اپنی والدہ کو ہی چھوڑ کر آئے گا۔ اس کے جسم پر سفیدی تھی تو اس نے اللہ عزوجل سے اس کو دور کرنے کی دعا کی تو وہ سفیدی اس سے جاتی رہی۔ صرف ایک دینار کے برابر سفیدی باقی ہے۔ اس کا نام اویس رحمۃ اللہ علیہ ہے تو تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو اس کو چاہئے کہ اس سے مغفرت کی دعا کی درخواست کرے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2، ص:220)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ

جنگ صفین کے روز اہل شام کے ایک آدمی نے پکارا کہ کیا تم میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

لوگوں نے جواب دیا: ہاں ہیں۔

اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:6،ص:198)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے! یارسول اللہ ﷺ! ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا، کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا، گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا، قرآن مجید کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا، اہل سماء میں مشہور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قسم میں بری کردیتا ہے۔ سنو! اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اس کو کوئی نہیں جانتا۔ اون کا ازار باندھا ہوگا اور ان کی چادر اوڑھی ہوگی۔ خوب سن لو قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اے علی وعمر (رضی اللہ عنہما) جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:2،ص:82)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں: ابن سعد و حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

آپ میرے لیے استغفار فرمائیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

آپ نے فرمایا: خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ (خصائص الکبریٰ: ج:2،ص:221)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے۔ کمافی المرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی قاری بلکہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں حضرت خضر علیہ السلام کی نسبت اشارہ ہے۔

کان یعلم علم الغیب

مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس نے عرفاً علم بالذات متبادر

ہے۔

کشاف میں ہے: غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتداءً صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے۔ اور اس سے انکار معنیٰ لازم نہیں آتا۔ نبی کریم ﷺ قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کو کہا جائے گا جس طرح حضور انور ﷺ قطعاً عزت و جلالت والے ہیں۔ تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عز و جل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عز و جل و محمد ﷺ غرض صدق و صورت معنیٰ کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کی نفی صحت معنیٰ۔

امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں:

کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا۔ مبادا ان کے غیر کا وہم کیا جائے جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔

علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء ہے تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے۔

اور یوں کہا جائے کہ

اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:9، ص:81)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ الامن والعلیٰ میں فرماتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے۔

(الامن والعلیٰ :ص:203)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خالص الاعتقاد میں فرماتے ہیں کہ

1- بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

2- بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ مساوی تو درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ۔ دونوں حصہ متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضروری ہے بخلاف علوم

الٰہیہ کے غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگر چہ عرش وفرش وشرق وغرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں شرق وغرب دو حدیں ہیں۔ روز اول و روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی ہے بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلاً مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہوتی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

3- یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

4- اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔ (خالص الاعتقاد: ص38 تا 39)

امام ابن کثیر دمشقی متوفی 774ھ روایت کرتے ہیں کہ امام بیہقی نے متعدد کے ساتھ سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرات کے ساحل پر چہل قدمی کر رہا تھا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں اختلاف جب ہوا تو ان لوگوں نے دو ثالث قائم کئے اور وہ خود گمراہ تھے اور اتباع کرنے والوں کو بھی گمراہ کر دیا۔ خوب سن لو بے شک اس امت میں بھی اختلاف رونما ہوگا وہ بھی دو ثالث قائم کریں گے اور خود گمراہ ہوں گے اور اپنی پیروی کرنے والوں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: جز:7، ص:281)

اور وہ دو ثالث اخیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں: اور ان میں پہلا عمرو بن العاص آپ ہی اہل شام سے ہے اور دوسرا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری اہل عراق سے ہے۔ ان کے ثالث ہونے کی وجہ صلح پر مبنی ہونے کی تھی تو پھر اسی طرح ہی ہوا اور ان بزرگوں کی بناء پر اہل خوارج کے علاوہ کوئی بھی گمراہ نہیں ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے ثالث ہونے پر بحث و مناظرہ فرمایا تو ان کے اکثر لوگ حق پر آ گئے اور باقیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا اور اکثر ان میں نہروان وغیرہ میں قتل کر دیئے گئے۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:591)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے قتال کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر عطا فرمائی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔

ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عدل فرمائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو! اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! اجازت عطا فرمائیں میں اس کا سر قلم کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوڑو! اس کے ایسے ساتھی ہوں گے جن کے نماز، روزے کے مقابلے میں تمہیں اپنے نماز، روزے حقیر لگیں گے وہ قرآن کو پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق کے نیچے سے نہیں اترے گا۔ اس کے اثر سے محروم ہوں گے وہ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے باہر نکل جاتا ہے اگر تیر کو دیکھا جائے تو اس کی دھار اور نوک پر خون کا قطرہ تک نہیں۔

ان کی نشانی یہ ہے کہ

ان میں ایک سیاہ فام شخص ہوگا اس کا ایک بازو عورت کی پستان کی طرح حرکت کرتا ہوگا اور یہ گروہ لوگوں سے نکل جائے گا اور دو گروہ میں جو حق کے قریب ہوگا وہ ان کو قتل کرے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور اس میں، میں بھی شامل تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا تو اس علامت والے کو تلاش کیا گیا تو اس میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق نشانیاں تھیں۔
(صحیح البخاری: جز:11، ص:442)

امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ شیبانی بن عمرو سے روایت کیا ہے۔

میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے خوارج کی حدیث مبارکہ کو نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! عراق کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

اور ارشاد فرمایا تھا کہ

وہ لوگ زبان سے تلاوت کریں گے حلق کے نیچے قلب پر اثر انداز نہیں ہوگا وہ دین سے باہر نکل جائیں گے جس طرح کہ تیر کمان سے باہر نکل جاتا ہے ان کے سر منڈے ہوں گے۔ (صحیح مسلم: جز:5، ص:312)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آخری زمانہ میں ایک قوم جو کہ عقل کے تھوڑے زبان سے اسلام کے مدعی لیکن ایمان سے خالی ہوں گے ان کو جہاں بھی پا لو قتل کر دو ان کے قتل پر اجر ہے۔ (صحیح البخاری: جز:11، ص:443)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس طرح میں نے قرآن مجید کے نزول پر جنگ کی ہے تم میں سے کچھ لوگ اس کی تاویل پر قتال کریں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ میرے لیے ہے (یعنی حکم)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس سے میں مراد ہوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو قریب بیٹھے جوتا درست فرما رہے تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:7،ص:305)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ روایت کرتے ہیں کہ

یعقوب بن سفیان متعدد اسانید کے ساتھ عمران ابن جریر وہ لاحق سے روایت کرتے ہیں کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا ان کی تعداد چار ہزار تھی اور نہروان کے مقام پر ان کو ختم کر دیا۔ مسلمانوں کے نو مسلمان شہادت نوش فرما گئے اگر تم چاہتے ہو تو ابو برزہ سے پتہ کر لو وہ اس کی گواہی دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: خوارج کے ساتھ قتال کی روایت نبی کریم ﷺ سے حد تواتر کے ساتھ ثابت ہے جو کہ قطعی علم کا سبب ہے اور اس کا وقوع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ (معجزات النبی ﷺ: ص:595)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو بن اسود عنسی آیا اور وہ دریائے حمص کے ساحل پر خیمہ کے اندر بیوی کے ساتھ تھا۔

ان کی بیوی ام حرام نے کہا کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میری امت میں جو پہلا لشکر بحری جہاد کرے گا وہ جنتی ہے۔

ام حرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان میں ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں قتال کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان میں ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ (صحیح البخاری: ج:3،ص:1069)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کے تین (3) دلائل ہیں۔

سمندر میں غزوہ اولیٰ ہوا اور وہ 27ھ کو ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں حاکم تھے، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے گھر والوں کے ساتھ تھیں اور واپس جب آئے تو وفات پا گئیں۔

اور ابن زید نے کہا: قبرص میں وفات پا گئیں اور دوسرا غزوہ 521ھ میں قسطنطنیہ میں ہوا اور اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔

اور ان کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ادھر ہی وصال فرما گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس غزوہ میں نہیں تھیں کیونکہ وہ غزوہ اولیٰ ہی میں فوت ہو گئیں۔

پس اس حدیث مبارکہ میں نبوت (اور علم غیب) کے تین دلائل ہیں۔

1-دو غزوات کی خبر دینا

2-پہلے غزوہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا کا موجود ہونا

3-دوسرے غزوہ میں موجود نہ ہونا۔

تو یہ سب اسی طرح واقع ہوا۔

صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:605)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان کے غزوہ کا وعدہ فرمایا اور اگر میں نے وہ دور حاصل کر لیا اور شہید ہو گیا تو بہترین شہید ہوں گا اور اگر لوٹ آیا تو دوزخ سے آزاد ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) ہوں گا۔ (مسند احمد: ج:14، ص:372)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ہند کے بارے میں وعدہ لیا۔ (سنن نسائی: ج:10، ص:254)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے خلیل صادق ومصدوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی امت کا گروہ سندھ اور ہندوستان میں جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اگر میں زندہ رہا اور اسی جگہ شہید ہوا تو یہی حاصل ہے اور اگر میں زندہ واپس پلٹ آیا تو ابوہریرہ محدث ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم سے آزاد کر دیا ہو گا۔ (مسند احمد: ج:18، ص:9)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 44ھ میں ہندوستان سے قتال ہوا اور محمد بن سبکتگین نے 392ھ میں ہندوستان سے قتال کیا اور سومنات کو فتح کیا اور بڑے بتوں کو توڑا اور بہت سارے غلام اور مال غنیمت لے کر واپس لوٹا۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:606)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قیامت سے پہلے اس قوم سے قتال کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے چھوٹی آنکھوں، زرد چہروں، چپٹی ناکوں والے ترکیوں سے قتال کرو گے۔ (صحیح البخاری: جز:10،ص:74)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم خوزا اور کرمان عجمیوں سے جنگ نہ کرو گے ان کے چہرے زرد ہوں گے، چپٹی ناک ہوں گی۔ اور چھوٹی آنکھیں ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے چوڑے اور چپٹے ہوئے ڈھال کی مانند ہیں اور ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: جز:11،ص:424)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم چوڑے چپٹے چہرے والوں سے قتال نہ کرو گے اور ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔ (مسند احمد: جز:15،ص:6)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں تین سال نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا اور حدیث مبارکہ کو یاد رکھنے کا بڑا جذبہ و شوق تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم ان سے قتال نہ کرو جن کے جوتے بال کے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: جز:11،ص:425)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: جریر بن محازم سے روایت ہے کہ

مقصود یہ کہ ترک سے ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں یہ قتال کیا گیا۔ (معجزات النبی ﷺ: ص:608)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بشر بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں مسجد کے اندر تھا کہ ایک شخص آیا اس نے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے چہرہ پر خشوع وخضوع کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔

تو کہا گیا کہ یہ جنتی شخص ہے۔ جس وقت وہ مسجد سے باہر گیا تو میں نے اجازت لی اور ان کے ساتھ چل پڑا۔

تو میں نے ان کو کہا کہ آپ جس وقت مسجد میں آئے تھے لوگوں نے آپ کو جنتی شخص کہا ہے۔

اس نے مجھے کہا: علم کے بغیر بات کرنا اچھا نہیں ہے۔ اس کی اصل بات یہ ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں ایک خواب دیکھا اور نبی کریم ﷺ کو سنایا کہ میں ایک سرسبز باغ میں ہوں اور اس کے درمیان ایک ستون ہے اور اس کی حد طولی پر کنڈا ہے۔

مجھے کہا گیا کہ اس کے اوپر چڑھو۔

میں نے کہا: میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ غلام لے کر آیا اور اس نے اٹھا کر کہا۔

اس پر چڑھ جاؤ تو میں نے چڑھ کر کنڈے کو پکڑ لیا۔

پھر اس نے کہا: مضبوطی سے پکڑو تو میں خواب سے جاگ گیا اور وہ کنڈا میرے ہاتھ ہی میں تھا۔ یہ خواب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بتایا کہ باغ سے مراد اسلام کا باغ ہے اور ستون سے مراد اسلام اور کنڈے سے مراد ایمان ہے تمہاری وفات اسلام پر ہوگی۔

ارشاد فرمایا: یہ خواب دیکھنے والے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد: جز:48،ص:305)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے انہوں نے پہاڑ پر لا کھڑا کیا اور کہا: اس کے اوپر چڑھیے تو میں لگاتار چڑھتا رہا لیکن چڑھ نہیں سکا اور سر کے بل گر گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہاڑ شہداء کا مقام ہے اور آپ (رضی اللہ عنہ) یہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم: جز:12،ص:286)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اسی طرح ہی واقع ہوا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی آپ رضی اللہ عنہ 43ھ میں وصال فرما گئے جس کو ابوعبیدہ القاسم نے ذکر کیا ہے۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:610)

نیز امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مزید روایت کرتے ہیں کہ

امام بخاری نے تاریخ میں متعدد اسانید کے ساتھ یزید بن اصم سے روایت کیا ہے کہ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں علیل ہوئیں اور کوئی یہاں پر بھانجا تیمارداری کرنے والا نہیں تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اس جگہ سے لے جاؤ مجھے یہاں موت نہیں آئے گی کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں یہاں پر وفات نہیں پاؤں گی پھر آپ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف پر لے گئے جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح مبارک فرمایا تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسی جگہ وصال فرمایا۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:611)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حاضری کے وقت ارشاد فرمایا: تم میں سے آخری شخص کو آگ سے موت آئے گی۔ ان میں سے سمرہ بن جندب بھی۔

ابونضرہ نے کہا: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو آخر میں موت آئی۔

امام عبدالرزاق نے متعدد اسناد کے ساتھ ابن طاؤس سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہما اور ایک شخص کو فرمایا تم میں سے آخری آدمی آگ سے مرے گا تو پھر وہ آدمی اسی طرح فوت ہوگیا۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما زندہ تھے جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کوئی آکر یہ کہتا کہ سمرہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بے ہوشی کے عالم میں ہوتے تو حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے قبل خوارج سے قتال بھی کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز:8،ص:415)

بعض اہل علم نے کہا کہ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ آگ میں فوت ہو گئے تھے۔

ہلال بن السرقی نے کہا کہ

مجھے عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے طریق سے بتایا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے آگ سے حرارت حاصل کرنے کے لئے آگ منگوائی اور گھر والوں کی غفلت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ اس میں جا کر گرے اور وہیں وصال فرما گئے۔

(معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص612 تا 613)

نیز علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں: امام بیہقی نے متعدد اسناد کے ساتھ موسیٰ بن میسرہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کسی حاجت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں روانہ کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کسی شخص کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے واپس آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ملاقات کی تو اس بارے میں خبر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا اس نے دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس مرد کے بارے میں جانتے ہو یہ جبرائیل (علیہ السلام) تھے۔ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فوت نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ان کی بصارت چلی جائے گی اور علم دیا جائے گا۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:629)

امام بیہقی نے متعدد اسناد کے ساتھ انیسہ بنت زید بن ارقم سے انہوں نے باپ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زید کے مرض کے وقت تشریف لائے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مرض میں تمہیں کوئی خوف نہیں ہے مگر اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد عمر پاؤ گے اور نابینا ہو جاؤ گے۔

انہوں نے عرض کیا: میں صبر کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو بغیر حساب کے جنت میں جاؤ گے۔

ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نابینا ہوئے اور پھر وصال فرما گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: جز:7،ص:390)

حرملہ نے متعدد اسناد کے ساتھ ابی بردہ کے دادا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کاہنین کے قبیلہ سے ایک شخص پیدا ہوگا جو قرآن کا ایسا درس دے گا جو ان کے بعد کوئی نہیں

دے سکے گا۔

امام بیہقی نے متعدد اسناد کے ساتھ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے روایت کیا ہے۔

کاہنین میں سے ایک شخص ہوگا جو قرآن کا ایسا ماہر ہوگا جس کے بعد کوئی ماہر نہ ہوگا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: جز:7،ص:426)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: ایک اور مرسل روایت میں ہے۔

کاہنین سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہوگا اور عون ابن عبداللہ نے کہا میں نے قرآن مجید کی تاویل کرنے والا محمد بن کعب سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:636)

نیز امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعقوب بن سفیان نے متعدد اسناد کے ساتھ سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا بیٹا پیدا ہوا اور انہوں نے ولید نام رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی ذریت کے اسماء مصر کے فرعونوں کے نام کی طرح رکھتے ہو جلد ہی میری امت میں ولید نامی شخص پیدا ہوگا تو وہ فرعون سے بھی بڑھ کر ظلم کرنے والا ہوگا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ولید بن عبدالملک ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ ولید بن یزید ہے۔ ولید بن یزید کے زمانے میں لوگ مصیبتوں میں گھرے رہے اور انہوں نے پھر اس کو ماردیا اور لوگ پھر فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:638)

مزید راقم ہیں: نعیم بن حماد نے متعدد اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عباس کی اولاد کا ساتواں (خلیفہ) لوگوں کو کفر کی طرف بلائے گا مگر لوگ اس کی بات کو نہیں مانیں گے۔ اس کے گھر والے کہیں گے تم تو ہمیں اپنی زندگی سے بھی چھٹکارا دلانا چاہتے ہو۔

تو وہ کہے گا: میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر گامزن ہوں تو اس کا انکار کریں گے اور اس کو بنی ہاشم میں سے اہل بیت قتل کریں گے۔

یہ حدیث مبارکہ عبداللہ مامون پر صادق آتی ہے جو قرآن مجید کو مخلوق ہونے کی دعوت دیتا تھا اور لوگ اس بدعقیدہ سے کنارہ کش ہوئے۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:657)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ حجاز کی سرزمین سے آگ نہ ظاہر ہوجائے اور جس کی روشنی سے بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی۔ (صحیح البخاری: جز:22،ص:18)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل تاریخ وغیرہ نے کہا: یہ آگ چھ سو پینسٹھ ہجری میں ظاہر ہوئی۔

اور شیخ شہاب عبدالرحمن بن اسماعیل ابوشامہ نے کہا: یہ آگ جمعہ کے دن جمادی الاخری میں ظاہر ہوئی۔ آگ اتنی طویل

اور سخت ہوئی کہ شطا وادی کے پہاڑ پگھل گئے اور اس آگ کی لمبائی (12) بارہ میل تھی اور چوڑائی (4) چار میل تھی اور یہ تانبے کی مانند پگھلتی تھی اور کوئلے کی مانند بہتی تھی۔ یہ آگ اس قدر تیز تھی کہ لوگوں نے اس آگ کی روشنی سے تحریری کام کیا ایسا لگتا تھا کہ ہر گھر میں چراغ آ گیا ہے۔ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں نے بھی آگ کو ملاحظہ کیا۔

شیخ شہاب الدین نے ذکر کیا ہے کہ اہل مدینہ مسجد نبوی میں جا کر پناہ گزین ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور مسجد نبوی ﷺ کے پاس جا کر استغفار کی اور انہوں نے فقراء پر صدقے کیے۔ (معجزات النبی ﷺ: ص659 تا 660)

امام احمد داؤد بن ہند سے روایت کرتے ہیں اور امام ابوداؤد نے طلحہ بن عمرو بصری سے روایت کیا ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو ایک شخص نے آ کر رزق میں تنگی ہونے کی شکایت کی۔

اور عرض کیا کہ کھجور کے کھانے سے پیٹ خراب ہو گیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر ارشاد فرمایا: ہمارے پاس کھانے کے لئے بریر کے سوا کچھ بھی نہیں تھا تو ہم نے ہجرت کی اور انصار کے پاس چلے آئے تو انہوں نے ہمیں اپنے کھانے میں شامل کیا اور وہ کھجور تناول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھ میں کھانا کھلانے کی قدرت ہوتی تو کھلا دیتا۔ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے لباس کعبہ کے غلاف کی مانند ریشمی ہوں گے اور کھانے سے برتن بھرے ہوئے ہوں گے۔

عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس فاقہ میں بہتر ہیں یا وہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تم آج کی زندگی میں بہتر ہو تم آپس میں بھائی ہو اور وہ فراخی میں بھی آپس میں دشمن ہوں گے۔ (مسند احمد: جز:34: ص:164)

اس طویل بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا اور جو جو نبی کریم ﷺ نے جس جس طرح خبر ارشاد فرمائی ویسے ہی ہوا اور جن کا ظہور ابھی نہیں ہوا اللہ تعالیٰ کی قسم میرے نبی کریم ﷺ کا فرمان سچ اور پورا ہو کر رہے گا اور معاندین ہمیشہ جلتے رہے اور جلتے رہیں گے۔

میں نے علم غیب مصطفیٰ ﷺ کو جتنا ممکن ہو سکا ثابت کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ساتھ سچی محبت عطا فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

باب! اس شخص کا امامت کرانا جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں

یہ بات لوگوں کا امام پر ناراض ہونے پر امامت کرانے یا نہ کرانے کے متعلق ہے۔

501 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عَبْدٍ الْمَعَافِرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَلٰوةً مَّنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَّهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَرَجُلٌ اَتَى الصَّلٰوةَ دِبَارًا وَّالدِّبَارُ اَنْ يَّاْتِيَهَا بَعْدَ اَنْ تَفُوْتَهُ وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ تین اشخاص کی نماز کو قبول نہیں فرماتا۔ جو ان لوگوں کا امام بنے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں اور وہ جو نماز کا وقت گزرنے پر نماز ادا کرے اور وہ شخص جو آزاد اور عورت کو غلام بنا بیٹھے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 470)

تشریح:

امامت ایک عظیم منصب ہے لہٰذا امام اس کو بنانا چاہیے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہو لوگوں سے میل ملاپ رکھنے والا ہو لوگوں کو اپنے قریب کر کے پندونصائح کرنے والا ہو لہٰذا ایسے کو امام بنانا جس سے لوگ کسی شرعی وجہ سے ناراض ہوں تو پھر مکروہ تحریمی ہے اگر شرعی عذر کی وجہ سے نہیں تو پھر کراہت نہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کسی شخص کی امامت سے لوگ کسی وجہ شرعی سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ناراض کسی وجہ شرعی سے نہ ہوں تو کراہت نہیں بلکہ اگر وہی حق ہو تو اس کو امام ہونا چاہیے۔

(درمختار: جز: 2، ص: 354)

بَاب اِمَامَةِ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

باب! نیک اور فاجر کی امامت

یہ باب نیک اور فاجر کی امامت کے احکام کے متعلق ہے۔

502 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَّاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرض نماز ہر مسلمان نیک یا فاجر کے پیچھے جائز ہے اگر چہ وہ کبائر کے عمل کرے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:447، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:8،ص:185، سنن دار قطنی: جز:2،ص:56)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

فاسق وفاجر کی امامت میں آئمہ میں اختلاف ہے۔

شوافع کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور جس کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچی اس کے پیچھے بھی مکروہ ہے اور جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے اور اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔

صاحب ''الافصاح'' نے کہا: جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو یا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ امام ابو حامد اور ان کے متابعین کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ کی تکفیر کی جاتی ہے اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جاتی اور ہمارے بہت سے اصحاب اہل بدعت کی اقتداء میں جواز نماز کے قائل ہیں اور ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

صاحب ''العدۃ'' نے کہا: امام شافعی کا ظاہر مذہب یہی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب ''العدۃ'' کا قول ہی صحیح اور صواب ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں خطابیہ کے سوا تمام اہل اہواء کی شہادت کو قبول کرتا ہوں کیونکہ خطابیہ اپنی موافقت میں جھوٹی گواہی کو جائز کہتے ہیں اور تمام سلف اور خلف معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ مناکحت، میراث اور مسلمانوں کے تمام معاملات کرتے رہے ہیں اور ہمارے جن علماء اور محققین نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے اس تکفیر کی حافظ ابو بکر بیہقی نے یہ تاویل کی ہے کہ کفر، کفران نعمت کے معنی

میں ہے۔ملت اسلامیہ سے خروج کے معنیٰ میں نہیں ہے۔(روضۃ الطالبین:جز:1،ص:460)

علامہ ابوالعباس رملی شافعی لکھتے ہیں: آزاد فاسق کی بہ نسبت نیک غلام کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔

کیونکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو تم میں بہتر لوگ تمہاری امامت کریں اور فاسق کی امامت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور فاسق کی اقتداء اور جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(نہایۃ المحتاج:جز:2،ص:180)

علامہ شبر املسی قاہری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: اگر فاسق اور بدعتی کے سوا جماعت نہ مل سکے تو پھر اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کا از خود امام بننا مکروہ ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جہاں نیک لوگ ہوں وہاں لوگ اس کی اقتداء کر لیں تو ان کی اقتداء مکروہ نہیں ہے۔فاسق کی امامت مکروہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

حرمت یا کراہت فاسق کے حق میں ہے اور جو مقتدی فاسق کو مکروہ جانتے ہوں ان کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔(حاشیۃ ابی الضیاء علی نہایۃ المحتاج:جز:2،ص:180)

حنابلہ کا مؤقف

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے خواہ اس کا فسق از روئے اعتقاد ہو یا از روئے افعال۔اکثر اصحاب اور مشائخ کا یہی مختار ہے۔

زرکشی نے کہا: یہی مشہور ہے، ابن ابی موسیٰ، قاضی، شیرازی اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔

مسبوک الذہب، رعایتین، حاوی صغیر اور مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ

صحیح روایت کے مطابق فاسق کی امامت جائز نہیں۔ابن عقیل وغیرہ نے التذکرۃ میں اس پر اعتماد کیا ہے۔

وجیز میں لکھا ہے کہ فاسق کی امامت جائز نہیں۔الفروع اور المستوعب وغیرہما میں اس قول کو مقدم کیا ہے۔

شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ

صاحب ہوا (بدمذہب) بدعتی اور فاسق کے پیچھے قدرت کے باوجود نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ

کراہت کے ساتھ فاسق کی امامت جائز ہے۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ

نفل میں جائز ہے البتہ جواز روئے اعتقاد کے فاسق ہو اس کی اقتداء کسی حال میں جائز نہیں اور مذہب مختار کے مطابق جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کو دہرانا لازم ہے خواہ اس کو نماز کے وقت اس کے فسق کا علم ہو یا بعد میں پتا چلے خواہ اس کا فسق ظاہر ہو یا نہ ہو یہی صحیح مذہب ہے۔ (الانصاف: جز:2، ص:253)

مالکیہ کا موقف

فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کے کئی اقوال ہیں۔

علامہ خلیل نے لکھا ہے کہ

فاسق کی اقتداء میں نماز باطل ہے۔ (مختصر خلیل مع الخرشی: جز:2، ص:22)

علامہ خرشی مالکی نے لکھا ہے کہ

معتمد قول یہ ہے کہ فاسق کی امامت صحیح اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل: جز:2، ص:23)

علامہ عدوی مالکی نے لکھا ہے کہ

فاسق کی اقتداء حرام ہے۔ (حاشیۃ العدوی علی الخرشی: جز:2، ص:23)

احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نابینا، دیہاتی، غلام، ولد الزنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس کے بعد علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ

ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لئے مقدم کرنا جائز ہے اور مکروہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اور اس کی شہادت مردود ہوتی ہے۔

ہماری دلیل مکحول کی یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر امیر کے ساتھ جہاد واجب ہے اور ہر امام کے پیچھے نماز واجب ہے اور ہر میت کے اوپر نماز واجب ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (المبسوط: جز:1، ص:40)

علامہ مرغینانی صاحب "ہدایہ" نے بھی فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے اور اسی حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ (ہدایہ اولین: ص:122)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مکحول سے مروی ہے اور ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مبارکہ مرسل مقبول ہوتی ہے۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ متعدد سندوں میں مروی ہے اور اس کی ہر سند میں ضعیف راوی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جو حدیث مبارکہ متعدد ضعیف طریقوں سے مروی ہو وہ محققین کے نزدیک درجہ ''حسن'' کو پہنچ جاتی ہے۔

(فتح القدیر: جز: 1،ص: 305)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

عدی نے کہا: آپ عام مسلمانوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ افتاد پڑی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اب ہمیں فتنہ کرنے والا امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس میں گناہ سمجھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے جب لوگ اچھا عمل کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے اجتناب کرو۔ (صحیح البخاری: جز: 1،ص: 96)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا جماعت کو ترک کرنے سے اولیٰ ہے۔

اور محیط میں لکھا ہے کہ

اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب مل جائے گا البتہ متقی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

اور مبسوط میں ہے کہ

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 5،ص: 232)

حدیث مکحول بیان کرنے کے بعد علامہ سرخسی لکھتے ہیں: صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دوسری نمازیں پڑھنے سے احتراز نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا۔

حسن نے کہا: اگر ہر امت اپنے اپنے خبیثوں کو لے کر آئے اور ہم صرف حجاج کو لے کر آئیں تو ہم غالب رہیں گے۔

کراہت کی وجہ یہ ہے کہ
لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریز کریں گے۔
امام ابو یوسف نے امالی میں کہا: میرے نزدیک امام کا صاحب بدعت ہونا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے متنفر ہوں گے۔ (المسبوط: جز: 1، ص: 41)
علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: محیط میں لکھا ہے کہ
اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ "محیط" کی عبارت میں بدعتی سے مراد وہ شخص ہے، جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اور اس تفصیل کے ساتھ تمام اہل اہواء کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔ البتہ جہمیہ، قدریہ، غالی، روافض، خلق قرآن کے قائلین، خطابیہ اور مشبہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ
جو شخص ہمارے قبلہ والا ہو اور غلو نہ کرتا ہو اور اس کی تکفیر نہ کی گئی ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے البتہ عذاب قبر، شفاعت، رویت باری تعالیٰ اور کراماً کاتبین کے منکروں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 304)
علامہ ابو مسعود حنفی لکھتے ہیں: اگر غیر فاسق موجود ہو تو فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔
اور النہر میں لکھا ہے کہ
فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ (فتح المعین علی ملا مسکین: جز: 1، ص: 208)
علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا پڑھنا بہتر ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاویٰ سے نقل کر چکے ہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ
ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو ٹھیک ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ (البحر الرائق: جز: 1، ص: 349)
ملا علی قاری لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے۔
منتقی میں لکھا ہے کہ
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اہل سنت و جماعت کے مذہب کے متعلق سوال کیا گیا۔
تو ارشاد فرمایا: تم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فضیلت دو۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھو۔

موزوں پر مسح کو جائز رکھو اور ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔(شرح فقہ اکبر:ص:76)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی لکھتے ہیں: اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر ایسا ثواب نہیں ملے گا جو متقی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔(جامع الرموز: جز:1،ص:150)

علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی لکھتے ہیں: فاسق کی اقتداء میں نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

(الاختیار: جز:1،ص:58)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری لکھتے ہیں: بدعتی خواہ فاسد تاویل کرتا ہو اگر اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

منتقی میں مذکور ہے کہ

امام محمد سے شارب عمر کی اقتداء کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے فرمایا: اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور اس میں کراہت نہیں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔(فتاویٰ تاتار خانیہ: جز:1،ص:602)

علامہ ابن عابدین شامی مکروہ تنزیہی کی وجہ میں لکھتے ہیں: کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: ان کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل ہے ورنہ اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔(ردالمحتار: جز:1،ص:376)

علامہ طحطاوی نے بھی درمختار کی شرح میں کراہت تنزیہی کی یہی وجہ بیان کی ہے اور یہی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر: جز:1،ص:242)

علامہ قاضی خان اوزجندی فرماتے ہیں: جہمیہ، قدریہ اور غالی رافضی کے سوا باقی لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز اور مکروہ ہے۔ اسی طرح اس شخص کی اقتداء بھی جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو اور فاسق معلن ہو۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے اور جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔(فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ: جز:1،ص:92)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص از روئے عمل کے فاسق ہو مثلاً زانی اور شرابی ہو تو ابن الحبیب نے یہ زعم کیا کہ جس نے شرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ ہمیشہ نماز دہرائے مگر یہ کہ وہ حاکم ہو۔

اور ایک روایت میں ہے: فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے۔(عمدۃ القاری: جز:5،ص:232)

علامہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں: جو شخص سود خوری میں معروف ہو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے۔ فاسق جمعہ پڑھاتا ہو

اور اس کو منع کرنا دشوار ہو تو بعض علماء نے کہا اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھ لے اور اس کی امامت میں جمعہ ترک نہ کرے۔
(فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الہندیہ: جز:4،ص:55)

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ نمازیں کسی اور مسجد میں پڑھے۔ (تبیین الحقائق: جز:1،ص:135)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: غلام، اعرابی، فاسق اور نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔
(درمختار علی ہامش ردالمحتار: جز:1،ص:376)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں: اعرابی، فاسق، نابینا اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (خلاصۃ الفتاوٰی: جز:1،ص:77)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں: فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور باقی نمازوں کے لئے کسی اور مسجد میں جائے اور اگر صرف وہی جمعہ پڑھاتا ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح: ص:181)

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح: ص:181)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں: اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گناہ گار ہوں گے کیونکہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔
(غنیۃ المستملی: ص:479)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِمَامَةِ الْاَعْمٰی

نابینا کی امامت

یہ باب نابینا کی امامت کے احکام کے بارے میں ہے۔

503 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُومٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ اَعْمٰى

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی امامت کے واسطے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا حالانکہ وہ نابینا تھے۔ (السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:448)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

نابینا کی امامت میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت میں تین قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

نابینا کی امامت بینا سے افضل ہے کیونکہ لہو ولعب اور دوسری ناجائز چیزوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کا خشوع زیادہ کامل ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

نابینا سے بینا کی امامت افضل ہے کیونکہ بینا ہونے کے سبب وہ نجاستوں سے زیادہ احتراز کرتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

دونوں مساوی ہیں۔

اور یہ تیسرا قول ہمارے اصحاب (شوافع) کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اور امام شافعی نے بھی یہی لکھا ہے۔

(شرح للنواوی: ج:1، ص:394)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی 776ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست کو نہیں دیکھ سکتا تاکہ اس سے بچ سکے اور کبھی وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کو پتا نہیں چلتا۔

باقی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نابینا کی امامت مکروہ نہیں ہے۔

محیط میں ہے کہ

نابینا کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے اور بینا کی امامت اولیٰ ہے۔

امام خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں لکھا ہے کہ

جب نابینا سے افضل شخص موجود ہو تب نابینا کی امامت مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابن ام مکتوم کو امام بنایا اور وہ نابینا تھا۔ (غنیۃ المستملی: ص:479)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب غزوہ تبوک گئے تو آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:180)

علامہ حسین بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

نابینا چونکہ قبلہ کی سمت نہیں متعین کر سکتا اور نہ اپنے کپڑے کو نجاست سے بچا سکتا ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر اس سے افضل شخص نہ ملے تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ص:180)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار علی ردالمختار: جز:1،ص:583)

☆ قوله استخلف ابن ام مكتوم رضی الله عنه يوم الناس

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ پر جاتے وقت لوگوں کا امام بنایا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو (13) تیرہ بار نماز کا خلیفہ بنانا ثابت ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: شعبی نے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ غزوات میں تشریف لے گئے اور ہر غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔

شعبی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

فائدہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کا نام عمرو بن قیس ہے ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ ہے ان کی کنیت ام مکتوم (رضی اللہ عنہا) ہے۔ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے جنگ بدر سے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور دارالقراء میں ٹھہرے۔ یہ مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان دیتے تھے اور عام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خلیفہ بناتے تھے اور یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر گئے ہوئے تھے تو یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: جز:4،ص205تا206)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے۔ پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام غزوات میں ان کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بناتے تھے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ اس کے بعد حافظ عسقلانی نے امام عبدالبر کے حوالے سے ان تیرہ غزوات کی تفصیل کی ہے۔ (الاصابہ: جز:4،ص:495)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرطبی متوفی 463ھ نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ (الاستیعاب: جز:3،ص:276)

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری متوفی 630ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تب بھی آپ نے ان ہی کو خلیفہ بنایا تھا۔ (اسد الغابہ: ج:4،ص:252)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: ان کے نام میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام عبداللہ ہے۔

اور اکثر مورخین نے کہا ہے کہ

ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہے۔ ان کی ماں کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبداللہ ہے یہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور مہاجرین اولین میں سے تھے اور نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ منورہ میں آ گئے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

غزوہ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد آئے تھے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ نبی کریم ﷺ ان کو عام غزوات میں مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بناتے تھے اور یہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ یہ جنگ قادسیہ میں گئے اور وہیں شہید ہو گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہاں سے آ کر وفات ہوئی۔ (الاصابہ: رقم الحدیث:5780)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِمَامَةِ الزَّائِرِ

باب! زائر کی امامت

یہ باب زائر کی امامت کے احکام کے متعلق ہے۔

504 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبَانُ عَنْ بُدَيْلٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ عَطِيَّةَ مَوْلًى مِّنَّا قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ يَّاْتِينَا اِلٰى مُصَلَّانَا هٰذَا فَاُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُلْنَا لَهٗ تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ فَقَالَ لَنَا قَدِّمُوْا رَجُلًا مِّنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ وَسَاُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا اُصَلِّي بِكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ

ابو عطیہ سے مروی ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے نماز پڑھنے کے اس مقام پر تشریف لے آئے تو نماز کھڑی ہونے لگ گئی۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ آگے تشریف لے چلئے نماز پڑھایئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا۔ اپنے اندر سے کوئی نماز پڑھانے والا آگے کرو اور میں ابھی تمہیں حدیث مبارکہ بتاتا ہوں کہ میں تم کو کیوں نہیں نماز پڑھاتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو کسی قوم کی زیارت کرنے کے واسطے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہی میں سے کوئی آدمی امامت کرے۔

(معجم الکبیر: جز:19، ص:286، سنن البیہقی الکبری: جز:3، ص:126)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

جو امام مقرر ہو اس کی موجودگی میں غیر امام کو امامت کرانا جمہور آئمہ کرام کے نزدیک امام کی اجازت سے جائز ہے اور اسحاق بن راہویہ نے اس میں جمہور کا بھی اختلاف کیا وہ کہتے ہیں کہ امام کی اجازت ہو یا نہ ہو غیر امام کی امامت جائز ہی نہیں۔

اسحاق بن راہویہ کی دلیل اسی باب کی زیر بحث حدیث مبارکہ ہے کہ جس میں فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی زیارت کرنے کے واسطے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہی میں سے کوئی شخص امام کرے۔

جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ

اسی سنن ابو داؤد میں من احق بالامامۃ کے باب میں حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ والی روایت موجود ہے کہ جس کے آخر میں ہے کہ نہ امامت کرے کوئی شخص دوسرے کے گھر میں اور نہ اس کی بادشاہی میں اور نہ ہی اس کی مسند پر بیٹھے مگر اجازت دے۔ یہ روایت مثبت پر دلالت کرتی ہے اور حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ ثقہ راوی ہیں لہٰذا اس کو ترجیح حاصل ہے اور اس میں انہوں نے الا باذنہ کی بھی صراحت فرمائی ہے اور اسی اجازت پر یہ مسئلہ بھی تفریع ہے

کرایہ کا مکان ہے اس میں مالک مکان اور کرایہ دار اور مہمان تینوں موجود ہیں تو کرایہ دار زیادہ حق دار ہے وہی اجازت دے گا اور اسی سے اجازت لی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:83)

مسئلہ

کسی کے مکان میں جماعت قائم ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط امامت پائی جائیں تو وہی امامت کے لئے اولیٰ ہے اگرچہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے بوجہ فضیلت علم کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:83)

قوله ابی عطیه رضی الله عنه

حضرت ابوعطیہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور عقیلی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

مرأۃ المناجیح میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ عقیلی ہیں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے آپ رضی اللہ عنہ بنی عقیل کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:549)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْإِمَامِ يَقُومُ مَكَانًا اَرْفَعَ مِنْ مَكَانِ الْقَوْمِ

باب! امام کا لوگوں کی جگہ سے اونچا کھڑا ہونا

یہ باب امام کا لوگوں کی جگہ سے اونچا کھڑے ہو کر امامت کرانے کے احکام میں ہے۔

505 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ وَاَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الرَّازِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَعْلٰى حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامٍ اَنَّ حُذَيْفَةَ اَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ عَلٰى دُكَّانٍ فَاَخَذَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ بِقَمِيْصِهٖ فَجَبَذَهٗ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ قَالَ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرْتُ حِيْنَ مَدَدْتَنِيْ

ہمام سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں دکان پر کھڑے ہو کر امامت فرمانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قمیض سے پکڑ کر کھینچا جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز سے فراغت پائی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کو پتا نہیں کہ لوگوں کو اس بات سے روکا جاتا تھا، فرمایا کیوں نہیں تحقیق جب آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے کھینچا تو مجھے بات یاد آ گئی۔

(المستدرک: جز:1،ص:329، سنن البیہقی الکبرٰی: جز:3،ص:108، مصنف ابن ابی شیبہ: جز:2،ص:262)

506 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ خَالِدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِالْمَدَائِنِ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَتَقَدَّمَ عَمَّارٌ وَقَامَ عَلٰى دُكَّانٍ يُصَلِّيْ وَالنَّاسُ اَسْفَلَ مِنْهُ فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَاَخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهٗ عَمَّارٌ حَتّٰى اَنْزَلَهٗ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهٖ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِيْ مَكَانٍ اَرْفَعَ مِنْ

مَقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ قَالَ عَمَّارٌ لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ اَخَذْتَ عَلٰى يَدَيَّ

عدی بن ثابت انصاری کوایک شخص نے بیان کیا جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدائن میں تھا۔ نماز کھڑی ہونے لگ گئی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے اور خود دکان پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے اور لوگ اس کے نیچے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آگے تشریف لا کر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا حتیٰ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نیچے لے آئے۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نماز سے فراغت پائی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی قوم کی امامت کروائے تو ان کی جگہ سے اونچا نہ کھڑا ہو یا اس طرح فرمایا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی لیے میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کی جب آپ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ کو پکڑا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 506)

تشریح: مذاہب آئمہ کرام

امام کا مقتدی سے اونچی جگہ ہونے میں آئمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے مگر اس مسئلہ میں آئمہ اربعہ کی چند قیودات ہیں۔ حنابلہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور شوافع اور مالکیہ کے نزدیک اگر اونچائی ضرورۃً ہو تو جائز ہے مثلاً تعلیم کی ضرورت کی بناء پر جس طرح کہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی قیام اور رکوع منبر پر فرمایا اور سجود کے لئے نیچے اتر آئے تھے پھر ارشاد فرمایا: انی فعلت هذا لتا تموابی ولتعلموا صلوتی......

حنابلہ نے کہا ہے کہ یہ اونچائی صرف ایک درجہ منبر کی مقدار تھی اور اونچائی آسانی کے واسطے میں ہونا حرج نہیں۔

مالکیہ نے کہا ہے کہ اگر امام یا مقتدی بلند جگہ پر تکبر کی بناء پر کھڑا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

احناف نے کہا ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب صرف امام یا صرف مقتدی اونچائی پر کھڑا ہو اور اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی بھی ہوں تب کراہت مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور اس کا برعکس ہو یعنی مقتدی بلندی پر ہو اور امام نیچی جگہ میں تو احناف، شوافع کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

☆ قوله بالمدائن

مدائن سے مدائن کسریٰ مراد ہے جو کہ بغداد میں واقع ہے اور اکاسرہ کا دار المملکہ تھا جمع کے ساتھ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بہت بڑا شہر تھا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِمَامَةِ مَنْ يُّصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلٰوةَ

باب! اس شخص کا امامت کرانا جو کہ اس نماز کو لوگوں کے ساتھ پڑھ چکا

یہ باب اس شخص کی امامت کرانے کے متعلق ہے جو کہ اس نماز کو پہلے لوگوں کے ساتھ پڑھ چکا تھا۔

507 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ يَاْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلٰوةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نماز عشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ادا فرماتے پھر اپنی قوم کے پاس آتے تو ان کو یہی نماز پڑھاتے۔

(معجم الصغیر: جز:2، ص:190)

508 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّ مُعَاذًا كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ

عمرو بن دینار نے حضرت بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا فرماتے پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان کی امامت کراتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:508)

تشریح

اس باب میں فرض پڑھنے والے کی نماز کا نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے اور اس بارے میں دو احادیث مبارکہ پیش کی گئی ہیں۔

اختلاف آئمہ کرام

داؤد ظاہری اور شوافع کے نزدیک فرض پڑھنے والے کی نماز کا نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اور احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک فرض پڑھنے والے کی نماز کا نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث مبارکہ کا یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جا کر جب عشاء کی نماز پڑھاتے تو وہ نفلی کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی۔ پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھ لیں تو یہ جائز ہے اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام

مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا مؤقف یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔
(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: جز:1، ص:418)

آئمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کو امام اس وجہ سے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے لہٰذا امام سے اختلاف نہ کرو۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:100)

اور یہاں پر اس سے بڑھ کر اور کیا مخالفت ہوسکتی ہے کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی نے فرض کی نیت کر رکھی ہو۔ لہٰذا جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز ہی نہیں اگر یہ کہا جائے کہ مفترض کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام ضامن ہے۔ (جامع ترمذی: ص:57)

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہٰذا فرض تو نفل کو شامل ہوسکتا ہے یعنی مفترض کی اقتداء میں متنفل کی نماز ہوسکتی ہے مگر نفل فرض کو شامل نہیں ہوسکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوسکتی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ نے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے متنفل کے پیچھے فرض نماز پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ

جمہور آئمہ ثلاثہ اس حدیث مبارکہ کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث مبارکہ منسوخ ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس حدیث صحیح کے مزاحم نہیں ہوسکتیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ نے جمہور کے جوابات میں جس قدر باتیں کیں وہ سب بے اصل ہیں۔

چنانچہ جمہور آئمہ ثلاثہ نے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے چند جواب دیئے ہیں۔

1- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے خود بیان نہیں فرمایا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے۔

اب یہاں پر دو احتمال ہیں۔

ایک احتمال یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم میں جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لئے نفل کی نیت کرتے ہوں۔ اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں مگر اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا خاص طور پر جبکہ مخالف احتمال زیادہ قوی ہو کیونکہ جب دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو چکا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جا کر فرض پڑھاتے تھے۔

اور قاعدہ ہے کہ

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال .

لہٰذا جب یہاں پر احتمال باتوں کا پایا گیا تو استدلال بھی باطل ہو گیا۔

2-اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دونوں مقام پر فرض پڑھتے تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

مسند احمد بن حنبل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور شرح معانی الآثار میں اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی لمبی قرأت کرنے کی شکایت کی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! فتنہ مت ڈالو یا صرف میری اقتداء میں نماز پڑھو اور یا اپنی قوم کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔ (مسند احمد: جز:5، ص:74)

ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فرمان مقدس میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ایک فرض دو بار نہیں پڑھے جاتے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے دو باتوں میں ایک بات معین کر دی یا تو میرے ساتھ پڑھ لیں یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

آپ ﷺ کی مراد یہ نہیں ہے کہ صرف ایک جگہ نماز پڑھو بلکہ دراصل تطویل نماز سے روکنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یا تو صرف میرے ساتھ پڑھو اگر مختصر نماز نہیں پڑھا سکتے اور اگر مختصر نماز پڑھا سکتے ہو اپنی قوم کو تو پھر میرے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہو۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا "اگر اپنی قوم کو مختصر نماز نہیں پڑھا سکتے" صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا کیا مطلب کہ اگر تم تخفیف

نہیں کر سکتے کے کیا معنیٰ؟ کیا وہ تحفیف پر قادر نہیں تھے اور پھر تحفیف آئمہ اربعہ تو مامور بہ من الشارع ہے اس میں تعلیق کس طرح درست ہے؟

اس کی مزید تفصیل میں علامہ جمال الدین زیلعی متوفی 762ھ لکھتے ہیں: 1- امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک نماز دو مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس طرح کرتے تھے بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا۔ اور نسخ پر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

ایک نماز ایک دن میں دوبارہ نہ پڑھی جائے۔

2- چونکہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ ان صحیح احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا اس لیے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کا معاملہ تھا جب زیادہ امام میسر نہ تھے اس لیے بامر مجبوری اس فعل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مقدس سے یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

3- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک متنفل کی اقتداء میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور آئمہ اربعہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرائض میں احتیاط لازم ہے اس لیے احتیاط کا مقتضیٰ یہی ہے کہ متنفل کی اقتداء میں فرض نہ ادا کیے جائیں۔

4- حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے علی سبیل التنزیل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہو گی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

5- اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز خوف پڑھائی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھاتے پھر یہ جماعت چلی جاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری رکعت پڑھاتے پھر دونوں جماعتیں باقی ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دوبار پڑھنا یعنی ایک بار بطور فرض کے اور دوسری بار بطور نفل کے پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے کے لئے آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب اللہ تعالیٰ کے رسول نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھائے تو پھر کسی اور کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض نماز پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے۔

(نصب الرایہ: ج:2، ص:54)

☆ **قوله ان معاذ بن جبل رضی الله عنه یصلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم العشاء**

صحیحین میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ عشاء کی نماز کا ہے اور اسی طرح سنن ابوداؤد میں بھی یہاں پر عشاء کا قصہ ہے مگر اسی سنن ابوداؤد میں ابواب القرأت میں ایک روایت میں بجائے عشاء کے مغرب کا لفظ وارد ہوا ہے اسی طرح نسائی میں ایک روایت میں عشاء اور ایک روایت میں مغرب کا لفظ وارد ہوا ہے لہٰذا یہ تعدد واقعہ ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس واقعہ کو تعدد واقعہ پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں یہ بعید بات ہے کہ ایک بار تنبیہ کرنے کے بعد بھی دوبارہ اس طرح کریں لہٰذا عشاء ہی کا قصہ درست ہے جس طرح کہ یہاں پر بیان کیا گیا۔

اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ

اس قصہ کے متعدد ہونے کو اس پر محمول کیا جائے کہ پہلی بار کا واقعہ پیش آیا تو اس کی شکایت ابھی تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچی تھی کہ پھر دوسری بار دوسری نماز میں بھی اسی طرح صورت پیش آئی تو دونوں واقعات کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی ساتھ ملی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یاد فرما کر تنبیہ فرمادی۔

مسئلہ

فرض نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے اور ایک فرض والے کی دوسرے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوسکتی خواہ دونوں کے فرض دو نام کے ہوں مثلاً ایک ظہر پڑھتا ہو دوسرا عصر یا صفت میں جدا ہوں۔ مثلاً ایک آج کی ظہر پڑھتا ہو دوسرا کل کی اور اگر دونوں کی ایک ہی دن کے ایک ہی وقت کی قضا ہوگئی ہے تو ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے یونہی اگر امام نے عصر کی نماز غروب سے پہلے شروع کی دو رکعتیں پڑھیں کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اب دوسرا شخص جس کی اسی دن کی نماز عصر جاتی رہی پچھلی رکعتوں میں اس کی اقتداء کرسکتا ہے البتہ اگر یہ مقتدی مسافر تھا تو اس کی اقتداء نہیں کرسکتا مگر غروب سے پہلے نیت اقامت کرلی ہو تو کرسکتا ہے۔ (فتاوی ہندیہ: جز:1،ص:86، درمختار: جز:2،ص:391)

مسئلہ

نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتداء کرسکتا ہے اگرچہ مفترض پچھلی رکعتوں میں قرأت نہ کرے۔

(فتاوی ہندیہ: جز:1،ص:85)

قوله عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں سلمی ہیں بہت احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ 18 غزوات میں شریک ہوئے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام و مصر گئے آخر نابینا ہو گئے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چورانوے سال ہوئی۔74ھ چوہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے زمین مدینہ منورہ صحابی سے خالی ہوگئی۔(مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:525)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ

باب!امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانے کا بیان

یہ باب امام کے بیٹھ کر نماز پڑھانے کے احکام کے متعلق ہے۔

509 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلَّى صَلٰوةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّصَلَّيْنَا وَرَائَهُ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَّاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کے اوپر سوار ہوئے تو نیچے تشریف لے آئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی جانب والی کروٹ زخمی ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانب پھرے تو ارشاد فرمایا امام اتباع کے لئے ہی بنایا جاتا ہے لہٰذا جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھا کرو جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھ جاؤ جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو۔

(معجم الاوسط: ج:4،ص:70، المؤطا: ج:1،ص:245، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:97، سنن دارمی: ج:1،ص:319)

510 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بِالْمَدِيْنَةِ فَصَرَعَهٗ عَلٰى جِذْمِ نَخْلَةٍ فَانْفَكَّتْ قَدَمُهٗ فَاَتَيْنَاهُ نَعُوْدُهٗ فَوَجَدْنَاهُ فِيْ مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسَبِّحُ جَالِسًا قَالَ فَقُمْنَا خَلْفَهٗ

فَسَكَتَ عَنَّا ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى نَعُوْدُهٗ فَصَلَّى الْمَكْتُوْبَةَ جَالِسًا فَقُمْنَا خَلْفَهٗ فَاَشَارَ اِلَيْنَا فَقَعَدْنَا قَالَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِذَا صَلَّى الْاِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا وَّاِذَا صَلَّى الْاِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَّلَا تَفْعَلُوْا كَمَا يَفْعَلُ اَهْلُ فَارِسَ بِعُظَمَائِهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں گھوڑے کے اوپر تشریف فرما ہوئے تو گھوڑے نے کھجور کی جڑ کے اوپر گرادیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں زخم ہوگیا۔ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کی خاطر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما تسبیح کرتے ہوئے پایا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات نہ فرمائی پھر ہم حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر فرض نماز پڑھ رہے تھے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ جانے کا اشارہ فرمایا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو اور جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو۔ اور اہل فارس کی طرح نہ کرو جو وہ سردار لوگوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:3،ص:53، مسند ابی یعلیٰ: جز:3،ص:411، مشکل الآثار للطحاوی: جز:12،ص:340)

511 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَعْنٰى عَنْ وُّهَيْبٍ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَلَا تُكَبِّرُوْا حَتّٰى يُكَبِّرَ وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَلَا تَرْكَعُوْا حَتّٰى يَرْكَعَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ مُسْلِمٌ وَّلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَسْجُدُوْا حَتّٰى يَسْجُدَ وَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَّاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَفْهَمَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اٰدَمَ الْمِصِّيْصِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ بِهٰذَا الْخَبَرِ زَادَ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا لَيْسَتْ بِمَحْفُوْظَةٍ الْوَهْمُ عِنْدَنَا مِنْ اَبِيْ خَالِدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام اتباع کے واسطے ہی بنایا جاتا ہے جب وہ تکبیر کہا کرے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور تم تکبیر نہ کہا کرو حتیٰ کہ وہ کہے۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کیا کرو

اورتم رکوع نہ کیا کرو حتیٰ کہ وہ رکوع کرلے اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لك الحمد کہا کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کیا کرو اور تم سجدہ اس وقت تک نہ کیا کرو حتیٰ کہ وہ سجدہ کرلے اور جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے میرے بعض اصحاب نے اللھم ربنا لك الحمد سلیمان سے روایت کرکے سمجھایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام اتباع ہی کے لئے بنایا جاتا ہے اس خبر کے ساتھ یہ بھی زیادتی ہے کہ جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہا کرو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ زیادتی ہے اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہا کرو، محفوظ نہیں ہے ہمارے ابوخالد کا وہم ہے۔

(معجم الاوسط: جز:6،ص:116، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:93، مسند احمد: جز:17،ص:188)

512 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلّٰى وَرَآئَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنٰى اَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَآئَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّاَبُوْ بَكْرٍ يُكَبِّرُ لِيُسْمِعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَهٗ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی تو کچھ لوگ پیچھے قیام کرکے نماز پڑھنے لگ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری جانب التفات فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ امام اتباع کے واسطے ہی بنایا جاتا ہے پس جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کیا کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھ جایا کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری بوسہ دینے آئی تو ہم نے اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر فرماتے کہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر سنائی جاسکے۔ پھر آگے حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث:512)

513 حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا زَيْدٌ يَعْنِيْ ابْنَ الْحُبَابِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ

حُصَيْنٌ مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ قَالَ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ إِمَامَنَا مَرِيضٌ فَقَالَ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ امامت فرماتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیمارداری کی خاطر تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام مریض ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ متصل نہیں ہے۔

(مستدرک: ج:3، ص:327)

شرح: اختلاف آئمہ کرام

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما نے یہ کہا ہے کہ

جب امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو چاہئے وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ کا تقاضہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو۔ کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ کہا ہے کہ

جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

جمہور کی یہ دلیل ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد ایک تصریح یہ بھی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تکبیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(شرح للنواوی: ج:1، ص:177)

اور صاحب مشکوٰۃ نے حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ واقعہ شروع شروع کا ہے اور مرض الوفات کا واقعہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیٹھ کر پڑھائی

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی وہ اس کے لئے ناسخ ہے۔

امام اور مقتدی کا رکوع سے کھڑے ہوتے وقت تسبیح کرنا

☆ قولہ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد

اختلاف آئمہ کرام

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی اللھم ربنا لک الحمد کہیں۔

چنانچہ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ربنا لک الحمد کہنا ہر نمازی کے لئے مشروع ہے یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ

منفرد ربنا لک الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے۔

اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے یہ کہا ہے کہ

امام کے لئے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہا کرو۔

(المغنی: جز: 1، ص: 300)

امام کے پیچھے خاموش رہنا

☆ قولہ: و اذا قرأ فانصتوا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

یہ حدیث مبارکہ احناف کی دلیل ہے۔

اختلاف فقہاء کرام

قرأت خلف الامام میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ

اشہب مالکی، ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ

امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے۔

ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت اپنے دل میں پڑھو۔

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ

جب امام قرأت کرے تو اس کے معنیٰ میں تدبر کرو۔

تابعین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ

امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔

انہوں نے کہا ہے کہ صرف ہونٹ ہلائے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں تین قول ہیں۔

ایک قول کوفیوں کی مانند ہے اور ایک قول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مانند ہے اور ایک قول جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کی طرح ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے۔

ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:150)

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی مالکی متوفی 656ھ و اذ اقرء فانصتوا کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث مبارکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اور ان فقہاء کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی قرأت نہ کرے اور امام دار قطنی کا اس حدیث مبارکہ پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی صحت پر حفاظ کا اجماع نہیں ہے۔ کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔ (المفہم: جز:2،ص:39)

امام مالک کے نزدیک قرآن مجید نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز اس کا سننا واجب ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:404)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی المالکی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں: فرض نماز اور نفل نماز میں امام پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر واجب نہیں ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے خواہ نماز سری

ہو یا جہری البتہ سری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ (حاشیۃ الخرشی علی مختصر سیدی خلیل: جز:1،ص:269)

فقہاء حنابلہ کا موقف

علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں: اثرم نے نقل کیا ہے کہ
مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔
ابن الزاغوانی نے شرح الخرقی میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔
اور ہمارے اکثر اصحاب اس کے وجوب کو نہیں پہچانتے اس کو نوادر میں نقل کیا ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔
ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ
ایک قول یہ ہے کہ جس نماز میں آہستہ قرأت ہوتی ہے اس میں مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے۔
ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ ہر رکعت میں جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے۔
اور انہوں نے کہا کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا کفایت کرے گا اور سری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور سکتات میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الفروع: جز:1،ص:427)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (الاعراف:204)
اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے قرأت فرمائی تھی۔
پھر ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی تھی؟
ایک شخص نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے قرأت کی تھی۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تب ہی میں سوچ رہا تھا کہ مجھے قرآن پڑھنے میں دشواری کیوں ہو رہی ہے پھر لوگ ان نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت کرتے تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا۔ (الکافی: جز:1،ص:246)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: صحیح مذہب یہ ہے کہ
ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے یہ امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ
نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ نخعی، ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم سے بھی اسی طرح

روایت ہے کہ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پہلی دورکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو۔ نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہوتی تو جہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب ہوتی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط (مزمل:20)

تو قرآن سے جتنا ہو سکے پڑھا کرو۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے اور دوسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی روایت میں ہے۔

اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

اور حضرت ابوسعید اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کو پڑھیں نیز جس نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو ارشاد فرمایا: تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس سے پہلے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے۔ نیز حضرت عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے اس کی مخالفت کی ہے۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تا کہ اس وقفہ میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں تا کہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں۔

یہ امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ اور اصحاب رائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں۔ ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کی قرأت کے بعد۔ عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث محفوظ ہے۔

اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: امام کے لئے دو سکتے ہیں ان میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو۔ ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ و لا الضالین کہے۔

عروہ بن زبیر نے کہا: میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کہتا ہے تو میں اس وقت سورہ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورہ ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں اور یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔ (المغنی: جز:1، ص:288،291)

فقہاء شافعیہ کا موقف

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ اس آیت واذا قرء فانصتوا کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کا سننا مطلقاً واجب ہے اور عامۃ العلماء کے نزدیک خارج از نماز قرآن مجید کا سننا مستحب ہے اور جو علماء امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کو واجب نہیں کہتے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال ضعیف ہے۔ (انوار التنزیل: جز:3، ص:86)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے موافقین نے کہا ہے کہ

امام، مقتدی اور منفرد سب پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں؟

تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو۔

اس کا معنیٰ ہے کہ اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو۔ اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق

نہیں ہوگا۔(شرح للنواوی:جز:1،ص:70)

احناف کا موقف

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے ''فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ...... جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو'' اور رسول اللہ ﷺ کا بھی حکم ہے کہ کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی، لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے ''جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے'' تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ آئمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے۔اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے۔

اسی طرح حدیث مبارکہ ہے کہ

اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو۔

یہ بھی مقتدی کے غیر پر محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لئے بھی شرعاً قرأت ثابت ہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی۔یہ حدیث مبارکہ متعدد اسناد کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ مرسل ہے۔متعدد راویوں نے اس حدیث مبارکہ کو ارسال سے بیان کیا ہے۔ایک سند سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو مرسلاً روایت کیا ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ

اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔

امام محمد بن الحسن نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے از ابوحنیفہ از ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبداللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی کریم ﷺ۔

آپ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کو سفیان، شریک، جریر اور ابوالزہیر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اس لیے مخالفین کا اس حدیث مبارکہ کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث مبارکہ میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر

متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث مبارکہ کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث مبارکہ کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے۔

امام ابوعبداللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا۔ کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو۔ دونوں تکرار کرنے لگے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ

ظہر یا عصر میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا۔ الحدیث

اس سے معلوم ہوا کہ

حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث مبارکہ کے معارض یہ روایت ہے کہ

مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن مجید پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔

اسی طرح امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید پڑھنا دشوار ہوا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے۔

ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جس حدیث مبارکہ میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث مبارکہ ان احادیث مبارکہ پر مقدم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ دیگر احادیث مبارکہ سے مؤید ہے۔ ہر چند کہ اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا۔

جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

امام دار قطنی نے اس حدیث مبارکہ کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ

اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے مگر یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔ امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اسماعیل کا متابع ہے، نضر بن عبداللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نضر بن عبداللہ از حسن اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً و متناً یہی روایت ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے مگر اس میں کلام ہے۔

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

عبداللہ بن مقاسم نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا۔

تو انہوں نے کہا: کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

امام محمد بن حسن نے اپنی موطا میں اپنی سند کے ساتھ ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا۔

تو انہوں نے کہا: خاموش رہو، نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے اور اسی کتاب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں۔

اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے کہ

میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

امام محمد نے اپنی موطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے۔

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوجمرہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔

کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کروں۔

انہوں نے کہا: نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

امام نسائی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ

ہر نماز میں قرأت ہے۔

ارشاد فرمایا: ہاں۔

انصار کے ایک شخص نے کہا: جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔

اگر مؤخر الذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا کلام ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔ اسی (80) کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے۔

ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اسماء شامل ہیں۔

اور محدثین کے ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں۔ مگر مقتدی کا حصہ قرآن مجید سننا اور خاموش رہنا ہے کیونکہ قرأت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ (ص:29)

یہ مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تا کہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔

اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے جیسے جمعہ کا خطبہ، وعظ اور تذکیر کے لئے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سننا واجب ہے تا کہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے اس کے برخلاف باقی ارکان خشوع کے لئے مشروع کئے گئے ہیں اور خشوع رکوع وسجود سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں وسعت سے ہوسکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O (الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روات ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں دو چیزوں کا حکم ہے۔ سننے اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لئے سننا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے خاموش رہنا ممکن ہے۔

محیط میں مذکور ہے کہ

مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوگی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہوجائے جو قرأت کا محل ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لئے بھی ایک رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کی نماز جائز

ہے خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لئے بھی قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔ مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لئے بھی قرأت بھی رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی۔ جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا۔

تو ہم کہیں گے کہ

کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے۔ البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع سے مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (فتح القدیر: جز:1 ص294 تا297)

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے امام کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا اس نے نماز (کی رکعت) کو پالیا۔ (سنن دارقطنی: جز:1 ص:347)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ مگر مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور سنے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

احتیاطاً قرأت کرنا مستحسن ہے۔

اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قرأت کرے تو وہ فرماتے جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے۔

نافع نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ: جز:2 ص:161)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:880)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرأت کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں مٹی بھر دی جاتی۔

عبیداللہ بن مقسم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا۔

توانہوں نے کہا کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

ابوحمزہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ

کیا وہ امام کے پیچھے قرأت کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں فرمایا۔ (شرح معانی الآثار: ص:129)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت ثابت ہے اور حضرت ابوسعید، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات وارد ہیں۔

(الدرایہ مع الہدایہ الاولین: ص:121)

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی 587ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ (الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے مگر خاموش رہنا ممکن ہے۔ پس اس سے ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں خاموش رہنا واجب ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو ترک کر دیا اور ان کے امام رسول اللہ ﷺ تھے۔

پس ظاہر ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے قرأت کو ترک کیا تھا اور حدیث مشہور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سوتم اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن مجید پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث مبارکہ میں امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک بغیر قرأت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قرأت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قرأت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قرأت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(بدائع الصنائع: جز: 1، ص: 524)

مزید احناف کے مؤقف پر دلائل حسب ذیل ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ (الاعراف: 204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم میں سے بعض بعض کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے کہ

سلام علی فلاں، سلام علی فلاں

حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا

بشیر بن جابر سے روایت ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ انہوں نے لوگوں کو امام کے ساتھ نماز میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے۔

تو انہوں نے کہا: ابھی تک تمہاری سمجھ داری کا وقت نہیں آیا؟

کیا ابھی تک تمہیں عقل نہیں آئی؟

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو جس طرح تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

یہ حدیث فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ

نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن جریر کے علاوہ امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ نے بھی روایت کیا ہے۔

ان کے علاوہ حافظ ابن کثیر اور حافظ سیوطی نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کر رہا تھا اور عبید بن عمیر اور عطاء بن ابی رباح باتیں کر رہے تھے۔

میں نے کہا: آپ دونوں وعظ نہیں سن رہے اور وعید کے مستحق ہو رہے ہیں ان دونوں نے میری طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر اپنی نصیحت دہرائی۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ جب میں نے تیسری بار کہا تو انہوں نے میری طرف دیکھا۔

اور کہا کہ یہ حکم صرف نماز کے متعلق ہے۔

مجاہد، سعید بن جبیر اور ضحاک سے بھی روایت ہے کہ

قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم اس وقت ہے جب قرآن مجید کو نماز میں پڑھا جائے۔

حضرت ابن عباس، ابراہیم نخعی، عامر، قتادہ، ابن زید اور زہری سے بھی یہی مروی ہے کہ

یہ حکم نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نماز کے علاوہ تلاوت کے دوران قرأت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت نفل ہے خواہ وعظ میں ہو۔ اس تلاوت کے دوران خاموش رہنا فرض نہیں ہے۔

مجاہد اور عطاء بن ابی رباح سے یہ روایت بھی ہے کہ

قرآن مجید کی تلاوت کے دوران سننے اور خاموش رہنے کا حکم نماز اور خطبہ میں ہے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ

یہ حکم جمعہ کے خطبہ کے متعلق ہے۔

نیز مجاہد سے روایت ہے کہ

یہ حکم نماز اور خطبہ کے متعلق ہے۔

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ

دو وقتوں میں خاموش رہنا واجب ہے جب امام نماز میں قرآن پڑھ رہا ہو یا وہ خطبہ دے رہا ہو۔

حسن بصری، سعید بن جبیر اور عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ

یہ حکم نماز اور خطبہ دونوں کے متعلق ہے۔ (جامع البیان: جز:9، ص216 تا 220)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں: ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا لازم ہے خواہ یہ قرأت نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرمان یہ ہے کہ

یہ آیت مقتدی کے قرأت امام سننے کے متعلق ہے۔ (تفسیر مدارک: جز:1، ص:458)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی 725ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے سنا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ابھی تک یہ وقت نہ آیا کہ تم اس آیت کو وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ پڑھو۔

(تفسیر خازن: جز:2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی 68ھ لکھتے ہیں: جب فرض نماز میں قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کی قرأت کو کان لگا کر سنو اور قرآن مجید پڑھتے وقت خاموش رہو۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ص:187)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا مطلقاً واجب ہے کیونکہ یہ آیت ہر چند کہ نماز کے متعلق وارد ہے مگر اعتبار خصوصیت سبب کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔

(ردالمحتار: جز:1، ص:366)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی پڑھی۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا: تم میں سے سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی کس نے پڑھی تھی؟
لوگ خاموش رہے آپ نے تین بار پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہے۔
پھر ایک شخص نے کہا: میں نے پڑھی تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے خلجان میں مبتلا کر رہا ہے۔

(سنن دارقطنی: جز:1، ص:325)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے۔
اس نے کہا: کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(سنن دارقطنی: جز:1، ص:325)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:330)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:326)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون الجھا رہا تھا؟ پھر آپ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع کر دیا۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:327)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خاموش رہو امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:330)

ایک اور روایت میں ہے: شعبی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کے پیچھے نماز میں قرأت نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:330)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:330)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطاء کی۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:332)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطاء کی۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:332)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:333)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ

ہر نماز میں قرأت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!

انصار کے ایک شخص نے کہا: یہ قرأت واجب ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: درآں حالیکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھا۔

آپ نے فرمایا: میرا گمان صرف یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔(سنن دار قطنی: جز: 1،ص:333)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔(سنن دار قطنی: جز: 1،ص:333)

ایک اور روایت میں ہے: ابووائل سے روایت ہے کہ

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

اور کہا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔

نماز میں صرف ایک مشغولیت ہے اور اس کے لئے تمہیں امام کافی ہے۔(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو میں چاہتا ہوں اس کے منہ میں انگارے ہوں۔(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: نافع اور انس بن سیرین سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: اسود نے کہا: امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔
(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سراً۔(المصنف: جز: 1،ص:376)

ایک اور روایت میں ہے: ابوبشر کہتے ہیں کہ

میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے کہا: امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔(المصنف: جز: 1،ص:377)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔(المصنف: جز: 1،ص:377)

ایک اور روایت میں ہے: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا۔
انہوں نے کہا: ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔
اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ
رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔
(المصنف: جز: 1، ص: 139)

ایک اور روایت میں ہے: ابواسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: جز: 1، ص: 140)
ایک اور روایت میں ہے: عبیداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔
کیا آپ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے؟
انہوں نے کہا: نہیں۔ (المصنف: جز: 1، ص: 141)

ایک اور روایت میں ہے: عبداللہ اپنے والد محترم سے وہ علی بن عبداللہ سے وہ جریر سے وہ سلیمان تیمی سے وہ قتادہ سے وہ ابی غلاب سے وہ حطان بن عبداللہ الرقاشی سے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم ارشاد فرمائی کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص امامت کرے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسند احمد: جز: 2، ص: 415)

ایک اور روایت میں ہے: عبداللہ اپنے والد سے وہ سعد سے وہ محمد بن میسر سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام کو امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (مسند احمد: جز: 2، ص: 376)

ایک اور روایت میں ہے: سالم بن نوح فرماتے ہیں کہ
عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروہ قتادہ سے وہ یونس بن جبیر سے وہ حطان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔
تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم ارشاد فرماتے کہ امام کو امام اس لیے بنایا

جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

(سنن دار قطنی: ج:1،ص:231)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن سعد انصاری، محمد بن عجلان سے وہ زید بن اسلم سے وہ ابو صالح سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کو امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (سنن نسائی: ج:1،ص:93)

ایک اور روایت میں ہے: اسحاق بن ابراہیم، سلیمان تیمی سے اور یہ سب قتادہ سے اس کی سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سلیمان تیمی سے انہوں نے قتادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے۔ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔

ابوبکر نے امام مسلم سے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" کیسی حدیث مبارکہ ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ میرے نزدیک صحیح حدیث مبارکہ ہے۔

ابوبکر نے کہا: پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے ہر اس حدیث مبارکہ کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث مبارکہ کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:174)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امام کے پیچھے قرأت کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مذہب حنفیہ دربارۂ قرأت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمیہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولانا کمال الملۃ والدین محمد ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے جیسا کہ درمختار میں بیان کیا گیا ہے۔ خود تصانیف امام محمد (رحمۃ اللہ علیہ) میں جابجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث مبارکہ واخبار وارد۔

اور فرمایا کہ ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرأت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ مؤطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت، یہ بات شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں کہی ہے بایں ہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مرجوحہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل ووہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ کرام وتابعین کرام رضی اللہ عنہم کا ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملۃ والدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ اجماع صحابہ کیا ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ احادیث وآثار کہ اس باب میں وارد بیحد وشمار یہاں بخوف طوالت

بیان بعض پر اختصار۔

حدیث:1

صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چپ رہو۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:174)

حدیث مبارکہ:2

ابوداؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یعنی امام تو اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب قرأت کرے تم خاموش رہو۔

یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔ (سنن النسائی: جز:1،ص:112)
امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں اس حدیث مبارکہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ
میرے نزدیک صحیح ہے۔

حدیث مبارکہ:3

ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے راوی۔
یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ (جامع ترمذی: جز:1،ص:42)
اسی طرح اس حدیث مبارکہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں موقوفاً روایت کیا ہے۔
اور امام ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآثار میں اس کو روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرار دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
حافظ ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ وعن مقلدیہ باحسان روایت فرماتے ہیں۔

حدیث مبارکہ:4

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔

(مسند امام اعظم: ص:61)

فقیر کہتا ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں۔

اس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

حاصل حدیث مبارکہ کا یہ ہے کہ

مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لئے کفایت کرتا ہے۔

حدیث مبارکہ:5

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ ایک شخص نے حضور انور ﷺ کے پیچھے قرأت کی۔ سید اکرم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا: کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا لوگ بسبب خوف حضور انور ﷺ کے خاموش رہے حتیٰ کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا۔

آخر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے۔

ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (مسند الامام الاعظم: ص:61)

حدیث مبارکہ:6

یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے قرأت نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ غیر میں۔ (المؤطا للامام محمد: ص:100)

فقیر کہتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کون عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالت مآب ﷺ رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لئے جانا ان کے لئے جائز تھا۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ

ہم نے راہ روش سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی۔

خود حضور اکرم الاولین والآخرین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی امت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی تمام امت کے لئے ناپسند کیا جو اس کے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کرے۔ (مجمع الزوائد: ج:9، ص:290)

گویا ان کی رائے حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وطیرہ تھا۔

حدیث مبارکہ:7

خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوا۔

ارشاد فرمایا: خاموش رہ کر نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کر دے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں۔ اور جب امام کی قرأت بعینہ اس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو نا شائستہ ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب راوۃ آئمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

حدیث مبارکہ:8

حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں جہریہ ہو یا سریہ کچھ نہ پڑھتے تھے۔ نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے۔ (مؤطا امام محمد: ص:100)

اثر:1

یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے جہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت کی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (کتاب الآثار: ص:16)

اثر:2

یعنی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔ (مؤطا امام محمد: ص:100)

اثر:3

یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤسائے تابعین و آئمہ دین متین سے ہیں تحدیث و فقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے۔

فرمایا: پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔ (مؤطا امام محمد: ص:100)

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی۔

فقیر کہتا ہے کہ رجال اس حدیث مبارکہ کے رجال صحیح مسلم ہیں۔

حدیث مبارکہ:9

امام مالک اپنی مؤطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبداللہ بن امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے جب دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوتا۔

تو ارشاد فرماتے: جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے۔ (مؤطا امام مالک: ص:68)

نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔

حدیث مبارکہ:10

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (مؤطا امام محمد: ص:97)

فقیر کہتا ہے کہ

یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن عبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی۔

حدیث مبارکہ:11

یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دربارۂ قرأت استفسار ہوا۔

ارشاد فرمایا: تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔ (مؤطا امام محمد: ص:98)

حدیث مبارکہ:12

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں: یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے یعنی نماز جہریہ ہو یا سریہ۔ (شرح معانی الآثار: جز:1، ص:151)

حدیث مبارکہ:13

یعنی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی۔ (مؤطا الامام محمد: ص:102)

فقیر کہتا ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے اور دار قطنی نے بطریق طاؤس اس کو مرفوعاً روایت کیا۔

حدیث مبارکہ:14

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ (نصب الرایہ بحوالہ علل متناہیہ من طریق دارقطنی: جز:2،ص:19)

حدیث مبارکہ:15

یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہ افاضل صحابہ وعشرہ مبشرہ ومقربان بارگاہ سے ہیں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔ (مؤطا للامام محمد: ص:101)

حدیث مبارکہ:16

یعنی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔

(مؤطا للامام محمد: ص:101)

فقیر کہتا ہے کہ رجال اس حدیث مبارکہ کے ہر شرط صحیح مسلم ہیں۔ الحاصل ان احادیث مبارکہ صحیحہ معتبرہ سے مذہب حنفیہ بحمد اللہ تعالیٰ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ ان میں عمدہ ترین دلائل جسے ان کا مدار مذہب کہنا چاہیئے۔

حدیث صحیحین ہے: کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔ (اتحاف السادۃ المتقین: جز:3،ص:48)

جواب اس حدیث مبارکہ سے چند طور پر ہے یہاں اس قدر کافی کہ یہ حدیث مبارکہ تمہارے مفید نہ ہمارے مضر۔ ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع وسجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے کہ اس کے لئے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہ اس کا پڑھنا ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا پس خلاف ارشاد حضور والاتم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

دوسری دلیل

حدیث مسلم ہے کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص170-169)

اس کا جواب بھی بعینہ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلم اور قرأت امام قرأت ماموم سے مغنی۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث مبارکہ اگر چہ لاکھوں ہوں تمہیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے اُمّ الکتاب رہتی ہو اور یہ ممنوع ہے۔ اور آخر حدیث مبارکہ میں قول حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ اپنے دل میں پڑھ اے فارسی۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص169 تا170)

کہ شافعیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر بتوفیق الٰہی عزوجل اس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

تیسری دلیل

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہ امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔ (مسند احمد بن حنبل: جز:5،ص:322)

اولاً یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے ان صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی ونسائی وموطائے امام مالک وموطائے امام وغیرہما صحاح ومعتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کر سکتی ہے۔امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اس کی تضعیف کی۔ یحییٰ بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا: جس حدیث مبارکہ کو یحییٰ نہ پہچانے حدیث ہی نہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

دوسرا خود شافعیہ اس حدیث مبارکہ پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے۔

ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اوران کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔

دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باآواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا اور یہ امر بالاجماع ممنوع۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام شرح میں بھی اس کا فائدہ دیتا ہے۔پس جو حدیث خود ان کے نزدیک متروک ہم پر اس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارا مذہب مہذب بحمد اللہ حجج کافیہ ودلائل وافیہ سے ثابت اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اسے معاذ اللہ باطل یا مضمحل کر سکے مگر اس زمانہ پرفتن کے بعض جہال بے لگام جنہوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لئے تقلید آئمہ کرام میں خدشات واوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز وسامان پر آئمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد وفقاہت ہے عقلائے منصفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن وحدیث مبارکہ سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کارنے کہہ دیا انہوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلت وباعث فضیحت ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ وساوس شیطان سے امان بخشے۔

آمین۔(فتاوی رضویہ: ج:6،ص240تا248)

☆ **قولہ زاد قرأ فانصتوا**

یہاں پر زاد کی ضمیر ابو خالد کی طرف راجع ہے جو ابن عجلان کے شاگرد ہیں۔

☆ **قولہ واذا قرأ فانصتوا لیت بمحفوظۃ الوھم عندنا من ابی خالد**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا ابو خالد کی روایت کو وہم قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ ابو خالد صحیح مسلم کے راوی ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ خود فانصتوا کا لفظ ذکر فرما کر فرماتے ہیں کہ یہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

☆ قولہ عن انس بن مالك رضی اللہ عنه

حضرت انس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد 80 اسی یا ایک سو دس (110) ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن نضر سے کنیت ابو حمزہ ہے۔ خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص، آپ کی والدہ محترمہ حضرت اُمّ سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب انس کی عمر دس سال تھی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے۔ دس سال تک مسلسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ 91ھ میں وفات ہوئی۔ ایک سو تین سال عمر شریف ہوئی۔

بعض نے فرمایا: ننانوے (99) سال عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی (80) یا ایک سو دس 110 ہے۔ اٹھہتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد۔ آپ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔

خلاصہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں۔ جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی اکہتر 71 مسلم کی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص513 تا514)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ خود کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حمزہ تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام اُمّ سلیم بن ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ نو سال۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں دو

سال میں دو بار پھل لگا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھلوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ لہٰذا اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 91ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 92ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 93ھ میں وصال فرمایا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 90ھ میں وصال فرمایا۔

اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو دس سال تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سو سات (107) سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج: 1، ص: 128)

☆ **قوله عن اسید ابن حضیر رضی الله عنه**

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے روایات لیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ انصاری اوسی ہیں آپ رضی اللہ عنہ دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہیں آپ رضی اللہ عنہ نقیبوں میں سے تھے۔ دونوں بیعت عقبہ میں ایک سال کا فاصلہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔ مدینہ منورہ میں 20ھ بیس میں خلافت فاروقی میں وفات ہوئی بقیع میں دفن ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 514)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ كَيْفَ يَقُومَانِ

باب! دو اشخاص میں سے ایک امامت کروائے تو دونوں کس طرح کھڑے ہوں؟

یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب دو شخص ہوں ان میں ایک امامت کروائے تو دونوں کس طرح کھڑے ہوں گے۔

514 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ فَاَتَوْهُ بِسَمْنٍ وَتَمْرٍ فَقَالَ رُدُّوْا هٰذَا فِيْ وِعَائِهِ وَهٰذَا فِيْ سِقَائِهِ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَاُمُّ حَرَامٍ خَلْفَنَا قَالَ ثَابِتٌ وَّلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ اَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ عَلٰى بِسَاطٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ حرام کے پاس گئے تو انہوں نے گھی اور کھجوریں حاضر خدمت اقدس کیں تو ارشاد فرمایا: کہ اس کو اس کے برتن میں اور اس کو اس کے مشکیزے کے اندر ڈال دو کیونکہ میں روزے کی حالت میں ہوں پھر قیام فرما کر ہمارے ساتھ دو رکعات نماز نفل ادا فرمائی پس ہمارے پیچھے اُمّ سلیم اور اُمّ حرام رضی اللہ عنہن کھڑی ہو گئیں۔ ثابت فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ مجھے سیدھی طرف فرش پر کھڑا فرمایا۔

(سنن الکبریٰ بیہقی: ج:2،ص:436)

515 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ مُّوسَى بْنِ اَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّهٗ وَامْرَاَةً مِنْهُمْ فَجَعَلَهٗ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْمَرْاَةَ خَلْفَ ذٰلِكَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے امام ہوئے تو ایک عورت کو ان کی سیدھی طرف اور ایک عورت کو ان کے پیچھے کھڑا فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:95)

516 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَاَطْلَقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ اَوْكَا الْقِرْبَةَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ كَمَا تَوَضَّاَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَنِيْ بِيَمِيْنِهٖ فَاَدَارَنِيْ مِنْ وَّرَائِهٖ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ حَدَّثَنَا

عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَاَخَذَ بِرَاْسِىْ اَوْ بِذُؤَابَتِىْ فَاَقَامَنِىْ عَنْ يَمِيْنِهٖ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام کیا تو رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر مشکیزے کا منہ کھولا تو وضو فرمایا پھر مشکیزے کا منہ بند فرما دیا پھر نماز کی خاطر قیام فرمایا تو میں نے بھی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) قیام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا وضو کیا پھر میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی الٹی طرف کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سیدھی طرف سے پکڑا پس پیچھے سے نکالا اور سیدھی جانب کھڑا کر دیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا فرمائی۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قصہ میں فرمایا کہ مجھے میرے سر سے یا میری زلفوں سے پکڑ کر اپنی سیدھی طرف کھڑا کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 516)

517 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِىُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّىَ لَكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَائَهٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی محترمہ حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے کھانے کے واسطے بلایا جو انہوں نے بنایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اندر سے تناول فرمایا پھر نماز ادا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تم کو نماز پڑھاؤں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی چٹائی کی جانب بڑھا جو زیادہ استعمال کی بناء پر کالی ہو گئی تھی تو میں نے اس کو پانی سے دھویا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قدم رنجہ فرمایا۔ میں نے اور ایک یتیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنالی۔ اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی تھیں تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر دیا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1،ص:437، الموطا: ج:1،ص:153، سنن دارمی: ج:1،ص:334، سنن النسائی: ج:3،ص:288)

518 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ عَنْتَرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اسْتَاْذَنَ عَلْقَمَةُ وَالْاَسْوَدُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ كُنَّا اَطَلْنَا الْقُعُوْدَ عَلٰى بَابِهٖ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَاسْتَاْذَنَتْ لَهُمَا فَاَذِنَ لَهُمَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بَيْنِىْ وَبَيْنَهٗ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ

عبدالرحمٰن بن اسود اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ علقمہ اور اسود نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی (اندر آنے کی) ہم آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ لونڈی باہر آئی تو اس نے دونوں کی خاطر اجازت مانگی پس ان دونوں کو اجازت عطا فرمائی گئی پھر وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے میرے اور ان کے مابین نماز ادا کی پھر ارشاد فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ہی کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 518)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں اختلاف ہے۔

آئمہ اربعہ کے نزدیک اگر مقتدی ایک ہو تو امام کی سیدھی طرف کھڑا ہو لیکن اگر بائیں طرف کھڑا ہو جائے تب بھی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک بائیں طرف کھڑا ہونے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور ابراہیم نخعی کے نزدیک اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو رکوع میں جاتے وقت اگر کوئی شخص آ جائے اور شامل ہو جائے تو ٹھیک ورنہ آگے بڑھ کر امام کے برابر کھڑا ہو جائے اور سعید بن مسیّب کے نزدیک مقتدی ایک ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔

مسئلہ

اکیلا مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہو امام کے برابر دہنی جانب کھڑا ہو بائیں طرف یا پیچھے کھڑے ہونا مکروہ ہے۔

(درمختار: ج: 2، ص: 370)

مسئلہ

ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے صف ہے تو مکروہ ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 370)

مسئلہ

امام کے برابر کھڑے ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی اس کے پاؤں کا گٹا اس کے گٹے سے آگے نہ ہو، سر کے آگے پیچھے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ تو اگر امام کے برابر کھڑا ہوا اور چونکہ مقتدی امام سے دراز قد ہے لہٰذا سجدے میں مقتدی کا سر امام سے آگے ہوتا ہے مگر پاؤں کا گٹا گٹے سے آگے نہ ہو تو حرج نہیں یونہی اگر مقتدی کے پاؤں بڑے ہوں کہ انگلیاں امام سے آگے ہیں جب بھی حرج نہیں جبکہ گٹا آگے نہ ہو۔ (درمختار: ج: 2، ص: 368)

امام کے ساتھ دو مقتدی کس طرح کھڑے ہوں؟

☆ قولہ و صففت انا والیتیم ورآئہ

میں نے اور ایک یتیم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور نماز پڑھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ
اگر ایک امام ہو اور دو مقتدی ہوں تو امام کے ساتھ مقتدیوں کے کھڑے ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک اگر امام کے ساتھ دو مقتدی ہوں تو مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں برخلاف امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک مقتدی امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

تعارض

اس باب میں دو روایتوں میں تعارض ہے وہ اس طرح کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے میں نے اور ایک یتیم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود کی روایت میں ہے کہ پھر وہ کھڑے ہوئے اور میرے اور ان کے درمیان نماز پڑھی گویا کہ ایک روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدیوں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اور دوسری سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک مقتدی امام کے دائیں اور دوسرا بائیں جانب کھڑا ہوا اور یہ تعارض ہے۔

اس کی چند توجیہات ہیں۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ
دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے ان کو پہلی روایت نہیں پہنچی ہوگی اور آخری جملہ هکذا رایت مدرج من الراوی ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ آخری جملہ تو مدرج من الراوی ہے اور ان مسئلہ کا بھی علم تھا کہ دو مقتدی امام کے پیچھے ہوتے ہیں مگر تنگی مکان کی بناء پر دو مقتدیوں کو پہلو میں کھڑا کیا۔

تیسری توجیہ یہ ہے، پہلے دو مقتدی دائیں بائیں کھڑے ہوتے پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا کہ دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوا کریں۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ
اس میں تعارض نہیں۔ آپ ﷺ کے عمل میں اولویت کا بیان ہے اور برابر کھڑے ہونے میں بیان جواز ہے مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خیال میں برابر کھڑا ہونا سنت ہے اور پیچھے کھڑا ہونا جائز اس لیے سنت پر عمل فرمایا۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اجتہادی غلطی لاحق ہوگئی وہ یوں کہ ایک بار مسجد میں تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے اور دائیں جانب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنی نفل نماز پڑھ رہے تھے اتفاقی طور پر کچھ رکوع سجدے اکٹھے واقع ہوئے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ جواب ہو رہی ہے تو پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کر لی۔ جب نبی کریم ﷺ کو محسوس ہوا تو پکڑ کر بائیں جانب کھڑا کر دیا تو یہ بظاہر دونوں جانب کی صورت اختیار کر گئی پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی پر عمل کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے اب یہ آخری جملہ مدرج نہیں ہوگا۔

چھٹی توجیہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا نہ فرمایا بلکہ ان کا اپنا ایک قیاس تھا۔

مسئلہ

دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں، برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے دو سے زائد کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

(درمختار: جز:2،ص:370)

مسئلہ

دو مقتدی ہوں ایک مرد اور ایک لڑکا تو دونوں پیچھے کھڑے ہوں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:88)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کی حالت میں اس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ بڑھے۔

اسی احتیاط کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگر چہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے داہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی۔ اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملتا نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جا سکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کوٹھڑی میں محبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں جماعت اقامت شعار کے لئے اور اعادہ رفع خلل کے واسطے۔

درمختار میں ہے: جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔

اسی میں ہے: اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔

یہ نہ کہا جائے کہ

جماعت واجب ہے بلکہ اس کو سنت مؤکدہ کہا گیا ہے اور جانب نہی میں کراہت تحریمی، جانب امر میں وجوب کی طرح ہے اور مناہی سے اجتناب اوامر پر عمل سے اہم ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ کے منع کردہ ایک ذرہ کا چھوڑ دینا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شعار کی اقامت ہر شے سے اہم ہے حتیٰ کہ علماء کرام نے ختان کے لئے صریح محرمات پر نظر و مس کو مباح قرار دیا

حالانکہ ختنہ صرف سنت ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں غنابیہ کے حوالے سے کبیر کے ختنے کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ

اگراس کے لئے اپنا ختنہ کرنا ممکن ہوتو خود کرے ورنہ نہ کرے مگراس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ممکن ہو یا ایسی لونڈی خریدنا ممکن ہو جو اس کا ختنہ کردے تو ایسا ہی کرے۔

امام کرخی نے جامع الصغیر میں فرمایا: اس کا ختنہ حجام کردے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:5،ص:357)

میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔

درمختار میں ہے کہ

ختنہ کا وقت مقرر نہیں۔ بعض نے سات سال، بعض نے دس سال۔

اور بعض نے کہا ہے کہ

آخری وقت بارہواں سال ہے۔

شامی نے طحطاوی کے حوالے سے اضافہ کیا ہے کہ

بلوغ سے قبل ختنہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔

درمختار میں ہے کہ

اعتبار طاقت وقوت کا ہے اور یہی مختار ہے۔

شارح شامی نے فرمایا: یعنی یہی عقل و داس کے زیادہ قریب ہے۔ زیلعی، اور یہ (اشبہ) تصحیح کے صیغوں میں سے ایک ہے۔ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طاقت رکھتا ہو یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تین تین الگ ہوکر نماز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تو جماعت حاصل کرلیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت طاہرہ میں جماعت حاضرہ میں جماعت میں تفریق کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ دشمنوں کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایسے عمل کو پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہوسکتا ہے، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے حقیقت حال کا علم میرے رب عزوجل کے پاس ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص 201 تا 204)

☆ **وصففت انا والیتیم ورائه والعجوز من ورائنا**

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک یتیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ملیکہ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔

یادر ہے کہ یتیم کا اطلاق نابالغ بچہ پر ہوتا ہے خواہ وہ ممیّز ہو یا غیر ممیّز مگر یہاں پر بچہ ممیّز مراد ہے کیونکہ غیر ممیّز کی نماز درست نہیں۔

اس میں جس یتیم کا ذکر ہے فرمایا گیا ہے اس کا نام ضمیرۃ بن ابی ضمیرہ ہے اور ابوضمیرہ کا نام سعد ہے اسی لیے بعض نے اس یتیم کا نام ضمیرہ بن سعد لکھا ہے، ضمیرہ کے والد محترم سعد کا شمار اہل رجال نے حضور انور ﷺ کے موالی میں کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یتیم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام ہے۔

☆ **قوله فجعله عن يمنه والمرأة خلف ذالك**

اس سے ثابت ہوا کہ عورت کے کھڑے ہونے کا اصل مقام ہی صف میں پیچھے ہے اگر چہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو مسئلہ متفق علیہ ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر عورت مرد کے برابر یا اس سے آگے کھڑی ہو جائے تو کیا حکم ہے۔ جمہور کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور احناف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی بشرطیکہ امام نے عورت کی نیت کی اور اگر اس نے نیت نہیں کی تو مرد کی نماز درست اور عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

احناف کی دلیل اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو اکیلا ہونے کے بھی پیچھے کھڑا فرمایا حالانکہ انفراد خلف الصف اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مفسد نماز ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مرد کا مقام تقدم علی المراۃ ہے۔ اگر مرد اپنے برابر میں عورت کو نماز میں جگہ دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اپنے مقام کو ترک کیا اور اپنے مقام کو ترک کرنا بڑی بھاری اور بنیادی غلطی ہے معمولی چیز نہیں۔ اس لیے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک احناف پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ یہ تو ایسی کمزور بات ہے جس کے جواب کی بھی حاجت نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ مرد کا مقام تقدم علی المراۃ ہے مگر اس کے خلاف کرنا یہ کہاں ضروری ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ

دیکھیں مغصوب شدہ کپڑے میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اس کو اتار دینا واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی میں نماز پڑھ لے تو بالاتفاق نماز صحیح ہو جاتی ہے زیادہ سے زیادہ مکروہ ہوگی اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہیے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا جواب یہ ہے کہ

یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ہم نے اوپر بیان کر دیا کہ ترک مقام ایک بنیادی خطا ہے لہٰذا اس کا حکم بھی اسی کے لحاظ سے سخت ہونا چاہیے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قائل (ابن حجر رحمۃ اللہ) احناف کے مقال کی دقت کا ادراک کر لیتا تو وہ نہ کہتا جو اس نے کہا اس میں قصور اپنی سمجھ کا ہے۔

اور غصب شدہ کپڑے کی مثال کا جواب یہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے غصب شدہ کپڑے کی مثال تو پیش کی اور یہ مثال کیوں نہیں پیش کی کہ دیکھیں امام کا مقام تقدم علی المقتدی ہے اب اگر امام خود پیچھے اور مقتدی کو اپنے سے آگے کر دے تو یہ بتائیے کہ نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اس کا کیا جواب دیں گے تو ماننا پڑے گا مرد کا مقام تقدم علی المرأۃ ہے اور عورت کا مقام خلف الامام ہے۔

مسئلہ

اگر اکیلی عورت مقتدی ہے تو پیچھے کھڑی ہو، زیادہ عورتیں ہوں جب بھی یہی حکم ہے۔ دو مقتدی ہوں ایک مرد، ایک عورت تو مرد برابر کھڑا ہو اور عورت پیچھے، دو مرد ہوں ایک عورت تو مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور عورت ان کے پیچھے کھڑی ہو۔
(فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:88)

مسئلہ

مرد اور بچے اور خنثیٰ اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔ (درمختار: جز:2، ص:377)

مسئلہ

عورت اگر مرد کے محاذی ہو تو مرد کی نماز جاتی رہے گی۔

اس کے لئے چند شرائط ہیں:

1- عورت مشتہاۃ ہو یعنی اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے اگرچہ نابالغہ ہو اور مشتہات میں سن کا اعتبار نہیں نو برس کی ہو یا اس سے کچھ کم کی۔ جبکہ اس کا جثہ اس قابل ہو اور اگر اس قابل نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ نماز پڑھنا جانتی ہو بڑھیا بھی اس مسئلہ میں مشتہاۃ ہے وہ عورت اگر اس کی زوجہ ہو یا محارم میں ہو جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

2- کوئی چیز انگلی برابر موٹی اور ایک ہاتھ اونچی حائل نہ ہو نہ دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک مرد کھڑا ہو سکے نہ عورت اتنی بلندی پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو اس کے کسی عضو سے محاذی نہ ہو۔

3- رکوع سجود والی نماز میں یہ محاذات واقع ہو۔ اگر نماز جنازہ میں محاذات ہوئی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

4- وہ نماز دونوں میں تحریمہ مشترک ہو یعنی عورت نے اس کی اقتداء کی ہو یا دونوں نے کسی امام کی اگرچہ شروع سے شرکت نہ ہو تو اگر دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں تو فاسد نہ ہوگی مکروہ ہوگی۔

5- ادا میں مشترک ہو کہ اس میں مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں کا کوئی دوسرا امام ہو جس کے پیچھے ادا کر رہے ہیں حقیقۃً یا حکماً مثلاً دونوں لاحق ہوں کہ بعد فراغ امام اگرچہ امام کے پیچھے نہیں مگر حکماً امام کے پیچھے ہی ہیں اور مسبوق امام کے پیچھے، نہ حقیقۃً ہے نہ حکماً بلکہ وہ منفرد ہے۔

6- دونوں ایک ہی جہت کو متوجہ ہوں اگر جہت بدل جائے جیسے تاریک شب میں کہ پتہ نہ چلتا ہو ایک طرف امام کا منہ

ہے اور دوسری طرف مقتدی یا کعبہ معظمہ میں پڑھی اور جہت بدلی ہو تو نماز ہو جائے گی۔

7-عورت عاقلہ ہو، مجنونہ کی محاذات میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

8-امام نے امامت زناں (یعنی عورتوں کی) کی نیت کر لی ہو اگرچہ شروع کرتے وقت عورتیں شریک نہ ہوں اور اگر امامت زناں کی نیت نہ ہو تو عورت ہی کی فاسد ہوگی مرد کی نہیں۔

9-اتنی دیر تک محاذات رہے کہ ایک کامل رکن ادا ہو جائے یعنی بقدر تین تسبیح کے۔

10-دونوں نماز پڑھنا جانتے ہوں۔

11-مرد عاقل بالغ ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:89)

مسئلہ

مرد کے شروع کرنے کے بعد عورت آکر کھڑی ہوگئی اور اس نے امامت عورت کی نیت بھی کر لی مگر شریک ہوتے ہی پیچھے ہٹنے کو اشارہ کیا مگر نہ ہٹی تو عورت کی نماز جاتی رہے گی مرد کی نہیں۔

یونہی اگر مقتدی کے برابر کھڑی ہوئی اور اشارہ کر دیا اور نہ ہٹی تو عورت ہی کی نماز فاسد ہوگی۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:386)

قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی اُمّ حرام رضی اللہ عنہا

سوال

نبی کریم ﷺ جو حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے آپ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟

جواب

نبی کریم ﷺ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور رضاعی خالہ تھیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ

حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی محرم تھیں مگر اس کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن عبد البر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

یہ نبی کریم ﷺ کی رضاعی خالاؤں میں سے ایک رضاعی خالہ تھیں۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

یہ آپ ﷺ کے والد کے والد یا دادا کی طرف سے خالہ تھیں کیونکہ حضرت عبد المطلب کی والدہ بنو نجار سے تھیں۔

(شرح للنواوی: جز:2،ص:141)

یہی وہ صحابیہ ہیں جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے علم غیب کی رو سے جہاد میں شامل ہونے کی خبر عطا فرمائی۔

چنانچہ روایت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ اُمّ حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لے جاتے اور وہ آپ ﷺ کو طعام پیش کرتی تھیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا پیش کیا اور پھر آپ ﷺ کے سر میں جوئیں دیکھنے لگیں (تو آپ ﷺ کے سر میں جوئیں نہ تھیں) رسول اللہ ﷺ سو گئے پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔

حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کس چیز کے باعث تبسم فرمارہے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری امت کے کچھ مجاہدین دکھائے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سمندر میں بادشاہوں کے تختوں کی مثل سواری پر سوار ہو کر جارہے تھے۔

حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان مجاہدین میں شامل کردے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور پھر اپنا سر اقدس رکھ کر سو گئے۔ پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کس چیز کے باعث آپ ﷺ ہنس رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے جس طرح پہلے فرمایا تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پہلے گروہ میں سے ہو۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُمّ حرام بنت ملحان سمندر کے جہاد میں سوار ہوئیں جب سمندر سے نکلیں تو سواری سے گر کر ہلاک ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4819)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن ہمارے ہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ ﷺ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری امت کا ایک گروہ دکھایا گیا جو بادشاہوں کے تختوں کی مثل پر سمندر میں سواری کررہا تھا۔

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم بھی انہی میں سے ہو۔

حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

آپ ﷺ پھر سو گئے اور دوبارہ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور میں نے پھر آپ ﷺ سے سوال کیا اور آپ ﷺ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل فرما دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پہلے گروہ میں سے ہو؟

پھر اس کے بعد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا انہوں نے سمندر کے راستہ جہاد کیا اور حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے گئے۔ جب وہ واپس لوٹیں تو ان کے پاس ایک خچر لایا گیا وہ اس پر سوار ہوئیں مگر خچر نے ان کو گرا دیا جس سے ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 4820)

اور مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہا ملحان ابن خالد کی بیٹی ہیں انصاریہ نجاریہ ہیں۔ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ حضور انور ﷺ کے دست اقدس پر ایمان لائیں بیعت کی۔ عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ حضور انور ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمایا کرتے تھے۔ اپنے خاوند کے ساتھ روم میں غازیہ مجاہدہ ہونے کی حالت میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی قبر مقام قرنس میں ہے آپ سے آپ کے بھانجے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایات لیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات خلافت عثمانیہ میں ہے رضی اللہ عنہا۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:571)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ 774ھ روایت کرتے ہیں کہ اسحاق بن زید الدمشقی نے متعدد اسناد کے ساتھ خالد بن معدان سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو بن اسود عنسی آیا اور وہ دریائے حمص کے ساحل پر خیمہ کے اندر بیوی کے ساتھ تھے۔

ان کی بیوی اُمّ حرام نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میری امت میں جو پہلا لشکر بحری جہاد کرے گا وہ جنتی ہے۔

ام حرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان میں ہوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں قتال کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان میں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ (صحیح البخاری: جز:3،ص:1089)

یہ روایت صحاح ستہ میں صرف امام بخاری سے روایت ہے۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسناد کے ساتھ یحییٰ بن حمزہ قاضی سے روایت کیا ہے اور وہ حدیث اول کے معنیٰ کے مشابہ ہے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تین (3) دلائل ہیں۔

سمندر میں غزوہ اولیٰ اور وہ 27ھ کو ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں حاکم تھے حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا اپنے گھر والوں کے ساتھ تھیں اور واپس جب آئے تو وفات پا گئیں۔

اور ابن زید نے کہا: قبرص میں وفات پا گئیں اور دوسرا غزوہ 52ھ میں قسطنطنیہ میں ہوا اور اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا اور ان کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ادھر ہی وصال فرما گئے۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ

اور حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا اس غزوہ میں نہیں تھیں کیونکہ وہ غزوہ اولیٰ میں فوت ہو گئیں۔

پس اس حدیث مبارکہ میں نبوت کے تین دلائل ہیں۔

1- دو غزوات کی خبر دینا۔

2- پہلے غزوہ میں اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کا موجود ہونا۔

3- دوسرے غزوہ میں موجود نہ ہونا۔

چنانچہ یہ سب اسی طرح واقع ہوا۔

صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:127)

اور حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں۔ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا قباء میں رہتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قباء میں تشریف لے جاتے تو ان کے ہاں بھی تشریف لے جاتے۔ الغرض حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علاقہ حرمت تھا اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے جس طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے تصریح ملتی ہے۔

☆ قولہ ان جدتہ ملیکۃ

جدتہ میں ضمیر میں دو احتمال ہیں۔

یا تو یہ ضمیر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے یا اسحاق بن عبداللہ جو اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں۔ دراصل اختلاف اس طرح ہو رہا ہے کہ ملیکہ اُمّ سلیم یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے یا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نانی کا نام ہے۔ علامہ ابن عبدالبر اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے پہلے قول کو لیا ہے اور علامہ

ابن سعد وابن مندہ نے دوسرے قول کو لیا ہے۔ اور یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اسحاق بن عبداللہ جو سند میں مذکور ہیں وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔ کیونکہ عبد بن ابی طلحہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ کے چچا ہوئے لہذا اگر ملیکہ اُمّ سلیم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ہے تب تو یہ ضمیر لامحالہ اسحاق کی طرف راجع ہوگی کیونکہ چچا کی والدہ بھتیجے کی دادی ہوتی ہے اور اگر دوسرا قول اختیار کیا جائے کہ ملیکہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہے تو اس صورت میں ضمیر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہوگی اور جدہ سے مراد اس وقت نانی ہوگا نہ کہ دادی۔ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی کے بیٹے ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد مالک کے نکاح میں تھیں مالک کے فوت ہونے کے بعد ان سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا تھا جس سے عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے لہذا حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہوئے۔

☆ **قوله استاذن علقمة والاسود علی عبدالله**

حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ اسود ابن ہلال محازی ہیں حضرت عمرو بن معاذ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ملاقات بھی ہے اور اخذ روایات بھی۔ 83ھ میں وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:578)

اور حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ لیثی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں قبر شریف ہے۔

(مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:536)

• **واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم**

بَاب الْإِمَامِ يَنْحَرِفُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ

باب! امام سلام کے بعد پھر جائے

یہ باب امام کے سلام پھیر جانے کے بعد پھر جانے کے حکم میں ہے۔

519 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ

حضرت جابر بن یزید بن اسود اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی جب پھرے تو انحراف فرمایا۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:2،ص:91، تہذیب الآثار الطبری: جز:2،ص:269، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:182)

520 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْبَرَاءِ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَيُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ہم نماز ادا کرتے تو ہم آپ ﷺ کی سیدھی طرف کھڑے ہونا محبوب سمجھتے تاکہ آپ ﷺ کا چہرہ انور ہماری طرف (پہلے) ہو۔

(سنن الصغیر: جز:2،ص:92، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:182، شرح السنۃ للبغوی: جز:2،ص:6)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

بعض شروحات میں جمہور کا مسلک یہ لکھا ہے کہ امام انحراف الی الیمین کرے اور احناف کے نزدیک الی الیسار اولیٰ ہے مگر صحیح یہ ہے احناف کہتے ہیں کسی ایک طرف کا التزام نہ کر کبھی الی الیمین اور کبھی الی الیسار کو اختیار کیا کرے۔

تعارض

سنن ابوداؤد کی حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ اسی طرح منہ کر کے بیٹھا کرتے۔ اور صحیح بخاری کی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نماز سے فراغت پا کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے بیت اللہ کی جانب پشت اقدس ہوتی تھی۔

جواب

اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ یہ دونوں طریقے جائز اور ثابت ہیں آپ ﷺ کبھی دائیں طرف چہرہ اقدس کر کے بیٹھا کرتے تھے اور کبھی مقتدیوں کی طرف چہرہ اقدس کر کے بیٹھا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لئے کہ بعد سلام اس کو قبلہ رو رہنا مکروہ ہے۔ دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقتدیوں کی طرف منہ کر لے اگر سامنے کوئی نماز نہ پڑھتا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:6،ص:190)

ایک اور مقام پر سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہیئے کہ روبقبلہ بیٹھا رہے انحراف مطلقاً ضرور ہے۔ اس پر ذخیرہ اور حلیہ وغیرہ میں تصریح ہے، البتہ ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد دعا میں زیادہ اطاعت نہ ہو جبکہ معمول

مقتدیان ہے تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کہ کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:8، ص:205)

ایک اور مقام پر سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: بعد سلام قبلہ بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال وجنوب ومشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مقتدیان منہ نہ کرے۔ بہر حال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت وتارک سنت ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: جز:6، ص205 تا206)

☆ قولہ انحرف

یہاں پر انحراف سے مراد مقتدیوں کی طرف پھرنا ہے یعنی امام کا نماز سے فارغ ہونے کے بعد بجائے مستقل قبلہ بیٹھنے کے رخ بدل کر بیٹھنا۔ جب آپ ﷺ سلام پھیرتے تو آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے مصلیٰ پر اپنا رخ انور بدل کر سلام کے بعد تشریف فرما ہوتے تھے کبھی سیدھی جانب چہرہ اقدس فرما لیتے تو کبھی الٹی جانب چہرہ اقدس فرما لیتے۔ لہٰذا امام کو چاہئے کہ سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ نہ بیٹھے بلکہ اپنا چہرہ شمال کو کرلے یا مقتدیوں کی طرف اس طرح کہ پشت خانہ کعبہ کی طرف ہو۔ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پھر تو پشت قبلہ رخ ہو جائے گی اور یہ درست نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ سنت یہی ہے کہ امام کا چہرہ مقتدیوں کی طرف ہو اور پشت قبلہ کی طرف ہو۔

☆ قولہ عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ قال کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجبنا ان نکون عن یمینہ فیقبل علینا بوجھہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو ہم اس بات کو محبوب جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی سیدھی طرف ہوں اور آپ ﷺ کا چہرہ اقدس ہماری طرف ہی رہے اور دیدار مصطفیٰ کریم ﷺ سے اپنی بے تاب و پیاسی نظروں کی پیاس بجھاتے رہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق مصطفیٰ کریم ﷺ انتہاء قسم کا تھا کہ خود کو نبی کریم ﷺ سے تھوڑا سا جدا ہونا بھی برداشت نہ کرتے تھے۔

☆ قولہ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل وصفین اور غزوہ نہروان میں بھی شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے۔ انصاری حارثی ہیں (24) چوبیس میں کوفہ میں پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:521)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ

باب! اپنی جگہ پر امام کا نفل ادا کرنا

521 حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّ الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ قَالَ أَبُو دَاوُد عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام اس جگہ نماز نہ ادا کرے جس جگہ اس نے پڑھائی حتیٰ کہ وہاں سے دوسری جگہ چلا جائے۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا (یعنی ملاقات نہیں ہوئی)

تشریح

اس حدیث مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام کو محل فرض میں سنت یا نفل ادا نہیں کرنا چاہئے علی ھذ القیاس مقتدی بھی ہے چنانچہ ایک باب آگے آرہا ہے جس کا نام ہے۔

باب فی الرجل یتطوع فی مکانه الذی صلی فیه المکتوبة

اس میں ایک حدیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ

ایعجز احدکم ان یتقدم او یتاخر

اس حدیث مبارکہ میں امام کو مقید نہیں کیا بلکہ حکم عام ہے۔ اسی وجہ سے یہ حکم بھی عام ہے جس طرح عینی شرح بخاری میں ہے نیز اس کے اندر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک کراہت صرف امام کے لئے ہے غیر امام کے حق میں ان کے نزدیک کچھ حرج نہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قوم کے حق میں بھی یہی مستحب ہے کہ وہ صفوں کو توڑ کر متفرق ہو جائیں تاکہ اشتباہ کلی طور پر دور سے دیکھنے والے کے حق میں بھی دور ہو جائے۔

قوله عن المغیرة بن شعبة رضی الله عنه

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں خندق کے سال ایمان لائے تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ ثقفی ہیں خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے آخر میں

کوفہ میں رہے ستر سال عمر مبارک ہوئی۔ 50 پچاس میں وفات ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مزار پرانوار کوفہ میں ہے مشہور صحابی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:599)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْإِمَامِ يُحْدِثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ اٰخِرِ الرَّكْعَةِ

باب! امام کو آخری رکعت میں سجدے سے سر اٹھاتے وقت حدث لاحق ہو جانا

یہ باب امام کے آخری رکعت میں سجدے سے سر اٹھاتے وقت حدث لاحق ہو جانے کے حکم میں ہے کہ وہ کیا کرے۔

522 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ وَبَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى الْاِمَامُ الصَّلٰوةَ وَقَعَدَ فَاَحْدَثَ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ وَمَنْ كَانَ خَلْفَهُ مِمَّنْ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب امام نماز کو مکمل کر لے اور قعدے میں بیٹھ جائے تو اس حال میں بات کرنے سے قبل حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی اور جنہوں نے اس کے پیچھے پڑھی ان کی بھی مکمل ہو گئی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:176، سنن دارقطنی: جز:1، ص:379)

523 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ نماز کی چابی طہارت ہے اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:1، ص:405، تہذیب الآثار: جز:1، ص:255، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2، ص:15، سنن ترمذی: جز:1، ص:7)

تشریح:

امام آخری رکعت پڑھ لینے کے بعد اگر محدث ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے نماز درست ہو گئی یا نہیں؟ اس باب میں اگرچہ

آخری رکعت کے سجدے کا ذکر ہے مگر مراد یہ ہے کہ آخری رکعات کے سجدوں اور اس کے بعد قعدہ سے فارغ ہو چکا اور نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ قدر التشہد ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں۔ کیونکہ مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اشهد ان محمداً عبده ورسوله کے بعد فرمایا کہ جب تم نے تشہد پڑھ لی یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

☆ قوله مفتاح الصلوٰة الطهور .

نماز کی صحت کے لئے طہارت شرط ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لئے طہارت کب فرض ہوئی ؟

ابن الجہم کا یہ مذہب ہے کہ

ابتداء اسلام میں وضو کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضو کی فرضیت نازل ہوئی: اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے فرض تھا۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضو فرض ہے یا بالخصوص بے وضو پر وضو کرنا فرض ہے۔

بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ (مائدہ:6)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھولو۔

اور ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ

یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو بے وضو ہو لیکن ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے۔ اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔ ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضو کا موجب کیا چیز ہے۔

اور اس میں تین قول ہیں:

1- بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اس میں وسعت ہے۔

2- وضو کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے۔

3- ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمّم سے خواہ فرض نماز پڑھنی ہو یا نفل، سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو یا سجدہ شکر یا نماز جنازہ پڑھنی ہو۔

البتہ امام محمد بن جریر طبری اور امام شعبی نے یہ کہا ہے کہ

نماز جنازہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے۔ اگر کسی شخص نے عمداً بلا عذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ گناہ گار ہوگا مگر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ لہو ولعب کر رہا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ ہوتا ہے اور اس نمازی کا اعتقاد صحیح ہے اور یہ تمام بحث اس وقت ہے جب وہ بلا عذر بے وضو نماز پڑھے اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اس کو طہارت کے لئے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو۔

تو اس میں چار قول ہیں:

1- فقہاء شافعیہ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ

اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

2- اس شخص پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔

3- اس کے لئے نماز پڑھنا مستحب ہے اور قضاء کرنا واجب ہے۔

4- اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی عذر کی بناء پر کسی خلل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔

یہ تمام کلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے:

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جو شخص کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں پانی دستیاب نہ ہو نہ تیمّم بایں طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لئے پاک مٹی دستیاب نہ ہو یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا

تیمّم نہ کرسکے اس کو فاقد الطهورين کہتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کردے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھ لے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قراُت نہ کرے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہرائے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسے قول کی طرف رجوع کرلیا ہے اور جس شخص کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (در مختار علی ہامش رد المحتار: جز:1،ص:185)

نماز طہارت کے پڑھنے والے کی تکفیر میں علماء کے اقوال ہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جو شخص بلا عذر عمداً بغیر طہارت کے نماز پڑھے نوادر میں اس کی تکفیر کی ہے۔

اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ

وہ کافر نہیں ہے۔

یہ اختلاف اسی وقت ہے جب وہ بلا استخفاف بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے حکم کو غیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق اڑانے کے لئے بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استہزا اور سخریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضوء نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہئے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے۔

بلکہ فقہاء کرام نے کہا ہے کہ

اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔ (رد المحتار: جز:1،ص:60)

☆ وتحريمها التكبير

اختلاف آئمہ کرام

تکبیر تحریمہ کا حکم کیا ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ٥

اپنے رب کی تکبیر کہو۔

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیرات کا ذکر نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔(فتح القدیر: جز:1،ص:239)(اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:146)

اور در مختار میں ہے: نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ رکن ہے باقی نمازوں میں شرط۔(در مختار: جز:2،ص:158)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے مگر افسوس کہ وہابی غیر مقلد عورتوں کی طرح کندھوں تک انگوٹھے چھو کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں۔ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں چند ملاحظہ ہوں۔

مالک ابن حویرث سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر (تحریمہ) فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کانوں تک اٹھاتے۔

دوسرے الفاظ میں ہے: کانوں کی لو تک اٹھاتے۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:391)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا کہ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ اقدس کان کے قریب تک اٹھاتے پھر رفع یدین نہ فرماتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:2440)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر (تحریمہ) فرمائی اور اپنے انگوٹھے اپنے کانوں کے مقابل فرما دیئے۔(سنن دار قطنی: رقم الحدیث:12)

ایک اور روایت میں ہے: ابو حمید ساعدی سے روایت ہے کہ

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے تھے کہ تم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو میں جانتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے نماز میں تو تکبیر (تحریمہ) فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک چہرہ اقدس کے مقابل تک اٹھاتے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:196)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے۔

ایک راوی نے فرمایا: اپنے کانوں کے مقابل پھر کپڑے میں ہاتھ چھپا لیتے۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:401)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو یہاں تک ہاتھ اٹھاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو جاتے۔

(مسند احمد: جز:4،ص:303)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضور انور ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ ان کو کانوں کے مقابل فرما دیا پھر نماز سے فراغت تک ہاتھ نہ اٹھائے۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 21)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مالک ابن حویرث نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہاتھ مبارک اٹھاتے تھے جب تکبیر تحریمہ فرماتے اور جب رکوع سے سر اقدس اٹھاتے حتیٰ کہ کانوں کی لو تک پہنچ جاتے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 880)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اقدس اٹھائے حتیٰ کہ ہاتھ اقدس کندھوں اور انگوٹھے کے مقابل ہو گئے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 879)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے سوچا کہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2410)

ایک اور روایت میں ہے: امام حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی 807ھ روایت کرتے ہیں: حمید بن ہلال سے روایت کرتے ہیں کہ

مجھ سے اس شخص نے حدیث مبارکہ بیان کی جس نے اعرابی سے سنا۔

تو انہوں نے کہا: میں نے حضور انور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (مجمع الزوائد: جز: 2، ص: 101)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حکیم بن عمیر سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہمیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ۔

(مجمع الزوائد: جز: 2، ص: 102)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم کہتے ہیں کہ

تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہی ہاتھ اٹھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2415)

ایک اور روایت میں ہے: ابراہیم کہتے ہیں کہ

تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہی ہاتھ اٹھائے۔ (المصنف: جز: 1، ص: 233)

ایک اور روایت میں ہے: داؤد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ

میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا جب وہ نماز میں اللہ اکبر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔(المصنف: جز:2،ص:69)

امام ابوعوانہ روایت کرتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے۔(مسند ابوعوانہ: جز:2،ص:94)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی 186ھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم کہتے ہیں کہ جب نمازی اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔(کتاب الآثار: ص:21)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ بیان فرماتے ہیں: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

(معرفۃ السنن: جز:1،ص:496)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

سوال

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا کیا حکم ہے؟

جواب

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے آتے وقت رفع یدین کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف ہے۔ عقل شرعی کے بھی مخالف ہے جن روایات میں رفع یدین آیا ہے وہ تمام منسوخ ہیں۔ نماز میں سکون واطمینان چاہئے بلاوجہ حرکت وجنبش مکروہ اور سنت کے خلاف ہے۔ رفع یدین میں بلاضرورت جنبش ہے تو رفع کی حدیثیں سکون نماز کے خلاف ہیں اور ترک رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون نماز کے موافق لہٰذا عقل کا بھی تقاضا یہ ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث مبارکہ پر عمل ہو۔ اس بحث کی تحقیق ترتیب سے عرض کی جاتی ہے۔

مذاہب فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم

رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ مختص ہے یا اس کے علاوہ بھی؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ فقہاء کرام کے مذاہب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ مازری نے کہا ہے کہ

رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ مختص

ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے۔

اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:144)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں اختلاف ہے۔

امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اور جمہور فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ

رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ

تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں حدیث مبارکہ ہے اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے۔ ابوبکر بن منذر، ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، فقہاء کرام کوفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے۔ البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

(شرح للنواوی: جز:1،ص:168)

حنابلہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (المغنی: جز:1،ص:299)

حنفیہ کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ

امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ رحمۃ اللہ علیہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیونکہ اس مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کیسے نہیں ہے؟

زہری نے سالم سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں آپ کو از زہری از سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث مبارکہ بیان کرتا ہوں اور آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے مگر اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے۔

اور امام طحاوی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کرتے تھے۔

اور انہوں نے کہا: ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ حاکم نے اس کا معارضہ اس حدیث مبارکہ سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے بعد بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث مبارکہ اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر

احادیث مبارکہ اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو۔

اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔

تو فرمایا: چھوڑ و یہ وہ کام ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے۔

کیونکہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دو سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 271)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: صرف تکبیرۃ الاولی میں رفع یدین کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے۔

1- تکبیرۃ الافتتاح

2- تکبیرۃ القنوت

3- تکبیرات العیدین

اور چار حج کے مواقع ہیں۔

1- تکبیرہ عرفات

2- تکبیرۃ الجمرتین

3- تکبیرۃ الصفا والمروہ

4- اور تکبیرۃ الاستلام

اور جن احادیث مبارکہ میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 92)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب رفع الیدین فی الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بیس (20) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

حاکم نے کہا ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے۔

قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے کہ

تیس (30) سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

توضیح میں لکھا ہے کہ رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے۔

داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے۔

بعض مالکیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

اس کے ترک سے گناہ گار ہوگا۔

ابن خزیمہ نے کہا: جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

بدائع میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف تکبیر افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

ہمارے اصحاب کرام نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہتے تو کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ
اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از زید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے۔
اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ
آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
خطابی نے کہا: سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کیا۔
ابوعمر نے کہا: اس میں یزید متفرد ہے۔
حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
بزار نے کہا: یزید کی رفع یدین والی حدیث مبارکہ میں ''پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے'' صحیح نہیں ہے۔
عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے۔ پہلے یزید اس حدیث مبارکہ میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔
ہم اس کے جواب میں یہ جواب کہتے ہیں کہ
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے معارض ''کامل'' میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، شریک اور ان کے ساتھ ایک ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے۔
اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے۔
اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا۔
اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے۔
تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبدالرحمان نے بھی اس حدیث مبارکہ کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث مبارکہ میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے۔
عجلی نے کہا: وہ جائز الحدیث ہے۔
اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ
وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے مگر میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس

حدیث مبارکہ کو ترک کیا ہو۔

اور ابن شاہین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے کہ

احمد بن صالح نے کہا: یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

ساجی اور امام ابن حبان نے کہا: وہ صدوق ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استشہاد کیا ہے۔ اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث مبارکہ کا بعض حصہ بیان کیا ہو۔ یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔

جن احادیث مبارکہ سے دوسرے آئمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کعبہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔

تو انہوں نے فرمایا: ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ

مجاہد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

اگر مخالف حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف ہونے کے منافی نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث مبارکہ ایک اور وجہ سے معلول ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطا نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابوحمید سے نہیں سنا اور نہ ابوقتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے کیونکہ حضرت ابوحمید ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی۔

اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطا سے روایت کرنے میں وہم ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابوحمید سے سماع کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابوحمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انہی کی بات حجت ہے۔

اگر مخالف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ اسماعیل بن عباس سے روایت ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسماعیل ضعیف ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ حدیث مبارکہ میں بہت خطا کرتا تھا اور وہ لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اگر مخالفین حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیرہ اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کو امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض وہ حدیث مبارکہ ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیرہ اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو ان سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ کے قریب رہیں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں اور حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 9ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ بیان کی۔

تو ابراہیم نے کہا: اگر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ 32ھ میں مدینہ منورہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم 50ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث مبارکہ میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شریک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

اگر مخالف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:5،ص 272 تا 274)

اب آخر میں ترک رفع یدین پر چند احادیث مبارکہ اور آثار دلائل کے طور پر پیش خدمت کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی منقول ہے۔ (جامع ترمذی: ص:65)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے۔

1- نماز کے افتتاح کے وقت

2-جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے

3-جب صفا پر کھڑا ہو

4-جب مروہ پر کھڑا ہو

5-جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو

6,7-مزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہے وہ بد حافظہ ہے اور اس کی حدیث مبارکہ حسن ہے۔(مجمع الزوائد: جز:3،ص:238)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں: اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔ اور ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:133)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی 285ھ روایت کرتے ہیں: علقمہ کہتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔(سنن دارقطنی: جز:1،ص:295)

ایک اور روایت میں ہے: حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی 219ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔(المسند: جز:2،ص:277)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

عاصم بن کلیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے: شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ

جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے: اسود فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے افتتاح نماز کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

(المصنف: جز:1، ص236 تا 237)

ایک اور روایت میں ہے: امام نسائی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک بار ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں تمہارے سامنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھوں پس آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ اس میں سوا تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اس رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم وصحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث:1026)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہ اٹھاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1، ص:224)

ایک اور روایت میں ہے: امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔ (مسند حمیدی: رقم الحدیث:614)

عینی شارح بخاری نے حضرت عبداللہ بن ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔

تو اس سے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ کام ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔

(عمدۃ القاری: جز:5، ص:405)

امام عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں کسی رفع یدین کو نہیں پہچانتا نماز تکبیر میں نہ جھکتے وقت اور نہ ہی اٹھتے ہوئے سوائے تکبیر افتتاح کے۔

مزید فرماتے ہیں: یعنی امام ابن القاسم نے فرمایا کہ

تکبیر افتتاح کے بغیر باقی رفع یدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مدونۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 68)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عن حماد عن ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کیا ہے۔
آپ نے فرمایا: پہلی بار کے سوا نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ (جامع الرضوی بصحیح البہاری: جز: 2، ص: 398)

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی 182ھ لکھتے ہیں: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تکبیرہ اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو اور اس کے علاوہ میں رفع یدین ہرگز نہ کرو۔ (کتاب الآثار: ص: 21)

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں آتے جاتے وقت رفع یدین کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے اور صحابہ کرام خاص طور پر خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف ہے لہٰذا رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

☆ و تحليلها التسليم .

یعنی دونوں طرف سلام کرنا نماز کے لئے تحریم ہے۔

اختلاف آئمہ کرام

نماز سے خروج لفظ سلام کے متعلق آئمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ

لفظ سلام کے ساتھ نماز سے خروج فرض ہے۔ (مغنی ابن قدامہ: جز: 1، ص: 323)

احناف کا مذہب

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ متوفی 861ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک لفظ سلام کے ساتھ خروج فرض نہیں واجب ہے۔
(فتح القدیر: جز: 1، ص: 280)

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

دوسرا یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں بھی کوئی کلمہ حصر نہیں ہے کہ نماز کی تحلیل صرف سلام سے ہوئی ہے۔

تیسرا یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تشہد کی تعلیم دی۔

پھر ارشاد فرمایا: جب تم یہ (تشہد) پڑھ لو یا کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو جائے گی چاہو تو تم کھڑے ہو اور چاہو تو بیٹھ جاؤ۔
(سنن ابوداؤد: جز: 1، ص: 280)

اس سے پتہ چلا کہ لفظ سلام کہنا فرض نہیں ہے۔

چوتھا یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نماز صحیح طریقہ سے نہیں پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز سکھائی۔ قیام، تکبیر تحریمہ، قرآن مجید کی قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ کی تعلیم دی۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:109)

یہاں مذکورہ افعال کی تعلیم تو ارشاد فرمائی مگر سلام کی تعلیم نہیں ارشاد فرمائی اگر سلام فرض ہوتا تو اس کی تعلیم بھی ارشاد فرما دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں ہے۔ احناف نے تحلیلها التسلیم کی رو سے سلام کو احتیاطی طور پر واجب قرار دیا ہے۔

نیز سلام کے طریقے میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے۔ (المغنی: جز:1، ص:323)

آئمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا حتیٰ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:177)

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یوں ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دوبار سلام پھیر دیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2، ص:278)

ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے منہ کر کے ایک بار سلام کہتے تھے۔

اور سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار سلام کہا۔

یہ روایت بھی ابن ماجہ میں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 279ھ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی سند میں زہیر بن محمد ہے اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ منکر احادیث بیان کرتا تھا۔

اور ابوحاتم رازی نے کہا: یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے اور بفرض صحت ایک مرتبہ سلام بیان جواز پر محمول ہے کیونکہ دو بار

سلام متعدد طرق سے ثابت ہے ایک روایت تو وہ جو احناف کی دلیل میں ضمن میں گزر چکی اور دوسری ترمذی کی یہ روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو میں دائیں بائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: ص:69)

لہٰذا ثابت ہوا کہ سلام دائیں بائیں ہی مشروع ہے۔

قوله عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اپنے والد محترم سے قبل اسلام لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ (13) سال بڑے تھے۔ خوف خدا عزوجل بہت زیادہ تھا اسی لیے رات کو چراغ بجھا کر کثرت کے ساتھ روتے، اس رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خراب ہوگئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کثیر احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ سہمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے اسلام لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے عالم حافظ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 63ھ حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا 73ھ میں یا 67ھ میں مکہ معظمہ میں یا 55ھ میں طائف میں یا 65ھ میں مصر میں ہوئی۔

یعلی ابن عطاء اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے لئے سرمہ تیار رکھتی تھی تاکہ لگا کر سوئیں مگر آپ رضی اللہ عنہ چراغ گل کر دیتے تھے پھر خوف خدا عزوجل سے بہت رویا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں۔ یعنی خراب ہوگئی تھیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص566 تا 567)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُومُ مِنِ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ

باب! مقتدیوں کو امام کی اتباع کرنے کا حکم

یہ باب مقتدیوں کو امام کی اتباع کرنے کے حکم میں ہے۔

524 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ

ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِى سُفْيَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوْنِى بِرُكُوعٍ وَلَا بِسُجُودٍ فَاِنَّهُ مَهْمَا اَسْبِقُكُمْ بِهِ اِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُوْنِى بِهِ اِذَا رَفَعْتُ اِنِّىْ قَدْ بَدَّنْتُ

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے رکوع اور سجدہ کرنے میں سبقت نہ کیا کرو اس لئے کہ رکوع میں پہلے میں تم سے سبقت کروں تو تم مجھ کو مل جاؤ گے جب میں سر کو اٹھاؤں بے شک میں وزنی بدن والا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:287،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:607،مسند احمد: جز:34،ص:198،مشکل الآثار للطحاوی: جز:12،ص:89)

525 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْخَطْمِىَّ يَخْطُبُ النَّاسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا رَفَعُوْا رُءُوْسَهُمْ مِنَ الرُّكُوعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوْا قِيَامًا فَاِذَا رَاَوْهُ قَدْ سَجَدَ سَجَدُوْا

حضرت ابی اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن یزید خطمی کو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جو کہ جھوٹے نہیں ہیں (کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جب مقتدی رکوع سے سر کو اٹھاتے تو سیدھے ہی قیام کرتے حتیٰ کہ وہ ملاحظہ کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے ہیں تو سجدہ میں چلے جاتے۔

(سنن ترمذی: جز:1،ص:492،سنن نسائی: جز:2،ص:96،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:605،صحیح البخاری: جز:3،ص:191)

526 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْكُوْفِيُّوْنَ اَبَانُ وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِى لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّى مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَحْنُو اَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَرَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کرتے تو ہم میں سے کوئی بھی اپنی پشت کو نہ جھکاتا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں ملاحظہ نہ فرما لیتے۔

(صحیح مسلم: جز:3،ص:13)

527 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ يَعْنِى الْفَزَارِىَّ عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ عَنْ مُحَارِبِ

بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ حَدَّثَنِى الْبَرَاءُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَكَعَ رَكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ نَزَلْ قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ يَتَّبِعُوْنَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محارب بن دثار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کو منبر پر فرماتے ہوئے سماعت کیا مجھے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا فرماتے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تشریف لے جاتے تو وہ بھی رکوع میں جاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم قیام میں رہتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک کو زمین پر نہ ملاحظہ کر لیتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے۔

(معجم الاوسط: جز:9،ص:115)

تشریح: اقتداء کی شرائط

اقتداء کی تیرہ شرائط ہیں جن میں سے تین شرائط ایسی ہیں جو مقتدی کے لئے ضروری ہیں۔

1-مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔

2-امام کے انتقالات کا علم ہونا۔

3-ارکان کی ادا میں شریک ہونا۔

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: (اقتداء کی تیرہ شرائط ہیں)

1-نیت اقتداء

2-اور اس نیت اقتداء کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر مقدم ہونا بشرطیکہ صورت تقدم میں کوئی اجنبی نیت و تحریمہ میں فاصل نہ ہو۔

3-امام و مقتدی کا ایک مکان میں ہونا

4-دونوں کی نماز ایک ہو یا امام کی نماز، نماز مقتدی کو متضمن ہو۔

5-امام کی نماز مذہب مقتدی پر صحیح ہونا

6-امام و مقتدی دونوں کا اسے صحیح سمجھنا

7-عورت کا محاذی نہ ہونا ان شروط کے ساتھ جو مذکور ہوں گی۔

8-مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا

9-امام کے انتقالات کا علم ہونا

10-امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو۔

11-ارکان کی ادا میں شریک ہونا

12-ارکان کی ادا میں مقتدی امام کے مثل ہو یا کم ہو۔

13-یونہی شرائط میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:339)

امام سے مقدم ہونے میں آئمہ کرام کا اختلاف

امام سے مقدم ہونے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

اور یہاں پر تین چیزوں کے حوالے سے بحث ہے۔

1-تکبیر تحریمہ

2-سلام

3-بقیہ ارکان رکوع وسجود وغیرہ

تکبیر تحریمہ میں امام سے مقدم ہونا آئمہ اربعہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔

اور سلام میں امام سے مقدم ہونا صرف آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے احناف کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں بلکہ مکروہ ہے جس طرح کہ اس کی بحث گزر چکی۔

اور بقیہ ارکان میں امام سے مقدم ہونا آئمہ اربعہ کے نزدیک مفسد نہیں مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ

امام نے طویل سجدہ کیا مقتدی نے سر اٹھایا اور یہ خیال کیا کہ امام دوسرے سجدہ میں ہے اس نے بھی اس کے ساتھ سجدہ کیا تو اگر سجدہ اولیٰ کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی یا ثانیہ اور متابعت کی نیت کی تو اولیٰ ہوا اور اگر صرف ثانیہ کی نیت کی تو ثانیہ ہوا پھر اگر وہ اسی سجدے میں تھا کہ امام نے بھی سجدہ کیا اور مشارکت ہوگئی تو جائز ہے اور امام کے دوسرے سجدہ کرنے سے پہلے اگر اس نے سر اٹھالیا تو جائز نہ ہوا اور اس پر اس سجدہ کا اعادہ ضروری ہے اگر اعادہ نہ کرے گا نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:2،ص:90)

مسئلہ

مقتدی نے سجدہ میں طول کیا یہاں تک کہ امام پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر دوسرے میں گیا اب مقتدی نے سر اٹھایا اور یہ گمان کیا کہ امام ابھی پہلے ہی سجدے میں ہے اور سجدہ کیا تو یہ دوسرا سجدہ ہوگا اگرچہ صرف پہلے ہی سجدہ کی نیت کی ہو۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:2،ص:90)

چار چیزوں میں مقتدی امام کا ساتھ نہ دے

چار چیزیں وہ ہیں کہ امام کرلے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دے۔

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: چار چیزیں وہ ہیں کہ امام کرے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دے۔

1- نماز میں کوئی زائد سجدہ کیا

2- تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہ پر زیادتی کی

3- جنازہ میں تکبیریں کہیں۔

4- پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا پھر اس صورت میں اگر قعدہ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی اس کا انتظار کرے اگر پانچویں کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کر لے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فاسد ہو گئی اگر چہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیا ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:2،ص:90)

پانچ چیزیں اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے

پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی وہ نہ بجالائے اور امام کا ساتھ دے۔

علامہ ہشام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: پانچ چیزیں وہ ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے۔

1- تکبیرات عیدین

2- قعدہ اولیٰ

3- سجدۂ تلاوت

4- سجدہ سہو

5- قنوت جبکہ رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:2،ص:90)

نو چیزوں میں مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے

نو چیزیں ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے۔

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نو چیزیں ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجا لائے۔

1- تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا

2- ثنا پڑھنا جبکہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو۔

3- رکوع

4-سجود کی تکبیرات

5-تسبیحات

6-تسمیع

7-تشہد پڑھنا

8-سلام پھیرنا

9-تکبیرات تشریق (فتاویٰ ہندیہ: ج:3،ص:90)

☆ **قوله البراء وهو غير كذاب**

یہاں پر غیر کذوب لفظ شراح حدیث کے نزدیک غور کا محتاج ہے کیونکہ الصحابة كلهم عدول لا يحتاجون الى توثيق کیونکہ تمام علماء رجال کتب اسماء رجال میں کسی صحابی کے ترجمہ میں وهو ثقه کبھی نہیں لکھتے اور غیر صحابی چاہے جس قدر بڑا عالم محدث فقیہ ہو اس کو محتاج توثیق سمجھتے ہوئے جو کچھ کلام کرنا ہوتا ہے تو وہ کرتے ہیں اس وجہ سے امام یحییٰ بن معین کی رائے یہ ہے ھو ضمیر کا مرجع حضرت براء رضی اللہ عنہ نہیں ہیں بلکہ ان سے نیچے کے راوی یعنی عبداللہ بن زید ہیں۔

اور اکثر شراح کی رائے یہ ہے کہ ضمیر حضرت براء رضی اللہ عنہ کی طرف ہی راجع ہے مگر راوی کا مقصد اس سے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی توثیق و تعدیل نہیں بلکہ اس کا مقصد تقویت حدیث ہے اور یہ اس طرح ہے کہ جس طرح بعض دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "سمعت خليلي الصادق و المصدوق صلى الله عليه وسلم" یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں بلکہ تقویت حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

☆ **عن معاوية ابن ابى سفيان رضى الله عنه**

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں آپ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے اور سفید رنگ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی قرشی رضی اللہ عنہما بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے روز مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ مکرمہ کے سال اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

خالد بن معدان نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے رنگ سفید تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

مدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کو جو خطوط بھیجتے تھے ان خطوط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔

ابونعیم نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم، حسّاب دان اور کاتب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اس منصب پر تاحیات برقرار رکھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ فرمائی اور ملک شام کے مستقل فرمانبردار ہو گئے پھر مصر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو پھر وہ تمام دنیا اسلام کے واحد سربراہ اور خلیفہ اسلام ہو گئے۔

عبدالملک بن مروان نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے۔ محمد بن اسحاق نے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن یہ تغلیباً ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد انیس سال سے کچھ کم عرصہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ 22 رجب المرجب 60ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فانی جہان کو الوداع فرما گئے۔

(الاصابہ: جز:3،ص:434)

علامہ محمد بن شیبانی متوفی 630ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال 15 رجب 60ھ میں ہوا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بائیس رجب کو وصال فرما گئے اور اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو اس قمیض میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنائی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے تراشے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے منہ اور آنکھوں پر وہ ناخن رکھ دیئے جائیں۔ انہوں نے کہا اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے پاس تنہا چھوڑ دینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت یزید موجود نہیں تھا۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسدالغابہ: جز:4،ص:387)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل وشان میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وضو کرو جب آپ نے وضو کیا تو میری طرف نظر کرم فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) جب تم کسی جگہ حکومت کرو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں ہمیشہ یہ گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا کیا جاؤں گا حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔ (مسند ابویعلیٰ: جز:6،ص:442)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے خیر خواہی کرو کیونکہ

اللہ تعالیٰ کی کتاب پر امین ہیں اور وہ کیا ہی اچھے امین ہیں۔ (مجمع الزوائد: جز:9،ص:357)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ (مجمع الزوائد: ج:9،ص:357)

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ (جامع ترمذی: ص:547)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھلا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(مجمع الزوائد: جز:9،ص:357)

ایک اور روایت میں ہے: ابو امیہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر انہیں ایک یا دو بار دیکھا پھر ارشاد فرمایا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلاء کیا جاؤں گا حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔ (مسند احمد: جز:4،ص:101)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتے تھے۔ (مجمع الزوائد: جز:9،ص:357)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت یزید بن اصم فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں۔ (مجمع الزوائد: جز:9،ص:357)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حارث سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث:31704)

ایک اور روایت میں ہے: نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ
میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا۔ آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے لئے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: رقم الحدیث: 2968)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت رویم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کشتی لڑیئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں کشتی لڑوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا۔ جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق: رقم الحدیث: 13465)

ایک اور روایت میں ہے: عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37854)

ایک اور روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابھی تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے۔ (تاریخ دمشق: رقم الحدیث: 13499)

ایک اور روایت میں ہے: یزید بن اصم سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا! ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37869)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے لئے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو پس جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 13537)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے۔

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے۔

اے اللہ عزوجل! دوزخ کی آگ کو معاویہ رضی اللہ عنہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 13484)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام مسیّب بن واضح اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی وحی پر امین ہیں۔

امام ابوعوانہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھتے تھے: امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھو کون ہے؟ حاضرین نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے درآں حالیکہ ان کے کان پر قلم رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ قلم ہے جس کو میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزاء خیر دے۔ بہ خدا میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کبھی تم سے کچھ نہیں لکھوایا اور میں کوئی چھوٹا یا بڑا کام اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا اور اس وقت کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قمیص پہنائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں لیکن اس میں کچھ بری باتیں ہوں گی۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! اس کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس کو ہدایت دے اور اس کو برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی پہلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما۔

حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ

امین تین ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام میں اور معاویہ (رضی اللہ عنہ)

امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ہم کو سحری کے وقت بلاتے اور فرماتے آؤ اس مبارک کھانے کے لئے پھر میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ اے اللہ عزوجل! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ عزوجل! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

امام محمد بن سعد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب کا علم عطا فرما، اس کو شہروں پر فتح یاب کر اور اس کو عذاب سے بچا۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! اس کو ہادی اور مہدی بنا، اس کو ہدایت دے اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لیے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ ان کو بلایا گیا جب وہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے معاملات اس پر پیش کرو اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ بیان کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس اٹھا کر میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: تم میرے بعد میری امت پر حکمران ہو گے جب وہ وقت آئے تو ان میں سے نیکوں کو قبول کرنا اور بروں سے درگزر کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت سے حکومت کی امید کرتا رہا حتیٰ کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا مجھے خلافت پر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ نے برانگیختہ کیا جب حکمران ہو تو اچھا سلوک کرنا۔

امام ابونعیم بن حماد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ منورہ آئے تو ان سے سفیان بن اللیل نے کہا اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح نہ کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے! دن اور رات ختم نہیں ہوں گے حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران ہو جائیں گے تو میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہو کر رہے گی اور میں نے یہ ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے گا۔

مجاہد، شعبی اور وہ حارث اعور سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو

کھودیا تو اندرائن کی طرح لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔ (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص120 تا 131)

علامہ محدث احمد بن حجر الہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربنا لک الحمد کہا تو اس دن کے بعد آج تک یہ سلسلہ عبادت اللہ عزوجل میں جاری ہے اور جب حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمارہے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات نہیں بلکہ ان کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہونے والی مٹی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ہزار درجہ بہتر ہے (کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور تابعی سے صحابی افضل ہوتا ہے) تو بغض وعناد رکھنے والے شخص کے لئے اب کون سا شبہ باقی رہ جاتا ہے اور کون سی دراندازی والی صورت ہے جس کے ساتھ بے وقوف اور جھگڑالو شخص دلیل بناسکتا ہے۔ (تطہیر الجنان واللسان: ص:10)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے دن مشرف با اسلام ہوئے۔

علامہ احمد بن حجر الہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 899ھ لکھتے ہیں: حدیبیہ کے دن ہی آپ رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام ہوئے تھے اور اپنے والدین کریمین سے اپنے اسلام کو چھپا کر رکھا ہوا تھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کا اظہار کردیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس عمرہ کے وقت مسلمان تھے اس کی تائید اس روایت سے بھی ملتی ہے۔

امام نے دوسرے طریق سے جس کی تخریج فرمائی کہ محمد باقر بن علی زین العابدین ابن الحسین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام مروہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک لئے۔ (مسند احمد: جز:34،ص:299) (تطہیر الجنان واللسان: ص:6)

مزید راقم ہیں: آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ

ایک روایت جس کی سند میں اختلاط کے علاوہ اور کوئی کمی نہیں پائی جاتی اور یہ بعض راویوں کے ساتھ اختلاط ہے روایت یوں ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد اریحاء میں آرام فرمارہے تھے کہ اچانک اٹھ کھڑے ہوئے دیکھا کہ ایک شیر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف آرہا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا دفاع کرنے کے لئے اپنے پاس موجود ہتھیار نکالا تو شیر آپ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا خاموش ہوجایئے! میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لے کر آیا ہوں تاکہ آپ رضی اللہ عنہ (لوگوں تک) پہنچادیں۔ میں نے اسے کہا۔ تجھے کس نے بھیجا ہے تو شیر کہنے لگا کہ مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتادیں کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ کون معاویہ (رضی اللہ عنہ)؟ تو اس نے کہا: ابوسفیان کا بیٹا (رضی اللہ عنہ)۔

(معجم الکبیر: جز:19،ص:307)

اور یہ بات کوئی اتنی بعید من العقل تو نہیں کیونکہ شیر کا کلام کرنا آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے اور کرامت کا ظہور ہم اہلسنت

کے نزدیک تو بالکل جائز اور ممکن ہے اگرچہ معتزلہ بددین ظہور کرامت کا انکار اور اس میں اختلاف کرتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہل جنت میں سے ہونا تو ایسی بات ہے جس پر بہت سے دلائل گواہ ہیں۔ (تطہیر الجنان واللسان: ص: 12)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی اور حکومت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کردی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں) پہاڑوں کی مانند لشکر لے کر پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو پسپا کیے بغیر واپس نہیں ہوں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اس لشکر نے اس لشکر کا صفایا کردیا تو میری کس پر حکومت ہوگی، عورتوں کی کفالت کون کرے گا، لوگوں کی زمینوں اور ان کے بچوں کی حفاظت کون کرے گا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس دو سفیر بھیجے جن کا تعلق قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے ساتھ تھا، حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا کہ تم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے صلح کی پیش کش کرو اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کرو سو وہ دونوں گئے اور آپ سے گفتگو کی، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ہم بنو عبدالمطلب سے ہیں اور ہم نے اس مال کو حاصل کیا ہے اور یہ قوم اپنے خون میں لتھڑی ہوئی ہے ان دونوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اتنا اتنا مال پیش کرتے ہیں اور صلح کا مطالبہ اور اس کا سوال کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس مال کی ادائیگی کا کون ضامن ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم ضامن ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے جس چیز کا بھی سوال کیا۔ ان دونوں نے کہا ہم اس کے ضامن ہیں۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2704)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں تاویل کے ساتھ ایک دوسرے سے جنگ کریں تو وہ دونوں جماعتیں مسلمان ہی ہیں کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں آپ نے دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں فرمایا اور جس حدیث مبارکہ میں یہ فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں۔

اس سے مراد ہے جو بغیر تاویل اور اجتہاد کے آپس میں جنگ کر رہے ہوں اور دونوں کا مؤقف باطل ہو۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی پھر سرزمین کوفہ پر دونوں کے لشکر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوئے پھر

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی کثرت کو دیکھا پھر نداء کی۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کر لیا اگر یہ حکومت تمہارے لیے ہے تو میرے لیے اس میں مزاحمت کرنا مناسب نہیں ہے اور اگر یہ میرے لیے ہے تب بھی میں نے اس کو تمہارے لیے چھوڑ دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے نیک جزا دے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا دنیا کی طلب کی وجہ سے ان کو فنا نہ کر دینا پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور اس پر ان کی بیعت کر لی کہ جب تک تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم رہو گے ہم تمہارے احکام سنیں گے اور تمہاری اطاعت کریں گے۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کوفہ چلے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل عراق سے اپنی بیعت لی اور اس سال کا نام جماعت کا سال رکھا گیا کیونکہ اس سال تمام لوگ مجتمع ہو گئے تھے اور جنگ سے منقطع ہو گئے تھے اور وہ تمام لوگ جنہوں نے اب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی ان سب نے بیعت کر لی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو تین لاکھ درہم، ایک لاکھ پوشاکیں، تین غلام اور سو اونٹ پیش کیے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ چلے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا اور عبداللہ بن عمر کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا اور خود دمشق چلے گئے اور اس کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی وجہ کیا تھی؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے حدیث مبارکہ بیان کی جائے۔ ایک دن عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تمہارے عم زاد معاویہ رضی اللہ عنہ ہم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کا ناجائز مال کھائیں اور ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں؟

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: سائل کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو مال اپنے لشکر پر خرچ کرتے ہیں یہ مال ناجائز ہے اور ان کے لشکر والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جو قتل کرتے ہیں وہ قتل بھی ناجائز ہے۔ سائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی بلکہ ان سے خلافت میں اختلاف کیا اور ان کے خلاف جنگ کی اس لیے اس حدیث مبارکہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو پورا کرنا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا

واجب تھا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے کہ جب ایک شخص کی بیعت کر لی جائے تو اس کی اطاعت کرو اور جو اس سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑادو۔ ابتداء میں اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ پہلے تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے حوالے کرو پھر میں تمہاری بیعت کروں گا اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خط روانہ کیا حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ تم شام میں ہو اور اہل مدینہ نے میری بیعت کر لی ہے اور یہ بیعت تم پر لازم ہو گئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنہوں نے میرے پیش رو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی تھی اس لیے اب حاضر کے لئے انتخاب کی گنجائش ہے نہ غالب کے لئے اس کو مسترد کرنے کا موقع ہے یہ شوریٰ صرف مہاجرین و انصار میں منحصر ہے اگر وہ کسی شخص کو منتخب کر کے بالاتفاق امام مقرر کر دیں تو اس کی امامت لازم ہو جائے گی سو جو شخص اس کی خلافت سے خروج کرے اس کو واپس لوٹنے پر مجبور کرو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے طریق مسلمین کی اتباع کرانے کے لئے جنگ کرو لہٰذا تم بھی اس شخص کی خلافت کو مان لو جس کی امامت کو تمام مسلمانوں نے مان لیا ہے تم نے قاتلین عثمان کو حوالے کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اگر تم نے اپنی رائے واپس لے لی اور اپنے اختلاف سے رجوع کر لیا اور تمام مسلمانوں کے طریقہ کو اختیار کر لیا تو میں تمہارے اور تمہاری قوم کے ساتھ کتاب اللہ کے مطابق سلوک کروں گا اور اگر تم اپنی ہوائے نفس کی بجائے عقل سلیم سے غور کرو تو تم کو معلوم ہو گا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ خون عثمان رضی اللہ عنہ سے بری ہوں اور تم یہ سمجھ لو کہ تم ان طلقاً میں سے ہو جن کے لئے خلافت جائز نہیں ہے اور میں نے تمہارے پاس جریر بن عبداللہ کو بھیجا ہے۔ یہ اہل ایمان اور اہل ہجرت میں سے ہیں تم ان کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نیکی کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

اب اشکال یہ ہے کہ واقعہ تحکیم کے بعد اہل شام کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کس طرح صحیح ہو گا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پہلے منعقد ہو چکی تھی اور اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت پر بیعت لی اور حدیث مبارکہ میں ہے جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص اس سے اختلاف کرے تو اس کو قتل کر دو۔ اس اشکال سے چھٹکارے کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متاول اور مجتہد تھے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:5،ص:190)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں مجتہد تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی ان کو ایک اجر ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو اجر ملیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء کو اجتہادی خطا کیسے کہا جائے گا اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے حالانکہ ان کو یہ حدیث مبارکہ پہنچ چکی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔

افسوس ابن سمیہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی اور ابن سمیہ عمار بن یاسر ہیں اور ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برابر سرابر ہونے پر راضی نہیں ہیں کہ ان کو ایک اجر مل جائے۔ (عمدۃ القاری: جز: 24، ص: 192)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ 899ھ لکھتے ہیں: ایک حدیث مبارکہ جو بسند حسن روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام قبائل عرب میں بدتر بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف ہیں۔

نیز ایک حدیث مبارکہ میں جس کو حکم نے شرط شیخین پر روایت کیا ہے۔

حضرت ابوزرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام قبائل یا تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند بنی امیہ تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بنی امیہ میں سے تھے پس وہ بھی ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہوئے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ ہو اس میں امارت و خلافت کی اہلیت نہیں ہو سکتی۔

الجواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نتیجہ نکالنا اس نتیجہ نکالنے والے کی جہالت پر اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو مبادی علوم بھی درایت نہیں اگرچہ غوامض علوم بھی ہوں کیونکہ اس نتیجہ سے لازم آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے قابل نہ ہوں اور معاذ اللہ اشرار میں سے ہو جائیں اور یہ اجماع مسلمین کے خلاف ہو اور صریح الحاد ہے۔ حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اکثر بنی امیہ شرارت کے ساتھ موصوف ہیں یہ منافی اس بات کے نہیں ہے کہ چند لوگ ان میں شریر نہ ہوں بلکہ خیار امت سے ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اور اس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت پر اور نیز بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ترک خلافت کے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحت خلافت پر اجماع ہے اور نیز احادیث سابقہ سے بھی مثل اجماع کے ان کی فضیلت ثابت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے کے درمیان میں فرق سمجھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں جس لائق وہ ہے کیونکہ ہم بغیر کسی قسم کے تعصب و جہالت کے دلائل پر پابند ہیں اگر ہم کو کسی قسم کا تعصب ہوتا تو ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے کے بارے میں اختلاف نہ کرتے جس کے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تیری محبت غالب نہ ہوتی تو تو دیکھ لیتا کہ میں کیسا انصاف کرتا ہوں پس یہ نتیجہ باطل ہے اس نتیجہ کا نکالنے والا جاہل یا معاند ہے جس کے کلام کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی فہم ناقص ہے اور اس کا کذب ثابت ہے عنقریب آخر کتاب میں ہم بیان کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کو اس کی اولاد کو لعنت کی اور ان لوگوں کو مکار اور فریبی فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام کچھ بیان کر کے ارشاد فرمایا: نیک لوگ ان میں سے مستثنیٰ ہیں اور وہ بہت کم ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مراد بنی امیہ کے ان دونوں حدیثوں میں اکثر بنی امیہ ہیں نہ سب لہٰذا اس پر تفکر کرو اور غفلت مت کرو تاکہ ملحدین کے فریب اور معاندین کے دھوکہ سے بچ سکو۔

تنبیہ

اگر تم کہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن لائے جائیں گے اور ہم دونوں مالک عرش کے سامنے روبکاری کریں گے جو اس وقت حق پر ثابت ہوگا وہ اور اس کے اصحاب کامیاب ہو جائیں گے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ فریقین میں دونوں مستحق ثواب ہیں اور کوئی گناہ گار نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو اس روایت کی سند منقطع ہے لہٰذا اس سے استدلال ٹھیک نہیں۔ دوسرا یہ کہ بالفرض اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا ہو تو مطلب اس کا یہ ہوگا کہ جس کسی کے افعال موافق حق ہوں گے وہ کامیاب ہوگا یعنی اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔ کامیابی کا اطلاق زیادتی ثواب پر رائج ہے۔

اعتراض

صحیح حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا چنانچہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑے اور انہیں لوگوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے پس صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باغی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق تھے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ انتہائی نتیجہ جو اس حدیث مبارکہ سے نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی باغی ہوں اور یہ اوپر بیان ہو گیا ہے کہ باغی ہونا ان کے لئے کچھ نقص نہیں ہے اور باوجود اس کے بھی وہ لوگ مستحق ثواب ہیں گناہ گار نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجتہد جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور یہ بات خوب اچھی طرح سے بیان ہو گئی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور اعلیٰ درجہ کے مجتہد تھے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی تاویل بھی ایسی کی ہے کہ جو قطعی البطلان نہیں ہے یہی کیفیت اس باغی کی ہوتی ہے جو فاسق اور گناہ گار نہیں ہوتا چنانچہ اس حدیث مبارکہ کی تاویل کئی سندوں سے مروی ہے۔ من جملہ ان کے ایک بسند جس کے سب راوی ثقہ ہیں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کے دن مقابل کے لشکر میں جاتے تھے اور پھر لوٹ کر آتے تھے اور ان کی تلوار خون سے سرخ ہوتی تھی۔ اور وہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے تھے کہ مجھے معذور سمجھو۔ مجھے معذور سمجھو اور عمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک نامور شخص تھے جو ان کی رائے ہوتی تھی اس پر سب عمل کرتے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لڑائی کی ترغیب دی اور ان سے حوران جنت کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رفیق اعلیٰ کے ساتھ جنت میں ہوگا پس دونوں نے جنگ کی حتیٰ کہ دونوں قتل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا کہ دیکھو ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ ان کے والد نے

کہا کون شخص؟ انہوں نے کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے بننے کے وقت فرماتے تھے جبکہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوالیقظان! تم دو دو اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے تم دبلے ہو رہے ہو آگاہ رہو کہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا اور تم اہل جنت سے ہو گے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں مجھے یاد ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خاموش رہو۔ ہم نے ان کو کب قتل کیا ہے۔ ان کے قاتل تو وہی لوگ ہیں جو ان کو لائے اور جنہوں نے ان کو ہمارے نیزوں کے درمیان ڈال دیا۔

اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم دو اینٹیں اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہو تو آگاہ رہو عنقریب تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔

(مسند احمد: جز:23،ص:474)

نیز بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے جب یہ حدیث مبارکہ بیان کی گئی تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس کے کہنے میں آتے ہو اس کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے قتل کیا ہے جبکہ وہ ان کو لائے اور ہمارے نیزوں کے درمیان میں ڈال دیا یا کہا کہ ہماری تلواروں کے درمیان۔ (مسند احمد: جز:36،ص:179)

اور ایک ضعیف سند سے روایت ہے کہ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں اپنے ہتھیار ہاتھ میں نہ لیتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے پس انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور اس حدیث مبارکہ کو بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے انہوں نے لڑنا شروع کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ (مسند احمد: جز:44،ص:341)

نیز بسند صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا مجھے کسی بات پر اس قدر افسوس نہیں کہ جس قدر افسوس اس امر کا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر گروہ باغی سے قتال نہ کیا۔

نیز بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حلف کے ساتھ اس امر کو بیان کیا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دے دے تب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو اس بات میں شک نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امام ہیں اور حق پر ہیں اور ان کے مخالفین باطل پر ہیں۔

اور بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے صفین کے دن ایک گھونٹ دودھ مانگا اور بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی تھی کہ دنیا میں ان کا آخری شربت دودھ ہوگا چنانچہ دودھ ان کے پاس لایا گیا اور انہوں نے اس کو پیا اور آگے بڑھے حتیٰ کہ مقتول ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے دیکھ کر انہوں نے کہا تھا کہ میں اس جھنڈے والے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھی قتال کر چکا ہوں یعنی قبل اس کے اسلام کے۔

نیز بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی بابت دو اشخاص میں جھگڑا ہوا ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا ہے یہ جھگڑا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا سامان لینے کے لئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ان دونوں اشخاص سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا پس ان دونوں میں ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ کیوں رہتے ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے والد نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تھا کہ تم اپنے والد کی اطاعت کرو جب تک زندہ رہو اور ان کی نافرمانی نہ کر پس اسی وجہ سے میں تمہارے ساتھ ہوں مگر میں لڑتا نہیں ہوں۔

نیز ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تم اپنے مجنون کو ہمارے یہاں سے الگ کر دو وہ کیوں ہمارے ساتھ رہتا ہے اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تھی۔

اور ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ہے: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث مبارکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم قسم کھا کر کہتے ہو کہ ہم نے یا تم نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو ان کو یہاں لائے۔

اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ دو اشخاص نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے جھگڑا کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی تو ان سے کہا گیا کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کیوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا لباس لینے والا دونوں دوزخی ہیں (یہ تو نہ فرمایا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والا دوزخی ہے)

بسند حسن روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کے دن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی اور بار بار یہ ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سچے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے خلافت کے بارے میں کوئی وصیت کی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعراض کیا۔ پوچھنے والے نے جب بہت اصرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا: وہی وصیت کی تھی جو سب کو کی تھی مگر بات یہ ہوئی کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں مشغول ہو گئے اور دوسرے لوگوں کے حالات اور افعال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بنسبت میرے حالات اور افعال کے زیادہ خراب تھے۔ پھر شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہوں اور میں نے اس کو حاصل کیا اب اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی۔

اس فرمان میں تفکر کرو جو بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانے ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی باوجودیکہ وہ اس حدیث مبارکہ سے واقف تھے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو

گروہ باغی قتل کرے گا اور باوجودیکہ ان کو یہ علم تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر باغی ہے پھر بھی اپنی خلافت کو محتمل خطا جانتے تھے اور اس امر کی تصریح کرتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل سابق قطعی البطلان نہیں ہے بلکہ احتمال اس بات کا ہے کہ وہی حق ہو ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا نہ فرماتے۔

اگر کہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول از قبیل تواضع تھا اور کسی انسان کامل کا ایسی خطا کا اقرار کرنا جو اس میں نہ ہو محض بوجہ انکسار و تواضع کے ہوا کرتا ہے۔

تو میں جواب دوں گا۔

یہ صرف دعویٰ ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا بوجہ انکسار کے تھا حق یہ تھا کہ بوجہ انکسار بھی ہوسکتا ہے اور بوجہ اس کے بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احتمال صحیح ہو پس جب دونوں احتمال موجود ہیں اور کوئی قطعی البطلان نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں معذور سمجھے جائیں گے جیسا کہ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سابق سے ہوتی ہے کہ میری طرف سے مقتول اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے میں باغی تھے گو معذور ہوں لہٰذا اس بات پر غور کرو اور اس کے یاد کرنے اور تحقیق کرنے کی طرف توجہ کرو تمہارے بہت سے شکوک اور خیالات دفع ہو جائیں گے جن کی وجہ سے بہت سے لوگ خطا و گمراہی و انحراف از حق ہوتے رہتے ہیں۔

اگر تم یہ کہو کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ہر بات میں اپنے والد کی اطاعت کرنا باوجودیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کے والد آئندہ چل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جائیں گے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا حکم دیں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان باتوں سے مطلع فرما دیا تھا جو آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے والی تھیں اور تمام وہ امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیئے تھے جو صادر ہونے والے تھے جیسا کہ احادیث مبارکہ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم پہلے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں۔

وہ حدیث مبارکہ یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وہاں نہ پایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ ان کی والدہ نے کہا وہ برابر روزہ رکھتے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے اور شب بیدار رہتے ہیں کبھی نہیں سوتے اور گوشت نہیں کھاتے اور اپنی بیوی کا حق ادا نہیں کرتے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب آ جائیں تو ان کو روک لینا۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے پھر واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو سب باتوں سے منع کیا کہ یہ خلاف سنت ہیں اور انہیں حکم دیا کہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی ترک کر دو، کچھ دیر شب کو جاگو اور کچھ دیر سو رہو اور گوشت بھی کھاؤ اور اپنی بیوی کا بھی حق ادا کرو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم چند ناقص لوگوں کے ساتھ رہ جاؤ گے جنہوں نے اپنے عہد و پیمان فراموش کر دیئے ہوں گے اور وہ باہم اختلاف کریں گے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز تم جائز سمجھو اس کو کرو جو نا جائز سمجھو اس کو ترک کر دو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلتے چلتے ان کے والد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے والد کے ہاتھ میں رکھ دیا اور ارشاد فرمایا: کہ اپنے والد کی اطاعت کرو پھر جب صفین کا دن آیا تو ان کے والد نے ان سے کہا کہ چلو اور لڑو انہوں نے کہا کہ اے میرے باپ! آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں جا کر لڑوں حالانکہ آپ سن چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مجھے کیا نصیحت کر رہے تھے۔ ان کے والد نے کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نصیحت کیا یہ نہ تھی کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں رکھ دیا اور ارشاد فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرنا لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم چلو اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑو چنانچہ یہ اپنی تلوار اٹھا کر چلے۔ یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کا خلاصہ ہے۔ اس حدیث مبارکہ کی سند میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے تو اس کی توثیق کی ہے مگر ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ابوحاتم ابن حبان سے زیادہ ماہر حدیث مبارکہ ہیں بلکہ ابن حبان توثیق میں (غیر محتاط) کے ساتھ مشہور ہیں لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرنا ضعیف ہے اگر اس حدیث مبارکہ کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو تب بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت اپنے والد کے حکم کی بحیثیت ابوت کے ہوگی نہ بحیثیت اس کے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام برحق تھے۔ انتہائی بات یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا حکم اپنے بیٹے کے حق کے خلاف نہ ہوگا اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہوگی اور وجہ خلاف نہ ہونے کی یہ ہوگی کہ وہ مجتہد تھے اور ان کا ایک اجتہاد یہ بھی تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں یہی بات اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوتی ہے نہ جو سائل کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کی اطاعت کا حکم دیا یہ حکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑنے کو بھی شامل ہے تاکہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ اس حدیث مبارکہ کے آخری مضمون پر دلالت نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر اپنے والد کی اطاعت صرف انہیں امور میں واجب تھی جو از روئے شریعت ان کے اجتہاد کے خلاف نہ ہوں اس سے زیادہ اس حدیث مبارکہ سے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ (تطہیر الجنان واللسان: ص:35)

اعتراض

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور لوگ تم کو دوزخ کی طرف

بلائیں گے۔اس سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جنت کی طرف بلایا تھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ تھا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ وہ دوزخ کی طرف بلائیں اس امر کی تصریح دلیل ہے کہ وہ گمراہی پر ہوں گے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اس وقت ثابت ہو گی جبکہ حدیث مبارکہ کو صحیح مان لیا جائے اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو مگر جبکہ حدیث مبارکہ ہی صحیح نہ ہو تو اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے اور یہاں یہی کیفیت ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے اور ابن حبان کا صحیح کہنا اور لوگوں کے ضعیف کہنے کو رد نہیں کر سکتا۔خصوصاً اس حال میں کہ ابن حبان صحیح کہنے میں غیر محتاط مشہور ہیں۔اچھا صحت اس کی تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ دوزخ کی طرف بلانے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے لوگ وہ لوگ ہوں جو مجتہد نہ تھے ایسے لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہو جاؤ نا جائز تھا لہٰذا وہی لوگ دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے۔

(تطہیر الجنان واللسان:ص:35)

اعتراض

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا اور ان سے لڑے باوجودیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے باجماع حل وعقد اور افضل واعدل واعلم تھے۔حدیث حسن وہ حدیث مبارکہ یہ ہے۔

انا مدینة العلم و علی بابها . (مستدرک:جز:3،ص:137)

یہ حدیث بوجہ کثرت طرق کے حسن ہو گئی جو لوگ اس کو مرفوع کہتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں اور جو اس کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔آئمہ محدثین نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے فضائل ومناقب اس قدر وارد نہیں ہوئے جس قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارد ہوئے اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کے دشمن بہت ہو گئے اور افتراء بازوں نے ان کے معائب اور مثالب بہت گھڑے اور ان کے بعد والوں کو بھی یہ دشمنی میراث میں ملی اس وجہ سے آئمہ محدثین نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ باطل کو رد کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کی جس قدر احادیث مبارکہ ان کو پہنچی ہیں ان کا اعلان کریں پس ہر شخص نے جس قدر احادیث مبارکہ فضائل ومناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس کے پاس تھیں بیان کرنا شروع کر دیں۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ یہ کام بغیر کسی تاویل محتمل کے کرتے تو البتہ یہ اور بات ہوتی اور یہ کئی مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک تاویل محتمل کی بنا پر یہ کام کیا تھا خود حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مجتہد تھے غایت یہ ہے کہ وہ مجتہد مخطی تھے بہر حال وہ مستحق ثواب ہیں نہ کہ گناہ گار۔ علاوہ اس کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص ایک صریح ناانصافی ہے کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں بلکہ بہت بڑے بڑے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم اس میں ان کے موافق ہیں جیسا کہ سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے مثل اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سب لوگ واقعہ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے حتیٰ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتل کر دیئے گئے اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وارثان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے روک دیا تھا۔ یہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی پس جیسا کہ ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بوجہ اس تاویل کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھ لیا تھا اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کا قتل جائز سمجھ لیا تھا اور باوجودیکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے عذر خواہی کی بوجہ اس کے کہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہ تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں پوچھا گیا کہ اہل جمل جو آپ رضی اللہ عنہ سے لڑے کیا مشرک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرک سے تو وہ بھاگتے تھے۔ پوچھا گیا پھر کیا منافق ہیں؟ ارشاد فرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کی بات بہت کم کرتے ہیں۔ پوچھا گیا پھر وہ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا بھائی کہا۔

(مسند ابن ابی شیبہ: جز:15،ص:231)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اسلام بلکہ کمال اسلام باقی ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں معذور تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی واقعہ جمل میں فرمایا تھا کہ تم مجھ سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔ ان دونوں نے کہا ہم خون عثمان رضی اللہ عنہ کے طالب ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون میرے پاس نہیں ہے۔

عبدالرزاق نے زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب فتنہ واقع ہوا تو اس کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بہت تھے اور ان میں اصحاب بدر بھی تھے اس بات پر متفق ہو گئے کہ جس قدر خون ریزی بربنائے تاویل قرآن ہوئی ہے وہ سب معاف ہے اور جس قدر مال کی ہلاکت بربنائے تاویل قرآن ہوئی ہے اس کا ضمان نہیں ہے اور جس قدر شرم گاہیں بربنائے تاویل قرآن حلال سمجھی گئیں ان میں حد نہیں ہے مگر اب جس قدر چیزیں موجود ہیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ جمل میں اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو اور کسی زخمی پر حملہ نہ کرو جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ امن پا لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز:15،ص:262)

ایک اور روایت میں ہے کہ

انہوں نے یہ اعلان کروا دیا تھا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے اور کوئی قیدی چھوڑا نہ جائے اور جو شخص دروازہ بند کر دے اس کو امن مل جائے گا اور جو شخص اپنا ہتھیار ڈال دے وہ امن پائے گا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

کوئی سامنے آنے والا قتل نہ کیا جائے ہاں اگر وہ حملہ کرے تو پھر اس کا قتل جائز ہے بشرطیکہ بغیر قتل کے اس کا دفعیہ ممکن نہ ہو اور کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کوئی شرم گاہ حلال نہ سمجھی جائے اور کوئی دروازہ نہ کھولا جائے اور کسی کا مال حلال نہ سمجھا جائے۔

اور ابن منیع نے حرث بن ابی اسامہ اور بزار اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ان لوگوں کی بابت جو اس امت کے باقی رہ گئے کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حکم ہے کہ زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، قیدی قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، غنیمت کو پوشیدہ نہ کیا جائے۔

امام احمد اور نسائی اور طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج حروریہ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے تھے اور بہت اعتراضات انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیے تھے من جملہ ایک اعتراض یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو لونڈی، غلام نہ بنایا اور مال غنیمت کو حاصل نہ کیا۔ یہ کہا کہ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی بناتے؟ واقعہ جمل میں وہی تو سردار تھیں اور جنگ انہیں کے حکم سے ہوتی تھی کیا تم ان کے ساتھ (معاذ اللہ) وہ باتیں کر سکتے تھے جو کسی اور عورت سے کر سکتے ہو اگر تم ایسا کرو تو یقیناً کافر ہو جاؤ گے۔ وہ ہماری ماں نہ تھیں تب بھی یقیناً کافر ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط (احزاب:٦)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ حق دار ہیں اور ان کی بیبیاں سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اب اس وقت تم دو گمراہیوں میں ہو پس ان میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔ (سنن النسائی الکبریٰ: جز:5،ص:165)

پس اے صاحب توفیق! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جو باغیوں کے بارے میں ہیں اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کو باغیوں کی بابت غور کر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ بیان کیا اس پر تفکر کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات بالکل صریح

ہے اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی کہ خوارج کے علاوہ جس قدر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے وہ سب مسلمان اور وہ اپنے مرتبہ کمال پر باقی تھے اور جس اجتہاد نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے پر راغب کیا اس میں وہ معذور تھے اور وہ لوگ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور اگر اس لڑائی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا گناہ یا ان کے مرتبہ میں کسی قسم کا نقص عائد ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد لڑائی ختم ہونے کے ضرور ان پر عتاب کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ لڑائی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی لڑنے والے سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ ان سے نہایت حلم اور احسان اور صلح ومنت کے ساتھ پیش آئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں وہ حدیث مبارکہ صحیح ہے جو آئندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حالات خوارج کے متعلق منقول ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے اس حال میں کہ تم بنسبت ان کے حق سے زیادہ قریب ہو گے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ بھی حق سے قریب تھا پس اب ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے باعث کوئی ملامت نہ رہی اگرچہ وہ لوگ باغی تھے بوجہ اس کے وہ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے اور یہ روایت اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے کہ عنقریب بیان ہوگا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ترک خلافت کر دی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خوارج سے لڑنے کا بڑا اہتمام کیا لہٰذا وہ بھی اس قول میں مخاطب ہو گئے کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے اس حال میں کہ تم حق کی طرف قریب تر ہو گے مگر یہ مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معزولی امام حسن رضی اللہ عنہ کے حاصل ہوا اور کچھ شک نہیں کہ وہ اس وقت امام برحق ہو گئے۔

باقی رہا روافض کا یہ کہنا کہ

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑا وہ کافر ہے ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں لہٰذا وہ ہرگز قابل خطاب اور لائق جواب نہیں کیونکہ یہ لوگ معاند اور حق کے مخالف ہیں بلکہ ان کے حق میں نافع قتل اور جلائے وطن ہے کسی دلیل سے ان کی تسکین ہی نہیں ہوتی ان کا ہدایت پانا محالات سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے روبرو اپنے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کمال اسلام پر قائم تھے اور جو کچھ ان سے خلاف صادر ہوا اس میں وہ معذور تھے گو امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جمل وصفین والے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محض اس وجہ سے لڑے تھے کہ ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بری تھے باوجود اس کے پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو معذور سمجھا بوجہ اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ لوگ امام ہیں فقیہ ہیں۔ اور

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھا کہ جب مجتہد سے اجتہاد میں غلطی نہ ہوتو اس کو دوگنا ثواب ملے گا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد غیر خاطی تھے لہٰذا ان کو دوگنا بلکہ دس گنا ثواب ملے گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑنے والے مثل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوان کے ہمراہ تھے جن میں اہل بدر بھی شامل تھے مجتہد خاطی تھے لہٰذا ان کو ایک ہی ثواب ملے گا وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں باغی تھے مگر بغاوت کوئی مذمت نہیں ہے جیسا کہ اوپر کئی بار بیان ہو گیا ہے پھر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے باغیوں کے احکام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کے حالات سے سیکھے۔ (الصحابۃ: جز: 1، ص: 87)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو باغی کہا مگر یہ کوئی نقص نہیں ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ معذور تھے کیونکہ مجتہد دلیل کا پابند ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مبسوط طریقہ سے بیان ہو گیا ہے اس کی وجہ سے وہ مستحق ثواب سمجھے گئے گو خطا پر تھے اسی پر علماء معتبرین کا اجماع ہے۔ (تطہیر الجنان واللسان: ص 36 تا 37)

اعتراض

اگر تم یہ کہو کہ بہت ساری احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور ان کے قتل کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے لشکر والے باغی تھے؟

جواب

ہم اس کا انکار نہیں کرتے جیسا کہ اوپر بیان ہو گیا ہے اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے اور جو باغی کہ مجتہد ہوں اور ان کی تاویل قطعی البطلان نہ ہو وہ گناہ گار نہیں ہوتے بلکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں گو ان کی تاویل فاسد ہو یہ بھی سابق بیان میں ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ سے اپنے والد محترم کے سامنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ کی تاویل کی تھی۔ اور کہا تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو یہاں لائے وہی لوگ ان کے قتل کا باعث ہوئے انہوں نے قتل سے معنیٰ مجازی مراد لئے ان کے نزدیک اس معنیٰ مجازی کے قرائن قائم ہوں گے۔ پس یہ ایک ایسی تاویل ہے کہ مجتہد اس کے ساتھ تمسک کر سکتا ہے اگرچہ حق یہی ہے کہ یہ حدیث مبارکہ بصراحت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو مرتکب ان کے قتل کے ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاویل سے زیادہ قریب الفعل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تاویل ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے۔

انہوں نے کہا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل دوزخ میں جائے گا۔

قاتل سے مراد وہ شخص ہے جس نے ارتکاب قتل کیا یا قتل میں اعانت کی ہو اور خاص قاتل اور معین قتل کے دوزخی ہونے

سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام گروہ ایسا ہی ہو ان میں باہم کھلا ہوا فرق ہے کیونکہ اور لوگ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے اور قاتل اور معین قتل مجتہد نہ تھے لہٰذا ان کی تاویل قابل التفات نہیں ہے۔

یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ

دو شخص حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے مدعی تھے اور دونوں باہم جھگڑا کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ ان کے سامنے بیان کی تو ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بوجہ اس کے کہ رفقائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور زہاد و عباد میں سے تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل اور اپنے والد کی تاویل قبول کرنے میں تامل کیا اور برملا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے ساتھیوں کو باغی کہا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم کیوں ہمارے ساتھ ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر لڑتا نہیں ہوں (وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک بار) میرے والد محترم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: تھا کہ تم اپنے والد کی اطاعت کرو جب تک وہ زندہ رہیں پس ان کے حکم سے میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں۔ اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دقت نظر کو بغور ملاحظہ کرے گا اس کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ افعال یہ لڑائیاں جوان لوگوں سے صادر ہوئیں بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد ہوئیں اور اپنے نزدیک انہوں نے امر حق کو اختیار کیا اسی وجہ سے ان تمام باتوں میں آئمہ مسلمین نے سلف سے خلف تک ان کو معذور سمجھا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو معذور سمجھا پس اب کسی مسلمان کو ان دونوں گروہوں میں سے ایک پر طعن کرنے کی گنجائش نہ رہی بلکہ ہر مسلمان پر ضروری ہو گیا کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق ہیں اور ان سے لڑنے والے باغی ہیں اور دونوں معذور ہیں مستحق ثواب ہیں جو اس میں شک کرے وہ گمراہ ہے جاہل یا معاند ہے لہٰذا اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور نہ اس کا اعتبار کیا جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذور ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ

خود انہوں نے یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر گناہ کی بابت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے سوا اس گناہ کے کہ آدمی بحالت کفر مر جائے یا کسی مومن کو عمداً قتل کر دے۔ (مستدرک: جز:4، ص:391)

لہٰذا باوجود اس حدیث مبارکہ سے واقف ہونے کے اگر وہ یہ نہ سمجھتے کہ جن مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے تو یقیناً وہ ان کو قتل نہ کرتے۔ ایک شخص خود ہی ایک حدیث مبارکہ روایت کرے اور پھر خود ہی اس کے خلاف کام کرے سوا جاہل معذور کے یہ کام اور کس سے ہوگا اور حاشا ثم حاشا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں اور ہدایت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو حساب و کتاب کی تعلیم کرے اور ان کو عذاب سے بچائے اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عالم و فقیہ و مجتہد ہونے پر اتفاق ہے تو کیا ایسے جاہل معذور ہو سکتے ہیں۔ (تطہیر الجنان واللسان: ص:38)

اعتراض

متعدد راویوں کے طریق سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ناکثین، قاسطین اور صارقین سے لڑنے کی وصیت کی تھی اور یہ تینوں وصف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں میں موجود تھے اور یہ بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے سخت ناقص ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ واقعہ صفین کے پہلے فائدہ میں مذکور ہوگی اور وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی لہٰذا اس مقام کو دیکھو یہاں قابل غور ایک بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اوران کے ساتھیوں سے لڑے جن میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور خوارج سے بھی لڑے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی لڑے لہٰذا اس حدیث مبارکہ کو صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا سخت ناانصافی بلکہ جس قدر لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑے سب پر یہ حدیث مبارکہ محمول ہوسکتی ہے اوران الفاظ کی تاویل ممکن ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان، ص:39)

اعتراض

روایت ہے کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کے پاس انہیں کے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان دونوں کے درمیان جا کر بیٹھ گئے اور کہا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) جانتے ہیں کہ میں آپ (رضی اللہ عنہما) کے درمیان کیوں بیٹھ گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ دیکھو تو ان کے درمیان میں فرق کردو کیونکہ وہ دونوں عذر ہی کے لئے یکجا ہوں گے لہٰذا میں نے چاہا کہ آپ (رضی اللہ عنہما) کے درمیان تفریق کردوں۔ (معجم الکبیر، ج:7، ص:289)

اس روایت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتہاء درجے کی ثابت ہوتی ہے۔

جواب

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ حدیث مبارکہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کیونکہ حافظ ہیثمی نے اس کی بابت کہا ہے کہ اس کی سند نہیں بعض راویوں کو میں نہیں جانتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ چونکہ عقلائے عرب میں سے تھے پس اگر بالفرض یہ حدیث مبارکہ

صحیح بھی ہو تو نبی کریم ﷺ کا مقصود یہ ہو گا کہ یہ دونوں ایک جگہ جمع نہ ہونے پائیں ورنہ ان کا اجتماع کبھی کسی امر دنیوی کے لئے ہو جائے گا جس میں دوسروں کو ضرر پہنچے گا یہی مطلب لفظ عذر سے ظاہر ہوتا ہے اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی برائی اس اجتہاد کے متعلق جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں کیا تھا نہیں نکلتی ہے اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دونوں کی تعریف ثابت ہے نہ کہ برائی ثابت ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان: ص:43)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

قولہ عن البراء

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

(مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:521)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّشْدِيْدِ فِيمَنْ يَّرْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ اَوْ يَضَعُ قَبْلَهُ

باب! امام سے قبل سر اٹھانے اور رکھنے پر تشدید کا بیان

یہ باب امام سے قبل سر اٹھانے اور اس سے قبل سر رکھنے پر وعید کے متعلق ہے۔

528 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا يَخْشَى اَوْ اَلَا يَخْشَى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ وَالْاِمَامُ سَاجِدٌ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ اَوْ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ نہیں ڈرتا یا کیا تم میں سے کوئی نہیں خوف رکھتا جب وہ اپنا سر اٹھا لیتا ہے اور امام سجدے کی حالت میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر میں تبدیل فرما دے یا اس کی صورت گدھے کی صورت میں بدل جائے۔

(معجم الاوسط: ج:4، ص:52، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:224، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:33، سنن ترمذی: رقم الحدیث:531)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں امام سے قبل سر اٹھانے اور رکھنے میں وعید شدید بیان فرمائی گئی کہ ایسے شخص کو اپنی شکل کے مسخ ہو جانے سے ڈرنا چاہیے۔

اس وعید کے دو مطلب ہیں۔

ایک ظاہری معنیٰ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو گدھے کے چہرے کی طرح کر دے جس طرح ایک محدث کے بارے میں واقعہ منقول ہے کہ اس نے حدیث مبارکہ کا امتحان لینے کے لئے امام سے پہل کی تو اس کا سر گدھے کی طرح ہو گیا پورا مسخ نہیں ہوا۔ مگر وہ حدیث مبارکہ یوں پڑھاتے کہ چہرے پر پردہ ڈال لیتے تھے۔

جس طرح کہ بہار شریعت میں ہے۔

حضرت سیدنا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مبارکہ لینے کے لئے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق گئے وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے مدتوں تک ان کے پاس بہت کچھ پڑھا مگر ان کا منہ نہ دیکھا جب زمانہ دراز گزرا اور ان محدث صاحب نے دیکھا کہ ان کو (یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ) کو علم حدیث مبارکہ کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا گدھے جیسا منہ ہے۔ انہوں نے فرمایا: صاحبزادے! دوران جماعت امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث مبارکہ جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مستبعد (یعنی بعض راویوں کی عدم صحت کے باعث دور از قیاس) جانا اور میں نے امام پر قصداً سبقت کی تو میرا منہ ایسا ہو گیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ (بہار شریعت: حصہ:3،ص:95)

دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ یہ شخص گدھے جیسا احمق بن جاتا ہے اس کے عقل وفہم میں کمی واقع ہو جاتی ہے یہ سزا گناہ کے موافق ہے کیونکہ امام سے جلدی کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ امام کے سلام سے پہلے تو جا نہیں سکتا پھر جلدی کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: امام سے پہلے سجدہ کیا مگر اس کے سر اٹھانے سے پہلے امام بھی سجدہ میں پہنچ گیا تو سجدہ ہو گیا مگر مقتدی کو ایسا کرنا حرام ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:2،ص:90)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مقتدی نے سب رکعتوں میں امام سے پہلے رکوع وسجود کر لیا تو ایک رکعت بعد کو بغیر قرأت پڑھے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:2،ص:90)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيمَنْ يَنْصَرِفُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب! امام سے قبل واپس لوٹنے کا بیان

اس باب میں امام سے قبل واپس لوٹنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

529 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ بُغَيْلٍ الْمُرْهِبِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلٰوةِ وَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْصَرِفُوا قَبْلَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلٰوةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز کے متعلق بتایا اور ان کو لوگوں سے نماز سے فارغ ہونے سے قبل واپس لوٹنے سے منع فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:3180، مستدرک: رقم الحدیث:792، شرح السنۃ: ج:1، ص:174، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:480)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کے کئی احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ مقتدی امام سے قبل سلام نہ پھیرے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مقتدی امام سے قبل مسجد سے باہر نہ جائے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ مقتدی امام سے قبل مسجد سے باہر نہ جائے تاکہ مردوں کا عورتوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظاہری میں عورتیں مسجد میں آکر جماعت میں شریک ہوتی تھیں اور عورتوں کی آخری صف ہوتی تھی سلام پھیرنے کے بعد مرد اور عورتیں اکٹھے واپس لوٹتے تو اختلاط ہو جاتا۔ اختلاط سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا: کہ سلام پھیرنے کے بعد عورتیں مسجد سے باہر نکلیں اور مرد بیٹھے رہیں جب عورتیں نکل جائیں گی تو پھر امام یعنی میں خود باہر تشریف لے جاؤں گا میرے بعد مقتدی یعنی تم نکلنا تاکہ اختلاط نہ ہونے پائے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب جُمَّاعِ اَثْوَابِ مَا يُصَلَّى فِيهِ

باب! کتنے کپڑوں میں نماز ادا کی جائے؟

یہ باب نماز میں ستر عورت کے بیان میں ہے۔

530 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے سب کے پاس دو کپڑے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3403)

531 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی ایک کپڑے میں یوں نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ بھی نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 531)

532 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ الْمَعْنٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ اَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فِي ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بِطَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کی دونوں سائیڈیں مخالف کندھوں پر ڈال لے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 532)

533 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز ادا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا کہ دونوں طرفیں دوسرے مخالف کندھے پر ڈال دیتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 533)

534 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا تَرٰى فِي الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ قَالَ فَاَطْلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزَارَهُ طَارَقَ بِهٖ رِدَائَهُ فَاشْتَمَلَ بِهِمَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَنْ قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ

قیس بن طلق اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والے کے متعلق کیا حکم رکھتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازار شریف اور چادر کو ایک دوسرے پر ڈالا تو دونوں کو اپنے مقدس جسم سے لپیٹ دیا پھر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی جب نماز کو ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم سب کے پاس دو کپڑے ہیں۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8245)

تشریح:

ایک کپڑے میں نماز پڑھنا آئمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ممانعت منقول ہے چنانچہ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں ہے ایک بار حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ اس وقت ہے جب لوگوں کے پاس کپڑے نہ ہوں پس جب وہ کپڑے پائیں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پر تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا: ابی کا قول درست ہے نہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا۔ بہر حال اس پر اجماع ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے بنسبت ایک کپڑے کے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا کبھی تو دوسرا کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے تھا اور کبھی باوجود ہونے کے صرف جواز کے بیان کی وجہ سے تھا اصل اس میں یہ ہے کہ نماز لباس معتاد اور مناسب ہیئت میں ادا کرنی چاہئے جس لباس اور ہیئت میں آدمی بڑے لوگوں سے ملنا اور مجمعوں میں شرکت کرنا پسند نہیں کرتا ایسی ہیئت نماز میں بھی اختیار نہیں کرنی چاہئے نماز تو وہ مقام ہے کہ جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت

کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات وہ عظیم ذات اقدس ہے کہ جس نے تمام عالم کو پیدا فرمایا اور اس کو رزق دیا تو ایسی عظیم ذات اقدس کی بارگاہ میں کس طرح کھڑا ہونا چاہئے؟ ہر صاحب عقل اس بات کو خوب جانتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: اگر صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے گھٹنوں تک رکوع وسجود وغیرہما ہر حال میں ستر حاصل ہے اور اس کا گریبان اتنا کشادہ ہے کہ گریبان سے اپنے ستر تک نظر جاسکتی ہے اور اس نے دیکھا تو کراہت ہے مگر نماز ہوگئی۔

درمختار میں ہے۔

اسے دوسرے سے چھپانا شرط ہے خود سے نہیں اسی پر فتویٰ ہے تو اگر گلے کے چاک سے اپنا ستر دیکھا تو نماز نہ جائے گی اگرچہ مکروہ ہے۔

اور فتاویٰ رضویہ کے حاشیہ میں ہے:

صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے رکوع وسجود وغیرہ کسی حالت میں زانو کا حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کچھ حرج نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 1، ص470 تا 471)

☆ **قوله: لا يصل احدكم فى الثوب الواحد ليس على منكبيه منه شىء**

اگر نماز میں کندھے ننگے ہوں تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز نہیں ہوتی اور دوسری روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ نماز تو ہو جاتی ہے مکروہ تحریمی کا گناہ ہوتا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تنزیہ کے لئے ہے۔

جمہور کی دلیل باب اذا كان ثوباً ضيقاً میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے جس کے آخر میں ہے "اذا كان واسعاً فخالف بين طرفيه" ہے۔ "واذا كان ضيقاً فاشدده على حقوك" اگر ننگے کندھے کے ساتھ نماز نہ ہوتی یا مکروہ تحریمی ہوتی تو آپ کو کچھ پر باندھنے کا حکم ارشاد نہ فرماتے معلوم ہوا کہ لا يصلى احدكم فى الثواب الواحد ليس على منكبيه منه شىء والی روایت نہی تنزیہ کے لئے ہے۔

ستر عورت کا حکم اور کہاں کہاں تک ستر عورت ہے

ستر عورت یہ ہے کہ بدن کا وہ حصہ جن کا چھپانا فرض ہے اس کو چھپانا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:31)

ہر نماز کے وقت کپڑا پہنو۔

کثیر احادیث مبارکہ ستر عورت کے متعلق ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز پڑھو تہبند باندھ لو اور چادر اوڑھ لو اور یہودیوں کی مشابہت نہ کرو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال: رقم الحدیث:1974)

ایک اور روایت میں ہے: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث:876)
ایک اور روایت میں ہے: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:641)
ایک اور روایت میں ہے: ام المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:
کیا بغیر ازار پہنے کرتے اور دوپٹے میں عورت نماز پڑھ سکتی ہے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کرتا پورا ہو کہ پشت قدم کو چھپالے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:640)

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ستر عورت ہر حال میں واجب ہے خواہ نماز میں ہو یا نہیں تنہا ہو یا کسی کے سامنے بلا کسی غرض صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالا جماع فرض ہے یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی اگر چہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا باریک کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور ننگے پڑھی بالا جماع نہ ہوگی مگر عورت کے لئے خلوت میں جبکہ نماز میں نہ ہو تو سارا بدن چھپانا واجب نہیں بلکہ صرف ناف سے گھٹنے تک اور محارم کے سامنے پیٹ اور پیٹھ کا چھپانا بھی واجب ہے اور غیر محرم کے سامنے اور نماز کے لئے اگر چہ تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو تمام بدن سوا پانچ عضو کے جن کا بیان آئے گا چھپانا فرض ہے بلکہ جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے منہ کھولنا بھی منع ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:93)

مزید راقم ہیں: مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے یعنی اس کا چھپانا فرض ہے ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ (درمختار: ج:2، ص:93)

مزید راقم ہیں: آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کے لئے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:95)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا نماز ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپالیا جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا اگر چہ فوراً چھپالیا نماز جاتی رہی۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:100)

مزید راقم ہیں: اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔
(ردالمحتار: ج:2، ص:100)

مزید راقم ہیں: اگر چند اعضاء میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے مگر مجموعہ ان کا ان کھلے ہوئے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا ہے اس کی چوتھائی برابر ہے نماز نہ ہوئی مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا

رہا تو مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کی قدر ضرور ہے نماز جاتی رہی۔ (ردالمختار: جز:2،ص:102)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ستر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنی نگاہ بھی ان اعضاء پر نہ پڑے تو اگر کسی نے صرف لمبا کرتا پہنا اور اس کا گریبان کھلا ہوا ہے کہ اگر گریبان سے نظر کرے تو اعضاء دکھائی دیتے ہیں نماز ہو جائے گی اگرچہ بالقصد ادھر نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:102)

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اوروں سے ستر فرض ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ادھر ادھر سے نہ دیکھ سکیں تو معاذ اللہ اگر کسی شریر نے نیچے سے جھک کر اعضاء کو دیکھ لیا تو نماز نہ گئی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:58)

مرد میں اعضائے عورت نو ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ گنوائے ہیں اور نواں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے گنوایا ہے۔

چنانچہ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: 1- ذکر مع اپنے سب اجزاء حشفہ وقصبہ وقلفہ کے۔

2- انثیین یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں ان میں فقط ایک کی چوتھائی کھلنا مفسد نماز نہیں۔

3- دبر یعنی پاخانہ کا مقام

4,5- ہر ایک سرین جدا عورت ہے۔

6,7- ہر ران جدا عورت ہے چڈھے سے گھٹنے تک ران ہے۔ گھٹنا بھی اس میں داخل ہے الگ عضو نہیں تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں کھل جائیں نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر بھی ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچتے۔

8- ناف کے نیچے سے عضو تناسل کی جڑ تک اور اس کے سیدھ میں پشت اور دونوں کروٹوں کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے۔ (ردالمختار: جز:2،ص:101)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نواں ستر عورت یہ لکھتے ہیں: دبر وانثیین کے درمیان کی جگہ بھی ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضاء کا شمار اور ان کے تمام احکام کو چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت بمرد نہ عضو است	از تہ ناف تاتہ زانو
ہرچہ ربعش بقدر رکن کشود	یا کشودی دمے نماز مجو
ذکر و انثیین و حلقہ پس	دو سرین ہر فخذ بہ زانوئے او
ظاہرا فصل انثیین و دبر	باقی زیر ناف از ہر سو

(فتاویٰ رضویہ: جز:6،ص:39)

آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ عضو کے جن کا بیان گزر چکا ہے سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل ہے کہ ان میں جس کی چوتھائی کھل جائے نماز کا وہی حکم جو پہلے بیان کر دیا ہے۔

1- سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی عادۃً جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں۔

2- بال جو لٹکتے ہوں۔

3,4- دونوں کان

5- گردن اس میں گلا بھی داخل ہے۔

6,7- دونوں شانے

8,9- دونوں بازو ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔

10,11- دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد گٹوں کے نیچے تک۔

12- سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی حد زیریں تک۔

13,14- دونوں ہاتھوں کی پشت

15,16- دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینہ سے جدا عضو کی ہیأت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کی تابع ہیں جدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں بھی، ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جدا عضو نہیں۔

17- پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے۔

18- پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک۔

19- دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ ہے بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک، دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا شانوں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے۔

20,21- دونوں سرین

22- فرج

23- دبر

24,25- دونوں رانیں، گھٹنے بھی انہیں میں شامل ہیں۔

26- ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے۔

27,28- دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت

29,30- دونوں تلوے اور بعض علماء نے پشت دست اور تلووں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔

(فتاوی رضویہ: جز:6،ص39 تا40)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثَّوْبَ فِي قَفَاهُ ثُمَّ يُصَلِّي

باب! مرد کا اپنی گردن میں کپڑا باندھنا پھر نماز پڑھنا

یہ باب مرد کا اپنی گردن میں کپڑا باندھ کر نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

535 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْ ضِيقِ الْأُزُرِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ كَأَمْثَالِ الصِّبْيَانِ فَقَالَ قَائِلٌ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کئی اشخاص کو ملاحظہ کیا جنہوں نے تنگی کی بناء پر اپنی ازاروں کو گردنوں کے پیچھے باندھا ہوا تھا بچوں کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے کسی نے کہا اے عورتوں کے گروہ تم اپنے سروں کو نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد نہ اٹھالیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 3428، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 665، مسند احمد: رقم الحدیث: 15011، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 104)

تشریح:

☆ منع کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ نہ ہو کہ پہلے عورتیں سر اٹھائیں اور مرد کی ستر کھلی ہو اور عورتوں کی نظر پڑ جائے۔

ایک کپڑا جس میں انسان نماز ادا کرتا ہے اس کی تین اقسام ہیں:

1-ضیق 2-وسیع 3-اوسع

1-ضیق

اگر ضیق ہے تو حدیث مبارکہ میں اس کا طریق استعمال اتزار ہے یعنی لنگی اور پاجامہ کی طرح اس کو اوسط بدن میں باندھ لینا۔

2-وسیع

اگر وسیع ہے تو بجائے درمیان میں باندھنے کے گردن کے قریب لا کر گرہ لگانا۔

3-اوسع

اوسع کا حکم یہ ہے کہ اس کو استعمال کیا جائے مخالفت بین الطرفین کے ساتھ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے یعنی اس کپڑے کا دایاں سرا بائیں مونڈھے پر اور بایاں سرا دائیں مونڈھے پر ڈال لیا جائے مخالفت بین الطرفین اسی چادر میں ہوسکتی ہے جو زیادہ وسیع ہو اور جو کم وسیع ہوگا اس میں گرہ لگانی پڑے گی گردن پر اور زیادہ چھوٹا ہونے کی صورت میں وسط بدن میں باندھنا ہوگا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

قوله عن سهل بن سعد رضی الله عنه

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل (رضی اللہ عنہ) نام رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ آخری صحابی ہیں جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو مدینہ منورہ کی زمین صحابی رسول سے خالی ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرآۃ المناجیح میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو العباس ہے آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 91ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہی فوت ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگیا۔

(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:583)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى غَيْرِهِ

باب! آدمی کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کا بعض حصہ دوسرے پر ہو

یہ باب اس شخص کے بارے میں ہے جو ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس کا بعض حصہ دوسرے پر ہو۔

536 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ اَبِي حُصَيْنٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی جس کا بعض حصہ

مجھ پر تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 536)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کی تشریح گزر گئی ہے۔

بَاب فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ وَاحِدٍ

باب! مرد کا ایک ہی قمیض میں نماز پڑھنا

یہ باب اس آدمی کے بارے میں ہے جو ایک قمیض کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔

537 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ قَالَ نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شکاری شخص ہوں کیا میں ایک قمیض میں نماز پڑھ لیا کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس کو باندھ لیا کرنا اگرچہ کانٹے کے ساتھ۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3420، مستدرک: رقم الحدیث: 913، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2294)

538 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَوْمَلٍ الْعَامِرِيِّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَذَا قَالَ وَالصَّوَابُ أَبُو حَرْمَلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَّنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَمِيصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہماری امامت کرائی اور صرف قمیض کے سوا کوئی چادر بدن پر نہ تھی جب فراغت پالی تو ارشاد فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قمیض میں نماز ادا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3417)

تشریح:

ایک قمیض میں نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ ستر عورت ہو۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

قولہ عن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔ بیعت الرضوان میں شامل ہوئے تھے اور انتہائی بہادر صحابی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابومسلم ہے اسلمی ہیں مدنی ہیں بیعت الرضوان میں شامل ہوئے بڑے بہادر تھے پیدل کی لڑائی میں مشہور تھے۔ اسی برس عمر شریف پائی۔ مدینہ منورہ میں 74ھ میں وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:584)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا کَانَ الثَّوْبُ ضَیِّقًا یَتَّزِرُ بِهٖ

باب! جب کپڑا تنگ ہو تو اس کے ساتھ اتزار کرنا

یہ باب تنگ کپڑے کے وقت ازار باندھنے کے حکم میں ہے۔

539 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ اَبُوْ حَزْرَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ اَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سِرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَقَامَ يُصَلِّي وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ اُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ فَنَكَّسْتُهَا ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا لَا تَسْقُطُ ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِيَدِي فَاَدَارَنِي حَتّٰى اَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهٖ فَجَاءَ ابْنُ صَخْرٍ حَتّٰى قَامَ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَنَا بِيَدَيْهِ جَمِيعًا حَتّٰى اَقَامَنَا خَلْفَهُ قَالَ وَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِي وَاَنَا لَا اَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهٖ فَاَشَارَ اِلَيَّ اَنْ اَتَّزِرَ بِهَا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا جَابِرُ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ وَاِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلٰى حِقْوِكَ

حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک غزوہ کو گیا تو نماز کے لئے قیام کیا اور مجھ پر ایک چادر تھی تو میں اس کی دونوں سائیڈوں کو پلٹنے لگ گیا وہ مجھ سے درست نہ پہنچ سکی اور اس کی سائیڈ ضرور تھیں میں نے ان کو لپیٹ کر دونوں سائیڈوں کو باندھ دیا اور یوں جھکا کہ گرنے سے بچ جائے پھر میں آ کر رسول اللہ ﷺ کے الٹی طرف کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے گھما کر سیدھی طرف کھڑا کر دیا۔ ابن صخر آیا اور وہ آپ ﷺ کی الٹی طرف کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ نے ہم کو اپنے مقدس ہاتھوں سے پکڑا اور اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے تکتے رہے اور میں سمجھ نہ سکا پھر مجھے سمجھ لگی تو آپ ﷺ نے مجھے ازار باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا: پس جب رسول اللہ ﷺ نے فراغت پالی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جابر رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کپڑا وسیع ہو تو دونوں کپڑے مخالف کندھوں پر ڈال دیا کرو اور جب تنگ ہو تو اس کو کمر سے باندھ دیا کرو۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:201)

540 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم إِذَا كَانَ لِأَحَدِكُمْ ثَوْبَانِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَلْيَتَّزِرْ بِهِ وَلَا يَشْتَمِلِ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو اور اگر ایک کپڑے کے سوا کچھ نہ ہو تو ازار باندھا کرو اور یہود کی طرح نہ لٹکا دیا کرو۔

(معجم الاوسط: جز:6،ص:132)

541 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيبِ عُبَيْدُ اللَّهِ الْعَتَكِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّحُ بِهِ وَالْآخَرُ أَنْ تُصَلِّيَ فِي سَرَاوِيلَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ رِدَاءٌ

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چادر میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا جس کو لپیٹا نہ گیا ہو اور دوسرا شلوار میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس پر چادر نہ ہو۔

(مستدرک: جز:1،ص:389، رقم الحدیث:914، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:236)

تشریح:

ضیق کپڑے میں نماز پڑھنا حدیث میں اس کا طریق استعمال اتزار ہے یعنی لنگی اور پاجامہ کی طرح اس کو وسط بدن میں باندھ لینا ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی کپڑا ہو تو اس کو اتزار کرنا چاہئے۔ حدیث مبارکہ میں ایک کپڑے کے حق میں مطلقاً اتزار کیا گیا ہے حالانکہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ کپڑا چھوٹا اور تنگ ہو۔

قوله ولا يشتمل اشتمال اليهود

اشتمال یہود یہ ہے کہ چادر کو اس طرح اپنے سارے بدن پر لپیٹ لے اوپر سے نیچے تک کہ ہاتھوں کا باہر نکالنا دشوار ہو۔ اس سے نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھنا منع فرمایا ہے اسی طرح کپڑا ہونے کے باوجود صرف شلوار یا چادر میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْإِسْبَالِ فِي الصَّلٰوةِ

باب! نماز میں کپڑا لٹکانا

یہ باب نماز میں کپڑا لٹکانے کے ممنوع کے بیان میں ہے۔

542 حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ اَبِیْ عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَسْبَلَ اِزَارَهُ فِیْ صَلَاتِهٖ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا جَمَاعَةٌ عَنْ عَاصِمٍ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَاَبُو الْاَحْوَصِ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو نماز میں تکبر سے چادر کو لٹکائے گا اللہ تعالیٰ اس کے حلال وحرام سے مستغنی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ایک جماعت نے عاصم سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوفاً روایت کیا ہے ان میں سے حماد بن یزید، ابوالاحوص اور ابو معاویہ بھی ہیں۔

(معجم الکبیر: جز:9، ص:284)

543 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یُصَلِّی مُسْبِلًا اِزَارَهٗ اِذْ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ اَمَرْتَهٗ اَنْ یَّتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ فَقَالَ اِنَّهٗ كَانَ یُصَلِّی وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ اِزَارَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تہبند کو لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا: جا کر وضو کرو تو وہ گیا وضو کر کے آیا پھر ارشاد فرمایا: جا کر وضو کرو تو وہ دوبارہ جا کر وضو کر کے آیا پھر ارشاد فرمایا: جا کر وضو کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کس بناء پر وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا: ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو تہبند کو لٹکائے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:241، شعب الایمان: ج:5،ص:145، مسند البزار: ج:2،ص:461)

تشریح: اسبال ازار کا حکم

اگر یہ تکبر کی وجہ سے ہو تو تب تو حرام ہے اور اگر ویسے ہی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو تو مکروہ بھی نہیں جیسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا ازار نیچے کو ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا یہ فعل تکبر کی وجہ سے نہیں۔

☆ من اسبل ازاره فی صلوته خیلاء فلیس من الله فی حل ولا حرام ۔

جو شخص نماز میں تکبر سے چادر لٹکائے رکھے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال حرام میں نہیں ہے۔

اس کے کئی توجیہات ہیں۔

1- پہلی توجیہ یہ ہے کہ

وہ شریعت سے نکل جاتا ہے کیونکہ شریعت میں بعض چیزیں حلال ہیں بعض حرام ہیں یہ دونوں سے نکل گیا یعنی شریعت سے نکل گیا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

وہ حلت جنت اور حرمت نار سے نکل گیا یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو حلال اور جہنم کو اس وقت حرام نہیں فرمائے گا جب تک وہ گناہ کی سزا نہ بھگت لے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

حل کا معنیٰ جائز کام اور حرام کا معنیٰ احترام یعنی وہ جائز کاموں سے نکل کر حرام کاموں میں لگ جاتا ہے۔

سوال

اسبال کی وجہ سے نماز دہرانے کے ساتھ ساتھ دوبارہ وضو کرنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب

اس کے کئی جواب ہیں۔

ایک جواب تو یہ ہے کہ

اسبال اتنا برا فعل ہے کہ اس کا اثر نماز سے تجاوز کر کے مقدمہ نماز وضو تک جا پہنچا وہ بھی ٹوٹ گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

وضو تو نہیں ٹوٹتا مگر آپ ﷺ نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا کہ اس کو سوچنے کا موقع مل جائے کہ مجھے اعادہ نماز کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ جب چلے گا تو اس کو اپنے ازار کا علم ہو جائے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہے کہ اس کو نہ حلال کی خبر ہے اور نہ حرام کی پرواہ ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہے تو حرام ورنہ مکروہ ہے۔

اس کی ممانعت میں کثیر احادیث مبارکہ واقوال فقہاء کرام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5783)

مسلم بن یناق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو چادر گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے اپنا نسب بیان کیا وہ شخص بنولیث سے تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو پہچان لیا اور کہا میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص محض تکبر کے ارادہ سے چادر لٹکائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5345)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔ (صحیح بخاری: جز:2،ص:861)

ایک اور روایت ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اپنے تہبند کو گھسیٹ کر چلتا تھا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (صحیح البخاری: جز:2،ص:861)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا نبی کریم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: جا کر وضو کرو اس نے جا کر وضو کیا اور پھر آیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ وضو کرو۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا ہے۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شخص تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد: جز:2،ص:209)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کے تہبند کی حد پنڈلیوں کے نصف تک ہے اگر ٹخنوں تک ہو تو کوئی حرج نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے۔ (المصنف: جز:8،ص:203)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوبکر عبداللہ محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جس شخص کا تہبند ٹخنوں کو چھوئے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (المصنف: جز:8،ص:201)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کے پٹھوں کو پکڑ کر فرمایا یہ تہبند کی جگہ ہے اگر تم ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا نیچے اور اگر ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا اور نیچے اور اگر تم ایسا نہ کرو تو ٹخنوں پر تہبند کا کوئی حق نہیں ہے۔ (المصنف: جز:8،ص:202)

فقہاء کرام کی آراء

فقہاء کرام کی ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے متعلق مختلف آراء ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

فقہاء مالکیہ کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: یہ احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے سو جو شخص جلدی کی وجہ سے کپڑا گھسیٹ کر چلا یا اس کا تہبند قائم نہیں رہتا اور پھسل کر نیچے آ جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح میدان جنگ میں کفار کے سامنے تکبر سے تہبند لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں اسلام کی عزت اور دشمن اسلام کی تحقیر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر حال میں کراہت منقول ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:5،ص:385)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی 895ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس شخص کے لباس کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا بہ شرطیکہ وہ تکبر کی بناء پر ہو کیونکہ یہ حدیث مبارکہ مطلق ہے اس لیے اس کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور اگر تکبر کی بناء پر لباس نہ لٹکایا گیا ہو تو پھر وہ مکروہ ہے۔ (مکمل اکمال الاکمال: جز:5،ص:385)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: (مؤطا امام مالک کی) یہ حدیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا اور نہ اس میں کوئی اکڑ تھی تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی البتہ تہبند، قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے کپڑا گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔

(التمہید: جز:3،ص:244)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنیٰ ہے تکبر کرنا، اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ (الاستذکار: جز:26،ص:187)

فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: قمیصوں، تہبندوں اور شلواروں کو تکبر سے لٹکانا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے کپڑوں کو تکبر سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز میں تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال میں ہے نہ حرام میں۔ (المغنی: جز:1،ص:341)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں: صاحب النظم نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تکبر کا خوف نہ ہو اس کے لئے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مکروہ نہیں ہے اور اولیٰ اس کو ترک کرنا ہے۔ (کتاب الفروع: جز:1،ص:344)

فقہاء شافعیہ کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: تہبند، قمیض اور عمامہ ان میں سے ہر ایک کو ٹخنوں کے نیچے تکبر سے لٹکانا منع ہے اور بغیر تکبر کے لٹکانا مکروہ چونکہ احادیث مبارکہ میں کپڑا لٹکانے کی ممانعت کو تکبر کے ساتھ مقید کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تحریم تکبیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرق کی تصریح کی ہے اور عورتوں کے لئے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے اس کے جواز کی احادیث مبارکہ میں تصریح ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے مومن کا تہبند پنڈلیوں کے نصف سے لے کر ٹخنوں کے نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے لہٰذا پنڈلیوں کے نصف تک تہبند لٹکانا مستحب ہے اور ٹخنوں تک نیچے کرنا بلا کراہت جائز ہے اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور جن احادیث مبارکہ میں مطلقاً آیا ہے کہ جو

کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تکبر کی وجہ سے لٹکایا گیا ہو کیونکہ یہ احادیث مبارکہ مطلق ہیں اور مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔ (شرح مسلم: جز:2،ص:195)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: ان احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکبر سے تہبند لٹکانا کبیرہ گناہ ہے اور بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا بھی بظاہر احادیث مبارکہ سے حرام ہی معلوم ہوتا ہے لیکن احادیث مبارکہ میں جو تکبر کی قید لگائی گئی ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن احادیث مبارکہ میں تہبند لٹکانے سے مطلقاً منع کیا ہے وہ بھی تکبر سے لٹکانے پر محمول ہیں لہٰذا بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا حرام نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے تہبند لٹکانے پر وعید نہیں ہے البتہ قمیص اور دیگر کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہر حال میں مذموم ہے۔ (فتح الباری: جز:10،ص:263)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: تہبند گھسیٹ کر چلنا اس وقت حرام ہے جب تکبر کی وجہ سے ہو اور جب تکبر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے کہا ہے کہ قمیض اور تہبند کی لمبائی میں مستحب یہ ہے کہ پنڈلیوں کے نصف تک ہو اور ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے اور اگر ٹخنوں سے نیچے ہو تو یہ تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے۔ (تحقیق الکوکب الدراری بشرح بخاری: جز:5،ص:385)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد طیبی الشافعی متوفی 742ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ کپڑا لٹکانے کی تحریم تکبر کے ساتھ خاص ہے ظواہر احادیث مبارکہ کا یہی تقاضا ہے اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح الطیبی: جز:8،ص:208)

فقہاء حنفیہ کی آراء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے رکھا اس میں کوئی نہ کراہت ہے نہ کوئی حرج ہے اس طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لئے بھی لباس لٹکانا جائز ہے مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو اور لمبی قمیض یا لمبے تہبند کے علاوہ اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لئے میسر نہ ہو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ علاج کے لیے شرم گاہ کو کھولنا جائز ہے۔ ہمارے شیخ زین الدین نے کہا اگر کوئی عذر نہ ہو اور نہ ہی تکبر کا قصد ہو تو پھر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:21،ص:295)

مزید راقم ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہبند کے ایک جانب ڈھلکنے کا ذکر کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں

کرتے اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا تہبند بلاقصد ڈھلک جائے اس پر کوئی حرج نہیں ہے اگر یہ اعراض ہو کہ امام ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تشدیدات میں سے ہے ورنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو خود اس حدیث مبارکہ کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 21،ص: 296)

مزید راقم ہیں: نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند تکبر کی وجہ سے نہ لٹکایا گیا ہو تو یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 21،ص: 296)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص تکبر سے یا اترا کر تہبند گھسیٹ کر چلا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ ابن الملک نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(مرقات: جز: 8،ص: 238)

مزید راقم ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ بلاقصد تہبند لٹکانا مضر نہیں ہے خاص طور پر جس شخص کی خصلت میں تکبر نہ ہو البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا افضل ہے اسی لیے یہ واضح ہو گیا کہ چادر گھسیٹ کر چلنے کی ممانعت کا سبب تکبر ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس حکم کو تکبر کی شرط سے مقید کیا گیا ہے۔ (مرقات: جز: 8،ص: 264)

ملا نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مرد کا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز: 5،ص: 333)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تکبر، اسراف اور سرکشی کی نیت سے اپنے تہبند کو لمبا بناتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف لطف و عنایت کی نظر نہیں فرمائے گا اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی یا کوئی بیماری ہو تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات: جز: 3،ص: 537)

مزید راقم ہیں: حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا لٹکائے۔ (اشعۃ اللمعات: جز: 3،ص: 555)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آراء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: پائینچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچے ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مبارکہ مردوں کو بھی جائز ہے جس طرح کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔ فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو۔ احادیث مبارکہ میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء کرام درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔ بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام و مستحق وعید۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پائنچہ جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلکہ خود حضور سرور عالم ﷺ سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادر ان کے قدم کی پشت پر تھی اور چادر کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔

عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف ساق تک پائینچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار یہیں تک ہوتی تھی۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص:125)

علماء دیوبندیوں کی آراء

(سوال:114) زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہے جبکہ براہ تکبر وخیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبرانہ ہو محض خوبصورتی اور زینت کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں اکثر یہ قید مذکور ہے کہ من جر ازارہ خیلاً "جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا" وغیرہ میں خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثیں مطلق ہیں جیسے "ما اسفل من الکعبین ففی النار" جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے۔ وہ بھی حسب دستور عرب اسی قید پر محمول ہیں اور مطلق کو مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق ومقید دونوں دو واقعہ پر آئے ہوں جیسے کفارہ قتل و کفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے جیسے کفارہ قسم کا۔ قرأت ابن مسعود میں متتابعات کے ساتھ مقید ہو جانا۔ نیز اس کی مویدوہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین کی وعید بیان کی اور فرمایا "من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ"

''جس نے تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا'' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ازار لٹک پڑتی ہے مگر یہ کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں تو حضرت نے فرمایا۔تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں پس اگر مطلقاً جرازار ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلا (تکبر) ہی کی صورت ہے اور بلا اس کے جائز اس شبہ کا حل مطلوب ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی 1364ھ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: نورالانوار میں ایک حکم میں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی بحث ہے۔صدقہ فطر کے سبب میں دو نصیں وارد ہیں اور اسباب میں کوئی مزاحمت نہیں ہے پس ان کے درمیان جمع کرنا واجب ہے یعنی ہم نے جو کہا ہے کہ حادثہ واحدہ اور حکم واحد میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یہ اس وقت ہے جب مطلق اور مقید دونوں حکم میں وارد ہوں تضاد کی وجہ سے لیکن جب مطلق اور مقید اسباب یا شروط میں وارد ہوں تو پھر کوئی مضائقہ اور تضاد نہیں ہے پس یہ ممکن ہے کہ مطلق اپنے اطلاق کے ساتھ سبب ہو اور مقید اپنی تقیید کے ساتھ سبب ہو اور ما نحن فی (زیر بحث صورت) میں حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے پس مطلق جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی۔

(مطلق تہبند گھسیٹنا بھی حرام ہے اور تکبر کی وجہ سے گھسیٹنا بھی حرام ہے) (امدادالفتاویٰ: جز:4،ص121 تا122)

شیخ تھانوی صاحب کا مذکورہ جواب درست نہیں ہے۔فقہاء احناف کے نزدیک جب کسی واقعہ میں ایک حکم ایک جگہ مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ حکم میں تضاد ہوگا ایک جگہ مطلق ہے اور ایک جگہ مقید ہے اس کی مثال یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے کا کفارہ بیان فرمایا ہے کہ وہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط (المائدہ:89)

اور جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اس آیت کریمہ میں تین دن کے روزے مطلق ہیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات ''تین دن کے مسلسل روزے'' پہلا حکم مطلق تھا اور دوسرا حکم مقید ہے اب اگر مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تو حکم میں تضاد لازم آئے گا اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور تین دن کے پے در پے روزے رکھنا قسم کا کفارہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید حکم میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے لیکن جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں مثلاً ایک واقعہ میں ایک جگہ حکم کا سبب مطلق ہے اور دوسری جگہ اس واقعہ میں حکم کا سبب مقید ہے تو اب مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ ایک حکم کے کئی سبب ہو سکتے ہیں تو جائز ہے کہ ایک سبب مطلق ہو اور دوسرا سبب مقید ہو اور اس میں

کوئی تضاد نہیں ہے۔جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔ ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطرادا کرو اور دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔

ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔ پہلی حدیث مبارکہ میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں مقید ہے یعنی مسلمان غلام کا ذکر ہے اب مطلق کو مقید پر نہیں محمول کیا جائے گا کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا سبب سر (شخص) ہے پس حدیث مبارکہ میں اس حکم کا سبب مطلق سر یعنی (مطلق) غلام ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں مقید سر (شخص) یعنی مسلمان غلام اس حکم کا سبب ہے اور ایک حکم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں ان میں تضاد نہیں ہے اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ (التوضیح والتلویح: جز:1،ص:122)

تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ زیر بحث صورت میں حکم معصیت (نافرمانی) ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ:ص:122)

جرثواب یا جرثواب للخیلاء (کپڑا گھسیٹنا یا تکبر کی وجہ سے کپڑا گھسیٹنا) یہی تو بعینہ معصیت اور نافرمانی ہے۔تھانوی صاحب اسی کو حکم بھی قرار دے رہے ہیں اور اسی کو حکم کے اسباب بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ صریح کون الشیء سببا لنفسہ (کسی چیز کا خود اپنا سبب ہونا) ہے اور یہ بداہۃ باطل ہے سبب مقدم ہوتا ہے اور اس کا حکم مؤخر ہوتا ہے اور جب ایک چیز خود اپنا سبب ہوگی تو وہ اپنے آپ پر مقدم ہوگی اور یہ علمی اصطلاح میں دور ہے جو عقلاً محال اور باطل ہے۔

نیز تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ اسی بحث میں حکم معصیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ:ص:122)

واضح رہے کہ حکم کے دو معنیٰ ہیں ایک حکم منطقی یا نحوی ہے۔اس کی تعریف ہے ایک امر کا دوسرے امر کی طرف ایجاباً یا سلباً اسناد اور دوسرا حکم شرعی ہے اس کی تعریف ہے اللہ تعالیٰ کا حکم جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو۔ (التعریفات:ص:66)

اور مطلق اور مقید کی اس بحث میں حکم سے مراد حکم شرعی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم۔ پہلے حکم کی مثال ہے کفارہ قسم میں تین دن کے یا مسلسل تین دن کے روزے رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسرے حکم کی مثال ہے ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو یا آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مثال ہے۔

تھانوی صاحب کے جواب میں دوسری غلطی یہ ہے کہ

اس جواب میں معصیت کو حکم کہا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ معصیت کا حکم نہیں دیتے بلکہ معصیت نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اس حدیث مبارکہ میں سرے سے کوئی حکم ہی نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص فعل پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت نہ کرنے کی وعید سنائی ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ اس مخصوص فعل (تکبر سے کپڑا گھسیٹنے) کی ممانعت یا اس سے اجتناب کے حکم کو متضمن ہے ہم اس حدیث مبارکہ کو بیان کر کے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تکبر کے سبب سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے سوا اس کے کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔ پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو یہ (تہبند گھسیٹنا) تکبر سے کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5784)

اس حدیث مبارکہ میں تہبند گھسیٹنے پر وعید کو نبی کریم ﷺ نے وجوداً اور عدماً خیلاء (تکبر) پر معلق فرمایا ہے۔

وجوداً کی دلیل یہ ہے کہ

جو شخص تکبر سے تہبند گھسیٹے اس پر آپ ﷺ نے وعید سنائی ہے۔

اور عدماً کی دلیل یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا! تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے یعنی تم کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔

شیخ تھانوی صاحب نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خیلا سبب ہوتا ہے تعمد کا اس لیے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ (امداد الفتاویٰ: ص: 123)

یعنی آپ نے جو فرمایا ہے کہ تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے اس کا معنیٰ ہے تم عمداً ایسا نہیں کرتے اور تکبر سے مراد عمد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل باطل ہے کیونکہ سبب بول کر سبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے جب حقیقت محال یا متعذر ہو اور یہاں پر اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنیٰ مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے اس لیے کلام رسول کو اپنی خواہش کا معنیٰ بلاوجہ پہنانا باطل ہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ کپڑا لٹکانے یا گھسیٹنے کی علت تکبر ہے تو جس صورت میں تکبر نہیں ہوگا اس صورت میں وعید بھی لاحق نہیں ہوگی دیکھئے ربا بالفضل کی حرمت کی علت قدر اور جنس کا اتحاد اور بیع کا ادھار ہوتا ہے اور جب یہ علت نہیں ہوگی تو ربا بالفضل حرام نہیں ہوگا یا جیسے نماز کی شرط وضو ہے جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی یا جیسے مثلاً مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے جب غروب آفتاب نہیں ہوگا تو مغرب کی نماز فرض نہیں ہوگی اسی طرح جب کپڑا لٹکانے میں تکبر نہیں ہوگا تو اس کی وعید بھی لاحق نہیں ہوگی۔

شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کی آراء

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلق ممنوع ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث مبارکہ احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے تہبند

گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند نہ باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا ہے البتہ عدم تکبر کو آپ نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مقید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کا پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو تہبند گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے مگر یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔ اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لئے ممنوع ہے جو مضبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا ہو تو عرب میں بہر حال اس طرح ہوتا تھا اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے) جیسے نیند حدث (وضو ٹوٹنا) نہیں ہے لیکن وہ پٹھوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا۔ اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھو اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث مبارکہ احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ممانعت میں تکبر کی خصوصیت نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بھی ایک بالشت سے زیادہ لباس لٹکانے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کو لباس لٹکانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا اور آپ نے جواب میں تکبر یا عدم تکبر کا فرق نہیں کیا۔ (فیض الباری مع الحاشیہ: جز:4، ص373 تا 374)

شیخ بدر عالم میرٹھی نے لکھا ہے کہ جس طرح نیند حدث کا سبب ہے اور مباشرت فاحشہ حدث اکبر کا سبب ہے اور سفر مشقت کا سبب ہے اسی طرح ہم جر ثواب (کپڑا گھسیٹنے) کو تکبر کا سبب قرار دیتے ہیں ان کی اتباع میں جسٹس محمد تقی عثمانی نے بھی اسی

طرح لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیند کا حدث کے لئے سبب ہونا اور مباشرت فاحشہ کا حدث اکبر کے لئے سبب ہونا خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد میں بند رہتا ہے اس پر دوسری چیزوں کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے نیز ان چیزوں کو شارع علیہ السلام نے سبب قرار دیا ہے اس لیے وہ ثابت ہیں اور ہماری اور آپ کی وہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم از خود کسی چیز کو کسی چیز کا سبب قرار دیں اور وہ حجت شرعیہ ہو جائے۔ نیز شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کا کلام جر ثواب (کپڑا گھسیٹنے) میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے ہمارے نزدیک وہ لباس جائز ہے جو بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو اور پہننے والے کے قد سے متجاوز نہ ہو اور اس کے جواز میں مذاہب اربعہ کے فقہاء متفق ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر بہت طویل کلام کیا ہے جس کو جسٹس محمد تقی عثمانی نے بتمامہ نقل کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ بدر عالم میرٹھی کے کلام کا خلاصہ لکھا ہے اور آخر میں بہ طور حاصل بحث یہ لکھا ہے کہ اگر انسان قصداً اسبال کرے تو وہ مطلقاً ممنوع ہے خواہ وہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے اور اگر اس کا تہبند بلاقصد ٹخنوں سے نیچا رہا تو یہ وہ صورت ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے جائز فرمایا تھا۔ (تکملہ فتح الملہم: جز:4،ص:123)

جو کام بلاقصد ہو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ ارادتاً کسی کام پر مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے اور اسبال ثواب اگر انسان کی قامت سے متجاوز نہ ہو اور بغیر تکبر کے ہو تو وہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور جر ثوب مطلقاً ممنوع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اس لیے جسٹس صاحب کا اسبال ثوب کو مطلقاً ممنوع کہنا غیر مسموع ہے البتہ مشہور دیوبندی محدث شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی 1394ھ نے فقہاء مذاہب اربعہ کے مطابق لکھا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانا حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے۔

(التعلیق الصبیح: جز:4،ص:395)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے اگر وہ کپڑا اس کے ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے برابر ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہوگی خصوصاً جبکہ بلاقصد ایسا ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح واقع ہوا اور اگر کپڑا پہننے والے کے قد اور قامت سے زائد ہو تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اسراف ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور یہ پہلی وجہ سے زیادہ قوی وجہ ہے کیونکہ امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس خدشہ سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر نجاست لگ جائے اور اس ممانعت کی طرف اشارہ اس حدیث مبارکہ میں ہے جس کو امام ترمذی شمائل میں اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے سنن کبریٰ میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک تہبند باندھے ہوئے جا رہا تھا اور وہ تہبند زمین پر گھسیٹ رہا تھا ناگاہ ایک شخص نے کہا: اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ بقا ہے میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی

کریم ﷺ تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو ایک سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لیے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے میں نے دیکھا تو آپ ﷺ نے آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑا گھسیٹنے میں تکبر کی بدگمانی ہوتی ہے۔ قامت سے نیچے کپڑا لٹکانا کپڑا گھسیٹنے کو مستلزم ہے اور کپڑا گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ احمد بن منیع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم تہبند کو گھسیٹنے سے بچو کیونکہ تہبند کو گھسیٹنا تکبر سے ہے۔

(فتح الباری: جز:10، ص263 تا264)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طویل عبارت کے شروع میں یہ تصریح کر دی ہے کہ اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو اور وہ اس کی قامت کے برابر اور بغیر تکبر کے ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہے اور اگر وہ اس کی قامت سے متجاوز ہو اور اس کے قدموں تلے گھسٹ رہا ہو تو پھر وہ حرام ہے۔ جسٹس تقی عثمانی نے یہ پوری عبارت نقل کی ہے پھر بھی نتیجہ یہ نکالا ہے کہ قصداً کپڑا لٹکانا مطلقاً حرام ہے اور یہ نتیجہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے خلاف ہے بلکہ اس کو اجماع متقدمین کے خلاف کہا جائے تو بعید نہیں ہوگا۔

شیخ محمد زکریا سہارنپوری متوفی 1346ھ نے بھی اس حدیث مبارکہ کی شرح میں حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی تمام عبارت کو نقل کیا ہے اخیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے کپڑا گھسیٹے اس کو وعید لاحق ہوگی اور جو شخص کپڑا لمبا ہونے کی وجہ سے اس کو گھسیٹے یا کسی اور عذر کی وجہ سے اس کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔ (اوجز المسالک: جز:6، ص:209)

بہر حال کپڑا ٹخنوں کے نیچے تکبر کی وجہ سے لٹکایا تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

الحمدللہ عزوجل! یہ وہ طویل بحث ہے جو اہل ذوق پر آشکارا ہو جائے گی کہ اس مسئلے کی اصل تحقیق کیا ہے اور کہاں کپڑا لٹکانا حرام ہے اور کہاں حرام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دین مصطفیٰ ﷺ کی سمجھ عطا فرمائے اور سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خادم بھی رہے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے جانے کی اجازت بھی دے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن خار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن

مدرکہ بن الیاس بن مضر ابوعبدالرحمٰن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مسعود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام اُمّ عبد بنت عبد ود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے جب حضرتِ سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! لیکن میں امین ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک چھ ماہ کی بکری لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا دودھ پیو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بکری کے تھنوں سے فرمایا سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کلام کی تعلیم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا: تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین مبارک پہناتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ابوجہل کے سینہ پر سوار ہو کر انہوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ نساء پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

تو نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا ہمیں اس شخص کے متعلق بتلائیے جو اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہو۔ تا کہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سنیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے یادر کھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن اُمّ عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن اُمّ عبد کو بناتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ اور چند سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص256 تا 260)

مرآۃ المناجیح میں ہے: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے ہزلی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور ﷺ کے خاص خادم تھے۔ حضور انور ﷺ کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور ﷺ کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ناپسند کریں۔ اخلاق، عادات، طور طریقہ میں حضور انور ﷺ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے، دراز قد، گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔

مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:567)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم
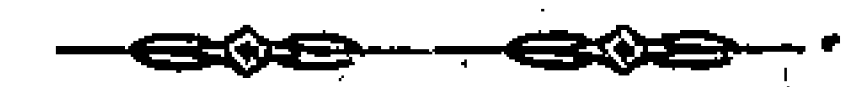
بَاب فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ

باب! عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے

اس باب میں اس چیز کا بیان ہے کہ عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھے گی۔

544 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ قُنْفُذٍ عَنْ أُمِّهِ أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ مَاذَا تُصَلِّي فِيهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَتْ تُصَلِّي فِي الْخِمَارِ وَالدِّرْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغَيِّبُ ظُهُورَ قَدَمَيْهَا

محمد بن زید بن قنفذ اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دوپٹے اور لمبے کرتے میں نماز پڑھے جو کہ پاؤں کے اوپری حصے کو چھپا دیتا ہے۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:279،الموطا: جز1،ص:142،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:225،شرح السنۃ: جز:1،ص:135)

545 حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ قَالَ إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبَكْرُ بْنُ مُضَرَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَإِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَابْنُ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرُوا بِهِ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ کیا عورت دوپٹے اور کرتے میں نماز پڑھ سکتی ہے اس حال میں کہ اس پر تہبند نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کرتا اس قدر طویل ہو کہ پاؤں کے ظاہری حصے کو چھپا دے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو مالک بن انس، بکر بن مضر، حفص بن غیاث، اسمٰعیل بن جعفر، ابن ابی ذئب اور ابن اسحاق نے محمد بن زید سے انہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے انہوں نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا (اور) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پر اختصار کیا۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:280،مستدرک: جز:1،ص:380،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:233،سنن دارقطنی: جز:2،ص:62)

تشریح:

جمہور کے نزدیک عورت کے لئے نماز میں دو کپڑوں کا ہونا واجب ہے 1-دوپٹہ،2-قمیض جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے دوپٹہ سر کو چھپانے کے لئے اور قمیض باقی تمام بدن کے لئے مگر جمہور نے یہ کہا ہے کہ مقصود تمام بدن کا ستر ہے فلو حصل بثوب واحد وسیع جازیہی آئمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ تین کپڑوں میں نماز ادا کرے 1-دوپٹہ،2-قمیض،3-جلباب یعنی چادر قمیص کے اوپر اوڑھنے کے واسطے۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

☆ **قوله عن اُمّ سلمة رضی الله عنها**

ام المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں پہلے آپ رضی اللہ عنہا ابوسلمہ بن عبدالاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں پھر غزوہ بدر کے بعد 3ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں جو کہ صحاح ستہ کے علاوہ اور بھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے:

ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ۔

آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور اُمّ المومنین ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں۔حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 3ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں وصال فرما گئیں (اکسٹھ ہجری میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

(اسد الغابہ: جز:5،ص:56)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی زوجہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا عاتکہ بنت عامر رضی اللہ عنہا ہیں آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے انہوں نے اور ان کے شوہر نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ان سے سلمہ،عمر،رقیہ اور زینب چار بچے پیدا ہوئے۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ 4ھ میں فوت ہو گئے۔وہ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے تھے۔وہ احد کی جنگ میں زخمی ہو گئے تھے۔ہجرت کے 35 ماہ بعد وہ فوت ہو گئے تھے۔عدت پوری ہونے کے بعد شوال چار ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ مصیبت پہنچے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ عزوجل! مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:918)

نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں سوچتی تھی میرے لیے ابوسلمہ سے اچھا کون ہو گا۔ مجھے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے انکار کر دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا مرحبا! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا شوہر بنا دیا۔ میں نے اپنے بچوں کا عذر پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو ان سے مستغنی کر دے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:918)

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں 61ھ، 62ھ میں چوراسی سال کی عمر گزار کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی یہ حکمت تھی کہ انہوں نے دعا کی تھی اے اللہ عزوجل! مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرما۔ آپ کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کی دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوا نیز بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کرنا اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ قرار پایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گیارہ تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نو تھیں اور کن سے نکاح اور رخصتی ہوئی اور کن کی نہیں ہوئی جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ راوی نے کہا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔ (صحیح بخاری: جز:1، ص:141)

علامہ بدرالدین عینی متوفی 855ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور دو باندیاں تھیں حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہن ...... یہ فعل صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں متصور ہو سکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں

کیونکہ آپ ﷺ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ یہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں جن سے آپ ﷺ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ ﷺ کے ساتھ شب زفاف گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ ﷺ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ ﷺ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب اور اسماء درج ذیل ہیں:

1-حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

2-حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

3-حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

4-حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

5-حضرت اُمّ سلمہ ہند بنت امیہ بن المغیرہ رضی اللہ عنہا

6-حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔ یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں۔

7-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

8-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

9-حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا۔ یہ بنو قریظہ سے تھیں اور ایک قول ہے بنو نضیر سے تھیں یہ نبی کریم ﷺ کے پاس 6 ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔

10-حضرت اُمّ حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا

11-حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ غزوہ خیبر میں قید ہوئیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

12-حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے ذوالقعدہ 7ھ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ

سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔

13-حضرت فاطمہ بنت الضحاک رضی اللہ عنہا

14-حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا۔

جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح اور رخصتی نہیں ہوئی اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا۔

1-حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا ان کا ذکر ہو گیا ہے۔

2-حضرت کلابیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام عمرہ بنت زید یا عالیہ بنت طبیان ہے زہری نے کہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا رخصتی بھی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی اور ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں۔ زہری نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دے دی۔

3-اسماء بنت النعمان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پناہ مانگی تھی۔

4-قیلہ بنت قیس

ان کے بھائی نے ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے۔

5-ملیکہ بنت کعب

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تھی۔

6-اسماء بنت الصلت السلمیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں۔

7-اُمّ شریک ازدیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی انہوں نے خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں۔

8-خولہ بنت ہذیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں۔

9-شراف بنت الخالد

یہ حضرت دحیہ کلبی کی بہن تھیں نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی یہ آپ ﷺ سے قبل فوت ہو گئیں۔

10-لیلیٰ بنت الخطیم

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ ﷺ نے ان کو الگ کر دیا۔

11-عمرۃ بنت معاویہ الکندیہ

ان تک پہنچنے سے پہلے نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا۔

12-جندعیہ بنت جندب

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔

13-غفاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا۔

14-ہند بنت یزید

ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی۔

15-صفیہ بنت بشامہ

یہ نبی کریم ﷺ کی قید میں تھیں آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیا تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا۔

16-حضرت اُمّ ہانی فاختہ بنت ابی طالب

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

17-ضباعہ بنت عامر

آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ متکبرہ ہیں تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

18-حمزہ بنت عون مرتی

آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے حالانکہ عیب نہ تھا پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا۔

19-سودہ قرشیہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا۔

20-امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب

ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

21-عزہ بنت ابی سفیان بن حرب

ان کی بہن حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیش کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی بہن یعنی حضرت اُمّ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

22-کلبیہ

نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا انہوں نے ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

23-عرب کی ایک خاتون جن کا نام معلوم نہیں ہوا آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔

24-درۃ بنت اُمّ سلمہ

آپ ﷺ کو ان کی پیش کش کی گئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

25-امیمہ بنت شراحیل

صحیح بخاری میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

26-حبیبہ بنت سہل الانصاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا۔

27-فاطمہ بنت شریح

ابوعبیدہ نے ان کا نبی کریم ﷺ کی ازواج میں ذکر کیا ہے۔

28-حضرت عالیہ بنت ظبیان

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

(عمدۃ القاری: ج:3،ص215 تا217)

نبی کریم ﷺ کی ازواج کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی وہ ایک بیوہ خاتون تھیں پچاس سال کی عمر تک آپ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا پچیس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ہجرت سے دو سال پہلے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا تھا اور ہجرت کے ایک سال بعد ان کی رخصتی عمل میں آئی پھر واقعہ بدر کے دو سال بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے دو سال بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 3ھ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 5ھ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 6ھ میں حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر 7ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا پھر فاطمہ بنت سریح پھر زینب بنت خزیمہ پھر ہند بنت یزید پھر اسماء بنت النعمان پھر قتیلہ بنت الاشعث

پھر شناء بنت اسماء سے نکاح کیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جز:11،ص:145)

مزید نبی کریم ﷺ کی تعداد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تفصیل اس طرح ہے۔

1-حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں ان سے ایک بیٹی ہند تھیں اس کے بعد انہوں نے ابو ہالہ مالک بن نباش کے ساتھ نکاح کیا اور ان سے ہند اور ہالہ نام کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ: جز:5،ص:434)

زمانہ جاہلیت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لقب طاہرہ تھا۔ نبی کریم ﷺ مضاربت پر ان کے مال سے تجارت کرتے تھے اپنے شوہر کی وفات کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی امانت اور دیانت سے متاثر ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چالیس سال تھی۔ ہجرت سے چار یا پانچ سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں 1-حضرت زینب، 2-حضرت رقیہ، 3-حضرت اُمّ کلثوم اور 4-حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں ان سب نے زمانہ اسلام پایا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت بھی کی اور ایک صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ایک اور صاحبزادے حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ساتھ چوبیس یا پچیس سال تک زندہ رہیں اور ان کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح مبارکہ عام عادت اور فطرت کے مطابق ہوا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمام اولاد امجاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی مقدر کر دی تھی۔

2-حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دوسری زوجہ ہیں۔ امام طبرانی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کس سے؟ اس نے عرض کیا آپ ﷺ چاہیں تو کنواری سے نکاح فرمالیں اور چاہیں تو بیوہ سے نکاح فرمالیں۔ کنواری حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں اور بیوہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔ (مجمع الزوائد: جز:9،ص:231)

ہجرت سے دو سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے ایک سال بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی نو سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں اور سترہ رمضان المبارک منگل کی شب 58ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ مدینہ منورہ میں وفات ہوئی بقیع میں مدفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ

پڑھائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عادت اور فطرت کے مطابق نکاح ہوا اور جب نکاح ہوا تو تعدد ازواج کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اور ان کے ساتھ نکاح کرنے میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد صحابی تھے ان کو رشتہ کی فضیلت عطا کرنی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر ہو گئے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دامادی کی فضیلت عطا فرمائی اور کم سن اور کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا نمونہ قائم کرنا تھا اور یہ بتلانا تھا کہ دوست اور ایمانی بھائی حقیقی بھائی نہیں ہوتا اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

3-حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ بہت پہلے اسلام لا کر بیعت کر چکی تھیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنے عم زاد سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے ان دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی جب یہ دونوں مکہ مکرمہ میں آئے تو آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند فوت ہو گئے جب آپ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے آٹھویں یا دسویں سال ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ امام واقدی سے منقول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران چون ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ان سے نکاح کے وقت بھی تعدد ازواج کا مسئلہ نہیں تھا کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو چکی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ یہ قریش اور اپنے عزہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں جب یہ حبشہ سے واپس ہوئیں تو آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند فوت ہو گئے اب اگر یہ اپنے عزیزوں میں لوٹ جاتیں تو وہ ان پر اور زیادہ ظلم وستم کرتے اور آپ کے دین کو آزمائش میں ڈال دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال پر ترس کھا کر ان سے عقد کر کے ان کو اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں لے لیا اور انہیں ان کے اسلام اور ان کی ہجرت کی جزا دی نیز اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ نمونہ ہے کہ کسی بے سہارا بیوہ سے عورت سے نکاح کر کے اپنی حفاظت میں لے لینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت ہے۔ ہجرت کے ایک سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ازواج مطہرات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئیں اور اسی وقت تعدد ازواج کی ابتداء ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف 54 سال تھی۔

4-حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں یہ پہلے حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ یہ

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے بدر میں حاضر ہوئے اور مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5122)

ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ شعبان 45ھ میں مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ مروان بن الحکم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان سے نکاح کا سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلداری تھا اور ان کو اپنے رشتہ کی فضیلت عطا کرنا تھا جیسا کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔

5- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کی پانچویں زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا لقب اُمّ المساکین تھا کیونکہ یہ بہت زیادہ صدقہ اور خیرات کرتی تھیں یہ پہلے حضرت عبداللہ بنت جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں انہوں نے ان کو طلاق دے دی پھر ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے ان سے نکاح کر لیا وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے اکتیس ماہ بعد ان سے نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ہوا تھا۔ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس دو یا تین ماہ رہیں اس کے بعد فوت ہو گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا چونکہ دوسروں کا سہارا بنی تھیں اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے بیوہ ہونے کے بعد ان کو بے سہارا نہیں چھوڑا ان سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ یہ بہت صدقہ و خیرات کرتی تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس نیکی کے صلہ میں ان کو شرف زوجیت بخشا۔

6- حضرت اُمّ سلمہ عاتکہ بنت عامر رضی اللہ عنہا

(آپ رضی اللہ عنہا کے حالات شروع میں بیان کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں)

7- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کی ساتویں زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تو آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا آزاد اور بنو اسد کے گھرانے سے تھیں اس وجہ سے ان میں نا چاقی رہتی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایتیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو صبر وتحمل کی تلقین فرماتے رہتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نکاح آپ ﷺ سے کر دے گا لیکن آپ ﷺ کو یہ پریشانی لاحق تھی کہ عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار دیتے ہیں اور بیٹے کی بیوی سے نکاح ممنوع ہے تو وہ اس نکاح کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت پر طعن کریں گے اور اس سے آپ ﷺ کی تبلیغ پر اثر پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ نکاح ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور اس کی بیوی سے انقطاع نکاح کے بعد نکاح کرنا جائز ہے تاکہ مسلمانوں پر اس نکاح میں تنگی نہ ہو۔ بالآخر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تنگ آ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور عدت پوری

ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زوجنکھا نازل فرما کر آپ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کر دیا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی عقد کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجہ ہو گئیں۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (الاحزاب:37)

''اور جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپاتے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے آپ اس سے ڈریں اور جب زید نے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے آپ کا اس سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ (طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔''

تین (3) ہجری میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر دیا۔ ایک قول (4) چار ہجری کا بھی ہے اور ایک قول (5) پانچ ہجری کا ہے اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر شریف پینتیس سال تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فخر سے کہتی تھیں کہ تمہارا رسول اللہ ﷺ سے نکاح تمہارے اہل نے کیا ہے اور میرا آپ ﷺ سے نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 20ھ میں ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ترپن (53) سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی سیرت میں یہ نمونہ ہو کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔

8- حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی آٹھویں زوجہ محترمہ حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہیں آپ رضی اللہ عنہا پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں جو حالت کفر میں قتل کئے گئے تھے 6ھ غزوہ بنوالمصطلق کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ نے بنوالمصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں انہوں نے نو اوقیہ چاندی (ایک اوقیہ 40 درہم کا ہوتا ہے) پر ان کو مکاتب کر دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں جویریہ بنت الحارث ہوں۔ حارث اپنی قوم کا سردار تھا آپ کو معلوم ہے مجھے باندی بنا لیا گیا ہے آپ میری مکاتبت کی رقم ادا کر کے مجھے آزاد کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری رقم ادا کر کے تم سے نکاح کرلوں۔ وہ راضی ہوگئیں۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ بنوالمصطلق تو رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں ہم ان کو کیسے غلام بنائے رکھیں تو سب مسلمانوں نے اپنے اپنے حصہ کے غلام آزاد کر دیئے اور بنوالمصطلق کے (100) سونفوس آزاد کر دیئے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے کسی اور عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے اتنی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ (مسند احمد: ج:6، ص:277)

حضرت اُمّ المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا (70) ستر سال کی عمر گزار کر ربیع الاول 50ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ مروان بن الحکم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی اس نکاح کی وجہ سے بنو المصطلق کے سونفوس آزاد کر دیئے گئے اور آپ ﷺ کی زندگی میں ایک باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کا نمونہ حاصل ہوا۔

9- حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کی نویں زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب ہیں یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کے والد بنونضیر کے سردار تھے ان کے پہلے خاوند قتل کر دیئے گئے تھے فتح خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اول وقت میں صبح کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ نے سوار ہو کر کہا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوگیا۔ ہم جب کسی قوم کے علاقہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو جن کو پہلے ڈرایا جا چکا ہے ان کی کیسی بری صبح ہوتی ہے یہودی اپنی گلیوں سے نکلے اور کہنے لگے (سیدنا) محمد (مصطفی ﷺ) لشکر کے ساتھ آئے ہیں رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آ گئے ان کے جنگ جو مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے قیدیوں میں سے ایک لڑکی دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک لڑکی لے لو تو انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیی کو لے لیا پھر ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ عزوجل کے نبی! آپ ﷺ نے دحیہ کو حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا عطا کر دی جو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں وہ آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفیہ کو لاؤ۔ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو آپ ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا قیدیوں میں سے اس کے سوا کوئی اور باندی لے لو پھر آپ ﷺ نے

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔ ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ان کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر تھا۔ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کا بناؤ سنگھار کر کے راستہ میں قیام کی ایک جگہ پر رات کو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور عروس کے صبح کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس جو کھانے پینے کی چیز ہو لے آئے۔ پھر چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا کوئی کھجوریں لایا کوئی ستو کوئی گھی پھر اس کا ایک طعام بنایا گیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ولیمہ تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 947)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رمضان المبارک 50ھ یا 52ھ میں فوت ہوئیں اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر وہ کسی اور کے حصہ میں آتیں تو فتنہ اور نزاع پیدا ہوتا کیونکہ وہ نبی زادی تھیں۔ قریظہ اور نضیر کی سردار تھیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے ساتھ نکاح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راضی نہ ہوتے۔ نیز ان کے والد قریظہ کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تھے اور ان کے شوہر جنگ خیبر میں مارے گئے تھے اس لیے ایسی شریف النسب خاتون جو دل شکستہ ہو چکی تھیں ان کی تالیف قلب اور ان کے اسلام کی یہی صورت تھی اور اس سے بنو اسرائیل کی تالیف قلب بھی ہوئی کہ ان کی معزز خاتون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف زوجیت بخشا۔

10- حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دسویں زوجہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نام رملہ بنت ابو سفیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ عبید اللہ بنت جحش کے نکاح میں تھیں اس سے حبیبہ نام کی لڑکی پیدا ہوئی اسی وجہ سے ان کی کنیت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہے۔ عبید اللہ نے دوسری ہجرت ان کے ساتھ حبشہ کی طرف کی وہ وہاں نصرانی ہو کر مر گیا اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا اس نے آپ کا حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر رکھا۔

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ نے بکر بن حزم سے روایت کیا ہے کہ یہ نکاح 7 ہجری میں ہوا تھا اور جس دن حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ آئی تھیں اس وقت ان کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا 44ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئیں۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 8، ص 99 تا 100)

امام ابن جوزی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ جب ابو سفیان بن حرب مدینہ منورہ میں صلح کی مدت دراز کرنے کی درخواست لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور نہیں کی وہ اپنی بیٹی حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ دیا اس نے متعجب ہو کر پوچھا کیوں؟ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: ج: 11، ص 195 تا 196)

اس نکاح میں حکمت یہ تھی کہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے حبشہ آئیں ان کا شوہر نصرانی ہوکر مر گیا اور یہ ہجرت اور اسلام پر قائم رہیں ان کا باپ سخت دشمن اسلام تھا۔ اب حکمت اور انسانی ہمدردی کا تقاضا کیا تھا کہ اسلام کے لئے ایسی قربانی دینے والی خاتون کو شوہر کے مرنے کے بعد بے سہارا چھوڑ دیا جاتا جبکہ اس کا باپ اسلام کا سخت دشمن تھا یا اسلام کی خاطر قربانی دینے والی اس خاتون کو صلہ دینے اور حوصلہ افزائی کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نکاح کر لیتے نیز اس نکاح کی وجہ سے بنوامیہ کے ساتھ رشتہ قائم ہو گیا اور اسلام کی تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت کا ایک قوی ذریعہ پیدا ہو گیا۔

11-حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نام برہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ ان کی بڑی بہن کا نام اُمّ الفضل لبابہ کبریٰ تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور چھوٹی بہن کا نام لبابہ صغریٰ تھا جو ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں وہ مر گیا اور یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ (الاصابہ: جز:4،ص 411 تا 412)

امام محمد بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ روایت کرتے ہیں: ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے بعد اگلے سال ذوی القعدہ 7ھ میں عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے وہاں جا کر آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پیغام یہ پہنچایا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ معاملہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔

(الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:4،ص 406 تا 407)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات میں اختلاف ہے۔ علامہ زرقانی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 63ھ میں ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(شرح الزرقانی: علی المواہب اللدنیہ: جز:3،ص:252)

اختتامیہ

الحمدللہ عزوجل! مجھ گناہ گار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے جلد ثانی مکمل کی ہے اگر بتقضائے بشریت اس میں کوئی غلطی وکوتاہی ہوگئی ہوتو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو پیارے حبیب ﷺ کے صدقے معاف فرمائے اور میری اور ہم سب امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما کر قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ و قیامت کے دن شفاعت شفیع معظم ﷺ و جنت الفردوس میں اپنے حبیب ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم (ﷺ)
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

اللہ کرے آئے وقت بھی ایسا
سرکار انور (ﷺ) کے قدموں میں ہو سر ہمارا

یہ کرتا دعا ہر وقت مجاہد ہی ہے
اس خاک طیبہ میں ہو مدفن ہمارا

طالب غم مدینہ ومدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفرگڑھ